اعلان

فہرست کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ مؤلفہ مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب

۱ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول - دربیان سلاطین بہمنیہ - عہ حالی

۲ محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول (۶۱۲) صفحہ - صمہ حالی

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (۶۳۶) صفحہ - صمہ حالی

زیر طبع

۳ محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن - قریب نصف طبع شدہ

۴ محبوب الانجمن تذکرہ امرا و وزراء دکن -

۵ محبوب نو وکہن تذکرہ آثار دکن -

۶ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن - حصہ دوم دربیان طوائف ملوک دکن

۷ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن - حصہ سوم دربیان سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

المشتہر صدر الاسلام خان ولد مولف

فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق ذوالجلال والاکرام در بن ایام فرخندہ فرجام

باعانت سرکار عالی نظام تاریخ الادب

المسمی بہ

محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مؤرخ محقق مولوی

ابوتراب محمد عبدالجبار خان صاحب صوفی ملکاپوری براری

حیدرآبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسہ اعزہ

در مطبع رحمانی واقع محلہ بائلی ورگونڈ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی جَعَلَ الاِنسَانَ اَشرَفَ المَخلُوقَاتِ بِالعِلمِ وَالعِرفَانِ وَکَرَّمَہٗ عَلَی الحَیوَانَاتِ بِالنُّطقِ وَالبَیَانِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَفضَلِ المَوجُودَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہِ الطَّاہِرِینَ الکِرَامِ وَعَلٰی اَصحَابِہِ الرَّاشِدِینَ العِظَامِ اَجمَعِینَ

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبّار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی ارباب سخن کی خدمتمین گزارش کرتا ہے کہ میری مؤلفہ "تاریخ دکن المسمیٰ بہ محبوب التواریخ" متعدد مجلدات پر شامل ہے اور اُسکی ہر ایک جلد بذاتہٖ مستقل ایک ایک کتاب یگانہ ہے اور ہر ایک کے مضامین بھی جداگانہ۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے بنا بر علیہ مین نے ہر ایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا۔ چنانچہ یہہ جلد شعرائے دکن کے تذکرہ پر شامل ہے۔ اسکا نام بھی دوسری جلدون کیطرح عالیجناب فلک انتساب خورشید رکاب جمشید قُباب صاحب جود و کرم بلند حوصلہ و عالی ہمم رعایا پرور فیض گستر قدردان علم و ہنر مربی شعرائے سخنور اعلیحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی میر محبوب علیخان

فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر ششم خلد اللہ ملکہ کے نام نامی سے معنون کر کے محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن رکہا۔ اس تذکرہ مین وے شعرا درج کئے گئے جو دکنی المولد والمنشا ہین۔ یا وہ شعرا جو دکن مین آئے۔ خواہ یہان فوت ہوئے ہون یا دیگر بلاد مین۔ اور مین نے اس تذکرہ مین شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا جو مشاہیر سے گذرے خواہ وہ متقدمین سے ہون یا متاخرین سے بترتیب حروف تہجی لکہا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکہنے مین دقت نہو۔ بتوفیق اللہ المستعان وعلیہ التکلان

باب الالف

آصف

عالیجناب میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن

آپ کی نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت کا سلسلہ خلیفہ امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد مادری عالیجناب سعد اللہ خان بہادر صاحب قران شاہجہان بادشاہ ہند کے وزیر اعظم اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد المخاطب بہ قلیچ خان بہادر ہے آپکے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد مین سمرقند و بخارا سے بتقریب زیارت حرمین شریفین ہند مین آئے۔ شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپکی بہت تعظیم و تکریم کی نہایت عزاز و اکرام کے ساتہہ ملا۔ لب فرش تک مسند سے اُٹہہ کے استقبال کیا۔ اول ہی ملاقات مین چہہ ہزار روپیہ بطور مقدم دست پیشکش فرمایا۔ اور مہمان عزیز کو بادشاہی منزل مین اوتارا۔ اور مہمانی کا اہتمام

از صحیحۃ الذاکرین ۱۲

نہایت تجمل و شان سے ادا کیا گیا۔ آپکے ہمرکاب مریدین و طالبین تقریبًا ایکسو سے زیادہ تھے۔ تمام کے ساتھہ حسن سلوک کیا۔ پھر شاہجہان نے دوسری ملاقات مین آپسے درخواست کی کہ آپ یہان تشریف رکھین۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے سرفراز فرمائین۔ آپ عالم فاضل فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تھے۔ اور بخارا مین شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تھے اور بخارا مین مدت تک نذر محمد خان اور اسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد مین صدر عدالت رہے۔ آپنے بادشاہ کے اصرار سے ہند مین سکونت اختیار کی منصب چہار صدی سے سرفراز کرکے شاہزادہ عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت مین رہے۔ شاہزادہ صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ اور خواجہ صاحب بھی دین و اسلام کے شگفتہ۔ شاہزادہ آپکی مصاحبت سے بہت خوش ہوتا تھا۔ آپکی تعظیم و تکریم مین مبالغہ کرتا تھا۔ جب شاہزادہ دکن مین آیا آپ بھی ہمراہ آئے۔ خواجہ صاحب حسب فرمان بادشاہی برہانپور مین باضافہ دوصدی خطاب خانی سے مشرف ہوکے فراغت کے ساتھہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین دارا شکوہ بسبب بیماری بادشاہ وکالتًا امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسی بیگ کو جو حضور مین رہتا تھا قید کیا اور اسکا گھر ضبط کرلیا۔ اور جسونت سنگہ اور قاسم خان کو عالمگیر کے روکنے کیلئے بھیجا۔ عالمگیر دکن سے مع جمعیت بہ بہانہ عیادت پدر بزرگوار روانہ ہوا۔ دار الفتح اجین مین دونون سے مقابلہ کیا۔ عالمگیر کامیاب ہوا۔ دونون شکست پاکے چلے گئے۔ آپنے جسونت کے مقابلہ مین دلیرانہ کام کئے۔ اور مخالفین کو بھگا دیا منصب ہزاری پانسو سوار سے سرفراز ہوئے۔ پھر اجین مین باضافہ ہزاری و دوصد سوار دو ہزاری ہفتصد سوار سے سربلند ہوئے۔ پھر آپ سنہ ۱۰۷۱ ہجری مین بجائے شیخ میرک صدر کے

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تھی۔ عوام الناس خواجہ کے
عدل و انصاف سے بیحد خوش تھے۔ پھر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق ۱۰۷۲ سنہ ہجری مین
مع اصل اضافہ بمنصب سہ ہزاری پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سرفراز ہوے
اور ۱۰۷۷ سنہ ہجری مین باضافہ ہزار و شش صد سوار و خلعت و فیل صوبہ داری اجمیر سے
ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہاردہم عالمگیری م ۱۰۸۲ سنہ ہجری مین صوبہ داری ملتان پر سربلند
ہوئے اور سنہ ۱۸ عالمگیری م ۱۰۸۵ سنہ ہجری مین ملتان سے حضور مین بلائے گئے
اسی سال مین آپ امیر حاج ہو کے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور ۱۰۹۰ سنہ ہجری
مین غائبانہ مخاطب بہ قلیج خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپ تازی با ساز
طلا میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ کے سپرد کیا کہ بندر سورت
مین خواجہ کے پاس بھیجو۔ پھر سنہ مذکورہ مین سورت سے آنیکے بعد خلعت صدارت سے
سربلند ہوئے اور سنہ ۱۰۹۳ ہجری مین خلعت خاصہ و اسپ نقارہ سے بلند آوازہ
ہوکے عالمگیر کے ہمراہ دکن مین آئے۔ خافیخان نے لکھا کہ سنہ مذکورہ مین عالمگیر نے
خواجہ صاحب کو ابوالحسن تاناشاہ کے پاس سفارۃً بھیجا تھا۔ پھر آپ ۱۰۹۶ سنہ ہجری
مین ظفرآباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین پدر و پسر دونون
عالمگیر کے ہمرکاب تھے۔ گولکنڈہ کے معرکہ مین نمایان کام کئے۔ آخر
۱۰۹۸ سنہ ہجری مین قلعۂ مذکور کے محاصرہ مین خواجہ کے دہنے ہاتھ پر زنبورک کا
گولہ پہنچا۔ خواجہ باستقلال تمام گھوڑے پر سوار خیمہ مین آئے۔ ایسے مستقل
مزاج و قوی دل تھے کہ ضرب گولہ کی کچھ پروا نہین کرتے تھے۔ جملۃ الملک اسدخان وزیر
حسب الحکم بادشاہ آپکی عیادت کیلئے آئے۔ اسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریزے زخم سے چن رہا تھا

خواجہ صاحب فراغت سے مسند پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مقربین سے باتین کر رہے تھے
قہوہ کا دور چل رہا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جراح ٹانکے لگانیوالا ہوشیار ملگیا ہے
دو تین روز کے بعد بتاریخ چہارم ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری مین اس دار فانی سے
عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گولکنڈہ کے قریب حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر
مدفون ہوئے۔ زیارت و تبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی المزاج تھے
مکہ و مدینہ مین بیشمار روپیہ مجاورین و شرفا کے لئے بھیجتے تھے۔

اور آپ کے والد یا جد یعنی میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر
باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی۔ اور غازی الدینخان
فیروز جنگ عالمگیری امرا مین اکبر الامرا شمار کئے جاتے تھے۔ عالمگیر آپ کو بڑی
عظمت و محبت سے دیکھتا تھا۔ دکن کے معرکون مین آپکی جان نثاری و عرقریزی
و دلیری دیکھکے فرزندون سے زیادہ چاہتا تھا۔ جب آپکی کوشش و جانفشانی سے
بیجاپور کی فتح حاصل ہوئی۔ اسوقت آپکے خطاب کے ساتھ فرزند ارجمند کا فقرہ
اضافہ فرمایا۔ رقعات مین لکھتا ہے (فرزند بے ریو و رنگ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر)
بیجاپور کے معرکہ مین دکنیون نے عالمگیری لشکر مین رسد کی آمد و رفت بند کردی تھی
لشکر مین بسبب عدم غلہ و دانہ کے کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ تمام بیقرار و جان بلب
ہو رہے تھے۔ عالمگیر رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی بیچین و بیقرار تھا۔ رات کے
آٹھہ بجے فیروز جنگ کو بلایا اور رسد پہنچانیکی بابت کہا۔ فیروز جنگ بہادر اسیوقت
مستعد ہوئے مع جمعیت و رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر مین مخالفین سے قتال و جدال
کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر مین تقسیم کرکے فی الفور عالمگیر کے پاس آئے۔

از فتوحات ۱۲

اور عالمگیر کو رسد پہنچانیکی خبر دی۔ اُسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فیروز جنگ
کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور دو رکعت شکرانہ ادا کر کے
دعا چاہی۔ خدایا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی الدینخان فیروز جنگ نے عزت
و آبرو بچائی۔ اُسیطرح تو اُسکے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکھہ
دیکھو عالمگیر کی اس دعا سے کسقدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت ہوتی ہے
آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد مین گجرات کی صوبہ داری پر
مقرر ہوئے۔ آخر آپ نے ۱۱۲۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاویدانی کیطرف
رحلت کی۔ آپ کے خلف الصدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرامگاہ حضرت
آصفجاہ بادشاہ دکن ہین۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر
خطاب ہے و آصف تخلص ہے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۸۲ ہجری مین ہندوستان مین
واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ بحساب جمل (نیک بخت) سے بر آمد ہوتی ہے۔ آپ کا
نشو و نما آسائش و آرام کے گہوارہ مین ہوا۔ ناز و نعم کیا تہہ آپکی تربیت ہند کی
آب و ہوا کی آغوش مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز مین آپکی تعلیم
و تربیت عرب و عجم و ترک و ہند کے علمائے افاضل و فضلائے اکابر سے شروع
ہوئی۔ آپکے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان بہادر نے
تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تہا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کیلئے برگزیدہ
و پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار عمر رسیدہ اتالیق اور آموزمتعدد مقرر کئے تہے
خلد مکان عالمگیر بادشاہ بہی آپکے حالات و آثار دیکہہ کے سمجھتا تہا کہ یہہ ہونہار ہے۔ تاکید مزید
کرتا تہا۔ کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمرین کو

ہر ہفتہ میں ایکبار سلام و کورنش کیلئے ہمارے پاس بہیجتے رہیں۔ چنانچہ فیروز جنگ بہادر ہمیشہ فراغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ جب آپ عالم شباب میں علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول و فقہ و اصول میں ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ اقران و امثال سے فائق و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر میں بے نظیر تہے۔ عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان میں استعداد کامل رکہتے تہے۔ فاضل ادیب و عالم لبیب تہے۔ ہر ایک زبان میں نظم و نثر لکہنے میں ملکۂ تامہ و مدرکۂ کاملہ رکہتے تہے۔ فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت کے محل میں لکہا کہ مولانا احمدیار خان مخاطب بہ ترکی خان آپکے اتالیق تہے ترکی زبان آپکو سکہلاتے تہے۔ مرات الصفا کے مولف نے لکہا کہ آپ موزون الطبع تہے شعر گوئی و شاعری کے آشفتہ تہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے تہے ذکاوت و سنجیدگی طبع خداداد تہی جو کچہہ آپکے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون بلاغت مشحون نکلتا تہا۔ نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تہا۔ اصلاح غیر کا محتاج نہیں ہوتا تہا۔ اس فن کے اساتذہ آپکا لوہا مانتے تہے۔ بجز تحسین و آفرین کچہہ نہیں کہتے تہے واقعی آپکے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ میں اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کے حکم سے مطبوع ہوئے ہیں اُن سے ہمارے معززین مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے مولف فقیر کے پاس دونوں دیوان موجود ہیں اُن کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہون ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک دیوان سے اشعار انتخاب کرکے گزارش کرتا ہوں تاکہ ناظرین آپکے تبحر علم و مذاق شاعری سے واقف ہو جائیں اور اُن کو اس بات کی پوری تصدیق ہو جائے کہ آپ عالم و حکیم و صوفی تہے۔ آپ ابتدا میں شاکر تخلص اشعار میں لکہتے تہے

اس دیوان کے اشعار تقریباً دو ثلث تصوف و معرفت کے مضامین مین ڈوبے ہوے ہین
ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہین - اور ہر ایک فقرہ سے فقیری
و خاکساری کے کنوز عیان ہین - اور بعض اشعار سے اولیاء کرام و اتقیاء عظام کے
ساتھہ آپکی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے نصائح و پند و حکم
و امثال پائی جاتی ہین - اور ہمدردی و رحم دلی غربائے بی سر و سامان کے ساتھہ
معلوم ہوتی ہے - علیٰ ہذا القیاس دوسرے دیوان کے اشعار بھی جسمین آصف تخلص
فرماتے ہین مضامین متفرقہ علی الخصوص تصوف کا خزینہ ہے) اور آپنے معشوق حقیقی کے
خط و خال و ابروئے رشک ہلال و چشم غیرت غزال و رخسارہ مہ پارہ کی توصیف
و تعریف مین عالم عالم مضامین رنگین کے گلشن گلشن معانی شیرین سے صفحات کتاب کو
رشک فردوس برین بنا دیا - اور استعارات و تشبیہات کے لباس رنگین سے ایسا
آراستہ کیا کہ ارژنگ چین کو مات کر دیا - آپکے دونو دواوین کی عبارت فارسی سلیس
بامحاورہ مثل اہل زبان ہے - میرے نزدیک ایک گلستان دیگر بوستان ہے - مدعیان
این زمانہ میرے کلام پر تنقید کرینگے - اور کہین گے کہ مولوی صاحب نے تملقاً مبالغہ
کیا ہے - واقع مین مبالغہ نہین ہے غور سے ملاحظہ کرین منصفانہ داد دین -
آپکے دو دواوین کی نسبت مین نے جو کچھہ لکھا امر بدیہی ہے برہان و دلیل کا محتاج نہین
اب مین یہان سے آپکی حکمرانی و کامرانی و عطیہ سلطانی و تعلق سلاطین تیموریہ
گورگانی وغیرہا کی کیفیت بطور گوشوارہ نمونہ از خروارہ گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین آپکے مجمل حال سے واقف ہوجائین - یہان تفصیل و تشریح کا محل
متوقع نہین ہے - مین نے آپکا تفصیلی حال شرح و بسط کے ساتھہ محبوب الوطن

تذکرہ سلاطین دکن کی تیسرے حصہ مین پورے طور سے لکھا ہے جو شایق ہوگا وہان ملاحظہ کریگا - احوال الخواقین کے مولف نے لکھا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد مین عالم شباب مین چین قلیچ خان خطاب و منصب پنجہزاری سے سربلند ہوئے - اور بادشاہ موصوف کے آخر عہد مین بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ مین خانہ دوران بہادر خطاب و صوبہ داری اودہ سے ممتاز ہوئے - پھر آپنے چند روز بسبب ناواقفیت امرائے سلطنت منصب و امارت ترک کر کے درویشی اختیار کی گوشۂ عافیت مین معتکف ہوئے - یہہ امر آپنے حکمت عملی و دانائی سے اسلئے اختیار کیا تھا کہ اُسوقت شاہزادگان عالمگیر مین فتنہ و فساد برپا تھا - ہر ایک سلطنت کا مدعی بن رہا تھا - امرا اغراض نفسانی کے سلاسل مین بندہے ہوئے تھے - کوئی کسیکی نہین سنتا تھا - فتنہ کا بازار گرم تھا - ایسے ہنگامہ بیجا مین آپ درویشی و گوشہ نشینی اختیار کرتے تو کیا کرتے آپ گوشہ مین بیٹھ کے تاک رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیئے - آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین و فقیر لباس بنگئے تھے - لیکن منتظر تھے کہ اونٹ کروٹ بدلے - پھر آپ جہاندارشاہ کے اصرار سے گوشہ ترک کر کے حضور مین آئے - اصل منصب و خطاب سے سرفراز ہوئے اور محمد فرخ سیر کے سنہ جلوس کے ابتدا مین فتح جنگ نظام الملک بہادر خطاب و ہفت ہزاری منصب و صوبہ داری دکن سے سربلند ہوئے - چند روز کے بعد دکن کی صوبہ داری امیرالامرا سید حسین علیخان کے تفویض ہوئی - آپ دارالخلافہ مین پہنچے - مرادآباد کی حکومت پر مقرر ہوئے - پھر آپنے رفیع الدرجات کے عہد مین مالوہ کی صوبہ داری پائی آخر آپ نے امرائے حضور سے نفاق و کینہ کی بو قوت شامہ سے محسوس کی بیدل و پریشان ہوئے - اور دل مین عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک ضلع بہ زر خیز ہے -

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک زرخیز مین غنیم مرہٹہ کی مداخلت ہو جائیگی۔ ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلاجائیگا تسخیر کرنا چاہئے تاکہ اسلام کے قبضہ مین رہے۔ بناءً علیہ آپ سنہ گیارہ سے بتیس ۱۱۳۲ ہجری مین مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ دریا سے عبور کرکے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے۔ اُسوقت سید طالب علیخان سادات بارہ سے قلعدار تہا۔ آپنے قلعہ کو سید موصوف سے صلحاً مسخر کیا کشت وخون کی نوبت نہ آئی۔ اُسیطرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار سے تسخیر فرمایا۔ دونون مقامون سے بیشمار زروسامان رسد ہمدست ہوا۔ پہر تیرہ تاریخ ماہ شعبان سنہ مذکورہ مین آپنے سید دلاور علیخان برادرزادہ حسین علیخان امیرالامرا سے جو آپ سے محاربہ کے لئے بترغیب سادات بارہ دار الخلافہ سے مقرر ہوکے آیا تہا موضع حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ مین قتال وجدال کے بعد فیروزی وکامیابی پائی۔ دلاور علیخان مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہوگئی۔ آپنے کامیابی کے بعد بلدۂ برہانپور مین مراجعت کی۔ پہر چہٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین سید عالم علیخان برادرزادۂ امیرالامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تہا۔ بالاپور ضلع برار کے اطراف مین سخت معرکہ ہوا۔ بفضل خدا اس معرکہ مین بہی آپکو فتح وفیروزی حاصل ہوئی۔ اور عالم علیخان مقتول ہوا۔ سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہوگیا۔ ان کے اقبال مین زوال آیا۔ انہین ایام مین اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا وزیر ہوا تہا فوت ہوا۔ سنہ ۱۱۳۳ ہجری مین آپ حضور مین بلائے گئے۔ آپ حسب الطلب دار الخلافہ مین پہنچے۔ پانچوین تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین خلعت وزارت سے ممتاز ہوئے۔ حاسدین رشک حسد کی آگ سے جلنے لگے۔ اور آپ جو انتظام کرنا چاہتے تہے

اُسکے مخالف ہوتے تھے اور بادشاہ کو غیر واقع سمجھا کے آپکے نسبت بدگمان کرتے تھے
بعض نے رشک سے وزارت سست تاریخ کہی۔ آپنے سنتے ہی فی البدیہہ جواب مین
تاریخی فقرہ کہا کہ وزارتم بتحمل۔ انہین ایام مین معزالدولہ حیدر قلیخان اسفراینی
ناظم گجرات نے بغاوت اختیار کی۔ فردوس آرامگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کرکے آپکو سرفراز فرمایا۔ اور حیدر قلیخان کا
مہم آپکے سپرد کیا۔ آپ حسب الحکم فی الفور جہابودہ قریب گجرات مین پہنچ گئے۔
حیدر قلیخان مقابلہ کی تاب لا کے مجنون بنگیا مقابل نہین ہوا۔ پھر آپ اپنے
عم بزرگوار حامد خان بہادر کو نیابتاً صوبہ داری گجرات پر مقرر کرکے صوبہ مالوہ مین
آئے۔ مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پھوپوزاد بھائی کو نیابتاً معین کرکے
دارالخلافہ مین مراجعت کی۔ بادشاہی امرا آپکی وزارت کے مخالف تھے۔ لہذا بادشاہ کو
خلاف واقع سمجھا کے ورغلایا اور آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے دکن کی
صوبہ داری آپ سے تغیر کرکے مبارز خان ناظم حیدرآباد کے تفویض کی۔ اُسوقت
آپنے حضور مین عرض کیا کہ دارالخلافہ کی آب ہوا میری مزاج کے مخالف ہے۔ اور
مرادآباد کی ہوا موافق ہے۔ مرادآباد جانیکی رخصت عطا کیجئے۔ آپ کی درخواست
حضور مین منظور ہوی۔ آپ سرعت عجلت کے ساتھ دکن کے طرف روانہ ہوئے
تھوڑی مدت مین دکن پہنچ گئے۔ ۱۱۳۷ھ ہجری محرم کی تیسری تاریخ مقام شکرکھیڑہ
برار مین مبارز خان صوبہ دار دکن سے مقاتلہ و مقابلہ ہوا۔ مبارز خان مع فرزندان
مقتول ہوا تمام ملک دکن آپکے قبضۂ اقتدار مین آگیا کوئی مانع و مزاحم نہین رہا
بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارزالملک سربلند خان تونی۔

اور صوبہ مالوہ پر گردہر بہادر کو مقرر فرمایا۔ پھر چند ایام کے بعد فردوس آرامگاہ محمد شاہ
آپ کی دلجوئی و دلداری کرنے لگے۔ ۱۱۳۸ھ گیارہ سو اڑتیس ہجری میں آصفجاہ خطاب سے
سرفراز فرمایا۔ پھر ۱۱۵۰ھ ہجری میں دوبارہ بمبالغہ تمام دار الخلافہ میں بلایا۔ آپ حسب الطلب
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف الصدق کو نیابتاً دکن میں مقرر کرکے بادشاہ کے
حضور میں روانہ ہوئے۔ آخر ربیع الاول سنہ مذکورہ میں دار الخلافہ میں داخل ہوئے
دو مہینہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبرآباد و مالوہ
کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبرآباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعد اللہ خان
وزیر کے بنائر اور آپکے قرابتداروں سے تھے۔ اکبرآباد کی صوبہ داری پر نیابتاً مقرر فرمایا
اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ میں دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف سہنی پڑی
پائین اکبرآباد دریائے جمنا سے عبور کرکے مشرقی جانب روانہ ہوئے۔ اٹاوہ ہوتے ہوئے
پائین کالپی دوبارہ دریائے جمنا سے گذر کے ملک بوندیلہ میں آئے۔ بوندیلہ کا
راجہ مع جمعیت ہمرکاب ہوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بھوپال میں پہنچے۔ باجی راو
مرہٹہ با فواج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ میں بھوپال کے
اطراف میں باہم جنگ و جدل کی آگ مشتعل ہوئی۔ طرفین مقابلہ میں برابر وہم پلہ
تھے کسیکی شکست و کشائش نہیں تھی۔ کہ نادرشاہ کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی۔
آپ نے ایسے وقت میں صلح کو جنگ پر ترجیح دی باہم جلد صلح کرکے دار الخلافہ
مراجعت کی۔ نادرشاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی
بہ نسبت امرائے دیگر بادشاہ نے آپ کے ساتھ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی
بزرگی و دانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی عذر خواہی و سفارش سے

معاف ہوا - امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی کا منصب آپکے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا -

اُنہیں ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفسدین کے ورغلانے سے خلاف وبغاوت کا رستہ اختیار کیا - آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند دلبند کی اصلاح کے لئے سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین وارد دکن ہوئے - بیسوین تاریخ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر وپسر کے فیما بین جنگ واقع ہوا - نظام الدولہ زخمی ہوکے پدر مہربان کے ہاتہہ آیا - پند و نصائح کے بعد قصور معاف کیا - سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین کرناٹک کی تسخیر کا عزم بالجزم کیا - اول ترچناپلی کے قلعہ پر محاصرہ کرکے فتح کیا - اور ملک رکاٹ کو قوم نوائط سے مسخر فرمایا - سنہ ۱۱۵۷ ہجری مین قلعہ بالکنڈہ علاقہ حیدرآباد پر محاصرہ کرکے مقرب خان دکنی کے ہاتہہ سے مسخر کیا آخر سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین برہانپور مین آئے - بیمار تہے سنہ مذکورہ مین فردوس بریں روانہ ہوئے نعش مبارک کو برہانپور سے روضہ خلدآباد مین لاکے حضرت شاہ برہان الدین غریب کے پائین قبر دفن کئے - یزار ویتبرک - آپکا سالانہ عرس ہوتا ہے - فقرا ومشایخ کو طعام دیا جاتا ہے - اسی سال محمد شاہ بادشاہ واعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر نے عالم بقا کو رحلت کی - میر غلام علی آزاد بلگرامی[۵] نے تاریخ موزون کی ؎

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ دُرّ یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہرسہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان و وزیر آصف دہر

آپ[۶] دولت تیموریہ کے اعاظم امرا سے تہے - عالمگیر کے تربیت یافتہ - عالمگیر کے زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک امارت و وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

[۵] از سرو آزاد بلگرامی ۱۲ [۶] از تاریخ تحفۃ الخواتین ۱۲

تقریباً تیس برس تک شش صوبجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے۔ محمد شاہی دربار مین اکثر امرا آپکے قرابتدار تھے۔ تمام آپکی خدمت مین نیاز مندانہ تسلیم بجالاتے تھے۔ دربار شاہی مین عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے۔ آپکا نظیر کوئی نہین تھا اکثر امرا آپ سے رشک و حسد کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے دوست و دشمن کے ساتھہ ہمدردی و مساعدت کرنے مین کوتاہی نہین فرماتے تھے۔
علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہر ایک آپکے عطیۂ عام سے بقدر قسمت پاتا تھا۔ عرب و عجم و ماوراء النہر و خراسان و سمرقند و بخارا و ہندوستان سے آپکی خدمت مین آتے تھے۔ آپکے خوان کرم سے سیراب تازہ ہوتے تھے۔
آپکے یادگار دکن مین متعدد عمارات ہین۔ اول برہانپور کی شہرپناہ جو آپنے سنہ ۱۱۴۱ ہجری مین تیار کی۔ دوم نظام آباد کی آبادی۔ و مسجد و کاروان سرا و دولتخانہ۔ پل وغیرہا کو تعمیر کیا کہ ربّ اجعل ھذا بلدا آمنا سے تاریخ ختم تعمیر و آبادی برآمد ہوتی ہے یعنی سنہ ۱۱۴۲ ہجری۔ سوم حیدرآباد کی شہرپناہ کی تکمیل کی۔ چہارم ہرسول کی نہر جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی ازسرنو اُسکی ترمیم و تعمیر کرائی۔ بعض مورخین نے لکھا کہ آپنے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی۔

فہرست امراء آصفجاہی جو دہلی سے دکن مین ہمرکاب آئے ہین

۱ معز الدولہ صلابت جنگ نواب حامد خان عم آصفجاہ۔ ۲ نصیر الدولہ عبد الرحیم خان عم دوم ۳ عوض خان عضد الدولہ قسور جنگ شوہر عمہ آصفجاہ۔ ۴ رعایت خان ظہیر الدولہ برادر محمد امین خان اعتماد الدولہ وزیر محمد شاہ۔ ۵ متوسل خان رستم جنگ بہادر داماد آصفجاہ

هدایت محی الدین مظفر جنگ آصفجاه بهادر اول - قادرداد خان عرف شیخ نور الله انصاری
میرزا اسد خان نبیرهٔ سعد الله خان وزیر برادر علائی متوسل خان - طالب محی الدینخان
نبیرهٔ سعد الله خان وزیر برادر متوسل خان - حسن محی الدین بن محی الدینخان
حفیظ الدینخان - و محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیرهٔ لطف اسد خان مرحوم
محتشم خان بهادر حشمت اسد خان - ارادت خان بن میر هدایت الله خان
هدایت اسد خان - میر حافظ خان بن هدایت اسد خان - خدابنده خان نبیرهٔ
شائسته خان امیر الامرا - محمد عنایت خان - رحیم اسد خان بن عنایت خان
عزیز بیگ خان - خواجه عبد الله خان - خواجه سعد الدین - احمد خان میرزا مهدی
شیخ عاقل خان کنبوه - محمد انور خان - میر میرزا خان - میر سیف الدینخان - میر ملکیخان
میر اسمعیل المخاطب میر مسافر خان - برقنداز خان - پورنچند دیوان - مرزا محمد
حکیم عبد الحسین خان - صف شکن خان مجاهد جنگ - میر اعظم ارادت خان
هاشم قلیخان عرف میر محمد هاشم جرئت تخلص - شیخ محمد انور مرادآبادی - محمد عاقل خان
عاقل تخلص - محمد امین خان متخلص به مطلع - حکیم محمد امین الدین اصفهانی
حکیم محمد جعفر شیرازی - حکیم محمد اصفهانی - حکیم جعفر ثانی - محمد ولایت -
محمد نیابت - مرحمت خان بن امیر خان - طالب علیخان - حکیم محمد تقی خان
رحیم خان مغل رفیق قدیم - فتح الله خان بهادر عالمگیری - فتحیاب خان برادرزاده
فتح اسد خان - راو رنبها نبالکر - سید جمال خان بن قسوره جنگ - شیخ ابو الخیر خان
محمد غیاث خان بهادر - علی اکبر خان - فدوی خان - سیادت خان - دیانت خان
اسد الله خان بن عمدة الملک امیر خان - عنایت اسد خان - اسمعیل خان خویشگی

کنور[۶۴] رجا نچند بہادر بن راجہ ستر سال ۔ خواجم[۶۵] قلیخان ۔ بہادر[۶۶] دلخان قلماق ۔ راجہ[۶۷] گوپال سنگہ ۔ ہمت[۶۸] یار خان ۔ بایزید[۶۹] خان ۔ منور[۷۰] خان خویشگی ۔ ترکتاز[۷۱] خان باجیراو[۷۲] ۔ راجہ[۷۳] ساہو ۔ سید[۷۸] غضنفر علیخان ۔ رائے[۷۹] سلطانجی نبالکر ۔ عبد[۸۰] المجید خان عبد[۸۱] اللہ خان ۔ طاہر[۸۲] خان ۔ عطا[۸۳] یار خان ۔ محمد[۸۴] یوسف خان تورانی مولف تاریخ فتحیہ عبد[۸۵] الفتاح خان ۔ عبد[۸۶] العزیز خان ۔ میر عبد[۸۷] الرزاق خان ۔ میر[۸۸] صفی اللہ خان میر[۸۹] شمس الدین خان ۔ لشکر[۹۰] خان ۔ سید شریف ۔ میں نے ان تمام امرا کے حالات چوتھی جلد محبوب انجمن تذکرۂ امرائے دکن میں لکھے ہیں ۔

مشائخ وقت معاصر آصفجاہ مرحوم

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۔ میاں شیخن ۔ شاہ محمود نقشبندیہ ۔ شاہ سلیمان شاہ نور اللہ ۔ شاہ محمد علی ۔ میر محمد ماہ ۔ غلام حسن قادری ۔ شاہ یونس درویش سید شاہ علی ۔ میاں یار محمد ۔ شاہ محرم وغیرہم قدس سرہم اجمعین ۔

آپ کی اولاد

شش پسر ۔ پنج دختر ۔ کل (۱۱)

محمد[۱] پناہ المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ ثانی ۔ میر[۲] احمد المخاطب بنظام الدولہ ناصر جنگ ۔ میر[۳] محمد خان المخاطب صلابت جنگ ۔ میر نظام[۴] علیخان اسد جنگ خواجہ[۵] شریف خان بہادر بسالت جنگ ۔ میر[۶] مغل علیخان بہادر ۔ دختر[۱] اول مسمی خیر النسا بیگم منکوحہ متوسل خان ۔ دوم[۲] منسوب با خلاص خان بن عطا اسد خان سوم با میر ابراہیم خان بن میر کلان خان قلعدار بیدر ۔

ناصر جنگ کی دو ہمشیرہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی ۔ معلوم نہیں ہوا ۔

انتظام مملکت

آپ جب دکن مین دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقاتلہ سے
فارغ ہوئے۔ تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے۔ اسوقت دکن کے تمام بلاد
و قصبات و دیہات مین محمد شاہی امرا و افاغنہ کرنول و شاہنور۔ و بدنور و کڑپا وغیرہا
بلاد مذکورہ پر قابض و متصرف تھے۔ مالکانہ تصرف کرتے تھے۔ اگرچہ اونکو ملک سے
دیہات و قصبات بصیغہ جاگیرین دئے گئے۔ لیکن وے اسکو جاگیر التمغا یعنی جاگیر
نسلاً بعد نسلٍ تصور کرتے تھے۔ اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش و نذرانہ کسیقدر رقم
بھیجدیتے تھے۔ اور امرا و زرا کو بھی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من بہاے
حکمرانی کرتے تھے۔ بیچارہ رعایا اُن کے تابع و مطیع تھی۔ رعایا مظلوم کی داد رسی و فریادرسی
کی کوئی سبیل نہین تھی۔ افاغنہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپکو باوجود کامیابی دکن
مین امرائے بادشاہی و افاغنۂ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکون سے زیادہ مشکل
مسئلہ تہا۔ آپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا۔ ہر ایک فرد امراے افاغنہ کے
ساتھ خوش خلقی و حسن لطف سے پیش آتے تھے۔ اور اُنکی دلجوئی و دلداری مین
ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرماتے تھے۔ اور اُن کے خواہش کے موافق کاربند
ہوتے تھے۔ اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ اے برادران من! مین نے ملک دکن
جو زر خیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا۔ کہ اہل اسلام کے ہاتھ سے غنیم مرہٹہ کے
تصرف مین نجاوے۔ آپ خوب جانتے ہین کہ امرائے بادشاہی اغراض نفسانی کے
شکنجہ مین مبتلا ہین۔ اور حضرت پادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہین۔ علاوہ اسکے
امرائے دربار مین باہم اتفاق نہین۔ نفاق کا بازار گرم ہے۔ افاغنہ و امراے بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسخر ہوئے۔ اور آپ کے مطیع و معین ہوئے۔ جو نذرانہ و پیشکش بادشاہ کو دیتے تھے۔ آپکی خدمت مین پیش کرنے لگے۔ آپ بھی ہر ایک کو بحسب منصب و خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے۔

کرنول و کڑپہ کے افاغنہ اولًا آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم اور آصفجاہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہین۔ ہم باہم مساوی درجہ ہین۔ ہان ہم اس شرط پر اطاعت کرین گے۔ اور آصفجاہ کے معین و مددگار رہون گے۔ کہ آصفجاہ ہم سے مساوی طریق سے ملین۔ اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کرین۔ اور ہم کسیقدر جھک کے سلام کرین گے۔ اور دربار مین بازو مین بیٹھین گے۔ آپنے افاغنہ کی تمام شرائط قبول کین۔ اور اونکو اطاعت کے دائرہ مین لیا۔ افاغنہ نہایت خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے۔

اسیطرح مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبد اللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونون بھائی بھی آپ کے حسن اخلاق و اشفاق دیکھکے صلحًا تابع ہوگئے۔ تخمینًا ایک کرور زر نذرانہ و پیشکش دیا۔ آپ خواجگان عالی شان سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خلعت فاخرہ و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے خاندان کی ایک دختر نیک اختر سے شادی کردی۔ خواجگان تا بہ زندگی آپکے مطیع و تابع رہے۔ اور خدمات جلیلہ پر فائز المرام ہوتے رہے۔ چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے۔ مین نے خواجگان عالیشان کا حال محبوب الزمن تذکرہ امرائے دکن مین مفصل لکھا ہے۔

علیٰ ہذا لقیاس جب آپ دورہ مین نکلے۔ شاہنور پہنچے۔ وہان عبد المجید خان میانہ حکمران تھا۔ آپ بیرون بلدہ میدان پر فضا مین فروکش ہوئے۔ آپکے ہمراہ

جمعیت پیادگان و سواران ایکہزار سے زاید تہے - علاوہ این نقباء و چوبداران و خدم و حشم بہی تہے - آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا - خانصاحب غرور و رعونت مین ڈوبے ہوے تہے - ملاقات کے آنے مین پس و پیش کرنے لگے - لیکن آپکی لطف و مدارات جادو کا اثر کرتی تہی ملنے کیلئے راضی ہوا - اور کہا مین آصفجاہ سے اس شرط پر ملونگا کہ اُنکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے - اور عند الملاقات آصفجاہ میرا استقبال کرین - آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی - فی الفور ناصر جنگ کو مع جمعیت سواران و پیادگان خانصاحب کے پاس بہیجا - خانصاحب خوشی کے مارے پہولے کہ جامہ مین نہ سمائے - ناصر جنگ کے ہمراہ آپکی خدمت مین آئے - آپنے نہایت خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کرکے خانصاحب سے معانقہ و مصافحہ کیا - خانصاحب آپکی مدارات و خاطرداری سے ممنون و مشکور ہوئے - اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی - اور پیشکش و نذرانہ پیش کیا - آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتھہ منظور فرمایا - اور خانصاحب کو خلعت و جاگیر و منصب بدستور سابق بحال کہا اسیطرح آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی و افاغنہ و راجگان و نایکان کو مسخر فرمایا - آپکے مزاج مین تحمل و رحم زائد تہا - تالیف قلوب لطف و مدارات سے کام لیتے تہے - اور سرکاری امور مین عجلت نہین فرماتے تہے -

مالگزاری کا انتظام

جب آپ ملک کی کشائش و امرائے محمد شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے - تب زمین مزروعہ و غیر مزروعہ و محاصل کی کمی بیشی کے طرف رجوع ہوئے - دکن مین زمین کی پیمایش و غلہ کی تقسیم کا کوئی دستور العمل و قانون مقرر نہین تہا - ایک جو ڑی بیل کی زراعت

تہوڑا سا محصول مقرر کر لیتے تہے۔ پرگنات و بلاد مین مختلف طور سے لیا جاتا تہا غلہ کی آمدنی کی کمی و بیشی کی کچہہ باز پرس نہین ہوتی تہی۔ اور سلاطین چغتائی و راجگان دکن کے فیما بین معارکے و محاربے ہونیکی وجہ سے دکن کے اکثر پرگنات و دیہات ویران و خراب ہو گئے تہے۔ بی چراغ و بی مکین پڑے ہوئے تہے۔ رعایائے مالگزار فرار ہو گئی تہی۔ کوئی زمیندار وطن کیطرف رخ نہین کرتا تہا۔ روز بروز ویرانی بڑہتی جاتی تہی۔ مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق دان ہوشیار و متصدی پیشہ تہا دکن مین ٹوڈرمل اکبری کے طرح ایک دستور العمل مرتب کیا۔ ملک کی آبادی مین کوشش کرنے لگا۔ ہر ایک ضلع مین امنائے فہمیدہ و متدین مقرر کئے۔ اور زمین کی پیمائش شروع کی۔ زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا۔ اور زمین کو دو حصون پر تقسیم کیا۔ ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنے زمین کوہ و ہامون۔ ہر ایک گانون و پرگنہ مین پٹیل مقرر کیا۔ جس مقام مین اصلی مقدم سابق کے وارث ہوتے تہے تو انکو بحال کرتا تہا۔ اور جہان مقدم قدیم مفقود الخبر ہو تو وہان متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تہا۔ اور زمینداروں کی تالیف قلوب مین ہمہ تن مصروف رہتا تہا۔ زمینداران نادار کی بیلون اور بابحتاج زراعت سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تہا۔ اور موسم فصل پر مقدم کے ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تہا۔

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تہے ایک یہہ غلہ کا تودہ تخمینہ کر کے۔ ثلث یا نصف لیتے تہے۔ یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کر کے وصول کرتے تہے۔

دوسرا یہہ تہا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تہی - اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے
پیدا ہوا ہو اوس سے نصف لیا جاتا تہا - ثانیاً جو غلہ کوئین و باولی کے پانی سے پیدا
ہوا اوسمین سے ثلث لیا جاتا تہا - اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر و نیشکر و خشخاش
و ہلدی و زیرہ وغیرہ پیدا ہو اُسکا نوان حصہ لیا جاتا تہا - مولف فتحیہ نے لکہا کہ نوین
حصہ سے چوتہی تک لیتے تہے - ثالثاً جو چیز ندی و نل و چشمہ کے پانی سے پیدا ہو اُسکا
قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اُس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تہا -
تیسرا طریقہ غلجات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تہا - مزروعہ کا مقدار
نرخ مشخص کر کے فی بیگہ دستور العمل مقرر کیا تہا - پچاس کے بعد ہر ایک جنس سے
مختلف طور پر محصول لیا جاتا تہا - یہہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات مین جاری
ہوا تہا - اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تہے

اعلیحضرت آصفجاہ قدس سرہ کے

عہد میمنت مہد مین بموجب دہارہ مرشد قلیخان عمل درآمد رہا - بعد مین مختلف طریقے
رہے - اکثر تعلقدارون کو ایک ضلع بالمقطع دیا جاتا تہا - تعلقدار سے ایک معتدبہ رقم
سالانہ مقرر کی جاتی تہی - علاوہ این سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب موقع و مقتضائے
وقت لیا جاتا تہا - تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کا مالک مختار ہوتا تہا - جسقدر
چاہتا تہا رعایا سے وصول کر لیتا تہا - اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تہی - اکثر
زمیندار تعلقدارون کی سختی و بیرحمی سے جلاوطن ہو جاتے تہے - دیہات و مواضع
ویران و بی چراغ پڑے رہتے تہے - سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تہا - کوئی
اس نقصان کیطرف توجہ نہین کرتا تہا - جاگیرات مین بہی اسقسم کی بدانتظامی

رہتی تہی۔ جاگیرداروں کے نائب جو چاہتے تہے کرتے تہے۔ رعایا کے لئے کوئی قانون و دستور العمل نہین تہا جسکی پابندی ہو۔ اسیطرح سے عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اوّل کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی۔ پہر عالیجناب نے از سر نو پیمایش کرائی خراج و محاصل کے قوانین و دستور العمل مرتب کرائے۔ بالمقطع دینا بالکلیہ موقوف کیا۔ سرکار انگلشیہ کی طرح زمینداروں کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے اور محاصل واجبی مقرر کئے۔ تاکہ کسیکو موقع شکایت نرہے۔ مَین نے عالیجناب مدارالمہام کی سوانح عمری تفصیل کے ساتہہ محبوب الجمن تذکرہ وزراء دکن مین لکہی ہے۔ یہان اُسکا موقع و محل نہین ہے صرف بطور نمونہ لکہدیا۔ میرے پاس تین روزنامچے بطور گزیٹیر ایک اورنگ آباد۔ دوسرا بیدر۔ تیسرا برار موجود تہے۔ اُنمین محاصل زمین کی کیفیت مشرحاً مرقوم تہی۔ افسوس صد افسوس وہ تینوں روزنامچے میرے کتبخانہ نوادر کے ساتہہ موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگئے۔

فہرست خدمات مفوضہ خانسامان یعنی دیوان خانگی

۱	۲	۳
تقرر نوکران اہل خدمات شاگرد پیشہ	جواب محاسبات و درخواست مطالبات	دستور کار خانجات و خزانہ
۴ فرمائش حضور	۵ تصفیہ کرایہ و اجرت	۶ ضبط محصول باغات و کرایہ دکاکین و حویلیہا
۷ جواب التماس و تصدیق کارخانجات	۸ افراد عرض کارخانجات	۹ دستک انعام و تصدیق
۱۰ روزنامچہ صوبجات و روزنامچہ رکاب	۱۱ دستخط بر عرائض	۱۲ تمسکات مال ضامنی شاگرد پیشہ
۱۳ تصدیقات حاضری داروغہ و اُمنا و مشرف تحویلداران	۱۴ عرض کارخانجات	۱۵ تشخیص قیمت جنس پیشکش
۱۶ نذر خیرات و سوغات	۱۷ تصدیق انعام جنسی و انعام بصاحب رسالہ تعلقدار	۱۸ جانورونکا یومیہ خوراک مقرر کرنا۔

۱۹	۲۰	۲۱
باربرداری کارخانجات کو تقسیم کرنا۔	دستکات اجناس مستعار جو کارخانہ سے دیتے ہین	بادشاہ زادونکی شادی کا انتظام و اہتمام
دستک راتبہ طعام بہ نسبت کمی و اضافہ بدفتر خانساماں	طوامیر تحصیل محاسبات بخشیان بدفتر خانساماں	ضبط اموال باتفاق خانساماں
طرح عمارات	تعین مقامات رواہ	سرانجام کارخانجات
نرخ اجناس		

خدمات مفوضہ میرآتش متعلقہ توپخانہ

جماعت امیدواران بندگی از ہر کہ اسپ بکار آید و سقطی شود و برای ہر کہ اضافہ باید گرفت ایستادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی و دستخط چہرہ ملاحظہ کند
دستک داغ و تصحیحہ چوکی برقندازان از دفتر میرآتش نوشتہ شود	دستک منصبداران و توپخانہ و افواج و صوبجات و منصبداران داغ تصحیحہ از دفتر میرآتش نوشتہ شود
مطالبہ عرضی عرض کند	دستک تنخواہ اجناس توپخانہ و افواج و قلعجات بمہر میرآتش
سوال تنخواہ حاضری و دیگر مقدمات بدستخط میرآتش	روزنامچہ داغ تصحیحہ بدفتر میرآتش

آپ نے دارالخلافہ مین وزارت کے بعد انتظامات ذیل محمد شاہ بادشاہ کی خدمت مین خیرخواہانہ عرض کئے

حاسدین نے بادشاہ کو آپ کے جانب سے بدگمان کیا - وہ انتظامات خارج مین جو دہ ہونے نہین پائے

آپ دل مین کشیدہ و رنجیدہ ہوئے ۔ اسی قسم کے اسباب ہان یعنی دربار شاہی سے نکلنے کے مہیّا ہوئے ۔

تفصیل انتظامات

اول ۔ محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہیئے ۔ اس لیئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے ۔

دوم ۔ رشوت جو نام دپیشکش ہے اوسکو موقوف کرنا چاہیئے ۔ اسطرح سے لینا بادشاہون کی شان کے خلاف ہے ۔

سوم ۔ جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکھنا چاہیئے

چہارم ۔ عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شیر شاہ کی وجہ سے ایران گیا تہا ۔ اور شاہ ایران نے اعانت کی تہی ۔ فی الحال افاغنہ ایران پر حملہ کر رہے ہین ۔ اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آیندہ تیموریہ خاندان کی نیک نامی ہمیشہ تک باقی رہیگی محمد شاہ نے فرمایا کہ اسکو روانہ کرون ۔ آپنے فرمایا آپ جسکو تجویز کرین وہ حکم کی تعمیل کریگا ۔ ورنہ اس خانہ زاد کو تجویز کرین بدل و جان کوشش کرے گا ۔

ایضاً

آصفجاہ مرحوم نے ۱۱۳۵ہجری مین دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا ۔ اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقدمان ظالم و نایکان سرکش کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا ۔ تمام سرکشون کو مطیع و مسخر فرمایا ۔ اور واکنکیرہ و پرگنات گدوال و سرکار البگندل وغیرہا کے راستون و جہاڑیون کو رہزنون کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا ۔ کوئی راہزن باقی نہین چہوڑا ۔ آپ کے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے ۔ مسافرین تجار کو

امن و آرام ملا۔ فراغت سے آمد و رفت کرتے تھے۔ کسیکا مال و اسباب تاراج و غارت نہیں ہوتا تھا نہ کسیکی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔

ایضاً

ساداتِ بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتھہ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتھہ سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتھہ لیتے تھے۔ اور علاوہ چوتھہ فی صدی دس روپیہ حق دیسمکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن مین حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپنے ایسا بندوبست کیا کہ چوتھہ کا معاوضہ زر نقد صوبہ حیدر آباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا و جاگیرداروں سے کچھہ تعلق نہ رکھے۔ اور آپنے حق دیسمکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتھہ و حق دیسمکھی کے محصّلین کو برخاست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپکے حسن انتظام سے خوش و خرم ہوئے۔ اور مسافرین بھی آپکے شکرگزار ہوئے۔ سر دیسمکھی راہداری کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار سرد تھا۔ آپ کے عہد میمنت مین تجارت کا بازار گرم ہوگیا۔ سوداگران دولت سے مالامال بنگئے۔

اس دیوان کے اشعار منتخبہ جسمین آپ آصف تخلص فرماتے ہین مندرجۂ ذیل ہین

آصف

حرف الف
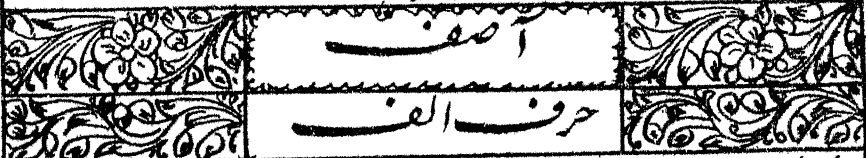
اشتیاقِ دیدنِ آن بیوفا داریم ما	گو کدورت در دلش باشد صفا داریم ما

از پناهِ دیگران باشد پناهِ ما قوی هر کس اینجا گر کسے دارد خدا داریم ما
در حضورش ایستادن عبارت سروریست این غبار او درنگاهِ او بپا داریم ما
از یکے ده بیشود نقدے که کس را میدهیم درمیانِ کیسهٔ خود کیمیا داریم ما
توتیائے در ضیا بخشی ازین بهتر کجاست در فضائے چشمِ خود آن خاکِ پا داریم ما
سحر شبها روزئ دنیا پرستان باد و بس در دلِ خود شیوهٔ تسلیم و رضا داریم ما
از تصور کردنِ روئے چمن پیرائے او در نظر آصف چه باغِ دلکشا داریم ما

وله

گریه و نالهٔ شبینهٔ ما هست مفتاحِ گنجِ سینهٔ ما
در تواضع نشانِ رفعتهاست پستئ ما شده است زینهٔ ما

وله

یا صاحب آنے سرو کار ست دلم را با سرو روانے سرو کار است دلم را
شد سینهٔ من چاک ز عشقِ رخِ صافی با ماه و کتانی سرو کار است دلم را
شد شهرهٔ عالم دلِ بیتاب بهجرت با نام و نشانی سرو کار ست دلم را
آصف شده ام کشتهٔ گفتار نگارے با تیغ زبانی سرو کار ست دلم را

وله

در کارها رعایتِ اسباب لازم است باشد کمان و تیر جدا تیر زن جدا
شبهائے ماه تیره شد از دودِ آهِ ما تا گشته ایم آصف از ان سیمتن جدا

وله

درد و سوز و وجد و ذوقِ دل بود سامانِ ما عشق نازل کرد این آیات در شانِ ما
می کند آن مه جفا و ما تحمل میکنیم شد باحسانش مقابل صورتِ احسانِ ما
در جدائی گرم بیتابی ست اعضا یک قلم می طپد دل در رهِ وصلت برنگِ جانِ ما
میرویم آصف بکوئے او سبکتر از نسیم هیچ ننشیند غبار راه بر دامانِ ما

وله

رونقی دارد ز عشقِ ماه رویت کارِ ما همسری با عرش جوید گوشهٔ دستارِ ما

بسکہ یکرنگیم با نیرنگ حسن از عشق تو
کمتر از زلف نباشد رشتۂ زنار ما

صرف کن اے بوالہوس فہمیدہ نقد جوش را
جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما

سر چہ می باید ز مشک و عنبر سارا درست
زلف خوشبوئے تو باشد طبلۂ عطار ما

حیف آصف عشق یک لحظہ پنہان نماند
آشکارا می کند فریاد دل بر یار ما

ولہ

دعا گفتیم از شور جنون امروز طاقت را
کہ ما دیدیم در جولان آن قامت قیامت را

نہ آسانست عاشق گشتن اے دل غم بخور چندے
در آئین محبت جلوہ پرواز نیست جنت را

ز میدان وفا تنگ است سر بر داشتن رفتن
ازین شیران ہر کس نہ فہمید این قباحت را

ضرور افتاد طالب ذکائی در سبق خواندن
ندارد گر کسے ہمت چہ فہمد رکاکت را

نمایان ست آصف را باید نقد جانبازی
غنیمت دان برائے سود خود امروز فرصت را

ولہ

بود از موجہا چین جبین محفل دریا
ہوائی گر نباشد حل شود این مشکل دریا

اگر پروانہ کس را لجۂ ہستی برون آید
ز ہر موجی باد آمادہ باشد ساحل دریا

تحیط عشق و بحر شوق باشد در دل آدم
کہ شد از خاکساریہا در ینجا محمل دریا

خراج از بحر میگیرد ببین تدبیر نیسان را
حباب گوہرست و قطرہ آصف حاصل دریا

ولہ

درد سر زفکر دنیا می کشی اے دل چرا
چون قناعت صد نمیے داری غافل چرا

خود نمائی می کند کس را ز معنی بی نصیب
ہمچو خط موج دریا کشتہ باطل چرا

ہستی بی ہمتان را چون سراب بگو
کشت زارے بود پیدا گشت بی حاصل چرا

حرف التاء

چندان بود معتقد محض توکل
تا بر کمر خویش کسے زاد سفر نیست

ولہ

چون رواج بد درین دوران بود
اعتبار شخص در پا چیگری نیست

هرکرا باشد نظر انسان بود
هرکه بشناسد گهر را جوهریست

مغز هر کارست محو او شدن
ورنه کار هردو عالم سرسریست

وله

بودم او دل آصف اینکه حافظ گفت
سلامت همه آفاق در سلامت تست

وله

بعجز کوش که مقصود یابی ای دل زار
که دام صید مروت زخاکساری تست

وله

دلیر عفو تو امروز کرد آصف را
گناهگار بامید پرده داریست

وله

پاس مهمان داشتن آمد ضرور
هر نفس خود میهمان دیگراست

حرف دال مهمله

در حال تردد نرسد شخص بجائے
مانده است بره هرکه نگاهے به قفا کرد

وله

عاشق ز موج گریه دلے شاد میکند
بر روے آب خانهٔ آباد میکند

وله

سزاوار محبت نیست قطع دوستی کردن
نپرسد یار ما گر پیش هی باید کمی پرسد

زیاران زمانی نیست امید وفا هرگز
خوشا یارے که در شادی بیاید در غمی پرسد

وله

برگ غفلت تواند نشتر تیزی زدن
هرکه مژگان را شب از اشک ندامت ترکند

میرسد از صحبت نیکان بدانرا فیضها
عاقبت آمیزش اکسیر مس را زر کند

فیض چشم اشکبار آصف تماشا کردنیست
آب در گوهر چو باشد قدرش افزونتر کند

عاصیان هم قائل وحدت چو یکتا می شوند
هر عرض هیئت نظرها جلوهٔ جوهر کند

حرف راے مهمله

تفقدے کن وافزاے جانفشانی ما
وله
که کار بیش نماید بخوشدلی مزدور

همچنان کز التجا جام دلم لبریز هست
"
کیسهٔ طبع نگار از نقد استغناست پر

عفوست گل تازهٔ افضال الهی
از شرم عرق ریخته در دامن گیر

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل ز شعور
چنانکه دل نفسی نیست غافل از یادت
بکیسه داشت چو رنگینی لبش شهدی
ز گرمی که کشیده ست در جوانی طبع
قوی ز شیوهٔ تدبیر گشته است ضعیف
ظهور راحت و رنج ست در فضای جهان
تعقدی کن و افزای جانفشانی ما
بحیرتیم ز قرب و بعد جلوهٔ او
محیط آن نشد چشم ما نمی بینیم
بسمع قامت او عرض می کند آصف
دل سراسر خیال آن بت زیباست پر
شیشه های باده میگردد ز می خوردن تهی
نازها چون قطره دریا موج حسن دلبر است
نیست پای جستجو را مانعی در راه عشق
در دل روشن ندارد جای آصف غیر یار
در میان گلرخان دارد تبسم آنی دگر
گو ربائی گرچه این خوبان بچوگان می کنند
چون زبان با دل یکی شد لذت توحید یافت
گرچه درمان طبیبان سودمند آصف نشد

وله

غبار راه تو گر می شود بود معذور
تغافل تو کند کار را برین دستور
دمید سبزهٔ خط همچو جستن زنبور
سفید گشتن ریش ست شربت کافور
ز اتفاق چو زنجیر میشود صف مور
ز آتش ست و زبان بر تمام صحن تنور
که کار بیش نماید بخود نشد لی مزدور
که یار ما ست بنزدیک و نیست از ما دور
بهار حسن تو در غیبت ست و هم بحضور
که بهر سوختنم در تو روشنی ست ضرور

وله

از فروغ صورتت چشم این شدید است پر
چشم او بینا ولی همواره این میناست پر
از هجوم قطره صحن خانهٔ دریاست پر
گرچه خار مغیلان دامن صحراست پر
از فروغ جلوهٔ او دیدهٔ بیناست پر

وله

کعبهٔ مقصود من دارد ز نشانی دگر
گوی دلها میبرد خوبم بچوگانی دگر
من نگیرم چاشنی را از نمکدانی دگر
میرساند دردمندها بدرمانی دگر

ای چه میپرسی ز ما از درد دوریهای یار — در پریدنهای رنگ ماست مطلب آشکار

استقامت کی کند بر شعله یک ساعت سپند — لیک دل در عشق خوبانست بر آتش سوار

گرد منشوری نمی یابیم ما در راه عشق — در نگاه ما نمی آید بجز خطش غبار

ای بهار خوبی جاوید یک آن جلوه کن — تا کجا آصف کشد از بهر دیدن انتظار

وله

چون برآرد از میان غرفه خورشید سر — وانه سازان مهرها تا سر کشد بیدار سحر

دیدنت مقصود چشم و الفتت محبوب دل — جام را تن خواست ما خواسته بیدار سحر

میدمد صبح امیدت کمتر از شبنم مباش — گر ترا سودای خورشیدش لب و دیدار سحر

دفع سودی گرترت لازم بود پیش از گذر — گو فغان باید چو پیش کس نج روبار سحر

دور کن سودای دنیا از سرت آسوده زی — سود جو چون گیرد از سحری شود بیزار سحر

آصف از درد محبت پیشت آید رو چه شد — ناله بلبل کشد در محفل گلزار سحر

وله

از رنگ گل آینهٔ رخسار تو بهتر — وز ماه بود پرتو دیدار تو بهتر

خوبان دل و جان برده ز عیاری دیدن — زان جمله بود دیدهٔ عیار تو بهتر

نقشی که زمانی ست درین صفحهٔ عالم — زان سبزهٔ خط لب پرکار تو بهتر

ای دل کشش از رهبری خضر تو منت — یادش بود امروز ره یار تو بهتر

ای برهمن از رشتهٔ تسبیح ربائی — در پیش نظر رشتهٔ زنار تو بهتر

بی لطف بود رفتنت از پهلوی آصف — در آمدنت خوبی رفتار تو بهتر

وله

از گل هزار جا رخ یارست خوبتر — رنگینیش ز رنگ بهارست خوبتر

جز دل مکن تو روی سوی صید آهوان — صید دل از تمام شکارست خوبتر

از سرمه گرچه روشنی آید بچشم کس — در جلوه گاه یار غبارست خوبتر

آصف بہار پستۂ خندان اگرچہ خوب — سنجیدہ ام ازان لب یار ست خوبتر

وله

دل از تو چہ بیداد میدارد — برجان چہ رسید یاد میدارد

ابروی تو روز وصل این شوخ — تیغی کہ کشید یاد میدارد

تیر تو رسید بر دل و جان — ہر جا کہ رسید یاد میدارد

صید خم زلف تست آصف — دامت چہ کشید یاد میدارد

وله

حلقۂ زلف بتان را دام گیر — در کمندش ای صید دل آرام گیر

کار لقمان و فلاطون عشق نیست — پیش عشق این پختگان را خام گیر

کارہا کردن بموقع خوشنماست — دامن رخ صبح وز زلفش شام گیر

در جناب گلرخان لطفی بود — لذتی از دادن دشنام گیر

گر ہوای سیر باغ آصف تراست — دامن عشق بت گلفام گیر

وله

لب پرخندہ و خال و فدش آید بنظر — نخل امید دلم کرد گل و رد ثمر

تنگدل می شود آنکس کہ کند ترک تلاش — دستۂ پا چون بزند قطرہ بدریا گہر

وله

بی ثبات است آشنائی یار — مغتنم ہر قدر کہ ہست شمار

مزرع وصل سبز اگر خواہی — عرق افشان براہ تخم بکار

جہد کن تا مراد دل یابی — مقصد آئینہ ایست در کف کار

گفت خذ ما صفا الی آخر — جز محبت زغیر دل بردار

فرصت خویش را ز دست مدہ — کہ بود ہر نفس ببرق سوار

وله

این کن و آن مکن نمیگوید مجال آرزو — ہرچہ خواہی کن توئی امروز صاحب اختیار

عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق — شکوہ ناشکری بود از کار و بار روزگار

جائے نامحرم فضائے محفلِ اسرار نیست — هرچه آصف غیر یاد اوست از خاطر برار

وله

پردهٔ ستاریش جرم مرا افشا نکرد — عفو او در گوش میگوید که باش امیدوار

بسکه از توفیق او یاری و مادم می‌شود — هر نفس با نفس سرکش هست ما را کارزار

میکند آماده عجز ای دل حیات تازه — خاکساری پیشه کن بار دگر هم سر برار

اصل در اشیاست حلیت غرض سازد حرام — شرط در شطرنج چو بندد می‌گردد قمار

دل بدستِ تست هر جا خواهی ای دلبر ببر — در کفش آصف نمی بیند عنانِ اختیار

وله

این علامت ز خاک بر آمد — هر کجا سے شو و بلند غبار

وله

نقشِ قدم ببین و قدم بر قدم بنه — از رفتگان براه نشان هست در نظر

از خوف و رجا گذشتنت در نظر — کیفیتِ بهار و خزان است در نظر

وله

پشیمانی کند سترِ گناهان — درین پرده خطای من نگهدار

وله

بعد محنت میرسد راحت بپایان غم مخور — عمر دارد آفتابِ پیشتر تابان غم مخور

آشنائیها مبدل شد چو با بیگانگی — ای دل غافل ز بهر آشنایان غم مخور

مانع فیض عرقی نیست اسباب حجاب — سائبانِ ابر دارد موجِ باران غم مخور

آصف آنگلرخ پریوش در صدف چون گوهر است — گر نشیند در درونِ پرده پنهان غم مخور

وله

در محنت و محبت یک نقطه هست فرقے — زا زروئے عاشقان را هست اعتبار دیگر

وله

برو محتسب نیست این جائے تو — همیجا نه باشد جهانِ دگر

وله

محسوسش به بیند کس ناگزیر لیکن — دنیا بچشم آزاد آید بسے محقر

وله

از فیضِ خاکساری سوز است در دلِ ما — خاکستریست هر جا پنهان درد اخگر

وله

متاعِ محبت ببازار نیست — خریدار شو از دکان دگر

ردیف حرف زائے منقوطه

بناز گشت عزا یار و شد پشیمان ناز
که بعد ازین ز رگ گیرد سر گریبان ناز

بهار ناز نگارم ز عالم دگرست
ندیده ام بجهان یک نگار تابان ناز

نشسته نابت زلفت به عین عارض تو
کند نشیوه سر کافر و مسلمان ناز

ز روز عید بود بیش روز نشاط آصف
وهی که در نظر شوخ کرد جانان ناز

وله

دست عشق از لوث دنیائے دنی آزاده ست
نیست جز اعجاز چیزے در ید بیضائے ناز

عالم از صوت صدائے گیر و دار او پر است
شور محشر کند در یوزه از غوغائے ناز

از نیاز آصف بیتاب رشک پری
بایدت پرسید قدر بی نیاز بهائے ناز

وله

در راه طلب همدم حیرت شده بودی
ایدل تو درین بحر چه لنگر زده باز

دی دل پی دنبال شدی گرم ترود
یارا تو درین راه برا نگر شده باز

قطع طمع از بیعش کند همت آصف
از دیدن چشمش تو که ساغر زده باز

وله

تیغ شد بی سر تیغ عمر ندیده است هنوز
دل افسرده گل وصل نچیده است هنوز

از درد عشق خبر دارد دل او بود
او چه داند که درین باده دویده ست هنوز

چشم او ظرف بلاست که صد رنگ درست و
نگهیم از گل این فتنه چه دیده ست هنوز

وله

گر به پیچشگی تیغ شکست با مدار دریا
دانه تسبیح سازد رشته زنار سبز

چون بموج سر چه قطره از ندمت عالم است
نیست یدباشد گر آب تیغ جوهر دار سبز

موج باز نسبت آصف تا گر فیض بهار
کشت امید دلم را کرد آب دلدار سبز

وله

بهار آمد و دلدار چون بهار امروز
برائے باده کشی چیست انتظار امروز

گذشتم از خود و گشتم بادو چار امروز
برو بشور جنون کرده ام دو کار امروز

بیا بیا که ز هر قطرهٔ اشک چشم ترم — پرست دامنم از گوهر نثار امروز

دلم بدام سر زلف یار می گوید — که صید را نبود هیچ اختیار امروز

بهار چهرهٔ رنگین او نگر آصف — شگفته ست چه گلها بباغ یار امروز

ردیف السین المهمله

عاقلان را یک اشارت هم کفایت میکند — گر درون خانهٔ فهم ست کس یک حرف بس

هر کرا توفیق باشد احتیاج پند نیست — تازیانه نیست حاجت چست باشد گر فرس

ولہ

خاکساری می کند معمور دل — خانه ها بر پا ز دیوار ست و بس

از سماجت جان من آگاه نیست — در دلم مقصود اظهار ست و بس

دامنش آصف بود تا دست گیر — زندگی یعنی همین کار ست و بس

ردیف الشین المنقوطه

از حنا دلربا [illegible] بود [illegible] — در پا دلبت شکر فراموش

آصف نرود بجز در تو — کرده ست در دگر فراموش

ولہ

از بار فراق تو قدم شد چو کمان خم — از قامت موزون خود ای سرو ببخش

ای جذبهٔ عشق تو فزاینده نگاهت — مائیم خریدار تو ای قبله نما بخش

چون ما نبود هیچ گنهگار بعالم — چون تو نبود هیچ کس [illegible] ز خطا بخش

آصف نکند تا در [illegible] دل [illegible] — اورا ز کرم چاشنی [illegible] رجا بخش

ولہ

لبم از ذکر نامت نیست خاموش — بجز یادت ز دل جمله فراموش

حضور یار جز مستی مزن دم — بهار آمد [illegible] نوش

مراد دل ز رقت می بر آید — گرفته مهر را شبنم در آغوش

زتاریش چون جوئے مراوے | اگر بینی تو آصف عیب کس پوش

ولہ

برون از دام گیسویش نمی بینم صیدے را | تعلق دارد این دنیا و مافیها بگیسویش

زگلزار نگارم نیست واقف غیر دل دیگر | صباحی پرسد از من تا کجا باشد سرکویش

ولہ

خوبی آزادگی آزاد بیند روشنش | سرکشیها شعله را باشد ز اوج گردنش

جلوه گاه ناز شوخ ما فضای دل بود | آن پری آمد ولی بی شیشه نتوان دیدنش

ولہ

بسالک رہ عشقش نه بخشد سود بیراوے | نگر همت درین وادی ببیند و در گمرادش

زخاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف | بیاد جور آن بدخو فغان و ناله ام وادش

ولہ

گرد از برق خلعت میبرد امروز شمشیرش | نگر خونریزی بسیار گرد و عنان گیرش

لبش شیرین و شیرین تر از آن افتاده تقریرش | بود هر حرف او دام و دلم آنجاست نخچیرش

قضائے نامه یکسر شعله ریز شوق ما باشد | قلم را نیست طاقت بر زند دامان تحریرش

ولہ

وهی کز تیغ کشد غمزهائے بیباکش | خورد دلم زهی آب بی زدست چالاکش

چو کارد با جهان جلوه کرد پیش نظر | محبت است که کرد اختیار ادراکش

گل محبت دنیا نمیگذاشت دمے | بباغ دهر نبودی چو خار و خاشاکش

چو اختیار زمین کرد عجز را آصف | بهار رتبه والا شگفت از خاکش

ولہ

به بند اعتقادش کافر و گبر و مسلمانست | به هر مذهب موافق هست نشاید خال هندویش

ولہ

دل می برد و می کند انکار زبرون | جان نیست به تن تا که بیاریم گواهش

خاک قدم پاکدلانست چو آصف | بخشند ازین راه مگر جرم گناهش

ولہ

هر که بهر خدا طعام دهد | نه فلک کم بود ز یک قابش

پرورش پا شمرده بگذاریم | که دهد بار پا بس ادابش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش — ز کرده های خود وقت اندکی پشیمان باش

ز هر چه خوب نکردی ازان پشیمان باش — برای به شدن خود بفکر درمان باش

چو سرو شیوهٔ آزادگی درین گلشن — اگر مراد تو باشد به بند احسان باش

وله

کم نسازد مایهٔ دولت نمود بخشش — مشک با خود دارد و بیرون ز خود هم بوی خویش

آشیانی بهر هر طایر درین گلشن بود — تیر را جای بناهیم در پهلوی خویش

ردیف صاد مهمله

گل خوشبوی کجا بوی وفای تو کجا — نیست عطری که بود همدم بوی اخلاص

چشمهٔ خضر چسان دم ز مساوات زند — آب کوثر چو برد رشک بجوی اخلاص

ردیف طاء مهمله

گر دسیه چشم عدو کار میکند — شد منکر صفای لبت پامال خط

وله

بیگانه گشت یار و دلم می طپد ز غم — رفت آشنا زکار کجائی تو ارتباط

بیگانگی گرفته ره کوی یار را — را هم نما که رهنمائی تو ارتباط

وله

گر داروی طبیب بود موجب شفا — بخشد شفای تازه به بیمار احتیاط

بیمار را ز بار مرض بی دوا کند — مانند تندرست سبکبار احتیاط

وله

روشن نموده ست دلم را سرور وصل — شد جلوه گر در آئینه ام چهرهٔ نشاط

روز وصال بهر نثار نوای نگار — جان بلب رسیده بود نقد در بساط

ردیف ظاء منقوطه

در اتفاق کار جهان راست رونقی — دل برد حسن معنی خوب نگار لفظ

در لفظ معنی چو نباشد مکدر است — گردد بلند بیش نظر با غبار لفظ

ردیف حرف عین مهمله

حرف هر یک لب‌ری با هم مشابه بوده است / گفتگوی دلبر ما هست بر لب مخترع
هر یکی را مطلب آسودگی در دل بود / در دل عشاق محنت جو است مطلب مخترع

ردیف حرف غین منقوطه

کی توان بردن به پیش تنگ خوبان نام باغ / رنگ می بازد ز رشک چهرهٔ گلفام باغ
فرق باشد در میان ناقص و کامل عیان / میوه‌های پخته خوب است فیض تام باغ

ولہ

گذشت عمر بامید وصل یار افسوس / نیامده است بت شوخ در کنار دریغ
بجستجوی تو فرسوده شد سراپایم / بدو نگرد یکی هم بوقت کار دریغ
سخن ز لعل لبش سر نزد هزار افسوس / پیاله‌ای اگر نیست در بهار دریغ
بغیر آه ز اجزای ما نماند اثر / نشد رفیق بما کس هزار بار دریغ
دم فراق ندیده است چشم خونبارم / نکرد سیر گل و موج آبشار دریغ
رسید بر تن بیجان و دل نگار آصف / کنون که نیست بکف این گل نثار دریغ

ردیف حرف فا

آن مژه سینه زند ناوک اگر بهر طرف / ای دل غمزه جو است او سینهٔ خود نما هدف
دل چه بجز حساب شد واکن و قدر خود نگر / نیست بگوهری عیان قیمت جوهرش صدف
ناوک غمزه‌اش چه شد کز دل و جان ما گذشت / هر مژهٔ سیاه او هست بجای او خلف
حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشناست / بی تو دمی که بگذرد ضایع و حیف هم تلف
جنبش دست در دعا گر ز تو هست می ربا / گوهر مراد تو بوسه دهد بهر دو کف
صادق یقین چنان ما میکند آصف این سخن / یار کسی است هر کسی جامی ما شده نجف

وله

عالم ز دل پرست ولی آگهی کجاست — آئینه هست و جلوهٔ دیدار نیست حیف

بینند عیان که کیست مسلمان که کافر است — در دست یار رشتهٔ زنار نیست حیف

در جلوه هست یار و ندارد کسی آگهی — وقت سحر که دیدهٔ بیدار نیست حیف

آصف ز اذن آمدنم یار منکر است — خود گفته است و قائل اقرار نیست حیف

وله

جمال معنی چون دید چشم روشن یوسف — نشد آرایش حسن زلیخا رهزن یوسف

فضائے عالم از شادی و غم خالی نمی باشد — که در زندان و چاه و تخت آمد مسکن یوسف

ندارد کار دنیائے دنی خبر افترا آصف — از آن رو پاک از تهمت نیامد دامن یوسف

حرف ردیف قاف

آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق — در عالم حیات بود امتیاز عشق

نسبت مکن بشور قیامت که در جهان — صوت و صدائے تازه بود یار ساز عشق

از زیب لفظ رتبهٔ معنی بود زیاد — انسان چو لفظ و معنی آن سرفراز عشق

آصف به شش جهت که تجسس نمود دل — جز درد نیست پیش نظر کارساز عشق

حرف ردیف کاف

از فروغ ماه می باشد کف دریا نمک — ماهتاب از چهرهٔ یارم کند پیدا نمک

در ادائے شکر آصف بند لذت می دهد — بر لب هر یک بود در خامشی گویا نمک

وله

درد ما را توئی دوا عینک — دیدن تست مدعا عینک

تا کجا انتظار تو بکشم — نور چشمی بیا بیا عینک

از برائے خدا تو روئے نما — بر زبانم بود خدا عینک

همچو آصف در انتظار تو ماند — مردم چشم ما بیا عینک

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیده است ذات
گر بنگری به آصف گوئی سخن بجاست

بخشد بسبرگ نازک گل اعتبار رنگ
بوئی خوش ست در گل هم در کنار رنگ

حرف ردیف لام

کامل نیست که نقصان نپذیرد گاهی
ماه هم نیست درین دائره از اهل کمال

شده است نشو و نما آسفی درین گلشن
که دیده است خزان از ریا بهار قبول

ولہ

عمل ز دیدهٔ اعیار چون بود دستور
ز بی ریائی خود دارد اشتهار قبول

ولت بدست تو سر رشته عمل بدهد
اگر برشتهٔ تسبیح تست تار قبول

سخن چگونه نشو و سبز در جهان آصف
اگر به همدمیش نیست اعتبار قبول

خنده گل لب گل هن گل خوبی گفتار گل
در جهان جز باغ حسنت نیست یکجا چار گل

ولہ

بوئی مقصود آصف در مشام آنجا رسد
بیشک بی شبه باشد صحبت ابرار گل

کس بکس نیست در امداد بجز صاف ضمیر
آید از آئینه امروز مددگاری دل

ولہ

آرائش ظاهر کجا مقبول اهل باطنست
رنگ روئی امروز ما داریم پنهان در بغل

ولہ

پیوسته در آغوش ما دل می طپد دریاد حق
تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل

تراچون آشنائی نیست با کار
اگر علم جهان دانی چه حاصل

ولہ

اگر راحت بدلها نیست از تو
بدولت گر تو خاقانی چه حاصل

برو چون عاقبت باشند خاکی
اگر خورشید تابانی چه حاصل

قبول آصف تمنا بخشش لهاست
جز این گر مسیحه گردانی چه حاصل

پلاوت زیرهٔ کرمان که دارد
تو آخر رزق کرمانی چه حاصل

چو نعمتهائے دنیا نیست پادار — تو بر این خوان که مهانی چه حاصل

وله

شوخی که بر سجده بلا می — مشغول دعا شدن مشکل

خواهی که پیش تو بیا ایم — راضی بر منا شدن مشکل

ردیف حرف میم

فریاد میکنیم چو دلم اوست با دلم — افتاده است کار من امروز با دلم

از فیض عشق نیست غم از گرم و سرد دهر — تا آشیانه ایست بروے هوا دلم

وله

تا شود واروئے الفت کارگر دردهرا — برنگین خاطر خود نام جانان می کنم

کندن جان وروفایش عمر جاوید آمده است — این زمین را از برائے آب حیوان میکنم

وله

حرف شد اوقات در باطل تمام — حیف قدر زندگی نشناختیم

وله

دل را جنون بدامن صحرا رهنمون — امروز هم بخاطر یاران نشسته ایم

آصف ز درد عشق چو شد کار ما تمام — آسوده دل ز خواهش درمان نشسته ایم

وله

بهر آن گل از دو عالم بیخبر گردیده ام — آشنائے یکدلی با زین هنر گردیده ام

شوق منزل یا مراعات رفیقان گشت باره — شد فراهم معتدل تا راهبر گردیده ام

شبنم را در گلستان از حقارت مینگرید — همسفر خورشید من هم دیده ور گردیده ام

وله

گر باین خوبی بجولان آن نگار آید بچشم — موج گل رنگ چمن جوش بهار آید بچشم

نیست آصف شش جهت خالی ز نور آفتاب — هر طرف نظاره ام تا زو که یار آید بچشم

وله

دل میکشد بسیر گل ما کجا رویم — تا همرهیم نه تن تنها کجا رویم

سامان عیش زندگی من وصال تست — نی دست بیتو دارم و نی پا کجا رویم

وله

دار و نه مروت و وفا هم — بر ما که کند ستم جفا هم

بر لطف تو هست چشم آصف — چون درد تو میدهی دوا هم

وله

دیدن کجا که نیست صدا زخرام او — در گوش هم اثر شنیدن نیافتیم

وله

هر چند که باروئے تو امروز ندیدیم — لیکن همه جا صوت و صدائے تو شنیدیم

آصف نگران رشک پری برق خرام است — هر چند ندیدیم بگردش نرسیدیم

وله

شعلهٔ عشق سر کشید ز دل — روز روشن چراغ می بینم

نیست محروم بدکه در گلشن — رنگ طاؤس و زاغ می بینم

در چمن چون رسید یار آصف — خرمن گل بباغ می بینم

وضع او شوخ و شنگ می بینم — وسعت کار تنگ می بینم

وله

یافتم زاشک چشم نشو و نما — واد این چشمه آب حیوانم

میکنم بحث با فلاطون لیک — با تو گفتن جواب نتوانم

آصف امروز دعوت سیفی — پیش ابروئے یار میخوانم

وله

صدق بود هر طرف جانب آن میرسیم — بر روش تیر راست سوئے نشانہ میرسیم

گر نرسد دست ما هیچ بدامان او — از پئے لذّت خود نعره زنان میرسیم

وله

نیست جز آرزوے بوس رخت — زاد راہے که در کمر داریم

از وفا و محبت و الفت — هر چه خواهی تو بیشتر داریم

وله

تیرم به نشان رسد به پیری — پر زور فتاده این کمانم

لب شکوه او نگرد آصف — بیرون بود از حد بیانم

نه روئے گل نه بوئے گل درین گلزار بیرنگم — چه هستی گر بپرسی من به هستی بر سر جنگم

نمی گویم که با یارم نمیگویم که بے یارم — خموشی پیشه از راه ادب گردیده است آهنگم

وله

بجست جوی تو گر جان رود چه باک بدل ‌ ‌ ‌ که جان تازه از شوق استعاره کنم

گذشته‌ام ز خودی بی تأملی آصف ‌ ‌ ‌ بکار خیر چه حاجت استخاره کنم

وله

در جهان تحصیل دنیا تا نگاهم می دوید ‌ ‌ ‌ عبرتی از هر چه میدیدم که بر میداشتم

گر نمیرفتم ز خود در دو رهیت هر زمین ‌ ‌ ‌ در دولت از ناله امید اثر میداشتم

سرمهٔ چشمم که آصف راه طاقت بسته است ‌ ‌ ‌ نالها میکردم آوازی اگر میداشتم

وله

نشان غفلت دل را ربود موی سفید ‌ ‌ ‌ دمیده صبح نمایان وگرچه خواب کنیم

ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص ‌ ‌ ‌ چو ریش گاو شدن حمل بر شباب کنیم

کار را بر خویش از آه آسان می کنم ‌ ‌ ‌ غنچهٔ دل زین نسیم فیض خندان میکنم

گرچه طوفان میکند پیش نگاهم دور بیش ‌ ‌ ‌ طرح طوفان دگر از چشم گریان می کنم

وله

خاکساریهای ابر نفس غالب کرده است ‌ ‌ ‌ باز بر رستی نفس از زیر دستی میکنم

تنشاء از بس میکند آصف ز هستی بیخبر ‌ ‌ ‌ با بجای خود پرستی می پرستی میکند

وله

رفتار تو چون خاک کند دانه دل را ‌ ‌ ‌ گر سرمه کشم در پی او در دیده روانم

تا مرتبهٔ عجز بمن گشت نمایان ‌ ‌ ‌ دل خاک شود در رهت هر روز بر آنم

بر غفلت خود چو زدهم جان دلم است ‌ ‌ ‌ آئینهٔ بیداری خواب دگرانم

پیوند کند آصف اگر دل شکند یار ‌ ‌ ‌ گر شیشه شکن دوست من شیشه گرانم

وله

صید دل بسکه بود محو جمال دارش ‌ ‌ ‌ آشکارا بنظر جلوه کند صیاد دم

تا بحجشش آتش بود شعلهٔ دل ‌ ‌ ‌ در ره عشق چو او خواست بیا استادم

فهم سر رمز ترا می کنم از دولت عشق ‌ ‌ ‌ نکته نیست که تعلیم نکرد استادم

چون سمندر که ز آتش نکشد هیچ آصف ‌ ‌ ‌ در جهان هستم و از فکر جهان آزادم

گر خم می بی رخت چو شد بفضل الله ما
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان و پیر لیک
دلم پسند کرده است شیوهٔ محجوب
دلم که هست در آزادگی علم چون سرو
در عضو عضو پیکر من جلوهٔ پرستیست
ناز و نیاز هر دو بکار خودند گرم
در اعتدال وضع بود مژدهٔ نجات
بحمد الله بر آمد از لب لعل بتان کامم
بحمد الله که ایام بهار جلوه اش آمد
در آمد بر روی امید دلم صبح مراد آصف
تار رشتهٔ تسبیح من را ز دلت گفت
تا نرگس او داد زکاتم ز نگاهش
در دوری آن صاف دل ز چشم تر آصف
پیش خوبان که ترا مد نظر داشته ام
در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد
آصف از مهر مه روی و لب شیرینی
دهنت غنچه بخاموشی و در حرف گل است
زاد یا ن رنگ تو و تازه بلعل لب تو

چون نمک آبی زنم از چشم وی جوشش کنم
قامت خم گشته خود حلقهٔ گوشش کنم
وفا بود رزم و من کار نیکنامم کنم
بذوق حلقهٔ زلفش نه بند دام کنم

وله

چون دل از آنکه سر بسر آئینه خانه ام
گر ناوک است آن مژه من هم نشانه ام
آصف براه خوف و رجا در میانه ام

وله

لبم از خنده بکشاد آن شکر خندهٔ جامم
بکام دل هم آغوش طرب گردید ایامم
خبر آید ز آمد آمد آن ماه گر شامم

وله

من بهر چه دل بستهٔ زنار بناشم
امروز چرا مالک دینار بناشم
پیوسته چرا ابر گهربار بناشم

وله

دل بجز دوستیت از همه بر داشته ام
شکر کردم که درین نخل ثمر داشته ام
زاد از قوت دل تا بکمر داشته ام
در بساط دل خود شیر و شکر داشته ام
به بهار چمن آرای دهان تو قسم
میتوان خورد بر نگینی پان تو قسم

وله

گر غبار ما بدامان تو نه نشیند چه باک / شرط عجز و خاکساری را بجا آورده ایم

دور بودیم از درت گشتیم خاک درگهت / ما کجا بودیم خود را تا کجا آورده ایم

در جمیع کارهای مشکل آصف با بصدق / رو بفضل و لطف و تائید خدا آورده ایم

وله

گر سحر در خاطر امید دل جا میکنم / دولت جاوید وصلت را تمنا می کنم

در تلاش وجست وجویت گر بکاهد پیکرم / خاک راهت را در آندم جزو اعضا میکنم

اینکه می بندم دل خود را بمهر این بتان / شیشه را من آشنا با سنگ خارا می کنم

وله

خاک ما وادی بباد و هر نسیمی گویدت / من ز شیدائے لبت خط غبار آورده ام

نوبهارم گفت می آید نگارت شاد باش / من نشان جلوهٔ آن گلعذار آورده ام

چیست آهنگ ترحم ای بیابان جنون / دامن خود را برائے نیش خار آورده ام

وله

سرمهٔ چشمش برائے ماست اکسیر مراد / ما نگاه مست او را کیمیا دانسته ایم

دوستی کردن بجان عاریت باشد غلط / آصف این بیگانه را ما آشنا دانسته ایم

وله

نسبت گیسو و زلفت را بسنبل میکنم / طرهٔ گل را مشابه من بکاکل می کنم

میشوم بیتاب تا جورت نمی بیند دلم / چون ستمهائے تو می بینم تحمل می کنم

وله

بیش ازین محنت کار ما بوده است دست در جنون / نامهٔ فتح دل از چاک گریبان خوانده ایم

گر سخن گفتیم از حال خود آصف پیش یار / قصهٔ از درد دل در پیش درمان خوانده ایم

وله

اگر نیکم و گر بد و انم او را / از و هستم در اینجا هر چه هستم

چه میپرسی کرا آصف پرستی / بتی دارم که او را می پرستم

وله

می طپد دل در برم بگذار دستی بر دلم / منتشر گردد و گرنه در جهان آب و گلم

از بیابان گردیم صیادش آزاد ساخت / کرد آسان دام زلف تابدارش مشکلم

بماه نو چو ببیند خلق من روی تو می بینم
که همشکل هلال عید ابروی تو می بینم

نشان مسجد آمد دیدن محراب مردم را
چو خواهم قبله را جویم بابروی تو می بینم

وله

ز عصیانم عجائب خوفها در دل بود پیدا
رجائی هست از جان پشیمانی که من دارم

ندامت پیشه کن ای دل اگر داری شفا مقصد
جز این مرهم ندارد داغ عصیانی که من دارم

وله

ای بهار زندگی تا حسن رویت دیده ام
بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده ام

حکمت العینت نه فهمد جز شهید ناز تو
از اشارتهای ابرو درس آن فهمیده ام

زعفران را زیست رنگ زرد من از درد عشق
از نشاط عشق او همرنگ گل خندیده ام

کاروان عمر می بندد چو محمل هر نفس
آگهی تا گم نگردد چون جرس نالیده ام

هر یکی را سروری آصف نزیبد در جهان
در میان گلرخان آن شوخ را گزیده ام

وله

چو رسیده درد و سوزت بدل شکسته گفتا
چه بحیرتی تو اینجا که بمقصدت رسانم

نبود ز لطف قهرت غرضی بجز رضایت
نه بسود هست میلی نه تنفر از زیانم

زغم تو چشم آصف همه بخت اشک خونین
چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم

وله

هیچو تا خود را سلامت دیده ام
جان و دل را غرق خجلت دیده ام

حرمت بیعت داده ام با شیخ جام
تا کشایش در ارادت دیده ام

من شباب عمر را صیاد وار
در کمین صید فرصت دیده ام

دیدم آصف گه عتاب یار را
لیک در عین لطافت دیده ام

وله

حرف لب نازکش نغمه داود سبب
تا ز سماعش بوجد رقص کنان میرویم

نام خدا در نظر هست نشان نبی
تا بسوی کشور نام و نشان میرویم

شعله شوق بپرواز در آمد شب هجر
شمع افروخته در راه طلب بال و پریم

خاک گشتم بر بهشت اوج مرا سیر نما در پی قافلات هست نمایان اثرم
هر کجا می نگرم موج ظهور دریاست قطره در بحر نموده ست و بنجشکی گهرم
رهبری کرد ز بس کار توکل همه جا خطری چهره نیفروخت بره در سفرم
نیست جز رنگ رخ یار بچشم آصف محو نظارهٔ گلزار بوجه دگرم

وله

بغیر درد محبت که دانم است بپا بنای کار جهان را خراب می بینم
چه خوش بود که کنم عمر تے بدل حاصل که کار عمر عجب در شتاب می بینم

وله

غرض بود ز وطن راحتے و آرامی بذوق وصل براه تو من وطن دارم
زبان گشاده پی وصف خوبی قدرت است نشان هر سر موئے که من بتن دارم
در دل خود محبتش دارم در جدائی حضور دلدارم
سوز و درد و محبت و عشقت بهزار آرزو خریدارم
اے صبا از من بگو آن یار را یوسف عهدے خریدار توام
گوید آصف کای دکان ناز یار طالب هر جنس بازار توام

وله

در زر اهدان ز درد نشانی نیافتیم تصویر بو دگر می جانی نیافتیم
پیری ز رنج هرزه دویدن نجات داد منزلش لطیف راحت جانی نیافتیم

وله

از تارکان دنیا هر چند ما نباشیم لیکن بکوی نشان ما نقش بوریائیم
درد محبت او هر دم شفاے جان ماست بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم
فرشند خاکساران فهمیده زن قدم را هر جا که در خرامی ما خاک زیر پائیم
سوداے یار آصف فزود قسمت ما از دولت محبت ما جنس بی بهائیم

وله

بادیتامی که یار مهربانی داشتیم در بهار سرو قدش آشیانی داشتیم

یاد آن صحرا که پیش شوخی صیاد خود — ما دل از صید گشتنها گمانی داشتیم
یاد آن آهی که همرنگ جرس آواز داشت — بود تا بر لب نفس ما کاروانی داشتیم
یاد آن سودا که در کوچهٔ زلف بتی — جنس دل را چیده بودیم دوکانی داشتیم
تشنه لب مردیم در هجران او با آنکه ما — در فضای چشم خود آب روانی داشتیم
یاد آن ساعت که سودا بود آصف رهنمون — ما سر خود را بخاک آستانی داشتیم

وله

ز حال دل که درد محبت چیست پرسیدم — نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدم
چو او در عالم و بیرون ز عالم هست از شوقش — درون پیرهن بیرون از آن من نیز بالیدم
اگر باور نداری من تشبه خوان الی آخره — بجائی میرسانندم رهنمائیهای تقلیدم

وله

نه از جوش مستی از الست و از بلی آگه — از این دانی که امروز ای صنم عشق تو ورزیدم
شناسائی بود تکلیف آرا در جهان آصف — لباس عافیت تا دل بحیرت رفت پوشیدم

وله

بعشق آن پری رو خویش را دیوانه میسازم — دلم را گرد شمع قامتش پروانه میسازم
بدل توحید تا بخشید از اقلیم سوزی — با اهل خانقاه و کعبه و بتخانه می سازم
رسائی نیست آصف در فراقش خیر بفرد ای — بیاد چشم او با نعرهٔ مستانه می سازم

وله

بشارت اشک داده چشم بر یم شبنم — که هر برگ گلی در بوستان شد بحام شبنم
بهر شاخی که گل وا کرد چشم عبرتی بر خود — مهیا گشت در بزم چمن جام جم شبنم
عرق از بسکه بر روی نو باشد صاف نازکتر — توان گفتن درین گلزار او در آسیم شبنم
دلم قمریست بر سرو قدش آصف بیا خاکی — زمین و آسمان دارد خبر از عالم شبنم

وله

در آئین نیازم جبهه سائی نقش امید است — بهر جا یار پا بگذاشت بهر سجده رو کردم
ظهور کار ها را جوش طاقت می کند یاری — بقا لب بود تا جانم براهت جستجو کردم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بی رنجی | برنگ شانه سیر زلف خوبان مو بمو کردم

وله

به بند نامهٔ شوق این دل بیتاب بیار رد | که بال و پر بود موجود در کار طپیدن هم

درین گلشن سراسر شادی و غم پهلوی هم باشد | بود گل غنچه گاهی گاه سرگرم شگفتن هم

وله

چون برات عاشقان بر شاخ آهو گفته اند | پاک زین تهمت دل ما شد که ما پروانه ایم

ناتوانی را ز جوش باده کم نتوان شمرد | در ره کوی تو گرم لغزش مستانه ایم

وله

در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگار است | آگاه ز هستی نیم و محو جمالیم

پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر | کفر است که گویم که سوی یار خیالیم

وله

شکر احسان نیست جز احسان نمودن مثل آن | برلب شیرین او دستی براز شکر زدم

تا عرق در گرمی جولان بخاک پا فشاند | دانه موران در زیر پای نازکش سر بردم

وله

سرو مراد آصف است در چمن راستی | آنکه بتعظیم خلق خوی کند با قیام

وله

گرد عالم همدم باد صبا گردیده ایم | همچو روی او گل خوشبوی ما کم دیده ایم

در گلستان محبت رتبه باشد بلند | تا به بندیم آشیانه بر سرو بالیده ایم

آصف از درد سر دنیای دون ما را چه غم | صندلی بر جبهه از خاک درش مالیده ام

وله

لطف کن که در پیش تو باز آمده ایم | با کف پا زیر پا از نقد نیاز آمده ایم

پیش آن مه بقد خم شده آصف چه رسید | گفت آن ماه که ما ناله نواز آمده ایم

وله

عشق بازی نبود سهل که مشکل کار است | هر کجا پای نهی من سر خود را بازم

وله

در دل آزادگان دنیای دون را جای نیست | نقش خود ننشاند هرگز بر سر دریا قدم

اتفاق آئینه مقصود روشن میکند | جذب از یار و نقش در راه او ازما قدم

وله

ز درد دم یار آگاه نیست افسوس | کر محو دم نمیداند ایا زم

شود مقبول کس از خاکساری
چو یک کس بی رعونت نیست آصف
اختلاطی نیست پیدا لیک در راه وفا
گر مددگاری کند چیرانی نیرنگ حرص
سینهٔ گل چاک می بینیم چو خود آصف بباغ
حرص دنیا هیچ کمتر از گزند مار نیست
از پی درد سر کبر و رعونت ره نیافت
صید دل تا رسید در کویت
هر کجا باشد طلوع آفتاب مهر یار
همچو عیسی هر که در تجرید باشد سرفراز
وارد این دنیای دون بر لب پیغام
کام آگاهان بود شیرین ز عیش معرفت
در تلاش شهرتش حاصل جز این چیزی نشد
از نصیب خویش هر یک را بود شکر بلب
پختگان را سر بلندی در نظر بیرنج نیست
بی مضرت کی بود گر حرمتی در نغمه است
بند بابت شو که بیخ دولتت محکم شود
تا نهنگ آسا ز خون عاشقان رنگین کند
قطره از آبرو بهتر بود آصف بحر

کنم گر خدمت محمود ایازم
بود در خاکساری امتیازم

وله

انتظار گرم جوش بهائی یاران می کشم
دست خود از مهر این دنیا چه آسان می کشم
تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم

وله

تا بجنبیم آمد ز فرگانش عصا بر داشتیم
تا ز زیر پای او خاک شفا برداشتیم

وله

از حریم حرف هم رحل گفتیم

وله

مینزد در گم شدن دنیا و ما فیها قدم
می گزارد بی سخن بر عالم بالا قدم

وله

خودنمائی کرد در آئینهٔ او نام هم
غفلتش بسیار و آگاهیست در ناکام کم
بر جبین خویش دارد از عرق گمنام نم
برد فیض از آئینه اسکندر و از جام جم
میشود از بار محنت قامت هر خام خم
میکند بی شبه تاثیر در اجسام سم
کامیابیها بود در شیوهٔ خودکام کم
می کشاید حلقهٔ آن زلف عنبر فام فم
در بساط عزتش دارد سر با نام نم

در جهان ظلم ست بیش و عدل کمتر در نظر
مائل کار خرابی هر یک ست و معمار کم

خاک کم باشد بکوه آصف هجوم سنگ بیش
بی ترحم در جهان خلقی بود غمخوار کم

وله

رسان ای طپش بر کف پائے یارے
درین خون فشانی حنائے که دارم

نیابم دگر جز جانبازی آصف
براه وفا رهنمائی که دارم

وله

مسلمان کی در حلقهٔ گیری او افتد
ندارد کافری ره در خم زلفش برهمن هم

کند نائب همان کارے که فرماید منیب آنرا
چو آن مه میکند پامال ما را نعل توسن هم

بت سنگین دلم آصف نپرسد هیچ از حالم
که آرد دوست رحمی بر چنین زاری دشمن هم

وله

دمی که طالب آن یار بیوفا شده ام
بتخلف عادهٔ هر روزه مبتلا شده ام

ز سوز درد محبت چه شد که سوخت دلم
هنوز قابل عشق بتان کجا شده ام

بهار لاله ز خاکم دمد که جا دارد
شهید خنجر مژگان سرمه سا شده ام

ز ناتوانی تن رشته ایست هر رگ من
لباس پوش که چون صرف قبا شده ام

بمحفلش نظر افتد مگر ز دور آصف
غبار وار پی یار بر هوا شده ام

وله

به نیک و بد خبر کردیم از درد
بهر مست و بهر هشیار گفتیم

لب از شکر و شکایت پر زیارست
ز گل حرف و سخن از خار گفتیم

وله

دل بآئین خاکساری گفت
مثل آن قطرهٔ چکیده رسم

نیست گر طاقتی بدل آصف
بر آن دلربا طپیده رسم

وله

نه همین گرد و غباری دیدم
شکر لله که سوارے دیدم

شب چو بیدار نشستم آصف
صبحدم چهرهٔ یارے دیدم

وله

تا ترازو اشک مژه جانب بالا زده ام
پنجه بر آبروئے در و هویدا زده ام

اے رہ کوئے محبت مکن از من گلۂ　　ہر قدم را بسر آبلۂ پا زدہ ام
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند　　سر دشمن نہ بہ تیغی بجا را زدہ ام

وله

دلِ صیاد پارہ ام بیاد آمد　　سبحہ را تا شمار می کردم
بیش تیغ دو آبرو بیش آصف　　وصف آن ذو الفقار می کردم

وله

تا نظر بر چہرۂ آن شوخ و شنگ انداختیم　　با جنون و عقل کامل طرح جنگ انداختیم
تا ببزم آن گل رخسار غیرے سر کشید　　ما درون کاسہ اش قدرے ز رنگ انداختیم

وله

بجیر تند نویسندگان اعالم　　کز اشک چشم ترم شستہ می شود گنہم
سر من است و ہمان خاک آستانۂ تو　　در ترا بہ بہشت برین نہ کف ندہم

وله

اگر در دے بود سر را بر آن در زمین مالم　　ز خاک پاک آن گلزار صندل بر جبین مالم
بگویم از لب شیرین او تا حرف شیرینی　　ز شانِ شوق آصف بر لب خود انگبین مالم

وله

ما قصہ ہائے درد ز لبہا شنیدہ ایم　　یک شب در فراق کہ شبہا شنیدہ ایم
فردائے محشر ست مگر روز وعدہ ات　　ہر روز از زبان تو فردا شنیدہ ایم

وله

نظر بر مہر مکتوب در اسناد باید کرد　　کہ از نقش نگین در ہر دو عالم نام میخواہیم
پی اسباب نیا در تعب کے افگنیم دل را　　کہ جان کندن نگین آسا برائے نام میخواہیم

ردیف حرف نون

نقش نیکی بعد مردن ہم نخواہد شستہ شد　　مردگان را می کند این نقش احیا چون نگین
جز نگین ہر نقش آصف می تواند شستہ شد　　نقشہا بسیار دیدم نیست اما چون نگین

وله

حفظ آدابم بمنزلگاہ مقصودم رساند　　راہ گر دیدہ است طی از پا کشیدنہای من
گوش ہوشم می کند تفریق کذب و صدق را　　بر کفش آئینہ دارد شنیدنہائے من

هست در پرواز بیتابی رسیدنهای من　　بال و پر افشانده در راهست طپیدنهای من
انبه دعوی بالب شیرین خوبان کرد و گفت　　میبرد دل چون لب پاکش مکیدنهای من
در مقام کوشش آصف این ترنم می کند　　برق را افکند در خجلت دویدنهای من

ولہ

الفت ما از رمیدنهائے او گردد فزون　　گوهر نایاب باشد بها از حد برون
در عروج اهل دنیا نیست اینجا اعتبار　　میشود خورشید هم هنگام مغرب سرنگون

ولہ

جلوه پیرائی کند گر آن گل رعنائی من　　در تماشا محو او گردد ز سر تا پائے من
شور محشر نیست گرد و پیش هائی هوئے عشق　　سر بلند از دولت در دش لب دعوغائے من

ولہ

صفائے نام در ینجا ز آب پیدا نیست　　بدست کار سیاهیست نشست و شوئے نگین
اگر نصیب کس آصف ز نام نیک بود　　روان بود بره جشن آبروز جوئے نگین

ولہ

رحم و لطفت ساز یارم یا محمد تاج دین　　از عنایت ساز گارم یا محمد تاج دین
دانه تسبیح باشد دل بدست شوق من　　نام پاکت می شمارم یا محمد تاج دین
جبهه سائیدن بخاک در گه نورانیت　　میفزاید اعتبارم یا محمد تاج دین
چهره نورانی خود را نما خورشید وار　　بر درت در انتظارم یا محمد تاج دین
خاک راهت گشته ام در آرزوی پابوس　　در هوائے تو غبارم یا محمد تاج دین
گر تو صیاد می بود صید دلم در دام تو　　در خم زلفت شکارم یا محمد تاج دین
بیش الطاف تو آصف قایل از جان و دل است　　جز تو دیگر من که دارم یا محمد تاج دین

ولہ

بسیار در فراق تو خواهم گریستن　　دل را ملول بیش کند کم گریستن
در وصل آفتاب جهانتاب آن نگار　　تدبیر صائب است چو شبنم گریستن
آصف مزاج خلقت عالم همین بود　　بر بیش خنده کردن و بر کم گریستن

وله

گرد هستی ز عشق بر خیزد — نیست غیر از هوا غبار شکن

بغیر تسلیم نیست زیر فلک — گردن سخت این سوار شکن

وله

چه غم دارم اگر طوفان کند موج تردد ها — که باشد همدم و مونس رفیق ره خدای من

وله

بباد میرود از جنبش ریا کردار — ازین به است پشیمانی گنه کردن

وله

همتی باید که در آغوش مقصد جا کند — بگذر از جهان کاخشت گل تو آسمان نشین بین

دل اگر در یاد او تسبیح گردانی کند — برفراز تخت مقبولی سلیمانش چنین

وله

جزای یک حسنه میدهند ده حسنه — چه لطف اوست که یک را حساب ده کردن

وله

میدهد حسنت بشارت از عروج دولتم — ورز سخندان تو دیدم همچو یوسف جاه من

آصف بدا و بلندیهای بخت و طالعت — تا نظر کردم بسرو قامت آن شاه من

ردیف حرف واو

بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیار — بجز طریق محبت بهیچ راه مرو

وله

ای چه جوئی ز دنیای دنی آرام دل — نیست جز تشویش خاطر الفت اسباب او

نفعی ز باغ دهر اگر هست مقصدت — چون شاخ باردار ز بیجا خمیده رو

آخر نتیجه بخشش بود کوشش مدام — باقیست تا نفس نفی این عقیده رو

وله

دلم در سینه دارد مهر گیسوی چو دام تو — کز روز ازل نقش نگینم گشته نام تو

بملک دیده و در عالم دل الا صنم خواهم — بود دانم چو حکم حاکم عادل نظام تو

وله

نام من زیر فلک عمر درازی یابد — دیده ام زلف بتی نقش نگین نام از و

دل یکی یار یکی اوست چو آئینه فکر — بدل فکر ز دنیا نه ز دین دارم از و

وله

تا دیده ایم دلبری چشم مست او — رفت اختیار جان و دل ما بدست او

ردیف حرف هائی هوز

تا مشامم دهر ای گلچهره خوشبو کرده / بهر صید عالمی پنهان تگاپو کرده

تا بسنجی نیک و بد با هیچ و حیثیت داده اند / ای چرا خود را تو غافل بین ترازو کرده

انتظار گم ساز و نمازی ساخت سجاده را / مژده بادت گر وضوئی ز آب تیغ جو کرده

وله

می توان دانست ناگشتن به پشت پا زدن / گر دولت را اگر از سر ننگ دنیا کرده

وله

میتوان گفتن از آن اسرار با ما شمه / نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده

وله

جز فیض نسیمت نبود حاصل گفتار / از برگ درختان که شنیدیم ترانه

گر بشنوی ای منتخب از ما سخن خوش / بشنو ز رباب و نی و هم چنگ و چغانه

وله

نمک از آن لب شیرین خود بجان تو ده / که تا کباب کنی آتشی در آن زده

چو سنگ های ملامت بره فتادن من / نثار کن سر این جان ناتوان زده

وله

دل چه سنجید به میزان گل رعنائی تو / چشم بد دور که از پیش و چندان شده

در هندی من اسباب نشاطت فزود / گریه ها کرده ام ای یار که خندان شده

غیر احسان نبود در دولت آصف چو مراد / پیش دلدار تو شایسته احسان شده

از اشارات دو ابروی دو چشم بیمار / نکته دان گشته ای یار و شفادان شده

وله

روشن بود که گوهر کان مروت است / سر را براه الفت حباب داده

در نظر ها سجه گردانی نباشد جز ریا / اینقدر خود را تو اما بهر چه رسوا کرده

چو ذو الفقار عدو افکنی است در دست / بدو نمای با با علی ولی الله

وله

تا کجا ها بار دنیا می کشی / گر بینداری ز سر این بار به

گر عمامه بندی از بهر ریا / سر برهنه بودن از دستار به

ازریا اعمال باطل می شود | از چنین تسبیحها زنار به

ردیف حرف یای تحتانی

مشکل نباشد یافتن حال فی الطبع را | باید تامل کردنت در کار دنیا اندکی

با عسر یسر آمد مگر ناخوانده زان بگذاشته | بسیار کردی جهد یا رحمی بفرما اندکی

وله

بتدبیری کنی عالم مسخر | بخاطر فکر بسیاری نداری

بهمین بندگیت جمله آزاد | ازین صنعت گرفتاری نداری

بخاطر کینهٔ آصف هیچ یاران | هزاران شکر کن یاری نداری

وله

چیزی به باد و عالم | بهتر نبود ز آشنائی

از زشت جهان هر آنچه بینی | بدتر نبود ز خودنمائی

وله

ایدل آن غنچهٔ دنیاسی دنی چون شده | در نظر آنهمه خوابست تو هم میدانی

وله

رنج سفرت چهره نمای برکاتست | اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی

وله

از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت | تا در دل و جان لفت درویش نیابی

وله

منمای صرف بیجا تو شب عزیز خود را | بجهان دگر نیابی ز متاع زندگانی

وله

دردت اگر نصیب دل و جان ما شدی | جان بخش تر ز آب حیات و دوا شدی

وله

ای دوست کجائی بوطن باز کی آئی | در راه نگرانم بر من باز کی آئی

وله

بدست آویز آصف پیشت آمد | سلیمان وار چون عالیجنابی

وله

مکن در فعل بد تعجیل هرگز | بکار نیک آصف شتابی

وله

دل رمیده کجائی که یار در برماست | جمال بینی اگر باز در وطن آئی

وله

راحت جاوید ایدل روزیت خواهد شدن | گر بی آسوده کردنهای مهمان بشنوی

ایدل از رمز محبت گر بیابی شمهٔ | در میان عاشقان از اهل عرفان میشوی
در بهار وصل آصف سبز گردد کشت دل | در فراق یار اگر چون ابر گریان میشوی

وله

تعب کش در سفر گردد حریفش | بکار اینجا نیاید میرزائی
جهان پر گشت از نور تو لیکن | نه بیند کس که در عالم کجائی

وله

غنیمت بشمر ای غافل که فرصت وصل عمرهاست | بود خرمن عالم همین امروز و فردائی
فروغ جلوه اش پیداست اما کس نمی بیند | بود خالی تماشاگاه او از چشم بینائی
متاع زندگی آن به که صرف آشنا گردد | سر ما را بفتراکت چو بندی هست سودائی

وله

دلست آئینه و از صیقل او | نمی بینیم بجز یاد الٰهی
مکن در مو سفیدی خواب غفلت | ز جائی خویش خیزد کس پگاهی

وله

وارسته نیستی اگر از خویش نگذری | آگه نه ز غفلت اگر بیش نگذری
تفریق نیک و بد ثمر آگهی دهد | ای مه درین میانه ز تفتیش نگذری
سیر بهار گلشن وحدت بود محال | تا در دولت تو از کم و بیش نگذری
آصف درین بساط بود نقش بینکه تو | خدمت نکرده از بر درویش نگذری

وله

محبت میدهد هر دم گواهی | که دل را میبری خواهی نخواهی
اگر پرسی تو حال ما ز مردم | دو عالم میدهد بیشت گواهی
در اصلاح گناهم خجل دارند | پشیمانی ندامت عذر خواهی
علامتهائی فیروزی و فتح ست | نشانهائی دعا و طوع و ماهی
بحال خاکساران محبت | تفقد کن که صاحب دستگاهی
دهد آئینه را اعزاز صیقل | دل آصف شد از یادت مباهی

دل حیرت زده را دیدهٔ حیران مددی — شرط یاریست بهر کار ز یاران مددی

دل بظلمتکدهٔ فکر جهان افتاده است — شمع روشن توئی ای پرتو ایمان مددی

گنج و معموری عالم متصور نبود — تا بشاهان ننماید گدایان مددی

درد عشق است که منت ز روائی نکشد — دردمند تو نخواهد ز طبیبان مددی

یکدگر بود از ربط فوائد بسیار — تا نخورش یافته در لذتش از نان مددی

آصف از یاری ما یار متنفر دارد — کی طلب میکند از مور سلیمان مددی

وله

بجز دامت ندارد صید دل سامان آرامی — بنای خانهٔ عاشق ز زلف حلقه دامی

نشان پخته کاریهاست بر جورش شدن راضی — امید از لطف او بردن بود اندیشهٔ خامی

اگر سوی حرم روی توجه هست حاجی را — بطوف زلف مشکین آصف بسته احرامی

وله

دامن خواهش دنیا چه دراز افتاده است — وقت آنست که ای خار مغیلان مددی

آصف از گاو و خر امداد نه بندد صورت — کند انسان همه باب بانسان مددی

وله

برنگ رویم از عشقست زردی — دلم دیوانه شد ایا چه کردی

نخواهی یاد درمان کرد ایدل — اگر محرم بجو بیمای دردی

برو بید گلشنی از خاکت آصف — بزیر پای نیکان گر تو گردی

وله

بر خاست من از دل تا رو بره نهادی — نظاره ماند قایم هر جا که ایستادی

زین بوستان خرم در باب غنچی هست — آواز پا بگوشت هر دم زند منادی

گر ممکن است آصف میگوش در تدارک — فرصت غنیمتی بود از دست حیف دادی

وله

تجاوز کردن از حد نیست دستور ادب هرگز — تعرض باتو می پیچد چو بی دستور بنشینی

نشست و خاست باید کرد ایدل در حضور او — بحکم یار بر خیز و زجا مامور بنشینی

چنان از غیر آصف بجز جزیار باید شد
مروت نواگر چند عام هست چه سود
زنجنه هیچ صدائی نمیرسد در گوش
باشند بلند همچو علم در صف نماز
در نهایش تنزل دیگر ضرور شد
هر جا که میروی بیت آصف گرفته است
اگر نقاب زرخ لحظه بر اندازی
سخن بلند زلب همچو سرو شد آصف
در نظر زلف سیه شب رنگ آید اندکی
معنی محوش ندارد لفظ غیر از نیستی
لذت افزائش نعمت نصیب کام نیست
شکر لله چشم عیبی همچو ما رویت ندید
نو نیند شود حرفی بس اگر در خانه گوش باشد
کند پرواز شهرت در فضای عالم لها
دل ببرد آن دلبر طناز نهانی
در دست توانائی ما نیست جز افسوس
در باغ جهان است خزان آفت پیری
با این همه ستم که تو دلارام آمدی
در هیچ مذهبی نبود این ستم روا

که روی آن پری بینی اگر با جور بنشینی

وله

زحال خسته ما هیچگه نپرسیدی
بکار عشق تو ئی خام چون خروشیدی

وله

در گوش اهل سجده اذان محمدی
عیسی چو گفت بعد من اسم احمدی
تو مقتدای وقتی و ما ئیم مقتدی
شوم چو مهرپایی تو گرم مهر بازی
بیا و سعدی شیرین زبان شیرازی

وله

تار شکینش نگر در چنگ آید اندکی
این لغت پیدا نه در فرهنگ آید اندکی

وله

گر تو شکری بزبان از زرق و زرن میبری
ای پری خود را نهان از پیش نظرن میبری
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی
اگر دارد ز جوش معنی برجسته جان حرفی

وله

داغی بجگر مینهد از بهر نشانی
تا همدم برق شده ایام جوانی
پیداست ازین رو که بهارست جوانی

وله

صد شکر می کنم که خریدارم آمدی
زینسان که چون نهنگ تو خونخوارم آمدی

چیست راز دل نمیداند کسی | حل این مشکل نمیداند کسی
عالمی در جستجوی ساحلند | کیست بر ساحل نمیداند کسی

وله

شدیم خاک و زهستی همین بود کافی | گواه سجده کویت زمین بود کافی
گواه درد محبت چه شد که نیست کسی | به پیشش یار دل پر حزین بود کافی

وله

چه بودی آن پریرو یک نفس هم یار من بودی | زبانی همدم و از لطف با من هم سخن بودی
نبودی جز همین پروانه گشتن شیوه جانم | شبی قد موزون تو شمع انجمن بودی
ایدل فدای غمزه خونخوار کیستی | ایدل بدام کاکل پر کار کیستی
تنها نمیکشی تو که صد پاره می کنی | در بسملان بگوی که در کار کیستی

وله

دیده ام از تو من امروز نگاه عجبی | که دلم هست پرستیش گواه عجبی
بدعا دست برآری اگر از دل آصف | در خطرها بنظر هست پناه عجبی

وله

ای یار شگفته رو کجائی | وی شوخ فرشته خو کجائی
دل بسته موی تست آصف | ای کاکل مشکبو کجائی
تا بیخبریم در جدائی | ما ئیم کجا و تو کجائی

وله

تا همنشین چو خاک بدریا نمی شوی | جوهر شناس گوهر لالا نمی شوی
هرگز حضور دل بتو روئی نمی کند | یکسو اگر ز هردم دنیا نمی شوی
حرص مزخرفات جهان دارد حزین | تا آشنا بترک تمنا نمی شوی
آزاد تا نمی شوی از یار دنیوی آصف | سرو ریاض گلشن عقبی نمی شوی
مروتهای تو عامست ما همتا در حسرت | هزار افسوس قدر الفت ما نمیدانی
بحیرت رفته است آصف به پیش جلوه ناز | نمیدانم که میدانی ز حالم یا نمیدانی

وله

بی روئے تو یک ذرہ نداریم قرارے ... با صبر نیا شد دل مارا سروکارے

روزیکہ دو چارش شدم این عرض نمودم ... آنکس کہ دلم برد توئی گفت کہ آرے

وله

وہد گوسرمہ جائے خود غبارم را بجا باشد ... کہ دارد آشنا از آشنا امید اعزازی

محبت نیست محتاج محرک در طلب آصف ... بغیر بال و پر دل میکند سوئے تو پروازی

زخاکساری ما بوی خوش جہانگیر است ... بپائے ہمچو گل خود کہ بر زمین داری

وله

نگشتہ خاک پاں گرد آستان نرسی ... برون ز خود نشوی تا بآنجہان نرسی

بغیر جنس تو از راز دل مگو آصف ... خموش باش تو تا پیش ہمزبان نرسی

دادند ترا دیدۂ بینا تراز آن ہم ... از جام جم روشن جمشید چہ پرسی

رنج سفر چہرہ نمائے برکاتست ... اینجاست عیان راحت جاوید چہ پرسی

جز یار تسلی ندہد جان مرا ... ایدل خبر او کہ نپرسید چہ پرسی

انوار رخش بسکہ عیانست بعالم ... آصف خبر از مطلع خورشید چہ پرسی

وله

ای پری رخسار تو آئینہ روشن بود ... دیدم چو قرص ماہ را در حسن از ان بالاتری

خورشید و مہ را کی رسد ہمسری با حسن تو ... از طرۂ طرار خود از بسکہ صاحب افسری

وله

وردت اگر نصیب او جان ما شدے ... جان بخش تر ز آب حیات دوا شدے

آصف کسے چو چشم کشادے بعبرتے ... ہر مشکلے نماندی و ہر عقدہ وا شدے

وله

ہمرہان را چون قفا بگذاشتی ... پردہ از رو بعد از ان برداشتی

ای برآصف چون نگردی غمناد ... بر طریق دیگران پنداشتی

وله

دل راشد ز جلوہ ات ای یار آگہی ... حیران ندارد از روش کار آگہی

در گلشن مراد سرافراز می شود ... بر نخل قامتے کہ بود بار آگہی

میدهد دولت جاوید بما سایۂ حسنت / که بفرق سر ما بسکه پناه همائی
طالب بدین روست هنوز از چه دل زار / دردمند تو بود آصف وای یار شفائی

وله

ای شوخ چیست سوی گلستان نمیروی / گلها شگفته ست به بستان نمیروی

وله

بعهد خویش نگار استوار بایستی / انیس جان و دل بیقرار بایستی
چه سود ازینکه بهار آمده است و سبزه دمید / که یار گلرخ ما در کنار بایستی

وله

بهتر از وضع ملائم نیست جانرا حارسی / آب سیمین بد بیا از صدمه سنگ کسے
آهن زنجیر باشد زر کامل عیار / سختی خوبان هندی هست سنگ پارسی
جلوه گلزار دنیا هست آصف همچو برق / نیست جا بگذر ز رنگ گل درینجا فارسی

وله

فریاد و ناله است و صدا و فغان یکے / مقصود ما ز شور جهانست آن یکے
چون یکدمی مفید سر انجام کارهاست / غم نیست گلرا اگر آمد شبان یکے

وله

از رنج خار راه اگر جبهه چین ندید / گلهائے تازه روئے بداماں کند کسے
نقشے بر آب میزند آهنگ معصیت / آدم که نفس خویش پشیمان کند کسے
پیری رسید و خواهش عیش و طرب ز دل / آمد خزان چه سیر گلستان کند کسے

وله

می کند هوش و اعم چو جدا میگردی / عهد بستی نروی باز جدا میگردی
نیست امید که از دست تو بینم آرام / گر شوم خاک تو اے شوخ هوا میگردی

وله

بوسه گاه لب افلاک بود جائے علی / اوج امید گرفته ست چمن پائے علی
نیست جز و وجودش ز کرامت خالی / حل مشکل شود از ناخن زیبائے علی
الفت اوست چو ارکان مسلمانی من / شده ام شیفته و واله و شیدائے علی
بیسند قیمتش افزون ز دو عالم آصف / بی بها هست بگو هر کیائے علی

وله

حریص را نبود روز حشر قدرت نطق — دهان پرست از آن در جواب معذوری
جمال یار ز خورشید نیست کم آصف — اگر به پیش رخش نیست تاب معذوری

دیوان دوم کے اشعار منتخبہ جسمیں آپ شاکر تخلص فرماتے ہیں مندرج ذیل ہیں

ردیف الف

صبح دمید باده ده نالهٔ عذر خواه را — پاک ز زنگ جہل کن آئینهٔ گناه را
اوج مقام جاه او کرده بعرش همسری — سرمهٔ بینشی کشم دیدهٔ اشتباه را
کشت هر او منکر است طرفه تر اینکه بهر او — گوش نمیکند کسی زمزمهٔ گواه را
خندهٔ گل نمیشود رنگ زدائی گلفشم — شاکر اثر بود بسی گریهٔ صبحگاه را
لالهٔ داغ ست دل خستهٔ سودائی ترا — گل بود ساغر خون محرم مینائی ترا
چشم دل فاخته سان گرد سرت می گردد — دیده تا سرو قد سرکش رعنائی ترا
دی شنیدم که ملائک مسیحا میخواند — بر فلک شاکر پر شور غزلهای ترا

وله

در بهار خط صفائی حسن افزون میشود — آب بگر میبرند بر رخ غبار آئینه را
از حدیث مهر و کین پیش منافق دم مزن — تا نه بیند راز پنهانی بیار آئینه را

وله

در فراقش هر سر مو شعلهٔ آهست آه — میرود از عرش برتر ناله و فریاد ما
راستیها رهبر آزادی شاکر شود — قامت سروی درین فن گر بود استاد ما

وله

بکه تصویر کشی هیهات انسانی را — تا تماشا کنی این انجمن فانی را
گر ز انصاف بمعموری عالم کوشد — شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را
خار و گل پیش نگاهش همه یکسان گردید — هر که پوشید بخود جامهٔ عریانی را

زلف مشکین به کجا فطرت مانی ز کجا
قلم صنع نوشت این خط ریحانی را

محرم معنی خویش است در اینجا شاکر
هر که در سجده بخواند خط پیشانی را

وله

نگاه میفروشش پرکند مینای خالی را
رخش از خون تری بخشد بهار پرتگالی را

نه هر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد
شکوه پنجهٔ صولت نباشد شیر قالی را

ز شور میکشان تا واعظ را بد فرقها باشد
بحرف و صوت کی نسبت بود اشعار حالی را

بچشم همت خود در نیارد وضع درویشی
نه طاق مشرقی شاکر نه ایوان شمالی را

وله

مدعی از رشک میسوزد چو شمع
گریه بیند گرمی بازار ما

خار فکر باطل از دل بر کشم
گر بود صاحبدلی غمخوار ما

وله

جنابش آستان بی نیازیست
گدا در سجده و سلطان هم آنجا

ز محنت میرسد هر کس به راحت
الم هر جا بود درمان هم آنجا

شکر خواهی بشکرش کوش شاکر
که باشد لطف هم احسان هم آنجا

وله

هر سو رویم یار مقیم خیال ماست
او را چه غم که رنج سفر می کشیم ما

از حال ما چو آینه اینجا گر است غم
گر رخت خود بملک دگر می کشیم ما

وله

در بیابان طلب راه حرم گم کرده ایم
یک مدد از خواجهٔ احرار می خواهیم ما

عمر دراز حاصل گیتی چه باید خواستن
آه گرم و دیدهٔ خونبار می خواهیم ما

وله

بستر آسودگی در خاکساری یافتم
بر زمین پهلو چو نقش بوریا داریم ما

جام ما از درد و صاف عرض مطلبها تهیست
شاکریم از خود دل بیمدعا داریم ما

وله

تو در اینجا فسردهٔ همه گرداب گوهری
بطبیعش بند رخت دل بجهان دگر گشا

نبود جز جنون دوا مرض کار بسته را
همه در بند بر رخت ز دل چاک در گشا

وله
آه دردآلودے باید مرا — نغمۂ داؤدے باید مرا
شکر لله فارغم از نیک و بد — نی زبان بے سود می باید مرا

وله
سوخت تا داغ محبت دل دیوانۂ ما — شمع گردید بگرد سر پروانۂ ما
چهره ننماید و از شاکر اگر دل طلبد — نیست جز دادن جان تحفه شکرانۂ ما

وله
خوش ندارم صحبت عاقلان — صحبت مجذوب می باید مرا

وله
نیست از دشمن غمی چون دستگیر ماست پیر — در جناب حضرت والتجا داریم ما

وله
محو آن زلف پریشان چکند سامان را — بر در خانه مگر جائے دهد طوفان را

وله
یک ساعتے بحرص مده اختیار را — محرم مکن بدیده هوش این غبار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم ایزد است — بی رخصت رسول مکن هیچکار را

وله
کار جهان برشتۂ تدبیر بسته اند — وابستۂ عنایت او کارهائے ما
ما را چه میشود که دران حلقه بشمرند — شاکر رسان بخلوت یاران دعائے ما

ردیف باء موحده

صفائے عارض گلرنگ یارے را دریاب — چمن طرازی این نوبهار را دریاب
زیاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر — بکنج خلوت دل آن نگار را دریاب

ردیف تاء فوقانی

ز سرد و گرم جهان فارغند آزادان — گذشتن از سر او نام کار مردانست
زجان گذشته بجانان سپرده ام شاکر — متاع وصل باین نقد سخت ارزانست

وله
محتسب را بر در میخانه هرگز بار نیست — منکر آنرا با تماشاگاه جنت کار نیست
دامن هر عشرت و راحت بدست محنت است — عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست
گریهٔ گوهرفشان شاکر بهار دیگرست

وله

موسم عیش است و جای دلکش و دلها جوان
در دل ما اثری از طرب عالم نیست

وله

سیر دو عمر زکف تا دلت آگاه شود
چمن عشق و محبت گل در ویشانست

وله

جلوهٔ همت ایشان مقامیست بلند
جوهر آزادی مارا فروغی دیگرست
کیمیای بی نیازی همت درویش است
سوز جگر و دل قبول عبادتست

وله

بیفرع راه وصل نمایان نمی شود
هر یکی را عملی دیگر و حالی دگرست
گر شکوهٔ زمانه کنی مختصر بس است
در باغ آرزو و هوس رنگ و بو گراست

وله

دل ز خیال تو بکشهر خرمی دارد
بودفزونی نعمت بشاکر مسکین

وله

اینخانه تن پرستی و نی آرمیدنست
شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا

وله

الفت او تا بروز حشر زنجیر منست

بیجمال یار یکدم زندگی در کار نیست
همچو سیل آشوب چشم ابر دریا بار نیست
در چنین هنگامهٔ عشرت هوای قهوه است
غیر درد تو درین خانه کسی محرم نیست
غنچه تا چشم کشاید بچمن شبنم نیست
پردهٔ راز آگهی دل درویشانست
منزل خلد کجا قابل درویشانست
هر کجا دل صاف گردید از گهر روشن تراست
کبریای فقر از اندازه این خاکسترست
آن زهد کافریست که درو بی نیاز نیست
شاکر مگو دلیل حقیقت مجاز نیست
رنگ گفتار دگر صورت قالی دگراست
عیش و دام رستن ازین درو سبز بس است
ما را خیال آن گل رخ در و سبز بس است
همین لطف تو اینخانه دولت آباد است
شکر دامیش نعمتی خدا داد است
از ساغر عمر نغمهٔ نامی شنیدنست
این ساز دیدنی که نبود راهی بدیدنست
مهربانیهای افسون تسخیر منست

نصرت دین باور هم گردید شاکر شکر کن — آبی از لطف علی در جوی شمشیر من است

ولہ

پیرو عقل است هر کس تا می گلفام نیست — عالمی گمراه میگردد چو شیخ جام نیست
از طراوت دستگاه رنگ دارد هر گلی — هر که شاکر نیست در دنیی ز اسلام نیست

ولہ

مست الفت را شراب بیگری در کار نیست — گردش چشم تو دیدم ساغری در کار نیست
هر کرا باید سفر کردن اقامت آفت است — کشتی طوفانیم را لنگری در کار نیست

ولہ

عیش اگر در وطن بود شاکر — ناتوان هر کجا فتد وطن است
درد مندان را زبانی دیگرست — هر طپش در دل بیانی دیگرست
گلشن ایجاد را گلچین زنگهاست — تربیت از باغبانی دیگرست

ولہ

حب وطن باعث آزار ماست — شوق سفر پیشرو کار ماست
الفت دنیا بدل ما نزد — این مدد از خواجه احرار ماست

ردیف ثاء مثلثه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث — با رقیبان شده همساز چه باشد باعث
شمع این بزم همان پرتو نازش برخاست — ماند پروانه ز پرواز چه باشد باعث
مدتی دلبر بیرحم بما بود رحیم — باز کرد آن ستم آغاز چه باشد باعث
ناله ها کردم و زین کوه صدائے نرسید — همچو یخ بسته شد آواز چه باشد باعث
شاکر آن راز که دلدار ز ما می پوشید — خود بخود گفت بما باز چه باشد باعث

ردیف الجیم

مستی عشق نباشد بهاران محتاج — نبود شور قیامت به نمکدان محتاج
فکر آرایش خود شیوه آزادان نیست — گردن سرو نباشد بگریبان محتاج

از دل چاک منست اوج غرورش شاکر
نیست با شانہ چرا زلف پریشان محتاج

ردیف حاء حطی

ہر کس کجاست محرم آب و ہوائے صبح
داغ ست آفتاب بذوق صفائی صبح

انجام ہر نفس بود آغاز جلوہ اش
در ابتدائے صبح ببین انتہائے صبح

وله

میدوزد آفتاب بصد تار زر نگار
تا چاک شد ز غفلت عالم قبائی صبح

بہر علاج مرگ گران خواب غافلان
شاکر بود مسیح دم جانفزائے صبح

ردیف خاء

نکردہ ست بت سبز من لب پان سرخ
شدہ ز خوردن خونہائے عاشقان از سرخ

بیاض گردنش از خون من خطے دارد
غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ

نگر ز خاک شہیدان گذشتہ امروز
کہ شد لباس نو از گرد این بیابان سرخ

قبول فیض مدان جز بقدر استعداد
بنو بہار نشد رنگ باغبانان سرخ

ردیف الدال مہملہ

آن کیست بر سفر بگذارد بنائے خود
ہر کس خوش ست در غم شادی بجائے خود

ہر چند دل ز درد غم ہجر داغ شد
شاکر نگفتہ ایم بکس ماجرائے خود

وله

عارفان را رغبت شوق تماشا تہمت ست
دیدہ عبرت بروئے اینجہان وا کردہ اند

بیخبر از سیر دل بگذر کہ خوبان جہان
انجمن در خلوت آئینہ ما کردہ اند

از نسیم صبح توفیق رسا صاحبدلان
کار دنیا را چو گل شاکر بسر وا کردہ اند

وله

بر سر خاک شہیدان گذرے خواہی کرد
در دولت گر ہوس ہمین گلہا باشد

شمع کاشانہ بفریاد دل ما نرسد
آتش افروز جنون دامن صحرا باشد

زناوکی که از نگه او بما رسید | صد رنگ نو بهار گل مدعا رسید
جان و دل و جگر صید گاه اوست | هر جا رسید ناوک شوخش بجا رسید
بر آسمان ز سوز جنونم فسانهاست | کارم بعشق او ز کجا تا کجا رسید

وله

چه حالتست درین عصر کز تغافل چرخ | دعای خسته دلان کارگر نمی آید
نظام کار دو عالم باختیار کسی ست | ز دست کوشش ما هیچ بر نمی آید

وله

بدوستی چشمت می و ساغر نمی ارزد | بان رنگینی عارض گل احمر نمی ارزد
نسیم طره اش دل نمی ربا ید ترک سو کن | ببوی گیسوی او طبلهٔ عنبر نمی ارزد
کجا مجذوب با سالک تواند همسری کردن | بذوق قطرهٔ یک اشک صد گوهر نمی ارزد

وله

یک گل ازین بهار بآفرو نمی رسد | سنبل خوش ست لیک بگیسو نمی رسد

وله

عنان بدست نویسندگان تقدیرست | باختیار کسی را کجا گذاشته اند
بلاکشان محبت بسجدهٔ تسلیم | چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند

وله

ناز صد بیگانه بهر آشنا باید کشید | رنج کوشش ها برای مدعا باید کشید
دامن مقصود تا افتد بدست آرزو | در بیابان طلب بس رنجها باید کشید

وله

محبت پیشه دل از جور الفت بر نمیدارد | حباب سر ز پیش موج تیغت بر نمیدارد
چو شبنم از زمین سبزه نخواهد داشتن شاکر | نقاب از رخ گران خورشید طلعت بر نمیدارد

وله

دوستیها که بیریا باشد | همچو عنقا و کیمیا باشد
فارغم زین جهان بیگانه | یار می باید آشنا باشد
نتوان در حساب آوردن | الفتی را که انتها باشد
شاکر از طالبان مخلص را | هر که دل بستهٔ وفا باشد

نگاهے سوئے مستان می توان کرد
بمژگان تیر باران می توان کرد

بنور شمع حسن عالم افروز
شب ما را چراغان میتوان کرد

چه از نیکی نباشد هیچ کاہے
بدشمن نیز احسان می توان کرد

درین گلشن ز رنگ و بوئے اخلاق
گلے شاکر بدامان می توان کرد

وله

مفتیان رحمے بحالم کرده اند
باده نوشیها حلالم کرده اند

مست جام اشتیاقم دیده اند
سرخوش ذوق وصالم کرده اند

کوشش یاران غمم افزوده است
گرچه تدبیر ملالم کرده اند

در گلستان محبت اہل دل
از کرم شاکر نهالم کرده اند

وله

بمحفلے که مراد شده و گدا بخشند
چه میشود که دل زنده بما بخشند

بشکر کوش ز اخلاص روز و شب شاکر
که گنج نعمت جاوید ازین ادا بخشند

وله

بهر کشادن در میخانه شیخ جام
در دست ساقیان ز رمه نو کلید داد

شاکر بعیش کوش که ساقی ابروئے گل
ما را نوید شوق بجام نبید داد

وله

اے آنکه نا امید شدی از گناه من
بارے به بین که فضل الٰهی چه می کند

آگاه نیست زاهد خود بین ز حال ما
این بیخبر خیال تباهی چه می کند

وله

بنور روئے تو خورشید شد بجا شاگرد
دگر بغیر جلالت شود کرا شاگرد

عنان خدمت استادگی ز دست بده
شود شهنشاه معنی گر آشنا شاگرد

وله

دلم از درد پیش آشنا خالی شد و پر شد
برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد

بهاری و خزانی روز و شب در کار می بینم
ز رفت و آمد خلق این سرا خالی شد و پر شد

کلام عالیست این از صفا شاکر اثر دارد
دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

گوشه گیری قطره را گوهر کند
شاکرا آگاه هم ز مکر آرزو
شاکرا از کنج قناعت هر که فیض اندوز شد
هر کمالے را زوالے در قفا ست
زنده ام شاکر باین امید و بس
چون مئی دیرینه در آفاق شهرت میکند
بے برگ ز آفات جهان باک ندارد
از عالم راحت طلبی بهره ندارد
کم کن سخن که حرف تو بی آب میشود
ورنه مرا بهار مدارا نمے کند
نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر
ز آغاز کار رسید گیسو دراز را
شاکر بمعنی نو من وا رسیده را
ندارد زیب حسنت حاجت مشاطه دیگر
ز رنگ بے نیازیهائے نازا و چه پردازم
بلند و پست ما از عشق گرد و در نظر یکسان
دل هیرو ز دوست و نداریم اختیار
دستش ز دامن مقصود کوته است
تمیز کامل و ناقص نماند در عالم

وله
کامل آنکس کز جهان پا می کشد
در کمند مهر دنیا می کشد

وله
منت احسان کی از ارباب دولت می کشد

وله
غفلت آخر ها پشیما نم کند
درد مندیها مسلما نم کند

وله
منزوی شد هر که در یکرنگی یکساں ماند

وله
رنجبت نخلے که ثمر داشته باشد
آن شخص که در پیش سفر داشته تا شد

وله
این شیوه ننگ صحبت احباب می شنود

وله
سعی نسیم غنچهٔ دل وا نمی کند

وله
آئینها و آئینه ساز آفریده اند
دشمن گداز بنده نواز آفریده اند
صد بار نیست کرده و باز آفریده اند

وله
جهان را بے سپاهی شاه عالم گیر میگیرد
بصد تقصیر می بخشد بیک تقصیر می گیرد
زسیلاب این بنا ها صورت تعمیر می گیرد
مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد
هرکس که بر بساط ادب پا دراز کرد

وله
درین زمانه رواج گهر خزف دارد

فلک مددگر خلق ست لیک شاکر ما — امید گوشهٔ چشم از شه نجف دارد

وله

نعمت ز خاکسار محبت دریغ نیست — اگر فروغ مهر بدیوار می رسد

ای غرّه فریب هوسهای زندگی — غافل مشو که مرگ بیکبار می رسد

افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم — هر چند غم ز دست تو بسیار می رسد

وله

تدبیر عزیزان چه کند با من محزون — دل کی شود آراسته زین شیشه گری چند

خوردیم بسی غصه درین بحر بامید — شاید که بگیریم بدامن گهری چند

وله

دارم امید گوشهٔ چشم از عنایتش — حافظ که خاک را بنظر کیمیا کند

وله

در ابروش اشارهٔ تحقیق مدعاست — در پیش طاق قبله نما جلوه می کند

وله

نیستم ممنون احسان بهار — دامنم پر گل توکل می کند

هر که شاکر گشت دل ریز در چشم — دامن مقصود پر گل می کند

وله

بفکر خستن من نیست حاجت کوشش دشمن — نفس چون خار ماهی نشتر در آستین دارد

وله

کشتیم باک ندارد ز شکست طوفان — کار دشوار چو افتاد خدا ساز شود

وله

جوش غم و نشاط جهان پایدار نیست — بیدل مشو که اندک و بسیار بگذرد

برگشته عالمی ز مریدان شیخ جام — کو محتسب که بر در خمّار بگذرد

وله

طینت اهل کرم از آفت مرگ ایمن ست — نیکنامی تا قیامت کار هستی می کند

هر که شاکر آشنائی معنی تحقیق شد — گرچه در بتخانه باشد حق پرستی می کند

وله

آنها که در حمایت همت سفر کنند — اندیشه کی ز وادی خوف و خطر کنند

دانادلان که نسخهٔ آداب خوانده اند — هر چند قرب بیش حذر بیشتر کنند

وله

وصل کمال پیروی کامل ست و بس — در منزل آن رسد که پی پیر میرود

ز دنیا در لباس دوستیها ولہ فریب دشمن جانی به بیند

بر اوج فلک سایه کند طرف کلاهم ولہ از گوشهٔ چشمش نگهی گر بمن افتد

جائے گله اش نیست که نعم البدلے یافت از کشور هند آنکه بملک دکن افتد

ایمان بدل از حب وطن ریشه دواند خوش وقت غریبی که بفکر وطن افتد

تا خاک شدن دیگرش از کف نگذارم کو بخت که دامان تو در چنگ من افتد

گر شاهان را سیاستی نیست ولہ کی کار جهان نظام دارد

پیری ز سینه جوش شباب هم نمی برد ولہ ذوق شراب میل کباب هم نمی برد

مرا از ذکر محمود و ایاز این نکته شد روشن ولہ که صید عشق خوبان عاقبت محمود میگردد

صلاست باده پرستان که یار می آید ولہ بچشم مست و سر پر خمار می آید

فصل گل ست مروز دیوانه می توان شد ولہ با لیلی جنونی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم بر کاغذ تر شد از اشک من از سر بسر کاغذ

رقم نامه ام از بد نگاه شوق ست یافت زین نارسا رشتهٔ مسطر کاغذ

خط شاکر طپش دل برساند بیار نیست محتاج به پرواز کبوتر کاغذ

حرف الرا المهملة

دل برده میکند طلب از من وے دگر با زلف او فتاده مرا مشکلی دگر

با یاد جانفزائے تو سر سبز عشرتیم در کشت عمر کو به ازین حاصلی دگر

من ندارم جز تو دلسوزی غمخواری دگر ولہ غیر مهرت در دل من نیست دلداری دگر

بهر زاهد سبحه و زنار بهر برهمن بر سر و سودائے دیگر هر کسی کاری دگر

میفزاید قدر مرد از بردباری بیشتر — آدم با حلم باشد اعتباری بیشتر

می‌شود سرسبز تا گردانه امیدوار — چون زمین در سر که باشد رازداری بیشتر

وله

شود زنگت فزون طبع چون گهر دلگیر — برنگ آب روان نیست از سفر دلگیر

چرا از اهل محبت ملول میگردی — که طبع سخت نگردد از خطر دلگیر

وله

ای محبت اشک گرمم بر سر مژگان ببر — یعنی از دل شیشه نذر پریان ببر

نیست حاجت اینقدر سختی کشا گر رفتنت — جان عشق چون نفس بر لب بود آسان ببر

وله

نقش و نگار منظر اقبال دیده گیر — عرض مکرر از لب دولت شنیده گیر

هر جا و هر مقام که قصدت رسیده نیست — منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر

دنیاست زهر مار قناعت فسون او — ہیش از گزند آفتش افسون دمیده گیر

وله

باغ امکان مظهر رنگ است از ایوان یار — صبح هستی نیست جز گل کردن فرمان یار

مصرع برجسته هرگاه موزون میکنم — انتخاب بیت ابرو نیست از ایوان یار

وله

ساغر چشم تو دارد بادهٔ ناب دگر — موج خیز نشئه او هست سیلاب دگر

خواب مخمل فرش راه غفلت آرائی بود — جسم او دارد درین راحت سر خواب دگر

در خم ابروی او مذهب پرست عشق را — بهتر از تسلیم گشتن نیست آداب دگر

وله

جز روی یار نیست گلی خوشترنگ دگر — این گل یقینی است درین نیست شک دگر

همتا زهست ابر بهاری ز هر نسیم — همرنگ او کجاست بجز نمک دگر

وله

چشم ابر نوبهاری در سراغ دانه هاست — جز متاع دل نمی‌جویند در دوران یار

نیست موجودی درین گلشن که بی داغش بود — ابر و رعد و شعله و دود است از مستان یار

وله

رنگ شهرت گل را خودنمائی بیشتر — بالد از اظهار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر بنا هوش هوا ندکشید — نخشد از کار جهان غفلت های بیشتر

وله

نمی شود بفراق تو آشناک آه آخر — ز سعی جان بلب آمد گشت راه آخر

مکن ملامتم ای مدعی که عارف پاک — نوشته است خط نسخ حب جاه آخر

وله

یکدم بیا و بر سر این خفته کن گذر — ببینیم سیر یکدمت آهسته کن گذر

شائسته نیست پای ترا گلشن دگر — در باغ دل بصورت شائسته کن گذر

وله

محبت تو بدل می کنم بجان اظهار — مفید آنچه بود کرده ام همان اظهار

رسا نداده عرض محبت بیار خاموشی — فضولیست که سازیم با فغان اظهار

ازنگاه عالم عقل و هوش و جان ببر — چون دلم آخر تو خواهی برد با سامان ببر

تا به گلزار دلت درد محبت گل کند — نقش خواهشها ز لوح سینه دامان ببر

ردیف الزاء المعجمه

دل عاشق ز درد آسود هرگز — که دید این شعله را بی دود هرگز

ز دل فاش است اسرار محبت — نشد پوشیده بوی عود هرگز

دل شاکر که از هجر تو تنگست — گشاید نغمه داود هرگز

وله

صبا به آن بت شیرین ادای صبر گداز — بگو سلام من خسته دل ز روی نیاز

بیا که خانهٔ دل بی غبار رنگ دوئیست — صفائی آئینه در راه تست پا انداز

ز صبح فیض عنایات محی الدین — صفای قلب طلب میکنم بعجز و نیاز

وله

برون نداده فغانم نوای پردهٔ راز — شکسته رنگی من گشته اینقدر غماز

قبول بندگی در گهم کند چه شود — جناب سید گیسو دراز بنده نواز

دل شکسته ارادت بشیخ جام آورد — گشاد کار نه در روزه بود نی بنماز

رسید موسم گل سازِ عیش کن آغاز — بجام و شیشه و نقل و کباب و می در ساز
همین همت آن پیشوای اهل سخن — نموده ام غزلی نذر حافظ شیراز

وله

خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز — در چمن آمد بهار و رنگ میبازم هنوز
داغ انجام وفا شاکر کجا باید شمرد — دیدهٔ محرم نشد از رنگ آغازم هنوز
دردِ عشقش را ز چاک سینه خود چاره ساز — گر گشاد کار میخواهی گریبان پاره ساز
صیدِ دل کردی بوجه احسن و روی سفید — سیر این مهتاب در آئینه رخساره ساز
اجتماع لفظ بد تاثیر دارد در کلام — نفس را گر زور باشد دور از اماره ساز

وله

از جوش بهار قدرت گشت چمن سبز — بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز
در فصل خزان سبز چمن نیز توان کرد — زان روی که گردید بدل یاد وطن سبز
از باد خزان نخل بهشتی نبرد رنج — از فیض حق و لطف نبی هست و کهن سبز
شاکر نتوان خانه نشین ساخت جنون را — امروز که صحراست نه از طرف چمن سبز

وله

دادند تا بدست بتان اختیار ناز — رنگین تر از بهار گل آمد بهار ناز
شاکر چو وضع شیخ بگلشن بود صواب — جز گوهر نیاز نزیبد نثار ناز

وله

ز هستی کی شود محو اصل بد لا — غبار ره توئی از راه برخیز
بلطف مولوی رومی و جامی — ببین شاکر جمال شمس تبریز

ردیف سین مهمله

آشیان در هر کجا بستیم بی زحمت نبود — گوشهٔ آرام ما چاه زنخدانست و بس
کسی از خوان قسمت روزی خود می خورد — رزق غفلت پیشگان اندوه و حرمانست و بس

وله

بباغ دهر مگو نیست بار و زر نرگس — شه و گدا همه دل بسته اند بر نرگس

درین چمن دلی از حب جاه خالی نیست | تهی نساخته پهلو ز سیم و زر نرگس
فروغ باغ ز نرگس بود از آن شاکر | که هست از همه گل صاحب بصر نرگس

ردیف شین معجمه

آسوده ز اندیشهٔ هر سود و زیان باش | چون آئینه از عالم حیرت زدگان باش

وله

هر کجا ز محبت راحت میرسد | دردمند و خسته و بیمار باش

وله

تلاش معرفت خویش از آن و این غلط است | مرو به هیچ طرف گوشه گیر دامان باش

وله

غافل مشو ز خاک نشینان چو آفتاب | ای صدر آستان خبرے می گرفته باش
ایدل چنین به بستر راحت چه خفتهٔ | از غم کشندگان خبرے می گرفته باش
چون عاقبت ترا بسرِ خاک رفتن است | غافل ز آنجهان خبرے می گرفته باش

وله

طالب درد بیم درمان نباشد گو مباش | پرس جوئی از طبیبان گر نباشد گو مباش

وله

ای سخن در وصف خوبان بر لب امید باش | از فروغ این معانی کوکب امید باش
جز محبت نیست امید دگر در خاطرم | ای محبت در دل من مطلب امید باش
تا بفهمی معنی اشک محبت را که چیست | همچو طفلان روز و شب در مکتب امید باش

وله

بشوق کوئے محبت ترددے داریم | شبے بود که بیاید بچشم ما سحرش
فغان که یار بفریاد ما دمے نرسید | هزار ناله کشیدیم و نیست یک اثرش
ز فیض نقش فزون تر بود از ویمنے | کسی نام محبت نکند بر جگرش
نهال صبر نشانی اگر بدل شاکر | بقدر حوصله یابی حلاوت از ثمرش
خاکساریهائے من بوسید نقش پائی یار | خواب راحت می کنم در سایهٔ دیوار خویش

وله

طرح گلشن ریزد از خندیدنش | غنچه ها را وا کند بالیدنش

وله

نیست رنج شور و شر در آبشار — عاشق آسوده است از نالیدنش

سیر عالم نیست پابند همین پا سودنی — گر خیال تو رسائی میکند سیار باش

گر خبرداری ز اقرار زبان تصدیق قلب — در چمن زار بیان گفتار با کردار باش

ردیف صاد مهمله

در محبت خلوص می باید — می کند حبت چو وفا اخلاص

جز محبت کجاست درمانی — درد بیمار را شفا اخلاص

فرق باشد در آسمان و زمین — زاهدان در کجا کجا اخلاص

وله

بی نصیب از وجد و حال افتاده اند این صوفیان — می نماید جلوهٔ اینها گوشهٔ دستار رقص

غافلان را نیست تکبیرے بغیر از وجد و حال — میکند خوابیده را از نای هو بیدار رقص

ردیف ضاد معجمه

با مقدم بهار نداریم با غرض — در دل بود رسیدن آن آشنا غرض

تن پروران با گل و شکر بند مبتلا — زان رو که آشناست بآب و هوا غرض

بر درگهش که نیست غباری جبین ماست — شاکر کجا فتاده و باشد کجا غرض

ردیف طاء منقوطه

تا بنازم سر بتیغ آبروت جانرا چه حظ — کفر زلفت گر نزد راه دل ایمان را چه حظ

عیش ما جز پرسش و جوئے لطف تو آماده نیست — گر نباشد میزبان خوش خلق مهمان را چه حظ

وله

در دولت تا غم نباشد غمگساران را چه حظ — بی امید یاریت امیدواران را چه حظ

رخت بیماری ز تن افکند بیرون احتیاط — ای ز درد عشق تو پرهیزگاران را چه حظ

چون رود افسردگیها از چمن بی لطف ابر — جلوه پیرا گر نگردی خاکساران را چه حظ

لذت احسان ز نا شکران نمی یابد کریم　　گر بیارد بر زمین شور باران را چه حظ

درد عضوی میبرد اعضای دیگر را ز کار　　گر بود یاری سیه رنج یاران را چه حظ

تا نماند غنچهٔ دل تنگ ساغر غیر ازین　　زین روا رود در جهان باد بهاران را چه حظ

ردیف عین مهمله

دلها چو عجب ساخت خم زلف یار جمع　　مردم شوند بهر امان در حصار جمع

تا دل علم بعشق شد از خویش میرود　　کی ماند هست میوهٔ سر شاخسار جمع

کز پرتو جمال و سواد نگاه　　در چشم خلق آمد بلبل و نهار جمع

چون موج کز جدائی بحر است مضطرب　　در دوری تو نیست دل بیقرار جمع

شاکر امید شد که کشد دامن دلم　　تا کرد یار راز مژه اش خار زار جمع

ولہ

سراپایش بهار کفر و ایمانست در واقع　　کجا زلف چه رخ زنار و قرآنست در واقع

چراغ عالم افروزست شاکر عارضش بیشک　　جبینش بیگمان خورشید تابانست در واقع

ولہ

پیش آن رخسار تابان گر بسیم نام شمع　　آتش خاموشی فتد در زبان و کام شمع

نیست جز برباد رفتنها درینجا حاصلی　　غفلت ما را اشارت می کند انجام شمع

حرف غین معجمه

تازه شد از زخم گیسوی تو سودای دماغ　　فکر من شمع دل افروخت ازین دود چراغ

وحشتم را رهبر بادیهٔ گمنامی ست　　که دران بادیه گرد پر عنقاست سراغ

ولہ

بهوس چون سحر آمدم که رسیدیم بباغ　　پیرهن بهر خشت ز پاس بدیدیم بباغ

چون گل آخر ز جهان قطع تماشا کردیم　　ساغری چند بهر رنگ رو دیدیم بباغ

باغبان گر چه ز ما راز چمن پنهان داشت　　روغن از مغز دل غنچه کشیدیم بباغ

شاکر از خاطر ما رفت خیال دو جهان
دلربا نالهٔ امروز شنیدیم بباغ

حرف فا

نالهٔ زارم نشد همدم بگوش یار حیف
می سزد گفتن بجای نالها صد بار حیف

در هوای ابر و جوش سبزه و فصل بهار
جلوهٔ پیرایی ندارد قامتش بسیار حیف

بر هنرور می کند تعطیل ظلمی آشکاره
ناوک مژگان او باشد اگر بیکار حیف

جذبهٔ دل شاکر نباید راز عشق او
آشنا گردد اگر گوشی باین اسرار حیف

ردیف قاف

گر شود شوق طلب یاره رفیق
می توان رفتن بمنزل با رفیق

بهتر از شوقش رفیقم نیست کس
درد جانم شد از آن رو یار رفیق

پاس انفاسم درینجا شد ضرور
تا دمی همراه شود آنجا رفیق

وله

نظر بلطف تو دارند یک جهان مشتاق
همین منم بجفاهای تو بجان مشتاق

زمان زمان بسرت سایه شوقش اندازد
تو هم شوا ز ره انصاف یکزمان مشتاق

مرنج گرچه رقیب از درش ترا راند
که نیست هیچ خسیسی بمیهمان مشتاق

وله

یار شمع است و دل سوخته پروانهٔ عشق
داغ کافیست همان چارهٔ دیوانهٔ عشق

بر در دوست گدائیست ز شاهی بهتر
گنج دولت همه قسمت بویرانهٔ عشق

وله

گر شود تشویش دنیا خار دامنگیر شوق
قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق

خضر باید اقتدا اینجا بصد منت کند
تا ره من شده امشب رهبر شبگیر شوق

ردیف کاف تازی

رسید غم بدلم شد چو او بمن نزدیک
ز شب اثر نبود چون شود سحر نزدیک

زقرب وعدهٔ او جوش عشق افزاید — ببال کسب هوا چون فتد سفر نزدیک
درین جهت سخنم سبز گشت در عالم — که آه خسته دلانست با اثر نزدیک
دعای صاف دلان مستجاب میگردد — دران زمان که شود شیر با شکر نزدیک

وله

دماغ نازک یارم ز بوی گل گیرد — بناله گرم مشو ای جرس مدار ای باک
بجوم خلق بخلوت گزین زبان نکند — شکر نصیب تو شد از مگس مدار ای باک
فدای مصرع برجسته‌ام که شیخم گفت — هزار جان بلب آری ز کس مدار ای باک

وله

سخت تر میسازی از بهر شکستم دل سنگ را — کردهٔ این بیضهٔ فولاد را حاصل ز سنگ
با وجود سخت جانی نیستم بیجوش اشک — در محبت کرده‌ام آئینه حاصل ز سنگ

وله

زیاد عاقبت کار در بدایت حال — برنگ غنچه درین باغ مانده‌ام دل تنگ
فغانم آن بت بیرحم هیچگه نشنید — گداز درد رهی وا نکرد دل سنگ
اگر بعشق شهادت طلب کنی شاکر — گواه درد دلم نیست جز پریدن رنگ

وله

باین نشاط که داد هوای کرناتک — کجاست خلد چو عشرتسرای کرناتک
چه شرح آب و هوایش دهم نمیدانم — که صبح جامه درد بر صفای کرناتک
گشادبستگی طبع عالمی دارد — سواد گلشن بهجت فزای کرناتک
ز آبیاری حسن بتان ماه جبین — چو جوی شیر بود کوچهای کرناتک
غبار او همه زربخش تر ز اکسیر است — چه گوییم از عمل کیمیای کرناتک
عروس ملک باین زیب بی بدلی دارد — که دوزند ملائک قبای کرناتک
ز کوس نصرت دین محمدیست بلند — اذان بمنبر تختهای کرناتک
ز فیض سایهٔ عدل محمدی امروز — گرفته خواب عدم فتنهای کرناتک

گر از تجمل کونین در نظر آید
دمے که سایه فگن شد همای کرناتک

گشودن در فردوس هم همین باشد
وگرچه وصف کنم فتحهای کرناتک

ز عاشقان نظرباز میبرد دل و دین
برنگ خط بتان سبزهای کرناتک

ببین بچشم بتان میبرد چه سرمه بکار
غبار کشور گوهر صفای کرناتک

فزون بود بمراتب ز خسروان عجم
بطمطراق تجمل گدای کرناتک

عجب مدار گر از شوق بسته ام زنار
دلم ربوده بت خوش ادای کرناتک

دل شکسته درو های تازه گلجوست
باین صفت چمنی کو سوای کرناتک

ز سینه تا به بهشت آرزو چه بهره برد
مگر دوباره چشند انبهای کرناتک

کسی نیافتم اینجا ستم کش افلاس
فگنده سایه بعالم همای کرناتک

درین طربکده آنکه غنچه نتوان یافت
که یک گلست بهر فضای کرناتک

گلی درین چمن از رنگ ناز خالی نیست
پریست جلوه گر از شیشهای کرناتک

یکی ز صد نتوان گفتن و صدی ز هزار
بدور لیل و نهار از ثنای کرناتک

ز جنس تافتهای و مشجر زرباف
کشیده سر بفلک خیمهای کرناتک

ز کشتزار کرم میدهد عجب امید
بجای دانه گهر خوشهای کرناتک

بنشاهٔ طرب انبساط شاکر ما
فزون ز بادهٔ ناب است لای کرناتک

ولہ

ظلم است وضع هر شی در غیر موضع او
عرفان چو رو نماید بر اهل آن مبارک

آئینه حضوری جای حضور حسن است
دیدار دیدن او بر حاضران مبارک

آشفته شد نه تنها جانم بآن دو گیسو
بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ردیف لام

در بهاران میفزاید رونق بازار گل — موج آبی تازه می آید بروی کار گل
جلوهٔ حسن خزان کم نیست از جوش بهار — میرباید هوش بلبل شوخی رفتار گل
رنجها باید کشیدن تا از اینجا مفت نیست — گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل
نیست آسان محرم راز ادب سنجان شدن — هست هر برگی زبان خامش گفتار گل

وله

فکر گلریزیان کند شنا کرا گر جا در سرم — میشود دستار من رنگین تر از دستار من
شور جنون فکنده در آفاق بوی دل — تسخیر کرده هر دو جهان های و هوی دل
جولان کس بعالم معنی نمیرسد — سعی قدم کجا و کجا جست و جوی دل
مینا زمی تهی کن و ساغر بسنگ زن — لبریز راز کن ز محبت سبوی دل
غنچه با انتظار آن تبسم میکشد — کی نسیم صبح بگشاید گره از کار دل
ای خریدار محبت از متاع درد و داغ — هر قدر خواهی مهیا گیر در بازار دل

وله

تا خیال آن پریرو تنگ دارد در بغل — شیشهٔ دل صد هزاران رنگ دارد در بغل
از دل زاهد کجا سختی برون خواهد شدن — شیشهٔ قلبی ست کاین بی ننگ دارد در بغل
فاضل بیمعنی این عصر از بهر جدال — خشت جای نسخهٔ فرهنگ دارد در بغل
تا کند وضعم باهل عالم اندک انبساط — گل بجای خشت بهر جنگ دارد در بغل

وله

بخوبی نیست چون رویش دگر گل — کجا این رنگ و بو باشد بهر گل
درین گلزار بی آن مهر تابان — جمال آب و رنگی هست در گل
بدنیا بسکه دل بستند یاران — شگفته نیست یک خاطر مگر گل
چو شاکر گشت تسلیم رضایش — برنگ شاخ گل شد سر بسر گل

وله

باتفاق توان عالمی مسخر کرد — برآر گرچه به آئین پایهٔ صحبت گل

برنگ و بوی دو عالم مسخرست اینجا
بدوش شاه و گدا میبرد رایت گل

وله

گر الفت علیست بجانت چو آئینه
از کوثر قبول کنی شست و شوی دل

وله

طبع یارم گلشن است و صفحهٔ رخسار گل
بلکه در پیشش خجالت می کشد صد بار گل

گر ز مستی نرگسش ساغر بگیرد در چمن
می نشیند گوشهٔ چون بیدلان بیکار گل

از دوام رنگ دارد حسن او نسبت به حق
جلوه گر شاکر بباغ بینشو یکبار گل

حرف میم

خاطرم دارد هوس تا حرف مشکل بشنوم
از لب آئینه یعنی چیزی از دل بشنوم

آرزو دارم که رمزی از لب جان بخش یار
با ادب از دور بنشینم مقابل بشنوم

واعظ بیدرد از افسونهای پوچم می کشد
پند جان بخشی مگر از صاحبدل بشنوم

بیدل صاحبدل شاکر چه خوش فرموده است
هر چه لیلی گویدم باید ز محمل بشنوم

وله

بی خجالت ز چمن جام تمنا نکشم
گر نمایند بهشتم بری آنجا نکشم

تیغ و خنجر نشود سد ره الفت من
محو تسلیم توام گردن از اینها نکشم

عشرت زندگی اینست که دلدار اینجاست
ورنه زین یکدو نفس منت بیجا نکشم

بچه کار آیدم این دست معطل فردا
شاکر امروز اگر دامن او را نکشم

وله

وقت آنست که دل محو پریزاد کنم
گوشهٔ حیرتی از آئینه ایجاد کنم

جست و جوی خرم پایهٔ جامی دارد
کو جنونی که بطور خودش آباد کنم

ای تمنا بادب باش که آن محرم راز
حرف دل می شنود بهر چه فریاد کنم

وله

بسکه شوقت بدل رقم زده ایم
نفسی غیر آه کم زده ایم

نسخهٔ دل نقوش او دارد
بر خیال دگر قلم زده ایم

لباس آن پری پروازه پر طاؤس می بافم / ز داغ الشعش کرتهٔ فانوس می بافم
درین گلشن بهار رنگ تنگ همتی دارم / همین نامم و پیراهن ناموس می بافم

وله

تماشای بهار همیشگی میکنم / خانهٔ دل را ز فکر غیر خالی میکنم
مخمل و دیبا بخواب خاکساری کی رسد / زین قماش از بهر نازش فرش قالی میکنم
خانهٔ بهتر درینجا از بنای عجز نیست / ظرف دل از خاکساری بها سفالی میکنم

وله

در وصف خط او سخنم سبز شد مدام / چون خضر یافت ز آب بقا لبم
جز درد نام او نبود آرزو دگر / با دل موافق است درین مدعا لبم
شاکر درین دکان هوس هیچ آئینه / جنسی نچیده است بیک مدعا لبم

وله

تا یاد یار را ببر خود گرفته ام / خوش میوهٔ ازین شجر خود گرفته ام
در کیش خاکساری عاشق دمی کجاست / از نقش پای او اثر خود گرفته ام
از جوش فیض دیدهٔ بیدار شاکرم / فال مراد ازین سحر خود گرفته ام

وله

هر شبنم بیدار دارد حیرت افزا جلوهٔ / سبزهٔ نم چشمک چو انجم پاسداریستم

وله

میرمی از برم الشیوخ و بیت می سازم / چه شود باز بیای بسرت جان بازم
شاکر از رهبری یاد تا پوست کرد / شوق از آن روست که شد بال و پر پروازم

وله

سراغ راحت منزل درین وادی نمی دانم / تلاش هست و جو بیهوده چون ریگ روان دارم

وله

آئینه محو آن رخ گلفام کرده ام / خیل پری بشیشه ازین دام کرده ام
شاکر بغیر شکر ندارم وظیفه / تا دل اسیر آن بت خودکام کرده ام
یاد آن رخسار کردم گل دمید از پیکرم / نو بهار تازه جوشید امشب از بر برم
با وجود گریه نومید از محبت نیستم / گوهر افشانیست در راه بتان چشم ترم

آشنائے شکوہ کی گردد لب تسلیم من | در جفا و جور خوبان از تہ دل شاکرم

ولہ

آگہ از رمز محبت شد دل دیوانہ ام | گشت لبریز زلال معرفت پیمانہ ام

ولہ

دل را اسیر دیدۂ خونبار می بریم | دیوانہ را بدیدن گلزار می بریم

مست عشقیم و باسرار جنون پی بردہ ایم | ما عنان دل بعقل دوربین نسپردہ ایم

ولہ

نامہ بیرنگ کرا قاصدے درکار نیست | ہست بربال نگہ پیغام از خود رفتنم

شاکر از سیر جہان مدنگاہ نارسا | دوختہ از طول امل صد رشتہ تدبیر اہم

ولہ

نورد درد و داغ وفا سوختنم کرا گویم | رنگے ندارد این ہوس فکر کار خود خرم

ولہ

رستہ ام از غم وابستگی کار جہان | بستۂ سلسلۂ کاکل پیچان توام

گر غبارم نرسیدہ است بکامی اینجا | روز محشر برسد دست بدامان توام

ولہ

سوختست از بس در جدائیہا سراپا پیکرم | عالمی گردید نہان در دل خاکسترم

دانہائے اشک گر از ہجر میریزم بخاک | پای بر تاج شہان دارد ز عزت گوہرم

می نگارد بسکہ نقش طرۂ او خامہ ام | کوچۂ زنجیر باشد سطرہائے نامہ ام

حرف نون

کیست گوید با تو آن کن این مکن | جز ترحم بر من مسکین مکن

مخمل و کمخواب رنگ اعتبار | دستگاہ بستر و بالین مکن

راہ و رسم کجروی را دل مدہ | پادشاہ خویش را فرزین مکن

ولہ

ہست دنیا زراعت عقبی | غافل امروز کار فردا کن

ولہ

خاک درگاہ ترا مالیدہ ام تا بر جبین | کی گذارم چون فروغ مہر بر ہر در جبین

صورت تدبیر را میدید و تمثال ہوس | داشت بر آئینہ زانگر اسکندر جبین

بدیدن دل بود مائل چه دیدن دیدن یاران / الهی دور کن ظلمت چه ظلمت ظلمت هجران

حرف واو

جسم بیجا بینیم ما را دستگاه ناز کو / بال ناپیداست دیگر شوخی پرواز کو

رنگ گلزار جهان شاکر زفیض اولیاست / غافلست آن که گوید حافظ شیراز کو

ولہ

از گفتگوی بیهده باید به بست لب / شاکر وزان بگوش که آید بکار تو

ولہ

در ملک دلبری همه جا سکه ات زنند / صاحب تو ئی بکشور و خوبان غلام تو

بر روی نیک و بد در آئینه هست یار / روشن برنگ صبح بود فیض عام تو

هر که شد مبتلای تمنا کو / جان نبرد از بلای تمنا کو

سوخت خود را آتش دوزخ / هر که شد آشنای تمنا کو

حرف هاء هوز

زلف تو تا دل برد از گره / بهر همین ست سرا سر گره

ابرویت ای شوخ گره گر زند / لطف نمائی از دل من بر گره

عقده بکار تو زتر دامنیست / وا نشود هیچ چو شد تر گره

هر گره هست ندامت طلب / چشم تامل که بود بر گره

زد بسر زلف تو شاکر بشوق / از دل صد پاره مکرر گره

جز روی لست روی دگر دیدنم گناه / یارب مرا نمای بسویت زلطف راه

خم گشت پشت زاهد و آهش اثر نداشت / چون حلقهٔ کمان که شود چله اش تباه

جز درد دل بیاره نگفتیم مطلبی / شاکر سخن زیاده کسی چون کند تباه

ولہ

دل براه انتظار جلوه ات بیچاره / میتوان سر حال کردن ترحم پاره

درد مندیها نیامد خالی از آسودگی — شد طپیدن های ما از بهر دل گهواره

شب بسر بردیم در فکر دل ما وا نساخت — پشت چشمیم و در انتظار تن بود چون سیاره

از دعاییم چون دل حباب فارغ شد ز غم — ز نیچه نشا کر نباشد حاجت غمخواره

وله

می کند سیر لوح و کرسی و عرش — آنکه گردید خاک پای همه

شور عالم کجا بود بیجا — داشتی گوش بر صدای همه

ردیف یای تحتانی

نیست دردی در دل از عاشقی دم میزنی — نقش بر باد است این آبی که بر هم میزنی

بگذر از تشویش دنیا اندکی آسوده شو — تا بکی غافل نفس از بیش و از کم میزنی

وله

بمکتوبی دلم را شاد کردی — محبت خانه آباد کردی

دل از نقش دو رنگی پاک کردند — ز زنگ آئینه را آزاد کردی

خراب آباد ملک بیخودی را — بخوابم آمدی آباد کردی

نمی آید ز شاکر غیر شکرت — گر انعام و اگر بیداد کردی

وله

بخط جادهٔ تسلیم باید از خود رفت — عنان کار نباشد در اختیار کسی

بسیر این گل و گلزار کی شوم مائل — دلم فریفتهٔ سست الفت بهار کسی

وله

بمردن هم هوس ست از عزیزان بر نمیدارد — کشوده مردهٔ صد ساله از حرص کفن چشمی

کجا دوری شود شاکر حجاب ره که مجنون را — ز نیش عشق لیلی گشته هر رگ در بدن چشمی

وله

یک قلم روی زمین رنگین عاجز نیست — یاد می باید گرفت از بوریا افتادگی

سرنشیبها دور خست خاکساری های ما — آرزو بیم عاجزی و مدعا افتادگی

وله

کوششت آن دم ز مور خوش شنود — که بصر باد و بینوا برسی

وله

گر او آرام جان بودے چه بودے — انیسم یکزمان بودے چه بودے

گل روئے نواے گلنار جانی — جهان عاشقان بودے چه بودے

وله

نهال ناله می کارم گل سودا بر دارم — اسیر شوق دیدارم تو همراهی شوخ میدانی

وله

صبح گاهے از دل صد چاک من — سیر کن گلزار و گل چین اندکے

وله

ترا از حیرت دل آگهی نیست — طریق پاکبازان را چه دانی

فسون نا دلت از آتش عشق — حدیث جانگدازان را چه دانی

ز استغنائے حسنت آگهی نیست — مزاج بادشاهان را چه دانی

تو خوناب جگر ناخورده شاکر — بهائے لعل خوبان را چه دانی

وله

درینجا اختر کاهشهاست مسجود جهان گشتن — مه نو گر نه بینی شکل محراب است پنداری

بنهر میهائے دشمن سخت نتوان شد درین دریا — گلو را گر نگیرد قطره گرداب است پنداری

وله

اگر از لطف بکاشانه ما می آئی — دل و جان ما فدایت که بجا می آئی

بر سر خاک شهیدان گذرت افتاده ست — که تو امروز چنین لعل قبا می آئی

وله

جان ز تن خواهد رمیدن فکر کار خویش کن — گر سلیمانی که روزی داغ این خاتم شوی

از دو عالم گوئے اقبال سعادت برده — گر به نیکان یکنفس از صدق دل همدم شوی

چون نباشد کاروبارت بیریا شاکر چه سود — گر به بخشش شهره آفاق چون حاتم شوی

وله

قصر جهان ندارد بنیاد پایداری — در گل نشسته نیمی رفته بآب نیمی

آسودنت درینجا با اعتدال سیاست — یعنی بسایه نیمے در آفتاب نیمی

زین بهر قطره هارا یکسان نمیتوان یافت — چون گوهر است نیمے همچو حباب نیمی

معموری جهان بود چون نیشهائے ساعت — آباد گشت نیمے تا شد خراب نیمی

زان اشکها که در هجر شاکر ز دیده ریزد　　چو شعله هست نیمی هم رنگ آب نیمی

وله

خاک ما بر باد خواهد داد آخر آسمان　　دانه چون بشکست دارد زحمت پرویزنی

همچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردنش　　هر که با خود دارد از اسباب دنیا سوزنی

وله

همه تن حضور گردد دلت از فروغ حیرت　　اگر از ادب زبانی بصفا رسیده باشی

وله

شمع بزم ماست امشب روئے تابان کسی　　باده در جام ما ز لعل درخشان کسی

عمر ما شد از بد و نیک دو عالم فارغیم　　نیست ما را از خیال کفر و ایمان کسی

فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش　　نیست ما را آرزوی باغ و بستان کسی

وله

قدم بردار ازین گلزار کلفت سوئے صحرائے　　اگر بوئے بر دل از گل خود روئے صحرائے

ز اسباب تعلق خویش را بیگانه کن شاکر　　اگر وارستگی خواهی نشین پهلوئے صحرائے

وله

جهان را بیک چشم اگر دیده باشی　　بد و نیک هستی چه فهمیده باشی

ندیدی سر انجام احوال خود را　　چه حاصل دو عالم اگر دیده باشی

وله

دوربیت نیست کم از رنجوری　　می طپیم عمرهاست از دوری

وله

الهی با طرب پاینده باشی　　برنگ گل سراپا خنده باشی

از خردمندان قدم بر نیز زند تدبیرے　　می‌دمد در پائے شیران سبزهٔ زنجیرے

هر دو عالم حاصل سوز محبت آمده است　　نغمه تا تاثیر شد نخواه در جا گیرے

وله

ساختهٔ عاشقم باز پشیمان توئی　　منتظرم بر رهت پاے بدامن توئی

باخته‌ام جان و دل تا عوض آمد بدست　　در تن و در جسم من هم دل و هم جان توئی

عشق تو برباد داد صبر و قرار دلم　　خاک ضعیف مرا رهبر جولان توئی

چون تو بتان را کجاست صد هنر دلبری　　مالک دلها شدی صاحب ایمان توئی

از تو بود هرچه هست لیک ز روی ادب
درد نگوییم ترا صورت درمان توئی

ذره صفت شاکرست محو فروغ رخت
بر فلک دلبری مهر درخشان توئی

وله

خوبان تمام انجم و خورشید آن یکی
از گلرخان نبرد دلم جز همان یکی

کثرت نمودست بجز پردهٔ خیال
در پیش چشم آمد و هفت آسمان یکی

دل داده ایم ما بهمان یک نگار و بس
چون ممتحن یکیست بود امتحان یکی

نیرنگ اینجهان نفریبد اگر دلت
گردد به پیش تو بهار و خزان یکی

وضع خوشست اشاره بتوحید میکند
جز یک سخن نگوی که باشد زبان یکی

شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم
با ما چو یار هست نهان و عیان یکی

وله

فریاد و ناله است صد آه و فغان یکی
مقصود ما ز شور جهان است آن یکی

چون یکدلی مفید سر انجام کار ماست
غم نیست گله را اگر آمد شبان یکی

نقصان براستی نشود جمع هیچ جا
بالید پائے سرو در آب روان یکی

وله

زکوی یار خبر یابد از هزار یکی
بقصد صید جهان میکند شکار یکی

باختیار تو کردیم کارها و نبود
ز هیچ وجه ازینها باختیار یکی

وله

احتمال صدق با کذب خبر باشد یکی
نیک و بد محسوس پیش نظر باشد یکی

ظاهر و باطن همان یک جلوه یارست و بس
در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکی

محنت و آرام یکرنگانه صحبت داشتند
پیش تسلیم و وفاجویان خیر و شر باشد یکی

سعی دنیا را مکن نسبت بعیش آخرت
راحت و آسودگی کی با سفر باشد یکی

وله

زاختلاط اهل اغراض است نفرت ایمنی
به بود زین آشنائیها رم بیگانگی

دام پنهان کی نماید صید را راه امان
آفت نفس است پیش از دشمنان خانگی

گر ترا در وادی عشقش نباشد زهره
همتی در یوزه کن از عالم مردانگی

وله

می شود ز گوهر مقصود دامنش
گر بیهری بدیده گریبان کند کسی

بیهری ربود خواهش عیش و طرب دل
آمد خزان چو سیر گلستان کند کسی

هر آشتی که هست ز گوش و دست و چشم
تا چند احتیاط ز یاران کند کسی

جز جان ناتوان چه بود در بساط مور
گر عرض هدیه اش بسلیمان کند کسی

وله

بازی دهد مرا ز گل رعنای طبع تو
گاهی چو رنگ پخته گهی خام می‌شوی

از سعی ما چه فائده حاصل شود بگو
از خویش میرویم که تا رام می‌شوی

وله

فرصت ابدیده چو آئینه بجز حیرت نیست
تا بهر رنگ درین باغ تو وا میگردی

دولت راحت اگر کس برد از سایه تو
جلوه پرواز پر و بال هما میگردی

وله

بوسه گاه لب افلاک بود جای علی
اوج امید گرفته است چو من پای علی

نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی
حل مشکل شود از ناخن زیبای علی

برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است
چهره افروخته درین باغ سراپای علی

میشود زنده بجز فرش تن بیجان بشتاب
چشمه آب حیات است سخنهای علی

راه مقصود باین نور به بیند همه کس
روشنی داد بخورشید و مه رای علی

میبرد قیمتش افزون ز دو عالم تشاکر
بی بها هست بسی گوهر یکتای علی

رباعیات

منزلگه عاشقان مکانی دیگر ست
در سینه نگاه شان جهانی دیگر است

در دیر و حرم گر نروم معذورم
پیشانی من بر آستانی دیگر است

گردید سفید مویت از سیر بها
داری ز خضاب صولت شیر بها
چشمت مژه ریخت در تماشا و هنوز
با هر ره نگاه هست بدل سیر بها

وله

از جور تو ام لطف نهانی دگر است
با دل ز خیالات امتحانی دگر است
هر چند میکشی ز شوق بیعت
هر دم به تنم چو شمع جانی دگر است

وله

شور دل هر کس ز جهانی دگرست
در جرگهٔ عاشقان فغانی دگرست
زین ناله و آه نتوان بردن
در عالم عشق امتحانی دگرست

وله

شهرت بدل خلق بیاض بغلی است
خطش و سطرست نی خفی و نه جلی است
چون آئینه روی عالمی جانب تست
وضع تو زبسکه خو گر صاف دلی است

وله

هر چند جهان نقش نگینت باشد
یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
هرگاه بحال خویش واهی نگری
اونیست که در سجده جبینت باشد

وله

من با تو چو شیشها بمل نزدیکم
با آب بقا ز وضع بمل نزدیکم
در پیش تو ام گرچه بظاهر دورم
ای غنچه بتو چو بوی گل نزدیکم

وله

در یاد تو ام از تو جدا نزدیکم
چون دل بخیال مدعا نزدیکم
دایم بتو روی هر کجا خواهی بود
دایم بتو چون قبله نما نزدیکم

وله

از حسن خیالت بصفا نزدیکم
در پیر تو شهرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست
من در یاد تو با خدا نزدیکم

وله

ای آنکه بحسن خویشتن مغروری
بر بستر ناز و خرمی مسروری
شاکر چو غبار جلوه گاهت باشد
گر بر سر رفتار نه معذوری

آصف ثانی تخلص

آصف تخلص - میر محبوب علیخان نام - فتح جنگ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ بہادر ششم خطاب ہے - آپ غفران منزل میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ پنجم بادشاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہین - آپکی ولادت باسعادت بتاریخ شب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ عید المومنین ۱۲۸۳ھ ہجری شہر حیدر آباد دکن مین واقع ہوی - پیدا ہوتے ہی خوشی و مبارکبادی کے رسوم تجمل و تزک کے ساتھہ ادا ہوئے - یعنی چند توپین بتقریب ولادت تسلک کی گئین - اور خوشی کے نقارے اور مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے - تمام ارکان دولت و امرائے سلطنت و مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کین - غفران منزل فرزند دلبند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے - کثرت خوشی مین امرا و مشائخ و علما و فقرا کو انعامات وافرہ و خلعتہا فاخرہ سے سرفراز کیا - خوانق و مساجد مین فقرا و غربا کے لئے طعامہائے لذیذ و حلوائے شیرین بہیجے - وطوائف ارباب نشاط بہی صلات و انعام سے مالامال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ کا جلسہ و آوازہ مزمار و چنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے - حسب مناسب مناسب انعام یا وجہ سے ممتاز ہوئے - حسب معمول و قدیم دستور کے موافق پیشکاری و دیوانی سے منجے تجمل و عظمت کے ساتہہ حضور مین بہیجے گئے اسیطرح امیر کبیر کے جانب سے بہی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے - حسب الحکم حضور آپ کی تربیت و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد اتائین اور مامائین مقرر کی گئین - بقول

بعض مخبرین چار انائین اور چار مائین خادمہ معین ہوئین۔ پس آپکا نشو ونما حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی آب وہوا کی آغوش مین ہونے لگا۔ اور راتدن خوشی کے گہوارہ مین روز بروز نونہال چمن کی طرح بڑہنے لگا۔ اور آپ کی حضانت و رضاعت کا اہتمام آپکی جدہ ماجدہ مخدومہ جہان دلاور النسا بیگم صاحبہ کے سپرد تہا۔ مخدومہ آپکی نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تہین۔ کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تہین آپ کو ایک منٹ بہی نظر سے جدا نہین کرتی تہین۔ حضرت مغفرت منزل آپکو کبہی کبہی دیدار کے لئے طلب فرماتے تہے۔ انائین و مائین پیش کرتی تہین۔ حضور نور چشم کے دیکہنے سے خوش ہوتے تہے۔ اناؤن کو بیشمار انعام دیتے تہے حضور مغفرت منزل کے ہاتہہ مین زر و جواہر مردود تہا۔ کبہی زر و جواہر کے طرف التفات نہین کرتے تہے۔ حاتم و معن بن زائدہ۔ و برامکہ و برامکہ کے اسما کو صفحۂ زمین سے مٹاتے تہے چنانچہ آپ کے و حضور مرحوم کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین ذکر کئے جائین گے۔ شعرا و مورخین نے آپ کی ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحساب جمل برآمد کی تہین۔ **ھوھذا**

ہو المختار	چراغ دکن	امیر افضل الملک
سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری

پس آپ سرو تازہ کی طرح نشو و نما مین ترقی کرنے لگے۔ جب آپ دو برس آٹہہ مہینے کے ہوے تب یکایک ستیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مغفرت منزل عالیجناب افضل الدولہ بہادر جو آپ کے والد بزرگوار تہے اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر مین خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ نوحہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا۔ محلسرا و شہر کے دروازے بند کیئے گئے۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل مشورۂ امیر کبیر شہر مین آپ کے حکمرانی کی منادی کردی تہی تاکہ کوئی فتنہ برپا نہو جائے۔ منادی ہوتے ہی عام و خاص مطمئن ہوئے۔ صاحب عالیشان مسٹر سانڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد و کرنل ٹوڑی صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے۔ ملاقات کرکے فی الفور چلے گئے۔ پہر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کہولے گئے مدار المہام و امیر کبیر و دیگر امرا و علما و مشائخ و فقرا بادشاہی محل مین جمع ہوے مرحوم کی تجہیز و تکفین کرکے نعش مقدس کو مکہ مسجد مین لائے۔ نماز جنازہ ادا کرکے مسجد کے صحن مین سکندر جاہ کے دہنے جانب مین دفن کئے۔ دفن و کفن مین نصف شب گذر گئی تہی۔

جلوس اعلیحضرت

پہر بتاریخ سوم کی فاتحہ مین کل امرا و صاحبان سیف و قلم مثلاً سر سالار جنگ مختار الملک و نواب شمس الامرا بہادر و مقدم جنگ جمعدار عرب و راجہ نریندر پرشاد بہادر پیشکار جمع ہوئے۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہوکے مراسم تعزیت ادا کئے اور صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بہی مع دو افسرون کے تشریف لائے اور ماتم پرسی کرکے چلے گئے۔ پہر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا۔ مدار المہام و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت و جمعداران ریاست و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر مع مسٹر فریزر صاحب و ڈاکٹر وئڈ و صاحب وغیرہ افسران جلیل القدر حاضر دربار ہوئے۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی۔ اسوقت آپکی عمر شریف

تین برس آٹھ مہینے کی تھی۔ نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر حضور کو سفید لباس و دستار مع طرہ زیب بدن کرکے گود میں لائے اور تخت نشین کئے۔ جناب عالیشان سانڈرس صاحب بہادر رزیڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوس ہوتے ہی سلامی کی توپیں داغی گئیں اور خوشی کے نقارے بلند آوازہ ہوئے۔ تمام امرائے حاضرین نے تہنیت کی نذریں پیش کیں۔ اور دربار میں یہ مقرر پایا کہ نواب مختار الملک بہادر مہمات سلطنت کے کفیل اور نواب امیر کبیر شمس الامرا بہادر تا سن شعور نائب حضور ہیں۔ نواب مختار الملک بہادر نے مقرر کردیا تھا کہ دستور قدیم کے موافق معززین امرا و اہل مناصب جمعداران و غیرہم روزانہ سلام مجرا کے لئے دولتخانہ پر حاضر ہوا کریں۔ حسب الحکم تمام حاضر ہوتے تھے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تھے اور خود نواب صاحب امیر کبیر بھی تشریف لاتے تھے۔ آداب و کورنش بجا لاتے تھے اعلیحضرت کی خیر و عافیت استفسار کرکے رخصت ہوتے تھے۔ جب آپکی عمر شریف پورے چار سال کی ہوئی۔ تب آپکی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر میں اس جشن کے چرچے کوچہ بکوچہ محلہ بمحلہ ہو رہے تھے۔ تمام اہالی دکن اس جشن کے سراپا مشتاق تھے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آیا مشتاقان جان نثار کی مراد بر آئی۔ اور تمام کی دعاؤں نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس کے ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے سجایا گیا۔ شہر کے تمام امرا و اہل مناصب ملازمین کو تورے و جوڑے تقسیم کئے گئے بتاریخ دہم شعبان ۱۲۸۷ھ ہجری بڑی عظمت و شان سے دربار منعقد ہوا۔ ارکان دولت و

وامرائے ریاست وعلما وفضلا وغیرہ حاضر دربار ہوئے ۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی خوشی کے شادیانے بجنے لگے ۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذرین پیش کین پھر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب شہید ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے مقرر کئے گئے ۔ شہید مرحوم آپکو نہایت ملائمت وسہولت سے تعلیم فرماتے تھے ۔ جب ساتھہ تاریخ ماہ ذیحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری مین مولویصاحب ایک مہدویہ افغان کے ہاتھہ سے شہید ہوئے ۔ تب نواب مختار الملک مدار المہام نے بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی مسیح الزمان خانصاحب کو مامور کیا ۔ مولویصاحب کے متعلق اور بھی مہمات محلات وغیرہ تھے بنائے علیہ مولوی صاحب نے حسب الاجازت مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی انوار اسد صاحب قندہاری حیدرآبادی دوسرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا ۔ یہہ دونون بزرگ اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تھے ۔ اور تعلیم دیتے تھے ۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولنا کے سپرد تھی ۔ اعلیحضرت کی طبیعت مین ذکاوت وفطانت خداداد تھی ۔ آپ اردو فارسی مین ایسے مستعد ہوگئے کہ املا وانشا درست وصحیح لکھنے لگے ۔ اور سنہ مذکورہ مین آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کلارک صاحب بلائے گئے ۔ اور آغا مرزا بیگ لمخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک دہلوی کو کلارک صاحب کا مددگار کیا ۔ اور میرزا محمد علی بیگ لمخاطب افسر جنگ افسر الدولہ افسر الملک بہادر بن میر ولایت علی بیگ رفتار رسالدار نیزہ بازی وجمناسٹک لان ٹینس کرکٹ وپولو وغیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور ٹیپو خان بہادر شہسوار سواری سکھلانے کے لئے ۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس ۔ ومرزا نصر اللہ خان بہادر

دولت یار جنگ وغیرہم مقرر کئے گئے۔ تمام اساتذہ آپ کو علوم وفنون کی تعلیم نہایت سہولت کے ساتہہ فرماتے تہے۔ آپ نہایت ہی ذہین وفہیم تہے سرعت کے ساتہہ علوم وفنون مین ترقی کرتے گئے۔ تائید آلہی سے فارسی وعربی وانگریزی وفن سپاہ گری مین ایسی لیاقت حاصل کی کہ آپ ہی اپنا نظیر ہوئے۔ تقریر وتحریر مین بہی بے نظیر۔ انتظام وتدبیر مین بدر منیر مین۔ اللہم زد فزد

آپکی جلوسی سواری کا ذکر

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دار الامارہ حیدر آباد سے نہایت تجمل وتزک شاہانہ کے ساتہہ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب وحبشی وافاغنہ سوار وپیادہ جلوس مین ہمرکاب تہے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تہا۔ درودیوار پر تماشائیون کا مجمع تہا۔ تمام اپنے بادشاہ نونہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوتے تہے سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام سرو کی طرح تعظیماً ایستادہ ہوتے تہے اور اپنے مالک کو محبت کی نگاہ سے دیکہتے تہے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تہے آلہی اس روشن چراغ سلطنت کو تا ابد روشن رکہہ۔ سواری تجمل وشان کے ساتہہ فرمان باڑی عرف لالہ گوڑہ پہنچی۔ وہان تہوڑی دیر توقف کرکے مراجعت کی۔ مراجعت کیوقت رزیڈنسی کوٹہی مین اُترے۔ رزیڈنٹ صاحب نے استقبال کیا۔ کوٹہی مین تہوڑی دیر قیام کرکے رخصت ہوئے۔ وہان سے آکے محلسرا مین داخل ہوئے۔ آپ کی جدہ ماجدہ نے فقرا ومستحقین کو بیشمار صدقات دئے۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعہد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند

اعلیحضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ تاریخ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر

وامرائے ریاست شاہانہ شان کے ساتھ اسپیشل ٹرین پر سوار ہو کے دلی روانہ ہوئے
۲۴ تاریخ ذیحجہ سنہ مذکور مین دلی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی توپخانہ شاہی سے
۲۱ ضرب اتواپ سلامی سر ہوئین۔ دوسرے روز گورنر جنرل سے بھی وارد ہوئے
۲۶ تاریخ ماہ ذیحجہ اعلیحضرت مع مختار الملک بہادر وامرائے دولت گورنر جنرل لارڈ
لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ مین پہنچتے ہی
۲۱ ضرب اتواپ سلامی شلک ہوئین۔ گورنر جنرل نے اعزاز واکرام سے ملاقات کی
اعلیحضرت نے ایک عربی گھوڑا مع ساز وسامان تحفہ دیا۔ ویسرائے نے منظور فرمایا!
پھر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔
۲۳ تاریخ ماہ مذکورہ مین نواب گورنر جنرل بہادر اعلیحضرت کے فرودگاہ پر بازدید کیلئے
تشریف لائے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیحضرت
گورنر جنرل سے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویسرائے
بہادر رخصت ہوئے۔
۲۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ وراجہ جیپور۔ وراجہ ریوان۔ وراجہ ہلکر والی اندور
اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق ومحبت کے ساتھ ملے
تمام حضور کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔

۲۵ ذیحجہ سنہ صدر مین دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے و مہاراجے ورؤسائے ہند
دربار مین رونق افزا ہوئے۔ اعلیحضرت بھی مع امرا پہنچے۔ اعلیحضرت کی کرسی
گورنر صاحب کے مقابل مین حضور کے داہنے بائین جانب امرائے آصفیہ۔ اور امرائے
آصفیہ کے بعد حسب مراتب راجگان ونوابان ہند تھے۔ لارڈ صاحب نے اسپیچ پڑھی

اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا -)
جلسے کے بعد توپخانہ شاہی سے سلامی کی توپین سر ہوئین - جلسہ برخاست ہوا -
۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بہوپال نے اعلیحضرت سے ملاقات کی - اعلیحضرت
حسن اخلاق سے ملے - تہوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی -
۱۲ ذیحجہ سنہ مذکورہ مین اعلیحضرت دہلی سے حیدرآباد روانہ ہوے - ۲۷ ذیحجہ
مع الخیر والعافیہ شہر حیدرآباد مین داخل ہوئے - اُسروز تمام رعایا و اہل شہر نے
بہت خوشی منائی - اسٹیشن سے شہر تک در و دیوار نقش و نگار سے اراستہ
کئے تہے - جا بجا کمانین ہوائین تہی - سڑک کے دونون طرف سُرخ سبز جہنڈیان
قائم کین تہین - اور راتکو تمام شہر مین روشنی کی گئی تہی - اعلیحضرت نے علما
و فقرا کو بیشمار انعام عطا کیا -

اعلیحضرت کا دورہ بطریق سیر رائچور و گلبرگہ و اورنگ آباد

پندرہوین سنہ جلوسی مین اعلیحضرت مع نواب مختار الملک بہادر اول مع
مصاحبین ۲۷ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین گلبرگہ تشریف فرما ہوے -
گلبرگہ مین پہنچ کے قلعہ و تعمیرات قدیمہ کو دیکہہ کے تعمیرات جدیدہ جنکو نواب
اکرام اسد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تہین - مثلاً گلزار حوض
بازار آصف گنج - و باغ گلشن وغیرہ دیکہکر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا - اور
مجلس کے دار الصنائع کو بہی ملاحظہ کیا - نواب یار جنگ نے آپکی تشریف آوری
کی تقریب مین شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تہا - اور راتکو شہر مین روشنی
کی گئی تہی - آپ کی تشریف آوری کی بیحد خوشی منائی تہی - اور تین روز اعلیحضرت

گلبرگہ میں رونق افروز رہے ۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور میں تعلقہ ضلع و عدالت ضلع
و خزانہ کا ملاحظہ فرمایا ۔ دفاتر کی درستی و خزانہ کی حفاظت دیکھہ کے بہت خوشی
ظاہر کی ۔ پھر محبوب گلشن و چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروزی سے زینت دی
غرہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۹ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوئے ۔ وہاں رونق افزا
ہوکے بزرگان سلف و اولیائے کرام و جد اعلی آصفجاہ اول مرحوم بانی ریاست
آصفیہ و بادشاہ عالمگیر خلد مکان کی زیارت کی ہر ایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ و مجاورین
کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا ۔ اور بزرگون کے قبور پر غلاف چڑہائے اور اشرفیان
نذر دین ۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا ۔ ۱۴ تاریخ اورنگ آباد سے
مع الخیر و العافیت حیدرآباد مین داخل ہوئے ۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر نے
بموجب سابق حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی ۔

اب وہ زمانہ قریب تہا کہ اعلیحضرت مہمات سلطنت و اقتدارات و اختیارات مملکت
کی باگ اپنے اختیار مین لین ۔ یکایک مختار الملک بہادر اول کی وفات حسرت آیات
کا واقعہ پیش آیا ۔ سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین ڈیوک آف میکلنرک بطریق سیر حیدرآباد مین
آیا ۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپکی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا
دعوت مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و افسران فوجی بہی مدعو تہے
اسی دعوت کے جلسہ مین یکایک وہی رات کو سوء ہضمی سے نواب صاحب کی
طبیعت علیل ہوگئی ۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچھہ مفید نہین ہوا ۔ آخر
۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۵ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑہے ساتہہ بجے شام کو بعمر
(۵۶) برس کی عمر مین عالم آخرت کو روانہ ہوئے ۔ بروز جمعہ دس بجے کے قریب دائرہ مین

مدفون ہوئے۔ اس وزیر نامور کی رحلت سے اہل دکن کو سخت رنج والم ہوا۔ اور اعلیحضرت کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ غم ہوا۔ جب جنازہ مرحوم کا پورانی حویلی کیطرف سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکھہ کے آبدیدہ ہوئے۔ مرحوم کے دونون فرزند زندہ درگور تھے۔ جنازہ کے ساتھہ خلایق کا ہجوم تیس پچیس ہزار سے زیادہ تھا۔ شہر مین گھر گھر کہرام مچگیا تھا۔ ہر ایک کوچہ و بازار مین محشر کا سما نمایان تھا۔ نوحہ و گریہ کا شور و غل فلک الافلاک تک پہنچا تھا۔ مرحوم کے بعد راجہ نرہندر پرشاد بہادر منصرمانہ مدار المہامی پر مقرر ہوئے۔

سفر کلکتہ واقعہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

حسب الطلب و ایمائے گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری روز دوشنبہ شہر حیدرآباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپکے ہمرکاب امرائے ذیل تھے مہاراجہ پیشکار بہادر۔ نواب شمس الامرا بہادر۔ نواب وقار الامرا بہادر۔ نواب ظفر جنگ بہادر۔ نواب میر لائق علیخان مختار الملک ثانی۔ نواب میر سعادت علیخان منیر الملک۔ فخر الملک بہادر۔ نواب اکرام جنگ بہادر۔ نواب قدیر جنگ بہادر نواب سرور جنگ بہادر۔ نواب افسر جنگ بہادر۔ راجہ مرلی منوہر بہادر۔ راجہ گردہاری پرشاد بہادر۔ نواب میر حشمت علی صاحبزادہ۔ و نواب میر منور علی صاحبزادہ۔ حکیم الحکما میر وزیر علی صاحب۔ ڈاکٹر صفدر علی صاحب۔ سی کلارک صاحب بہادر۔ ولکنس صاحب بہادر۔ وڈالبس صاحب بہادر وغیرہ تھے آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ مین مع الخیر والعافیہ پہنچے۔ توپخانہ شاہی سے ۲۱ ضرب توپون کی سلامی ادا ہوئی۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیر تک باہم مکالمہ ہوتا رہا - گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر و چستی دیکھ کے بہت
خوش ہوے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہین - اللہ مبارک
کرے - آپ ربیع الآخر ہی مین تخت نشین کئے جائین گے - آپنے شکریہ ادا کرکے
فرمایا آپ بہی حیدرآباد تشریف لائے - اور مجکو شرکت جلسہ تخت نشینی سے خوش
کیجئے - گورنر بہادر نے خوشی سے آپکی دعوت قبول کی - زبان مبارک سے فرمایا
مین ضرور حیدرآباد آونگا - دربار برخاست ہوا حضور رخصت ہوکے فرودگاہ پر آئے

۱۹ ماہ صفر سنہ مذکورہ مین محمد رحیم الدینخان و نصیر الدینخان حیدر میسوریہ - و
جہانقدر مرزا محمد علی لکہنویہ و نواب عبد اللطیف خان بہادر سی ای اے نائبان
صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعہ ڈالسن صاحب بہادر
اعلیحضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا - آپنے اڈریس منظور کرکے
سب کا شکریہ ادا کیا - اور حسب الحکم منجانب اعلیحضرت سرور جنگ بہادر نے اڈریس کا
جواب نہایت محبت آمیز فقرات مین ادا کیا - بعد ازین جماعت مذکور رخصت ہوئی

۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور مین اعلیحضرت کلکتہ سے مراجعت کرکے حیدرآباد مین مع الخیر آئے
جس روز اعلیحضرت شہر مین داخل ہوئے - اُس روز شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تہا
اسٹیشن سے اعلیحضرت کے محلسرا تک سڑک کے دونون طرف سُرخ و سبز جہنڈیان
آویزان کئے تہے اور چند کمانی دروازے بنائے تہے - رات کو روشنی بہی کی گئی تہی
اس زمانہ مین روز نوروز اور رات شبرات تہی - یہہ تمام آرائش و تکلف اہالی شہر کیطرف
سے تہا - سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت و صدق
محبت سے منائی تہی - اسوقت شہر کے در و دیوار سے یہہ امر ثابت ہو رہا تہا کہ دکن کی جان آیا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتھہ کسقدر جان نثار و قربان بردار ہے ۔

تشریف آوری لارڈ رپن گورنر جنرل ہند
بتقریب جشن مسند نشینی اعلیحضرت اقدس خلد اللہ ملکہ ؛

٢٨ ربیع الاول سنہ ١٣٠١ ہجری میں لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے
جہاز پر سوار ہو کے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الاخری سنہ مذکور میں مدراس پہنچے
تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے ۔ اعلیحضرت
کیطرف سے مہاراجہ نرہندر پرشاد بہادر منصرم مدار المہام و نواب میر لائق علیخان بہادر
مختار الملک ثانی استقبال کو رائچور تک گئے ۔ چوتھی تاریخ شام کے ساڑھے چار بجے
گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد میں پہنچے ۔ لارڈ صاحب کے
اُترتے ہی ۳۱ ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی ۔ اعلیحضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن
پر پہنچ گئے تھے ۔ امیر کبیر و دیگر امرائے ریاست ہمرکاب تھے ۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ
ساتھہ تھے ۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا ۔ اور بینڈ بجنے لگا ۔ اعلیحضرت نے آگے بڑھکے
ویسرائے و لیڈی صاحبہ سے ہاتھہ ملایا ۔ ویسرائے نے اعلیحضرت سے ملنے کے بعد
امرا سے مصافحہ کیا ۔ پھر چوکڑے پر سوار ہو کے لوال روانہ ہوئے ۔ ٦ ربیع الثانی
سنہ صدر میں دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین معززین اعلیحضرت
کی ملاقات بازدید کے لئے محلسرائے آصفی میں رونق افزا ہوئے ۔ الوال سے محلسرا تک
سڑک پر کوتوالی کا کمال انتظام تھا کوئی آمد و رفت نہین کر سکتا تھا ۔ پولس کا انتظام
عمدہ تھا ۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کوتوال و محمد رستم علیخان ناگر صدر مہتمم کوتوالی
و دیگر افسران فوجی اہتمام و انتظام مین سرگرم تھے ۔ جب ویسرائے بہادر محلسرائے آصفیہ میں

داخل ہوئے توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپونکی سلامی ادا کی گئی۔ اعلیحضرت نے دروازہ تک استقبال کیا۔ گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتھہ ملاقات کی تہوڑی دیر کے بعد قیام گاہ پر مراجعت کی۔

جشن مہتابی یعنی راتکو لارڈ صاحب و معززین یورپین و امرا کی دعوت کا جلسہ

جشن مسند نشینی کے روز راتکو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ ریپن صاحب بہادر و گورنر مدراس و کمانڈر انچیف بہادر ہند و غیرہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی۔ دیوان عام مین فرش زرین و قالینہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچہائے گئے دیوارون و دروازون پر زربفت و کمخواب کے پردے لٹکائے گئے۔ اور چہت رنگین و زرین اطلسون سے آراستہ کیا گیا۔ اور کرسیان طلائی و نقرئی اور کوچ جنپر زربفت و مخمل کے گدّے و تکئے تہے ترتیب سے جمائے گئے۔ اور روشنی کے لئے بلوری جہاڑ و فانوس لنتر و جہومر آویزان کئے گئے۔ اور دیوارون پر دیوارگیریان لگائی گئین۔ تمام شہر مین باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت سے اپنے گہرون مین خوب روشنی کا انتظام کیا تہا۔ چار منار پر چارون طرف دو دو قندیلین بجلی کی روشنی کی تہین۔ افضل گنج کے پل سے لوال تک تقریبًا پانچ کوس کا فاصلہ ہے برابر رستہ مین دو طرفہ گلاسون کی روشنی کی گئی تہی۔ شام ہوتے ہی روشنی کیگئی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تہی۔ اور گلزار حوض مین جو فوارے چہوٹتے تہے اہل نظر اوس سے وجد کا لطف مزہ پاتے تہے۔ دربار عام مین نہایت ترتیب پسندیدہ کے ساتھہ کہانے میزپر چنے گئے تہے۔ شاہی باورچیخانہ مین اقسام اقسام کے کہانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تہے۔ قریب آٹھہ بجے گورنر جنرل بہادر و گورنر مدراس

وکمانڈر انچیف بہادر ہندوغیرہم معززین یورپین وامرائے دولت بارشاہی محل میں رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتش بازی شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتشبازی چہوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے وبسرائے بہادر کو پہولون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ گورنر جنرل بہادر وغیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت میں ۷۰ وسو دعوتی تہے۔

اعلیحضرت خلداللہ ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتوین تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں عظمت وشان کے ساتہہ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تہا سڑک پر دونون طرف سرخ وسبز جہنڈیون کے پہریرے لہرا رہے تہے۔ اور ہرطرف خوشی کے نقارے بج رہے تہے۔ دارالامارت میں ایک طرف جنگیون کا رسالہ۔ دوسرے طرف جمعیت میسرم کا گروہ دورویہ ترتیب کے ساتہہ صف بستہ آراستہ وپیراستہ کہڑے تہے۔ بیرون محلسرا سڑک پر جمعیت باقاعدہ ورسالہ سوار وپیادہ حسن ترتیب سے دوطرفہ قیام پذیر تہے۔ افسران کوتوالی نے ہرطرف ناکہ بندی کردی تہی۔ سڑک پر میانہ وبگی وسواری کا گذرنا دشوار تہا۔ بلکہ پیدل بہی روکے جاتے تہے۔ ہرطرف تماشائیون کا ہجوم تہا۔ سڑکون پر پانی چہڑکا گیا تہا۔ اسوقت شہر کیا تہا؟ رشک ارم تہا۔ درودیوار سے سرور وسرور کا عالم نظر آتا تہا۔ کوچہ وبازار میں نور علی نور دکہائی دیتا تہا۔ حسب الحکم اعلیحضرت نواب جان نثار جنگ نے دوسو جوان باقاعدہ میسرم کی جمعیت سے بطرز جدید سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈ بیرونی گیٹ کے روبرو ایستادہ کیا تہا۔ دربار آراستہ ہونے کے بعد اعلیحضرت وتمام لارڈ صاحب کے منتظر تہے

یکایک ٹھیک دس بجے صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے۔ اور سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ بعد ازان گورنر صاحب مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ پھر چند منٹ کے بعد لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند چوکڑے پر سوار مع دو سو سوار و توپخانہ شاہی آئے۔ جب دار الامارہ مین پہنچے تب اعلیحضرت مع امرائے عظام استقبال کے لئے بگی تک آئے۔ مصافحہ کرکے اپنے ساتھہ محل شاہی مین لائے۔ حاضرین دربار تمام تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی۔ اعلیحضرت و گورنر جنرل بہادر مطلا کرسیون پر رونق افروز ہوئے۔ اور ارکان دولت حسب مراتب کرسی نشین ہوئے۔ ابھی پانچ منٹ نہین گذرنے پائے کہ گورنر جنرل بہادر کھڑے ہوئے۔ تمام حاضرین دربار بھی کھڑے ہوگئے۔ اولاً لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ افسوس یہ جلسہ ایسے شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا مین گذر گیا۔ سرکار انگریزی کا محسن و سرکار نظام کا خیر خواہ تھا۔ ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت مین ہر وقت مستعد رہنا چاہئے اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت رکھنی چاہئے۔ جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتھہ مگر انصاف اس شفقت کا جزء اعظم ہے۔ الخ یہہ اسپیچ طویل ہے۔ آپکے تاریخی حال مین گزارش کیجائیگی۔ لارڈ صاحب اسپیچ تمام کرکے بیٹھہ گئے۔ ایک یورپین افسر نے کھڑے ہوکے اسپیچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان مین حاضرین دربار کو سنایا۔ مختار الملک بہادر مرحوم کا افسوس سنکے حاضرین و اعلیحضرت کو بہت رقت ہوئی۔ اللھم اغفر لہ

ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اٹھے۔ پھر حضور بھی کھڑے ہوئے اعلیحضرت کو مسند کے جانب لیگئے اور حضور کی کمر مین تلوار باندہ کر فرمایا۔ کہ آپکو ملکہ معظمہ قیصر ہند

کے طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے ۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈیون نے
آپ کے پاس جاکے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ پہولون کے ہار و عطردان تقسیم کئے گئے

اعلیحضرت کی تقریر

اعلیحضرت نے لارڈ صاحب کے جواب مین کہڑے ہوکے فرمایا۔ مین نہایت خوش ہون
کہ مجھے حیدرآباد مین آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی مین
شریک نہوتے تو مجھے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہمکو اس
سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبودی کا بہت خیال ہے ۔اور مجھسے
آپکو ذاتی محبت ہے ۔ یہ امر خوب ثابت ہوگیا ۔ اور مین کبھی نہ بہولونگا ۔ آپ دونون صاحب
﴿ گورنر جنرل بہادر ۔ اور گورنر مدراس ﴾ یقین جانین کہ مین دونون کے احسان کو
خوب سمجھتا ہون اور توقع رکہتا ہون کہ آپ میری دلی شکر گزاری کو کہ آپنے
میرے لئے اتنے سفر دور دراز کی زحمت اٹھائی ۔ اور یہانتک قدم رنجہ فرماکے میری مسند نشینی کی
رسم مین شریک ہوکر مجھے شرف اندوز کیا ۔ ﴿ قبول فرمائینگے ۔ میری حکمرانی مین آئندہ کیلئے
بہہ اچھا شگون ہوا ۔ اور مین خوشی سے تسلیم کرتا ہون کہ وہ اتحاد جو ما بین سرکار انگریزی
اور میرے بزرگون کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہوگیا ۔ اور جو نصیحتین آپنے براہ شفقت
مجھے کی ہین ۔ مین انکو بڑی خوشی کے ساتھہ قبول کرتا ہون ۔ اور ہمیشہ کوشش کرونگا
کہ اُن معاملات مین جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو ۔ آپ سے اور سرکار
انگریزی سے جسکے آپ ایک معزز سردار ہین صلاح لیا کرونگا ۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ
اُن باتون کے خیال رکھنے مین میرا اور میری رعایا دونون کا فائدہ متصور ہے ۔ مین امید کرتا ہون
کہ آپ جہانتک ممکن ہو جلد میرے اتحاد و وفاداری کی خبر قیصر ہند کو پہنچائینگے ۔ اسکے بعد جلسہ

برخاست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب وغیرہم رخصت ہوئے۔ پہر ۹ بجے امرائے عظام
وارکان دولت نے نذرین پیش کین۔ اور خطابات و مناصب سے سرفراز ہوئے۔
نواب میر لایق علیخان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب و خدمت وزارت و ہفت عدد
جواہر سے سرفراز فرمایا۔ اور میر سعادت علیخان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب و خلعت
و جواہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نریندر بہادر کو مہاراجہ خطاب و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ
کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ و منصب چار ہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے شکار کا ذکر

اعلیحضرت کے مزاج مین قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپکو خاص طور سے
مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی مین بے نظیر۔ اور نیزہ اندازی و سواری
اسپ مین بھی ممتاز ہین۔ جمناسٹک و پولو و لان ٹینس و چوگان بازی وغیرہ مین فرد فرید ہین
نشانہ زنی مین کبھی خطا نہین کرتے۔ شکار کے شائق ہین آپنے اکثر شیرون کو شکار
کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قوی دل ہین۔ شکار کیوقت اکثر جنگل و جہاڑیون مین گرما کے
موسم مین شکار کے تاک مین ایسے جمے رہے ہین کہ بھوک و پیاس کی کچھہ پروا نہین کی بعض
مصاحبین تن پرور گرما کے موسم مین مضطرب الحال ہوتے تھے۔ لیکن اعلیحضرت کے خوف سے
دم نہین مار سکتے تھے۔ اعلیحضرت کی دلیری و جفاکشی دیکھہ کے چار ناچار جفاکش و دلیر بنجاتے تھے
اکثر اوقات شکار کو گئے ہین۔ اور ہر ایک وقت مین متعدد شکار کئے ہین۔ آپنے شکار کے
موقع مین مظلومین کی دادرسی بھی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی مین انتظام سلطنت کا
جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپکا شکار کیلئے برآمد ہونا

گویا رعایا کی دادرسی کرنا ہے - ظاہر مین شکار کا نام تھا لیکن واقع مین ملک کی بہتری
ور رعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تھی - چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری
مین بروز سہ شنبہ شکارگاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب
بہادر و نواب مختار الملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یار جنگ بہادر
مع خدم و حشم روانہ ہوئے - صبح کیوقت ناوندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی - پھر
وہان سے بسواری اسپ خاصہ خیمہ گاہ موضع مذکور مین رونق افروز ہوئے - وہان
پہنچتے ہی اعلیحضرت شکارگاہ کے طرف متوجہ ہوئے - اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے
مار ڈالا - اُسی روز راستہ مین ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا - آپنے مستغیثین
کی درخواستین لے لین اور مدار المہام کو اُن مظلومین کی دادرسی کے لئے ہدایت کی
جب شام کو صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی مین باریاب
ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا - اور کھڑے ہوکر مبارکباد دی اور فرمایا
بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلیحضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہین بلکہ شکار
کے ساتھہ ملک کی رفاہیت کے طرف بھی توجہ فرماتے ہین - مجھے امید قوی ہے کہ
جب سواری مبارک شکارگاہ مین رونق افروز ہوگی - جسقدر حضور شیرونکا شکار فرمائینگے
اُسیطرح ملک کی شکایتین بھی دور ہو جائینگی - اور مین زیادہ اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون
کہ شکارگاہ مین شکار سے محظوظ ہوا - اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا - انتہی کلام
اعلیحضرت نے رزیڈنٹ صاحب کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مین بھی ممنون ہون کہ
آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا - اور مبارکباد دی -
سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین بذریعہ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند ملکہ معظمہ قیصر ہند کیطرف سے

اعلیحضرت کے لئے کی نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کی خطاب آیا۔ بارگاہ عالی
مین خریطہ پیش ہوا۔

کونسل آف اسٹیٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۱ ہجری مین اعلیحضرت نے کونسل آف اسٹیٹ قائم کی
پہلا جلسہ پرانی حویلی راحت محل مین ہوا۔ میر مجلس حضور پرنور ہوے۔ اور ارکین
مندرجہ ذیل قرار پائے۔

نواب[1] سالار جنگ منیر الدولہ مدار المہام۔ راجہ راجایان[2] مہاراجہ نرندر پرشاد بہادر
نواب شمس[3] الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ نواب[4] بشیر الدولہ امیر اکبر آسمان جاہ بہادر
نواب[5] وقار الامرا اقبال الدولہ بہادر۔ نواب[6] شمشیر جنگ بہادر۔ نواب[7] شہاب جنگ
افتخار الملک بہادر۔ نواب[8] فخر الملک بہادر۔ مولوی[9] سید حسین صاحب عماد الملک معتمد مجلس
اعلیحضرت میر مجلس نے اجلاس فرماکے ارکین معصوف کے روبرو زبان مبارک سے فرمایا
کہ آج شاید حیدرآباد کی تاریخ مین یہ اول روز ہے کہ یہان کے امرا بالاتفاق رئیس وقت
کے سامنے سرکاری کامون مین مدد دینے کے لئے جمع ہوئے ہین۔ میری بڑی خوشی
و آرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے۔ مجھے امید قوی ہے کہ جن امرا کو مین نے انتخاب
کیا ہے اُنسے مجکو اور میرے ملک کو بہت مدد ملیگی۔ اور مین یہہ بھی امید رکھتا ہون کہ آپ
لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور مین راہ نہ دینگے۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام
کرینگے۔ آپ لوگ اگر چاہین تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے ہین۔ اور ملک کی
بھلائی گویا میری بھلائی اور عین آپکی بھلائی ہے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ لوگ
ہر مقدمے مین نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھہ آزادانہ رائے دینگے۔ آپ لوگ

یقیناً جانین کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مدنظر ہے - مین نہین چاہتا ہون
کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائین - مین سرکار اور رعایا دونون کے حقوق
کی یکسان حفاظت کرونگا - اور مہینے مین دوبارہ پنجشنبہ کے روز کونسل منعقد ہوا کریگی
انتہی کلامہ -

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا - آج بڑا دن مبارک ہے - آج
وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جوہر شناس خداوند نعمت کو خدا تعالیٰ نے ہمارا سرفراز کرکے
ہمارے سرون پر اُنکا سایہ ڈالا ہے - اب ہمارے جوہر کھلین گے - اور ہماری قدردانی
ہوگی - اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا -

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حسب الحکم اعلیحضرت غرہ محرم ۱۳۰۳ھ ہجری مین مجلس انتظامی صرفخاص منعقد ہوئی
اُسکے میر مجلس سی کلارک صاحب بہادر و نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ بدر الدولہ بہادر
اور نواب قدیر جنگ بہادر - اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے
صرف خاص کے تعلقات کے مخارج و داخل کا انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا - مگر
تھوڑے ہی روز کے بعد مجلس برخاست ہوگئی - اور مولوی سید عبد الرزاق صاحب
المخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرف خاص پر مقرر ہوئے - صرفخاص
کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا - مولوی صاحب تا بہ زندگی انتظام عمدہ طرح سے
انجام دیتے رہے - صرف خاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہو اُسکے تفویض ہوتا ہے

اعلیحضرت کا سفر نیلگری

اعلیحضرت بتقریب تبدیل آب و ہوا - رجب ۱۳۰۳ھ ہجری نیلگری کے طرف روانہ ہوئے

آپ کے ہمراہ امرائے ذیل تھے۔
اعظم الامرا امیر اکبر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر۔ نواب عماد نواز جنگ بہادر
منیر نواز جنگ بہادر۔ و عماد الملک بہادر۔ و محبوب یار جنگ بہادر۔ و نواب افسر جنگ بہادر
و حکیم الحکما بہادر۔ و فتح نواز جنگ بہادر۔ و آغا سید علی شوشتری۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر
وغیرہم تھے۔ تقریباً دو مہینے وہان بسر کرکے سولہ تاریخ ماہ رمضان سنہ مذکور میں واپس آئے

اعلیحضرت کا سفر مدراس کیطرف

اعلیحضرت۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولی
سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام۔ و صاحب عالیشان رزیڈنٹ
صاحب و نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ و نواب وقار الامرا بہادر۔ و نواب
عماد الملک بہادر۔ و نواب افسر جنگ بہادر۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر۔ و مختار یار جنگ بہادر
و منیر نواز جنگ وغیرہم مدراس روانہ ہوئے۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز سہ شنبہ مدراس مین
مع الخیر پہنچے۔ ہینڈرہویں پلٹن کے سو جوان تعظیماً مع بیانڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوئے
تھے۔ اعلیحضرت کے پہنچتے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین۔ اور تعظیمی گارڈ نے سلامی
ادا کی۔ اعلیحضرت ریل سے اُترکے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عمدہ باغ مین
فروکش ہوئے۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرائے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات
کے لئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف فرما ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس مین ۲۱ ضرب سلامی
کی توپین شلک ہوئین۔ ملاقات کرکے فرودگاہ پر واپس آئے۔ اُسی روز شام کے
ساڑھے پانچ بجے گورنر جنرل بہادر بھی فرودگاہ پر بازدید کی ملاقات کے لئے آئے
ملاقات کرکے رخصت ہوئے۔ ۲۷ جمادی الاخری سہ پہر کے وقت حضور نے لیڈی صاحبہ

ڈفرن سے ملاقات کی - اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیارہ بجے اعلیحضرت نے
گورنر صاحب مدراس سے ملاقات کی اُسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب مدراس
عمدہ باغ مین آئے - اور حضور سے بازدید کی ملاقات کی - مدراس مین سرکار انگریزی
واہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی - اور وہان سے اہل اسلام و اہل صنائع نے
تہنیت نامے پیش کئے - حضور نے اُن کے جواب مین فرمایا **وھو ھذا**
مین بہت مسرور و خوش ہوا - کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خوشدلی و حسن عقیدت
ظاہر کی ہین - مین اُنکا شکریہ ادا کرتا ہون - اور یہ بات یقینی ہے کہ یہان کم اقامت کی
بہت خوشنما یادگار اپنے ہمراہ لیجاؤنگا - انتہی کلامہم -
آپنے مدراس مین پانچہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے غربا و فقرا پر تقسیم کیا -
۲۸ جمادی الاول عمدہ باغ مین کثرت سے روشنی ہوئی - اور کثرت سے آتشبازی
چھوڑی گئی - بیگم صاحبہ نے اعلیحضرت کی ضیافت تکلف و تجمل سے کی - گورنر جنرل ہند
۲۷ ماہ مذکور کلکتہ گئے - بتاریخ سلخ جمادی الاول اعلیحضرت مع مصاحبین حیدرآباد
روانہ ہوئے - غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر و العافیہ دارالریاست مین پہنچ گئے -
امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے - پولس کا انتظام درست تھا

اعلیحضرت کے شمائل و مشاغل

آپکے فضائل و شمائل پسندیدہ بیشمار ہین - اگر پورے پورے لکھین جائین تو کتاب
ایک دفتر ہو جائے - بنابرین مین قلیلے از کثیر و عشر عشیر مجملاً بطور گوشوارہ گزارش کرتا ہون
آپ جب تخت نشین ہوئے - اور ممالک دکن کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت مین لی
نظم و نسق کے مہمات کو مختارانہ کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن

مصروف ہوئے۔ اُسوقت سے ابتک برابر رفاہ عام کو مد نظر رکھتے ہین۔ خلائق کی داد رسی
مین توجہ فرماتے ہین مستحقین کے حقوق خواہ اہل سلام خواہ اہل صنام سے ہون برابر
ادا کرتے ہین۔ اور ہر ایک فریق کو درجہ مساوات مین رکھتے ہین۔ معاملات مین توسیط کا
طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے منزلون دور رہتے ہین۔ دادخواہون کی داد
وفریاد سنتے ہین مظلومون کو ظالمون کے پنجہ سے بچاتے ہین۔ آپ ہی کے عدل وانصاف
وبذل والطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل کن خوشحال و فارغ البال ہین۔ آپ کے
سایۂ ہمایون پایہ مین آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
شاکی نہین۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت مین معروف ہین۔ اگر مین آپ کو نوشیروان
عادل و لقمان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ واسخیائے برامکہ سے ممثل کرون تو
یہری تمثیل و تشبیہ بیجا ہوگی۔ ہان اگر یہہ کہون کہ آپ مجسم عدل و حکمت و ممثل شجاعت
وسخاوت ہین تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ ابر کرم و بحر سخاوت ہین آپکے خوان نعمت و آب رحمت سے
سیراب و شاداب ہین کیون نہون آپکے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے
بزرگان سلف کی برکت سے آپکے خاندان مین اکثر صاحبان علم و عمل و اہل اللہ مکمل ہوئے ہین
علم و فضل اور ہدایت خلق و افادۂ عوام الناس آپکے خاندان کی موروثی فطرتی صفت ہے
نسلاً بعد نسل یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز
ہوتے رہے۔ اسیطرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ عالم
مخاطب بشیخ الاسلام بخارا مین سبحان قلی خان بن نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کے

عہد مین ظاہراً صدر عدالت و باطناً مسند نشین رشادت تھے۔ یعنی قلوب خلائق پر حکمرانی کرتے تھے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ بدر بزرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلائق کی ہدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تھی مدۃ العمر ریاضت و ہدایت مین مشغول رہے بلخ و بخارا سمرقند و تاشقند کے ترک و ازبک آپکے معتقد تھے۔ خوانین و ترا کمہ آپکے آستانہ مبارک کو سجدہ گاہ سمجھتے تھے۔ آپکی خانقاہ انبیامین دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار رہتے تھے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ بدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مرتاض و مرجع خاص و عام تھے۔ مین نے آپکے بزرگان سلف کے حالات مسلسل واقعات مفصّل محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ مین لکھے ہین۔ تذکرہ زیر طبع ہے۔ اس تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہوگا۔ شائقین خاص اعلیحضرت قدر قدرت اُسکے ملاحظہ سے بہت خوش ہون گے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت کی بھی ہی شان ہے۔ جو بزرگان سلف کی تھی۔ ظاہر کیطرف آپکا میلان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال بھی اسی میلان کا طالب ہے۔ آپکی طبیعت و فطرت مین اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان بھی کبھی ظہور پر جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت و اخلاق و مروت و استقلال و ہمت۔ دلیری و جرأت سیرت و صورت مین بزرگان سلف کے قدم بقدم ہین آپ کے رگ و پی مین بلخ و سمرقند کی آب ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپکے چہرے مہرے سے بخارا و تاشقند کی شان نمایان ہوتی ہے۔ انہین بزرگان سلف کے خصائل و شمائل سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن ارادت سے ملتے ہین انکی تعظیم و تکریم مین کوئی بات فروگذاشت نہین فرماتے۔ فی زماننا مشیخت و مشائخ عنقا صفت ہین۔ جو اہل اللہ ہین وہ گوشہ گمنامی مین ہین۔ اور پیران مرید طلب و مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہین - ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہین - کھرے کھوٹے کو
خوب سمجھتے ہین - آپ نقاد انسان ہین انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے
آزماتے ہین - بھلے برے ہین تمیز کر لیتے ہین - مگر باوجود تمیز کسیکی پردہ دری نہین فرماتے
اور کسیکی تعظیم و تکریم مین فرق نہین کرتے - آپکا حلم و وقار آفرین و تحسین کے لائق ہے
آپکی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملہ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہین
اور متنظرہ حالت مین نہین رکتے - اور استقلال کے رستہ سے کبھی نہین ہٹتے - اور
حکم آپکے قلم عطار رقم سے جاری ہوتا ہے وہ کبھی رد نہین ہوتا - گویا وہ قلم تقدیر ہے
کسی کے مٹانے سے نہین مٹتا - سنا گیا ہے کہ بعض وقت آپنے کسی مشائخ یا سائل
کی عرضداشت وظیفہ پر بجائے سو ہزار لکھدیا - اہل دفتر نے عرض کیا - بجائے سو ہزار
ہوگئے کیا ارشاد ہوتا ہے ؟ آپنے فرمایا جو کچھ ہوا درست ہے ہمارا حکم حکم مبرم ہے - ہزار ہی
جاری کیا جائے - اور بھی اسی قسم کی بہت سی روایتین حکایتین ہین - آپکے تاریخی واقعات مین لکھونگا

آپ کی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم دوست و ہنر پرور ہین - آپکی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت نے اکثر عجم و عرب
و ترک و یورپ کے ارباب علم و اہل ہنر ریین دکن مین کھینچ لایا - اور آپکے خوان کرم سے ہر ایک
مستفید و سیراب ہوا - آپ علما و شعرا و حکما کی بہت قدر کرتے ہین - اور مشائخین سنجین
کو بھی بیحد دیتے ہین - ملک دکن فی زماننا دارالعلوم والفنون ہوگیا ہے - بلحاظ آسائش
و آرام غربائے امصار و دیار کے لئے دارالامن و الامان بنگیا - آپ ہی کی قدردانی
و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چپہ بازار مین جابجا مدرسے و شفاخانے و شعر کے
جلسے قائم ہین - کہین فقہ و حدیث کا درس - کہین تشخیص مزاج و علاج کا ذکر - کہین

قافیہ و ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہوں میں ذکر بالجہر و بالخفی کا بازار گرم ہے

آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ میں آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ میں نے جو کچھ آپکے حالات تفصیلی کا ایک مختصر و مجمل گو سنوارہ گو یا مشتے نمونہ از خروارہ ہے۔ میں نے آپکے تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ میں شرح و بسط کیساتھ گزارش کئے ہیں وہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب میں اشاعت کے زیور سے آراستہ ہو کے جلوہ نما ہوگا۔ بناءً علیہ اب یہاں شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم ہے گزارش کرتا ہوں۔ **وھو ھذا**۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام میں مصروف ہوئے۔ اور خلائق کی آسائش و آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃً و قدرۃً آپکی طبیعت میں شعر و شاعری کا جوش موجزن تھا۔ اور مزاج میں سخن سنجی و سخن فہمی کا ولولہ برق افگن تھا۔ باوجود اشتغال مہمات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و ریاضت جسمانی و ادائے حقوق مستحقین اقاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن سنجی فرماتے ہیں۔ آپ جو کچھہ موزون فرماتے ہیں سنجیدہ و پسندیدہ آپکے کل اشعار برگزیدہ و برجستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک شعر کا مضمون لطف و مزہ سے خالی نہیں۔ خوبی معانی و رنگین بیانی میں ڈوبا ہوا۔ فصاحت و بلاغت کی ترازو میں تولا ہوا ہوتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک صاف نہایت ہی شستہ و شگفتہ۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیان۔ و درر معانی شیرین کی دلاویزی فقرات سنجیدہ سے نمایان۔ آپکی طبیعت کیا ہے بحر مواج ہے اور معانی و لآلی مضامین کا خزانہ ہے۔ جب چاہتے ہیں فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعۂ زبان قلم صفحۂ کاغذ پر سطور کی

لڑیون مین منظوم فرماتے مین۔ نقادان سخن جوہریان کلام آپکے جواہر پارون کو دیکھکے حیران ہوتے ہین
اور کہتے ہین کہ یہ ہیرے ایسے گران بہا ہین کہ ہم نے کبھی آنکھون دیکھے نہ کبھی کانون سنے
اور آپکے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے ابتدائے زمانہ مین ہی
اپنے کلام کو ایسا شستہ و صاف کیا۔ کہ اگر کوئی برسون اساتذہ کی خدمت مین مشق کرتا تو یہہ خوبی
اسکو نصیب نہوتی۔ آپکی جادو بیانی و طاقت لسانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خوبی خداداد ہے
و عطیہ رب العباد ہے۔ آپ غزلیات و سلامون مین واقعات ایسے ڈہنگ سے ادا فرماتے ہین
کہ بعینہ واقعہ کا سمان دکھلائی دیتا ہے۔ اور آپ محاورات زبان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال
کرتے ہین۔ جب آپ زبان مبارک سے تکلم فرماتے ہین تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان
استاد زبان تکلم کر رہا ہے۔ آپ ہی کے صفات مین سے یہہ ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو
متعدد پیرایون مین ایسے ڈہنگ سے آراستہ کرتے ہین کہ ہر ایک کا رنگ نرالا مگر واقع مین
مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ آپکے کلام مین کمال خوبی یہہ ہے کہ برجستہ و شستہ ہوتا ہے جو حشو و زوائد سے
پاک و صاف متکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل مین مثل نقش نگین جانشین ہو جاتا ہے
اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سننے و پڑہنے سے لطف و مزہ آتا ہے۔ آپکے اشعار
کی لطافت و شگفتگی مردہ دلون کو زندہ و پژمردہ گلون کو تازہ کر دیتی ہے۔ لطافت کیا ہے
گویا آبحیات و ابر بہار ہے۔ آپکو نظم کلام مین قوت مستحضرہ حاصل ہے۔ انواع کلام کے
ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کر سکتے ہین۔ اب مین ایک نظیر قوت مستحضرہ گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین کو میری گزارش کی تصدیق ہو جائے۔ کوئی کوتاہ بین مبالغہ و تملق پر محمول کرے
چنانچہ یہان شہر مین محرم شریف مین جابجا مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہین۔ ان مین
سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراثی و سلام پڑہے جاتے ہین۔ اور ہندو سے

مشاہیر مراثی خوان بلائے جاتے ہیں۔ مراثی ایسے دردانگیز و جگرخراش سنائے جاتے ہیں کہ اہل مجلس کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہیں۔ کبھی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب موزون اہل مجلس کی زبان سے واہ واہ کا نعرہ ایسا بلند ہوتا ہے کہ عرش بریں تک پہنچ جاتا ہے وباعتبار معنی جانسوز و دلگداز ہر ایک فرد کی آہ آہ کا آوازہ زمین و آسمان کو ہلا دیتا ہے۔ اعلیحضرت قدر قدرت مجلس عزا میں حسن عقیدت و ارادت سے شریک ہوتے ہیں۔ شہدا کے واقعات سنکے افسوس و حسرت فرماتے ہیں۔ ایکروز آپکو مراثی کے سننے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی۔ آپ مجلس سے خاست ہونیکے بعد اُسی رقت و حسرت میں دولتخانۂ مبارک پر آئے۔ جوش رقت میں چند سلام شہدائے امام کے بیان میں لکھے۔ دوسرے روز مجلس میں سلام پڑھا گیا۔ حاضرین مجلس کے دلوں سے غم و رنج کا دریا امنڈ آیا۔ تمام واویلا و وامصیبتا کہنے لگے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا مجلس کا رنگ بدل گیا مجلس میں کہرام مچگیا۔ یہ تمام دلوں کا ہل جانا آپکے کلام پُر تاثیر کا نتیجہ ہے۔ مجھکو جسقدر آپکے اشعار دستیاب ہوئے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ کاش اگر ردیف وار پورے ملتے تو ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس تذکرہ کو فخر حاصل ہوتا۔

آپکے اشعار مندرجۂ ذیل جنکی شان میں کہا جاتا ہے

کلام المحبوب محبوب الکلام

آصف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	حرف الف

محشر میں کون دوست ہے مجھہ داد خواہ کا
دل اپنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا

دیکھا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا
محفل میں ہوگیا ہے تماشا نگاہ کا

دل حکمران ہے لشکر فریاد و آہ کا
ہر دار ہی کے دم سے ہے ٹرنا سپاہ کا

وہ دیکھتے ہیں حشر میں منہ داد خواہ کا
یہہ دیکھنا ہے ناز سے پہرنا نگاہ کا

ضبطِ فغان اگر نہ کرون مین تو حشر ہو
گردون ہے ایک نالہ کا دشمن اک آہ کا

محشر مین جب ہو ساری خدائی اسیرِ تف
کیون حال ہو تباہ نہ مجھ دادخواہ کا

اے آسمان خدا کیلئے اب تو رحم کر
خاکا اُڑا چکا مرے حالِ تباہ کا

بجلی کبھی بنی کبھی تلوار بن گئی
دیکھا عجیب شعبدہ اُسکی نگاہ کا

برسون مین اُسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج
اس شرط پر کہ حرف نہ آئے نباہ کا

جب آئے وہ خیال مین آئے نہ خواب مین
دشوار ناز کی سے ہوا پھیر راہ کا

ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دلکو صبح و شام
کیا کوڑیالا ناگ ہے زلفِ سیاہ کا

بخشش پہ جنکی بخشنے والیکو ناز ہو
ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا

اُس مہروش نے چہرے سے اُلٹی ہے جب نقاب
شب کو ذرا سا منہ نکل آیا ہے ماہ کا

کسکو سنوگے کونسا قصہ پسند ہے
یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا

اُس خار زار مین مجھے اب لیچلا جنون
کھٹکا صبا کو بھی ہے جہان خارِ راہ کا

اک ہاتہ اور بھی تجھے قاتل مری قسم
اک شور اُٹھے ہے چار طرف واہ واہ کا

آجائے گرم و سرد زمانہ نگاہ مین
ہنگامہ دیکھلو جو مرے اشک و آہ کا

اُس ترک چشم کی صفِ مژگان ہے جنگجو
یہ ہے چھری کٹاری سے لڑنا سپاہ کا

ہمشکل سے ہے اپنے اُسے رشک اسقدر
منہ دیکھتا نہین وہ کبھی مہر و ماہ کا

اُس سے شبِ فراق بہلتا رہا ہے دل
مجکو خیال تہا کسی زلفِ سیاہ کا

شاہ و گدا کا حشر مین بس ایک حال ہے
کسکو وہان خیال ہے رتبہ کا جاہ کا

پانی کے ساتہ آگ کا شعلہ نکل گیا
دیکھا طلسم ہم نے عجب اشک و آہ کا

یہ اُسکے دل سے پوچھ نہ اُسکے جگر سے پوچھ
کیا مزا ہے چاہنے والے کو چاہ کا

یہ ہاتھ سے چرائے تو وہ آنکھ سے چرائے
درد حنا سے چور ہے بڑھکر نگاہ کا

تمکو وفا شعار بنائیگا غیر کیا
لب خشک رنگ زرد ہے جھوٹے گواہ کا

شب کو نہ نیند ہے اُسے دنکو نہ چین ہے
یہ حال اب ہے عاشق خوار و تباہ کا

سنتا ہے کون حشر مین مجھ دادخواہ کی
سنتے ہین عذر پیار سے سب عذرخواہ کا

آصف سے یہ چھٹا ہے نہ ہرگز کبھی چھٹے
لپکا ہے اُسکو دید کا چسکا ہے چاہ کا

ولہ

نرگس کو چشم مست سے مستانہ کردیا
عارض پہ تونے شمع کو پروانہ کردیا

آئینہ خانہ کو جو پریخانہ کردیا
دل تہا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کردیا

کیا تونے سحر نرگس مستانہ کردیا
دل تہا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کردیا

دل کو تمہاری زلف نے دیوانہ کردیا
شمع جمال نے اسے پروانہ کردیا

اے یاس تونے داغ تمنا مٹائے
گلزار تہا یہ دل اسے ویرانہ کردیا

رسوائیون کے ساتھ ہین اسکا شکر ہے
شہرت نے میرے عشق کو افسانہ کردیا

رکھا نہ ایک حال پہ عاشق کا اُسنے دل
کعبہ بنادیا کبھی بتخانہ کردیا

پرتو نے تیرے جان مرے دلمین ڈالدی
اعجاز تونے جلوۂ جانانہ کردیا

اُسکی نگاہ مست سے آتا ہے غش مجھے
دیوانہ تہا مین اور بھی مستانہ کردیا

کیا جھوٹ ہے شکایت بیداد سچ کہو
تم نے بڑہا کے بات جو افسانہ کردیا

دشمن ہماری بزم مین رویا نصیب کو
لبریز اُسنے اشکون سے پیمانہ کردیا

ہوتا جو زندہ قیس تو لیتا مرے قدم
آباد مین نے دشت کا ویرانہ کردیا

وہ سختیان اُٹھائین محبت کی راہ مین
نام اپنا تونے ہمت مردانہ کردیا

خون جگر فراق میں پیتا ہوں اے تدن
دلکو سبو تو چشم کو پیمانہ کردیا

محبوب حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے
مژگان کو اپنی حورنے بھی شانہ کردیا

بھولی جو اسکی یاد کبھی یہ بھی تھا قصور
عاشق نے آپ اپنے کو جرمانہ کردیا

جلتا ہے جسکا ظرف وہ دیتا ہے اسقدر
ہر چارہ گر کو اسنے مسیحانہ کردیا

یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غم رقیب
کیوں تم نے ترک سرمہ حنا شانہ کردیا

میں نے تو کی تھی بات فقط وصل کی کبھا
تمنے جو اسکو عشق کا افسانہ کردیا

رکھے ہیں اچھے اچھے جو چن چن کے ظرف سے
مسجد کو محتسب نے تو میخانہ کردیا

اسکی نشیلی آنکھ سے کیا بچ سکے کوئی
زاہد کو جسنے بیخود و مستانہ کردیا

رکھا کسیکو گلشن عالم میں شکل گل
اسنے کسیکو سبزہ بیگانہ کردیا

جس نور کی وہ طور پہ چمکی تھی روشنی
روشن اسی نے دلکا سیہ خانہ کردیا

بیٹھے بٹھائے آج یہ کیا دلمیں آگئی
آصف نے ترک مشرب رندانہ کردیا

ولہ

مژدہ قاصد کا روح افزا تھا
وہ فرشتہ خدا نے بھیجا تھا

جلوۂ یار کیا کہوں کیا تھا
اسکی قدرت کا اک تماشا تھا

میں نے پوچھا رقیب کیسا تھا
جلکے بولے ترا کلیجا تھا

اب یہ جانا کہ ہمکو دھوکا تھا
دل ہمارا نہ تھا تمہارا تھا

لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا
کوئے قاتل میں اک تماشا تھا

ابھی آنسو پلک تک آیا تھا
ابھی دیکھا تو ایک دریا تھا

بزم میں اسکے ایک میلا تھا
ہم نہ تھے اس جگہ زمانا تھا

حشر مین بھی کہین گے تجھسے ہم — تجھپہ دعوی ہے تجھپہ دعوا تھا
اختلاف مزاج سے نہ تھی — کوئی قصہ نہ کوئی جھگڑا تھا
اُنکو بزم عدو مین جب دیکھا — راگ تھا رنگ تھا تماشا تھا
ماتم غیر مین وہ سو سو بار — مجھسے کہتے تھے تجھسے اچھا تھا
جاکے کنج لحد مین ہم سمجھے — زندگی عمر بھر کا جھگڑا تھا
در جانان پہ جبہہ سائی کی — اپنی تقدیر کا یہہ لکھا تھا
دل عشاق پر چھری سی پھری — کیا کہون اک نگاہ مین کیا تھا
کہتے ہین وہ کہے سنے پہ نجاو — غیر کے پاس تمنے دیکھا تھا
کہتے ہون گے عدم مین اہل عدم — زندگی کا عجیب میلا تھا
چال تھی اُسکی یا قیامت تھی — نقش پا سے بھی فتنہ برپا تھا
زلف مین دل اگر نہ تھا نہ سہی — کیون جی مٹھی مین آپکی کیا تھا
کہتے ہین قتل کرکے عاشق کو — اسنے کیا اپنے دلمین سمجھا تھا
غور کرلو شب فراق کا غم — مجھہ سے کیا پوچھتے ہو تم کیا تھا
جلوہ تیرا کسی زمانے مین — جسنے دیکھا تھا اُسنے دیکھا تھا
دل نشین غیر کا خیال رہا — وہ تو خلوت مین بھی تنہا تھا
اب زمانے کا رنج ہے **آصف** — کیا خوشی کا کبھی زمانا تھا

وله

دل حور کی اداؤن سے بیزار ہو گیا — جنت مین جاکے مین تو گنہگار ہو گیا
نالون سے آگ کوچہ دلدار ہو گیا — خورشید حشر سایۂ دیوار ہو گیا

پرہیزگار جب کوئی ہیخوار ہو گیا | پرہیز کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا
آئے تہے میرے دلکے خریدار بنکے وہ | دل دیکھتے ہی اُنکا خریدار ہو گیا
منصور نے کہا جو انا الحق تو حق ہے | اس کلمہ کا الف ہی اُسے دار ہو گیا
غم کہا گیا ہے ہجر کا تیرے مجھے تمام | پیاسا مرے لہو کا تہا خونخوار ہو گیا
اے فتنہ گر یہ حال تری رہگذر کا ہے | نقش قدم بہی فتنہ رفتار ہو گیا
لائے تہے وہ رقیبون کو میرے مزار پر | اُٹھ کر غبار سامنے دیوار ہو گیا
سیدہا ہوا جو تیر نظر دل کو تاک کر | غمزہ بہی ساتھ کہینچ کے تلوار ہو گیا
رنج و فراق و درد و غم و ضعف قلب نے | بیمار کر دیا مجھے بیمار ہو گیا
پوری جہلک بہی دیکھنے پائی نہ چشم شوق | اتنے مین بند روزن دیوار ہو گیا
سرکار عشق مین ہے بڑا جرم احتیاط | مین بے قصور رہ کے خطاوار ہو گیا
صہبا کے پیتے ہی جو وہ طبق کُہلے | مین نشۂ شراب سے ہشیار ہو گیا
دنرات کی لڑائی ہے جہگڑے مدام ہین | دل آپکے ستانے سے بیزار ہو گیا
مجکو خیال زلف مین کچہہ سوجہتا نہ تہا | روز فراق بہی تو شب تار ہو گیا
یارب بتون کا عشق مریجان کے ساتھ ہے | یا رشتۂ حیات بہی زنار ہو گیا
سامان وصل کی مجھے پروا نگی تو ہو | تمنے ادہر کہا کہ وہ تیار ہو گیا
پہلے سے اگرچہ وہ کافر دغا شعار | دلکو چرا کے اور بہی عیار ہو گیا
تکلیف اپنے نفس کو دی اور استغفار | زاہد عبادتون سے گنہگار ہو گیا
اتنے کہان نصیب تہن گلچہر گلبدن | محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا
قاصد پہ تہا گمان کہ یہ عاشق مزاج ہے | کیا جانے کس بلا مین گرفتار ہو گیا

طاقت کہان ہے دلمین کہ اب ناز بہی اُٹھائے | صدمہ اُٹھا اُٹھا کے یہ بیمار ہو گیا
غیرون کیواسطے ہی یہ دربان نہ روک ٹوک | یہ گھر ترا اخیر کو بازار ہو گیا
آصف غم زمانہ نے تجکو کہلا دیا | تیرا تو غیر حال مرے یار ہو گیا

ولہ

عاشق ترا جو تارک دیر و حرم ہوا | دوزخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا
روز فراق کا گذرنا اہم ہوا | یہ رنج وہ نہین جو بڑہا اور کم ہوا
سنتا ہون غیر مورد لطف و کرم ہوا | یہ کیا غضب کی بات ہوی کیا ستم ہوا
وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے | نقش قدم یہ اور بہی نقش قدم ہوا
صورت وہی رہی جو تصور مین جم گئی | ہر سنگ راہ بتکدہ مجھکو صنم ہوا
تو بے نیاز مند سے کب عذر ہو سکے | اے بے نیاز لے سر تسلیم خم ہوا
فکر رقیب ہی مین گرفتار تم رہے | مین مرگیا تو کچھہ بہی مرا تمکو غم ہوا
دیکہا جو جو اُسنے نیم نگہ سے زرا لطف | کچھہ دلکی آگ کم ہوئی کچھہ درد کم ہوا
وعدہ کیا اشارہ سے صلت کا غیر سے | اُسکا دہان اشارہ سر اپنا قلم ہوا
مرنیکا میرے غم نہین انکو یہ رنج ہے | کیون ناتوان پہ صرف ہمارا ستم ہوا
احسان ضعف کا ہے گہٹا اضطراب شوق | طاقت جو کم ہوئی تو تڑپنا بہی کم ہوا
وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کرون | ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا
بہرتی ہے ہجر یار مین فوج سرشک کی | مژگان اشکبار کا جاری قلم ہوا
عشاق کی گذرتی ہے مر مر کے زندگی | اُنکے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا
ایسا گمان تجھپہ نہ تہا اے دغا شعار | دہوکا بڑا مجھے ترے سر کی قسم ہوا

کیا اور اس سے بڑھ کے کہوں کیا ہوا مجھے
صدمہ ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا

فریاد بے سبب تو نہیں داد خواہ کی
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا

ہے میرے دلپہ داغ محبت بنام دوست
کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا

کیا رقیب کون عدو کسکی چل سکے
جب اتفاق میرے تمہارے بہم ہوا

کرتے ہو وعدہ وصل کا دیکھو تو آئینہ
چہرہ کا رنگ اور ہی وقت قسم ہوا

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
جام جہان نما نہ کبھی جام جم ہوا

دل تھا کہ دلربا تھا کچھہ اسکی خبر نہیں
رخصت مری بغل سے کوئی صبحدم ہوا

ہم سے چھپا کے وصل کا وعدہ عدو سے ہو
کیا قہر ہو گیا یہ ستم پر ستم ہوا

سوچو تو مجھپہ عشق مین کیا کیا گذر گئی
غم مجکو رنج مجکو الم مجکو کم ہوا

خط اون کے ہاتھہ سے ہوا تحریر غیر کو
سرنامہ پر خطاب ہمارا رقم ہوا

تمنے دیا جو غیر کی محفل مین مجکو جام
وہ بھی تمہارے سر کی قسم مجکو سم ہوا

آصف کے دم قدم سے یہ نشو و نما ہے
ایسا جہان مین مرد خدا کوئی کم ہوا

ولہ

انصاف پناہ اے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدہ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

کرتا ہون آہ تیغ نگہ کھا کے بے سنبھل
اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا

کس طرح سے اسنے اٹھائی ہے قسمین
غم کھاتے کھاتے آپکا غمخوار ہو چکا

آتی نہین ہے شرم تمہین جھوٹ بولتے
وہ وعدہ کرتے ہو جو کئی بار ہو چکا

تم کیا نیا پھنساؤ گے دلکو کہ لاکہہ بار
آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی کسی نے مجھے ذرا
سو بار اس امید مین بیمار ہو چکا

مین بھی اب آزمایش مہر و وفا کرون
پھر تو امتحان کئی بار ہو چکا

وزرد نظر نہ ٹھہریگا زرد حنا کی طرح
یہ جو دل حنا کے گرفتار ہو چکا

اس عاشقی پہ خاک پڑے دل لگی بری
رسوا مین ہر طرح سر بازار ہو چکا

اس مصلحت سے شور فغان کر رہا ہون مین
سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا

پوچھا یہ میرے مردہ پہ اس بدگمان نے
کچھ اس مین جان ہے کہ یہ بیمار ہو چکا

میری بھی بات کوئی سنیگا کہ تو نہین
ہان ہان کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا

کچھ التجائے وصل کی اب حد نہین ہی
للہ ہان کیجئے انکار ہو چکا

رحمت کا تیری رات دن امیدوار ہون
نادم مین اپنے فعل سے استغفار ہو چکا

معشوق کی خطائین بھی ثابت یقین نہین
اللہ عاشقون کا طرفدار ہو چکا

اب تو خدا کے واسطے بیعت پہ اسکی جا
عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا

اس چشم شوق کو بھی ذرا دیکھ لیجئے
بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا

پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپ کا
سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا

تاب نظارہ چاہئے اسکے جمال کو
آنکھین اگر ہی ہین تو دیدار ہو چکا

کس پر کرے گا جور و جفا تو ہمارے بعد
دلدار تیرا اے مرے دلدار ہو چکا

اس حسن لفریب سے سبکا ہی ایک حال
اب اختلاف کافر و دیندار ہو چکا

طاقت دل و جگر مین نہ ہے ہاتھ پاؤن مین
سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا

دیوار ہی گراؤنگا مین سیل اشک سے
سو بار بند روزن دیوار ہو چکا

آئے ہو گھر سے غیر کے مجھپر ہو مہربان
اخلاص ورنہ کہو بس اب پیار ہو چکا

کبتلک سنون دماغ مین طاقت نہین رہی / بس شکر مہربانی اغیار ہو چکا
کس کے آگے اسکی شکایت نہو چکی / آصف تو بے خطا ہی خطاوار ہو چکا

وله

وہ بہی کیا دن تہے ہمین غم سے سروکار نہ تہا / دل کو ارمان نہ تہا جان کو آزار نہ تہا
جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تہا / دلپہ جب ہاتہ رکہا تمنے تو آزار نہ تہا
ایلچی کو بہی کوئی قتل کیا کرتا ہے / مین خطاوار نہ تہا قاصد تو خطاوار نہ تہا
وجہ کیا اسکو قلمبند کیا آپنے کیون / یہ تو روداد غم ہجر تہی اظہار نہ تہا
منصفی شرط ہے شاہان کرم عبرہی تہے / مین ترے جور و ستم کے بہی سزاوار نہ تہا
رہگیا کوئی نہ کوئی مرے دلکے اندر / تیر بین اسکے تہا پیکان تو سوفار نہ تہا
ایک کیا مین ہی تہے ہجر مین نالان تہا فقط / کون ایسا تہا جو وہ جان سے بیزار نہ تہا
کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجہسے / بچگیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیمار نہ تہا
عرصۂ حشر کے مانند تہی نفسی نفسی / اسکی محفل مین کسیکا بہی کوئی یار نہ تہا
واہ اے شان کریمی ترے صدقے قربان / جس گنہگار کو دیکہا وہ گنہگار نہ تہا
لطف کیا تہا جو اک آزاد رہا ایک اسیر / ہم گرفتار تہے جسکے وہ گرفتار نہ تہا
اُس نے جب ظلم کیا مجہپہ تو غیرون نے کہا / یہ وفادار کبہی اسکے سزاوار نہ تہا
محفل رقص تہی وہ تیری بہت عشرت کا / سب ہی بیہوش تہے واں کوئی ہشیار نہ تہا
حسرت مشق ستم کیون ترے دلمین رہتی / مین تو حاضر تہا اگر کوئی خطاوار نہ تہا
تو نے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجہا / غیر سے رشتہ ترا اے بت عیار نہ تہا
وہ شب وصل بناوٹ سے بگڑنا اسکا / غصہ تہا قہر تہا اخلاص تہا پیار نہ تہا

دور ہی سے وہ مجھے دیکھ کے فرماتے ہین
نہوا ہے کبھی یسون سے سروکار نہ تہا

مجھکو کیا کوئی پہنسائیگا ازل سے اب تک
دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تہا

جنس دل دائے ہم اپنی بغل مین آئے
جاکے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تہا

لیجئے عمر سے دو دن بہی نباہی نہ گئی
آپکے ذہن مین آصف تو وفادار نہ تہا

حرف ذال

تیری ہیکل مین مرصع ہین مسلسل تعویذ
دلکو تسخیر کرینگے یہی ہیکل تعویذ

یون تو زیبا سبہی زیور ہین ترے بازو پر
خوشنمائی مین مگر سب سے ہے اوّل تعویذ

درد سر کا تو نہو شکوہ نصیب اعدا
آپ لکہواتے ہین کیون لیکے یہ صندل تعویذ

غیر کی نکلی وہ تصویر گلے مین اُنکے
ہمنے جانا تہا کہ ہوگا یہ مخمل تعویذ

واسطے دفع نظر کے وہ اگر باندہتے ہین
شوخی حسن سے ہوجاتے ہین ہیکل تعویذ

وہ گئے پہیر کے منہ لکہہ گئے کچہہ اُس پر
قبر کا میری رہا آنکہہ سے اوجہل تعویذ

مین نے جانا کہ یہی مار سیہ کا من ہے
اُسکی چوٹی مین جو چمکا تہا ذرا کل تعویذ

یہ جوشن ہے ترے سینہ پہ اے ماہ جمال
ہے خدا داد مبارک بہت افضل تعویذ

چشم مشتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہہ
کاش اس آنکہہ سے ہوجائے مبدّل تعویذ

اسقدر ضعف ہے کیون انکو کیسی گذری
پہر اُترا ترے بازو سے کیا ڈہل تعویذ

ہوگیا آج وہ بیمار تمہارا رخصت
گہولکر جسکو پلاتے رہے تم کل تعویذ

سایۂ فضل خدا آصف دیندار پہ ہے
سحر بیکار رقیبون کا ہے مہمل تعویذ

حرف لام

ہوا چالاک تجہسے بہی سوا دل
چہلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

یہ سچ ہے باوفا ہے آپکا دل
بہت ہی بیوفا ہے یہ مرا دل

تری کنہِ حقیقت کو نہ پہونچا
مقدر سے سوا ہے نارسا دل

وہ تہی اور وقتِ صبح لذّت
تڑپکر ہی یہ دیتا ہے مزا دل

بہت دیکھے ہین ہمنے بیوفا بھی
ترا سب سے ہے بڑہکر بیوفا دل

ترستی ہین یہ آنکھین دیکھنے کو
کرون کیا ہین تڑپتا ہے مرا دل

یہ تبخانہ کو یا کعبہ کو لیجائے
عجب میرا بھی دل ہے رہنما دل

سنی تعریف جب اُس غنچہ لب سے
سمٹکر اور غنچہ ہو گیا دل

لئے جاتا ہے پھر اُسکی گلی مین
یہ بے غیرت یہ کیسا بیحیا دل

ہین کیا جانون محبت اور الفت
یہ پہلے ہی پہل تجھ سے لگا دل

نہ دے اے سنگدل تو رنج اسکو
نکر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل

ہماری بندگی ہے ایسے دل کو
نہ دے بندے کو ایسا بھی خدا دل

ہمارا ہی کبھی تو آشنا تھا
ارے او بیوفا نا آشنا دل

برائے نام اسکا بھی نشان ہے
دہن ہے آپکا یا ہے مرا دل

خراب و خستہ ہو کر خوب سنبھلا
محبت مین بگڑ کر بنگیا دل

بچانا عشق کی آفت سے مجھکو
مرا اب مانگتا ہے یہ دعا دل

تڑپنے کی جو عادت ہو تو آصف
تسلّی سے سوا تڑپا مرا دل

ولہ

کہا جب اُس نے کہئے کیا ہوا دل
بس اتنی بات سنکر آ گیا دل

ہر اک دلبر کی خاطر چاہئے ایک
کہان سے روز لاؤن مین نیا دل

مرا دلسوز ہے داغ جگر اب
مراہم درد ہے درد آشنا دل

بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے
مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل

ہمارے دشمن جان عاشقی ہین
یہی ہین ایک آنکھین دوسرا دل

کہین آیا نہو وہ فاتحہ کو
تڑپتا ہے جو مرقد مین مرا دل

سبہی کہتے ہین دل کو کعبہ ہے یہ
نہ ڈہا اسکو نہ مٹی مین ملا دل

اگر دل مین نہ دل ڈالون تو کہدے
کہ مین کہلون کلیجے مین ترا دل

گلی مین دیکہکر اُنہی وہ بولے
پہر آیا کسقدر ہے بیحیا دل

سما جائے غم کونین جس مین
کہان سے لاؤن مین اتنا بڑا دل

بہت آنکھون سے کی ہے خونفشانی
نہر اب بنگیا ہے یہ مرا دل

وہ کہتے ہین کہان رکہے کوئی پاؤن
پڑے ہین عاشقون کے جا بجا دل

یہ ہے گفتار یا رفتار کیا ہے
تری باتون پہ میرا بس گیا دل

مرا دل ہے نہ کر پامال اسکو
ارے ظالم کلیجے سے لگا دل

کسی پر جان جاتی ہے جب اپنی
خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل

ہزارون دیکہنے والے ہین اسکے
صفائی سے ہے آئینہ مرا دل

جسے دیتا ہون وہ کہتا ہے آصف
مبارک آپکو ہو آپکا دل

ولہ

جب اُسکے کام کا نہ مرے کام کا ہی دل
پہر کس مرض کی بار خدایا دوا ہے دل

اُس سنگدل کے جور و جفا پر فدا ہے دل
کمبخت میری جان کے پیچہے پڑا ہے دل

پاس ادب نہ ضبط محبت رہا مجہے
بے اختیار اُن سے کہا آگیا ہے دل

جسطرح ٹوٹ کر نہ جڑے رشتۂ حیات
ایسا ہی اسکا حال ہے جب ٹوٹتا ہے دل

تم دشمنان ہو اور دل آزار بھی نہین
تم جانتے ہو دلکو تمہین جانتا ہے دل

جس روز سے سنا ہے کہ ہرجائی آپ ہین
اورون سے بدگمان ہون مرا جا بجا ہے دل

پہلے لڑی تہی آنکہہ تری اُسکا ہے قصور
اسپر ہے کیون عتاب مرا بیچارا ہے دل

بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اُس بیوفا کی زلف مین پہنسا ہے دل

اکسیر کی تلاش مین کیون خاک چھانئے
کشتہ کرے جو نفس کو پہر کیمیا ہے دل

کچھہ وسعت زمین و فلک کی نہین بساط
گر حوصلہ ہو دلمین تو سب سے بڑا ہے دل

باہم ہو کیا ملاپ کہ دونون ہین بیقرار
تم شوخ ہو اگر تو بہت چلبلا ہے دل

بدنامیان اسی کی تو ہین اک جہان مین
تم باوفا ہو سچ ہے مرا بیوفا ہے دل

دام وفا بچہا کے گرفتار جو کرے
ایسے سے آنکہہ اٹکی ہے اُس سے پہنسا دل

دلبر چھٹے نہ مجھسے نہ مین اسسے چھٹ سکون
ہین اُسکے پیچھے یہ مرے پیچھے پڑا ہے دل

انجام کیا ہو دیکھئے اس اختلاف کا
سنتا ہون دلکی مین نہ مری مانتا ہے دل

کیسا فراق وصل مین کب چین ہے مجھے
ترچھی ادائین دیکھتے ہی لوٹتا ہے دل

آصف کا امتحان تو کیا مصحفی بھی کر
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک کا ہے دل

حرف نون

وصل مین تلخ بھی دشنام مزا دیتے ہین
کوسنے والون کو ہم اُلٹے دعا دیتے ہین

عفو کرتے ہین خطائین نہ سزا دیتے ہین
جان عاشق کی یو ہین وہ تو گھلا دیتے ہین

حال دل کہکے جو ہنستون کو رلا دیتے ہین
تو ہنسی ہنسکے وہ روتون کو ہنسا دیتے ہین

ایسے لوگون مین نہین ہم جو کہین اور نہ کرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکہا دیتے ہین

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید — زندگی آپ تو عاشق کی بڑہا دیتے ہین

سنکے آواز چلے آتے ہین وہ گھبرا کر — میرے نالے مری قسمت کو جگا دیتے ہین

دل مرا اسکنے چرایا ہے بتائین مجھکو — زائچہ کھینچکے جو نام بتا دیتے ہین

ان حسینون سے کوئی خون کا دعوی کرے — خونبہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

اُنکو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج — بات کرنے مین جو روتون کو ہنسا دیتے ہین

بیوفا یاد نہین تجھکو وفا کا شیوہ — یاد رکھہ تو کہ یہہ ہم تجھکو سکھا دیتے ہین

آنکھہ ملتے ہی یہ خود ملتے ہین دل ملتا ہے — خوبرو پھر بھی تو دل ملکے دغا دیتے ہین

اُن سے کہتا ہون جو مین ہجر کی آفت شب وصل — قہقہہ مار کے وہ صاف اڑا دیتے ہین

خط پہ خط بھیجین گے کچھہ تو کبھی ہوگا جواب — آج سے ہم بھی یہی تار لگا دیتے ہین

قول ہو بوسہ ہو معشوق تو دے مانگتے ہی — پھر وہ دیتا ہے کہان جسنے کہا دیتے ہین

دل لگی یہ بھی شب وصل رہا کرتی تھی — ہم جلا دیتے ہین وہ شمع بجھا دیتے ہین

راز افشا نہ ہو لوگون مین یہ ہے اندیشہ — غیر کے خط کو وہ پڑھتے ہی جلا دیتے ہین

روز ہان ہان کے سوا اور نہین ہے کچھہ بات — دلکو دیتے نہین پر کہکے منا دیتے ہین

دل بیتاب جو پنکھے کی طرح ہلتا ہے — روح کو ہم اسی پنکھے سے ہوا دیتے ہین

وہ تو خط پڑھتے نہین ہمکو یہ سوجھی تدبیر — دلکی تصویر لفافے پہ بنا دیتے ہین

ہیکے عاشق مرے مرنیکی مبارکبادی — اُس ستمگر کو مرے اہل عزا دیتے ہین

ہم تو مرتے ہین مگر اپنی وفائین تم کو — یاد رکھنے کے لئے یاد دلا دیتے ہین

جان کیونکر تجھے دیدون یہ خدا کا ہے مال — کیا پرائی بھی امانت کو لٹا دیتے ہین

یہ کچھہ احسان ہے دل باندھ کے گر چھوڑ دیا — گیسوئے یار گرہ سے ہمین کہا دیتے ہین

ابھی کم سن ہین وہ مانوس بہت کھیل سے ہین
خط مرا پھاڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہین

لب جانان کو چکھائینگے مزا وصل کی شب
ہوتی آئی ہے کہ جھوٹے کو سزا دیتے ہین

چشم بادام وہین پستہ ہے رخسار ہین سیب
ہم ترے وصف مین اک باغ لگا دیتے ہین

وہ گئے دن جو اسے کوستے تھے آٹھ پہر
اب تو آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہین

ولہ

تو کرے مجھ سے پیار کی باتین
ہین یہ پروردگار کی باتین

نہ کرو اعتبار کی باتین
دور رکھو یہ پیار کی باتین

صاف آئینہ ہو گئین ہم پر
ترے دل کے غبار کی باتین

ہم ہین مشتاق ہان سنا واعظ
بادہ و بادہ خوار کی باتین

رنج کے ساتھ رنج کا ہے کلام
پیار کے ساتھ پیار کی باتین

غیر بھی نوحہ گر ہے یون مجھ پر
جیسے ہین سوگوار کی باتین

کیا کہین تجھ بغیر کس سے کہین
دل امیدوار کی باتین

رات جاتی ہے کیجئے موقوف
قصۂ روزگار کی باتین

جبر کیجے کہ لطف دونون ہین
آپ کے اختیار کی باتین

کیا گزرتی ہے کس طرح سے سنین
ہائے اہل مزار کی باتین

کہدیا غیر سے تمہارا بھید
لو سنو رازدار کی باتین

جو ہین کنج لحد مین خاک نشین
جوش فصل بہار کی باتین

ابھرے جوبن نے کردیا بیچین
کیا کہین ہونہار کی باتین

روکے رکتا نہین ہے طفل سرشک
دیکھو اس جانہار کی باتین

آنکھ سے سب عیان ہے دیکھو تو
چشم مست خمار کی باتین

یاس ہو ہو گئی مگر ہین وہی
اس دل جان نثار کی باتین

اے صبا کیا خبر ہے کہہ تو ذرا
میرے اُس شہسوار کی باتین

کان رکھکر کبھی سنو تو سہی
اپنے تم دوستدار کی باتین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سُنتا
چار کے طعنے چار کی باتین

بیوفا ایک تیری خاطر سے
سُن رہا ہون ہزار کی باتین

تجکو رسوا کرین یہ ہین آصف
اس دل بیقرار کی باتین

ولہ

ارمان بہت ہین ترے پیکان بہت ہین
دلمین مرے ہر طرح کے مہمان بہت ہین

تھوڑے بھی تو معشوق کے احسان بہت ہین
دو چار بھی نکلین تو وہ ارمان بہت ہین

عاجز تری آنکھون سے مسلمان بہت ہین
یہ تاکتے یہ لوٹتے ایمان بہت ہین

جھگڑے تو ہزارون ہین مگر بات ہے اتنی
ہم تم سے وفا کرکے پشیمان بہت ہین

اے نامہ بر آئندہ کو اقرار تو ہو جائے
کم سن ہین اگر وہ ابھی نادان بہت ہین

کیون خوش ہو مری حسرت دیدار مٹا کر
مٹنے کے لئے اور بھی ارمان بہت ہین

دل ڈھونڈہ رہا ہے انھین آ ناصح مشفق
وہ کام محبت مین جو آسان بہت ہین

مایوس نہو کوئی زمانے مین خدا سے
ہونے کیلئے غیب سے سامان بہت ہین

یکبار بھی کو نہ گرا اپنی نظر سے
آنکھون مین بھی کہہ لینے کو انسان بہت ہین

قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے
وہ جان کے ہم سے ہوئی انجان بہت ہین

تم جیسے پریرو ہونگا سایہ نہین پڑتا
یارو مین ہمارے بھی نگہبان بہت ہین

زاہد سے قیامت میں بھی بنے کے نہیں رند
اسکے لئے ہر حال میں ہر آن بہت ہیں

ہم بیٹھے ہی کر لین گے ابھی توبہ پہ توبہ
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہیں

دیوانوں کو جنت ہے ترا سایۂ دیوار
ہان خاک اڑانیکو بیابان بہت ہیں

وعدہ نہیں کرتے ہو کبھی وصل کا ہم سے
کیا پوچھتے ہو دل میں تو ارمان بہت ہیں

ٹلنے کے نہیں ہم کہ گزرتے ہیں گمان اور
محفل میں تری عیش کے سامان بہت ہیں

دل جتنے شکستہ ہیں اگر کیجئے گنتی
ٹوٹے ہوئے انسے ترے پیمان بہت ہیں

کیا تو نے کسیکا دل آشفتہ پھنسایا
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہیں

آتے ہیں خدا جانے تصور میں وہ کیونکر
دربان وہان انکے نگہبان بہت ہیں

یون کھینچکے خنجر مجھے قاتل نے پکارا
آ جا ہے والے تجھے ارمان بہت ہیں

جانباز ہمیں ہیں کہ ہے جان سے حاضر
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہیں

ہان دیکھنے والے کو نظر اور پرکھ ہو
انسان جنہیں کہئے وہ انسان بہت ہیں

دل لیکے کیا مجھسے سلوک آپنے کیا خوب
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہیں

کچھ اور رہو غم حضرت آصف کی بلا کو
ہان تیری محبت میں پریشان بہت ہیں

حرف واو

نہیں کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
ستمگر بے مروت تند خو ہو

کہا جب میں نے رنجیدہ عدو ہو
وہ بولے سنتے ہی کیون ہو تو ہو

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
وہی ہے پھول جسمیں رنگ و بو ہو

ادھر میں ہوں ادھر محشر میں تو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو

تجھے دل میں تو رکھلوں میں پہ ہے رشک
اسی میں جان ہو اس میں ہی تو ہو

گداز عشق نے چھوڑا ہی کیا ہے — مزے سے ٹپکے گر دل مین لہو ہو
اُسے کیونکر نہو انداز پر ناز — کسی کی دہوم جب یون چارسو ہو
وفا داری ہے گو عاشق کا شیوہ — کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو
یہ حسرت ہے تری تیغ ہلالی — گریبان کی طرح زیب گلو ہو
لڑائی کی ہین باتین اُنکی مجہ سے — کہین یہ ختم یارب گفتگو ہو
نقاب اُٹھے جو رخ سے روز دیدار — صفِ محشر مین بہی پہر تو ہی تو ہو
کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت — یگانہ ہو کے جب اپنا عدو ہو
ہمارا خون وہ ہے آبرو دار — تری تلوار جس سے سرخرو ہو
نہو اسکے سوا کچہہ بہی تمنا — دل بے آرزو کی آرزو ہو
یہ ہے خاکِ درِ نجف نہ زاہد — شکستہ اسکے چہونے سے وضو ہو
رہے ہر دم مین ہر دم یاد تیری — جدہر دیکہون اُدہر بس تو ہی تو ہو
چلے جو سر کے بل اُس رہگذر مین — وہی عاشق سراپا جستجو ہو
بگڑتے ہو بظاہر بات سے تم — یہ بہتر دل ہی دلمین گفتگو ہو
وہ پوچہین اپنے دامن سے جو آنسو — مرے اشکون کی کیسی آبرو ہو
تبرک ہے ہمارا بہی دل پاک — لگائے ہاتہہ وہ جسکو وضو ہو
سمجہہ مین آئے کیونکر بات قاصد — تری اُلجہی ہوی جب گفتگو ہو
عدو کو بزم مین ہو شربت خضر — مرے حق مین سے احمر لہو ہو
مقابل یون ملے جب حسن کی داد — اُدہر یوسف اِدہر بے پردہ تو ہو
بُرا کہتے ہین جو تیرے ستم کو — ہماری اور اُنکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اسکی ناامیدی
جب اس سے ہمنے کرلی قطع امید
جو ہو تکیہ کرم پر اس کے اپنا
خدا عزت رکھے دونون جہان مین

کہ جسکو آرزو کی آرزو ہو
تو پھر کیون آرزو کیون جستجو ہو
بر آئے دل کی جو کچھ آرزو ہو
اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو

ولہ

دل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ابھی کیا تھے ابھی کیا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو ناحق ہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو
اور پھر حد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو

ہین یہی ڈھنگ تو امید رہیگی کسکو
اب جوان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو

وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے
دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو

جان ہم دیتے ہین تم سے ہی وفا کرتے ہین
تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو

منصفی شرط ہے یہان یونہین کہتے ہین
تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو

خوگر لطف و عنایت ہون مجھے تاب کہان
مہربان ہو کے خفا ہوتے ہو انصاف کرو

داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن بنے
اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو دل کے رقیبون سے جلاتے ہو ہمین
اور پھر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو

ہے برا شیوہ بیداد سے رسوا ہونا
سب مین انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو

آج بیداد جو کرتے ہو تو کل کیا ہوگا
منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو

مار رکھتے ہو ذرا آنکھ دکھاتے ہو جسے
دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد بھی ہے کبھی آصف سے ملے تھے کہ نہین
آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

مچی ہے دہوم زمانہ مین جا بجا کسکی
بندہی ہے دہاک ترے حسن کی سوا کسکی

وہ حور وش بہی تو مسجد مین تہا خدا جانے
نماز کس نے ادا کی ہوئی قضا کسکی

نکر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تہے
دل فریفتہ سنتا ہے تو بہلا کسکی

قصور تہا مری آنکہون کا دل نے پائی سزا
ہوئی ہے عشق مین یہ کسکے سر بلا کسکی

مزاجدان ہو تمہین جب تمہین سے کچہہ نہوا
مریض عشق کو راس آئیگی دوا کسکی

ہزار رنگ سے نیرنگ ہین زمانے مین
ہوئی ہے شعبدہ گر چشم فتنہ زا کسکی

فلک بہی گو ہے ستمگر مگر نہین تجہسا
یہ دیکہہ کم ہے جفا کسکی ہے سوا کسکی

لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن
ثبوت کیجئے ہے بیشتر خطا کسکی

تمہین بہی اسکی خبر ہے وہ کون ہی ایسا
بندہی ہوئی ہے زمانہ مین یہ ہوا کسکی

کہین نکرنے سے چہپتا ہے عیب دنیا مین
رقیب پر کہو اب جان ہے فدا کسکی

غضب تنے ہوئے ابرو کہنچی ہوئی تلوار
مرے مین طور ترے آئی ہے قضا کسکی

عدو بہی میری طرح ملتجی رہا شب قدر
وہان قبول ہوئی دیکہئے دعا کسکی

یہ امتحان تو دیکہو وہ مجہسے پوچہتے ہین
پسند ہے تمہین اس شہر مین ادا کسکی

کبہی لحاظ ہے دلکو کبہی ہے یہ گستاخ
سمائی اسمین شرارت بہری حیا کسکی

ہوئے ہین دیدہ و دل دونون والہ و شیدا
یہ کیا خبر ہے کہ اچہی ہوا تہا کسکی

نہ جان کا ہے بہروسہ نہ عمر رفتہ کا
یہ بیوفا ہوئی کسکی وہ آشنا کسکی

مئے طہور کے اوصاف سن لئے واعظ
لگی ہے رٹ تجہے اے بندۂ خدا کسکی

خبر بہی ہے تمہین یا بیخبر ہو تم اس سے
خبر پہونچتی ہے ہمکو ذرا ذرا کسکی

ستم بھی آپ کریں اور آپ ہی پوچھیں
زبان زبان پہ شکایت ہے برملا کسکی

جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب آ سکا
نہیں قبول کی آصف نے التجا کسکی

ولہ

اگر ہو امتحاں کہیں نگاہ یار کیسی ہے
نہیں معلوم وہ کستی ہوئی تلوار کیسی ہے

مجھے کس وہم میں ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے
لبوں پر مسکراہٹ سی ہے گفتار کیسی ہے

تمہاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے
کہ یہہ بیمار ہو کر پھر غریب آزار کیسی ہے

چرائے ہیں جو اپنی جان اے قاتل وہ کیا جانیں
تری کھنچی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے

نہیں جانتے اگر تصویر ہی کھنچوا کے منگوا لو
یہہ تم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے

لیے ہیں رو ہی بوسے میں نے اس پر کیوں بگڑتی ہو
یہہ دیکھو سرخ ہو کر زینت رخسار کیسی ہے

پکڑتی ہے زمیں پیر قدم کو چھیں قاتل کے
یہ کیوں مشتاق ایسی ہے مری رفتار کیسی ہے

ہمارا خانۂ دل دیکھکر وہ سخت گھبرائے
کہ یہہ تعمیر بے سقف و در و دیوار کیسی ہے

مجھی سے چاہتے ہیں داد اسکی وہ یہ فرما کر
کہو انصاف سے تم صحبت اغیار کیسی ہے

ستم کرتے ہیں وہ مجھ پر دعا دیتا ہوں میں انکو
کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفائے یار کیسی ہے

کوئی جب خواب میں آتا ہے کھل جاتی ہے آنکھ انکی
اجی صاحب تمہاری نیند بھی ہشیار کیسی ہے

نہ کیونکر آبلے سے سرفرازی دلکو حاصل ہو
ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے

ہوا بھی ہم اسیروں تک نہیں آتی جو یہ پوچھیں
فضائے باغ کیسی نکہت گلزار کیسی ہے

نزاکت کے بہانے سے تو مجھ تک آ نہیں سکتے
مری آنکھوں میں تم پھرتے ہو یہ رفتار کیسی ہے

گری پڑتی ہیں ٹھوکریں کھاتی ہیں فریادیں
یہ راہ عالم بالا بھی ناہموار کیسی ہے

وہ جانے دل لگی کا حال جس نے دل لگایا ہو
بھی آسان کیسی ہے بھی دشوار کیسی ہے

خدا پر چھوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو
ذرا چلکر تو دیکھو حالت بیمار کیسی ہے

ترے طعنون سے اے ظالم کلیجہ ہو گیا چھلنی
ہوئی ہے تیر سے اک بات یہ گفتار کیسی ہے

نہین ملتے نہ ملئے ہمسے بھی غمزے نہین اٹھتے
یہ حجت روز کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے

کمر مین تونے باندہی ہے کمر مین چاہئے رہنا
تری تلوار پھر میرے گلے کی ہار کیسی ہے

خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اے ناصح
نہین سنتا کسی کی یہہ خدا کی مار کیسی ہے

مخاطب غیر سے ہین بزم مین اُس سے مین خوش ہون
مری آنکھون کو حاصل فرصت دیدار کیسی ہے

سر شوریدہ سے سد سکندر توڑ ڈالین ہم
جہان روزن بھی ہے دشوار وہ دیوار کیسی ہے

بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے ہر دم
وہی اب آنکھ اُسکی شکل سے بیزار کیسی ہے

وہ کہتے ہین ہماری ہی صفت مین غزل جب ہو
کہون کیا مین کہ یہہ پابندی اشعار کیسی ہے

اُسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بیتابی
ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

ولہ

کیا منہ ہے کوئی باتین بنائے مرے آگے
دعویٰ ہو جو دشمن تو آئے مرے آگے

فتنے تری نظرون نے اُٹھائے مرے آگے
جادو تری آنکھون نے جگائے مرے آگے

کرنی جو پڑی اُنکو رقیبون کی حمایت
کہتے ہین بڑے بول سب آئے مرے آگے

بے پردہ کیا حور کی تعریف نے اُن کو
جھنجلا کے وہ باہر نکل آئے مرے آگے

وہ کہنے لگے دیکھ کے پروانے کا جلنا
جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے

محفل مین جلانے کو مجھے ہائے وہ ضد سے
پہلو مین رقیبون کو بٹھائے مرے آگے

جاتا ہون عدم کو وہ عیادت کو نہ آئے
اتنی بھی نہ تکلیف اُٹھائے مرے آگے

اُس منزل دشوار مین تقدیر نے ڈالا
رہبر بھی جہان ٹھوکرین کہائے مرے آگے

ہے نکہت گل مجکو قفس مین بہی غنیمت — یارب یہ بہار آ کے نہ جائے مرے آگے

وہ بات نہ کرتے تہے جو کی بات تو یہہ کی — غیرون کے بہت عیب چھپائے مرے آگے

اندیشہ تہا انکو کہ نہ آنکھون مین سما جاؤن — منہ کہولے نہ محفل مین وہ آئے مرے آگے

جاتے تہے وہ گل چھپکے سر شام جو پوچہا — مین کیا کہون کیا فقرے بنائے مرے آگے

عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر — دنیا مین مصیبت اُٹھائے مرے آگے

بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر — باتون کے چمن اُس نے لگائے مرے آگے

بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا — تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے

روٹہے کا منانا مجہے آجائے جو کوئی — روٹہے ہوے اس دل کو منائے مرے آگے

اُس بزم مین لیجا نہ مجہے اے دل مضطر — کیا ہو جو وہ کہدے یہ نہ آئے مرے آگے

دنیا کا جو ہے قافلہ رکہتا ہے کہ آصف — جائے کوئی پیچہے کوئی جائے مرے آگے

ولہ

کب مرے دل پہ کارگر نہ ہوئی — وہ تو برچھی ہوی نظر نہ ہوئی

غیر کو کاوش جگر نہ ہوئی — یہ ادہر کی بلا اُدہر نہ ہوئی

نازنین کو کہان ہے تاب نگاہ — خواب مین کیا اُٹھے نظر نہ ہوئی

مہربانی تری اس لفت پر — جتنی ہوتی تہی اسقدر نہ ہوئی

تیری فرقت مین رونے والونکی — آستین کب لہو مین تر نہ ہوئی

مین سنے جب کچھہ کہا زبانی حال — تیری تسکین بہی میسر نہ ہوئی

کب ترا غیر پر نہ دل آیا — کب تری پیار کی نظر نہ ہوئی

غیر اُس بزم نازمین پہنچے — خیر گذری مجہے خبر نہ ہوئی

تجکو دل دیکے اپنی رسوائی — وہ ہوئی اب جو عمر بہر نہ ہوئی

یہ شب وصل اُنکو حسرت ہے — شام ہوتے ہی کیون سحر نہ ہوئی

ہم بہی جیتی ہوئی کہے ہی گئے — کب سزا بات بات پر نہ ہوئی

پہر کہان جائین گے اگہی ہم — خلد مین بہی اگر بسر نہ ہوئی

ہم نے میدان عشق جیت لیا — فتح غیرون کے نام پر نہ ہوئی

دردسر کا اُنہین بہانہ ہوا — داستان اپنی مختصر نہ ہوئی

دیکہئے دیکہئے پہری آپ آنکہہ — ہوتی ہوتی ادہر نظر نہ ہوئی

پاس ہوتی تو سب خلش ٹہتی — نہوئی عشق مین مگر نہ ہوئی

مرگئے مرگئے فراق مین ہم — نہ ہوئی اُنکو کچہہ خبر نہ ہوئی

شب کا وعدہ وہ کرکے کہتے ہین — رات دو چار دن اگر نہ ہوئی

سامنے ہی رہی تصور مین — آنکہہ اودہل تری نظر نہ ہوئی

شاخ گل کی بہی دیکہہ لی جنبش — وہ لچکتی ہوئی کمر نہ ہوئی

مین جو رویا تو کیا گناہ ہوا — دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی

شکوۂ ہجر سنکے اُسنے کہا — تجہکو امید پر نظر نہ ہوئی

کب نظر تری اثر نہ ہوا — کب تری آنکہہ فتنہ گر نہ ہوئی

دہری تلوارین باندہ لین تم نے — یہ تو معشوق کی کمر نہ ہوئی

کب ہوا حشر کب تمام ہوا — مجہے محشر کی کچہہ خبر نہ ہوئی

بتکدہ مین جو دیکہی ہے صورت — وہ بہلے کو خدا کے گہر نہ ہوئی

صلح کی کچہہ امید ہے باہم — آج آصف سے پہر اگر نہ ہوئی

ولہ

لیتے ہین ہنس کے میرا نام اُٹھتے بیٹھتے
پیار سے دیتے ہین وہ دشنام اُٹھتے بیٹھتے

غیر کی تعریف میرا شکوہ اپنی خوبیان
وہ بیان کرتے ہین صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے

سامنے آجا کہ اے ظالم کہ گذری دوپہر
مجکو بیتابی سے زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

چھیڑتے ہنس ہنس کے ہین عشاق کو رونا ہوا
دیکھکر معشوق گل اندام اُٹھتے بیٹھتے

میرے کہنے پر عمل کرتے تھے وہ دن اور ہے
اپنو ہے ہر بات پر الزام اُٹھتے بیٹھتے

سنکے قاصد سے رقیبون کے سنانیکے لئے
یاد کرتے ہین مرا پیغام اُٹھتے بیٹھتے

ہو چکی تعظیم غیرون کی کرو محفل تمام
شب تو گذری پھر خاص و عام اُٹھتے بیٹھتے

ضعف مین کن مشکلون سے طے ہوئی ہے راہ شوق
پہونچے ہین منزل پہ ہر گام اُٹھتے بیٹھتے

ہمکو کیا مطلب کہ سب اغیار محفل کو تری
دیتے ہین آغاز سے انجام اُٹھتے بیٹھتے

میکدہ مین مدرسہ کی قید اے رند نہین
بے تکلف سب ہین مے آشام اُٹھتے بیٹھتے

دل کے چھالون کی دکھاؤن سیر کیا مثل حباب
یہ نہین ہین ای بت گلفام اُٹھتے بیٹھتے

اپنو آ صورت کہا جا گرتے پڑتے ضعف سے
ہم بھی آ بیٹھے ہین زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

عاشقون کا قتل انکو کھیل ہے مشکل نہین
وہ تو کر لیتے ہین ایسے کام اُٹھتے بیٹھتے

دل ہی جب بیچین ہو آصف تو کیا کوئی کرے
چلتے پھرتے ہے نہ ہے آرام اُٹھتے بیٹھتے

ولہ

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہین یار کے
اب ناز دیکھیے کوئی دل بیقرار کے

نکلی ہے جان عشق مین اُس گلعذار کے
عشاق پھول لیتے ہین میرے مزار کے

وعدہ کا انتظار کہان تک کرے کوئی
ناچار ہم بھی بیٹھ رہے دل کو مار کے

دل مین ہمارے ایک صنم پردہ دار ہے
آئے خیال غیر تو پردہ پکار کے

رفتار اُسکی کیون نہ قیامت بپا کرے
فتنے قدم سے اُٹھتے ہین اُس شہسوار کے

بیٹھے ہین شب وصال مع چُپ چُپ الگ الگ
جب دل کھلے تو لطف ہون بوس و کنار کے

بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی
اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

یہ تو شب وصال ہے ماتم کا دن نہین
کیون سادگی سے آئے ہو زیور اُتار کے

اُسکی نشیلی آنکھون سے ایمان کیا بچے
دشمن یہ دونون مست ہین پرہیزگار کے

چوری کی بات تھی جو پکارا رقیب کو
تھرا رہے ہین سامنے میرے پکار کے

سرکار عشق کو ہے اب آزادگی پسند
قیدی نہ چھوٹ جائین کہین زلف یار کے

گنتی کے داغ پاس مرے دلمین رہ گئے
یہ ہین نشان لٹی ہوئی فصل بہار کے

یہ دل نہین ہے زلف بگڑ کر جو پھر بنے
اسکو کہین بگاڑ نہ دینا سنوار کے

بس امتحان غیر تو اب ہو چکا تمام
اُمیدوار ہم بھی تو ہین ایک وار کے

زاہد کو ناز زہد پہ رندون کا ہے یہ قول
ہم سے گناہگار ہین پروردگار کے

سچ ہے نہین کسیکا کوئی ہائے بیکسی
جاتے ہین یار قبر کے اندر اُتار کے

دونون طرف ہے بحر محبت مین ایک حال
بے صبر وار کے ہین تو بیہوش پار کے

بندون پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے
کیا فیض و فضل ہین مرے پروردگار کے

جب تک ہے منہ مین بات تو اخفائے راز ہے
وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ پسار کے

انصاف کر تو خاک پہ کسکی ہے اے صبا
پیچھے پڑی ہے کیون مرے مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچھا جو مذہب تو یہ کہا
ہم ہین غلام پنجتن و چار یار کے

ولہ

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
بہلون سے بہلا ہے برونسے برا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہین تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اُسیکا گلا ہے

نہین ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بہی پلاؤ بہی اسکا مزا ہے
یہ شیشہ بہرا ہے یہ ساغر بہرا ہے

رہے یا نہین کوئی کس کام کا ہے
سلامت ہو تم یہ میری دعا ہے

کرین بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہان بہی خدا ہے وہان بہی خدا ہے

مزا ہے بہی بات مین بات نکلے
اداسے ادا جب نہو پہر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکہئے کونسا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزین بہی
محبت کا آخر کو پہل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بہی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکہنا اُسے خط مین کیا جانتا تہا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے بیزار مجہسے
وہ پوچہا کئے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کر کے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہین مجہ مین اُسکا رہا ہے

نہ اترا و بس بس خدا سے ڈرو بہی
گر اچہے ہو تم تو برون کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹیگا ہرگز
مرا دل بہی کیا تیرا عہد وفا ہے

کہان جائے انسان انسے نکل کر
زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جہگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کبھو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر — نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

نہ ہونا کبھی مائل زلف اے دل — اُسی کے رہے سر پہ جسکی بلا ہے

بجز میرے اور و نسے مطلب نہ رکھو — مرا مدعا ہے تو یہ مدعا ہے

تمہارا ہی میں ہوں خطا وار عاشق — زمانہ کبھو مجھ سے پھر کیوں خفا ہے

ستایش میں ہے ایک لطف تبسم — شکایت میں سو طرح کا مزا ہے

بہت دور ہے منزل الفت اے دل — جو یہہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے

یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے اُنکے — ترا حال اب کیا سے کیا ہوگیا ہے

کہا اُس نے میری مصیبت نہ پوچھو — سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے

یہ سر تہا کبھی زانوے دلربا پر — یہی زانوے فکر پر اب جھکا ہے

کبھی یہ جبین رشک ماہ مبین تہی — یہی خاک میں صورت نقش پا ہے

کشیدہ کمان کی طرح تہا جو ابرو — وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے

وہ آنکھیں جو تہیں محو دیدار ہردم — انہیں اک قیامت کا اب سامنا ہے

وہ بینی جو تہی محو خوشبوے الفت — وہ مدت سے محروم بوے وفا ہے

وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تہے بوسے — لب زخم کی طرح اب بدنما ہے

وہ گوش طربناک لبریز نغمہ — شکایت ملامت ہی اب سن رہا ہے

وہ گردن پڑے دست محبوب جسمیں — گریبان اُسے طوق اب بن رہا ہے

وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تہے گلرو — خزان دیدہ پھولوں سے مرجہا گیا ہے

وہ سینہ جو عشرت کدہ تہا ہمیشہ — اُسے پیٹنے اب تو ماتم سرا ہے

پھرا جو حسینوں کے سینوں پہ برسوں — اُسی ہاتھ سے اب تو سر پیٹتا ہے

کبھی پاؤن چلتے تھے راہ طلب مین
انھین پاس نے اب شکستہ کیا ہے

یہ دل رنج و غم سے تھا آزاد کیسا
یہی اب گرفتار دام بلا ہے

کوئی بیوفا ونکے دم مین نہ آئے
محبت جو کی تھی یہ اُسکی سزا ہے

مرے حال بد پر کرم کرنے والا
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے

ہمارے بھی ہے امتحان تیغ آصف
لگانا ہی دل کا سراسر خطا ہے

ولہ

کجی پر اے دل گمراہ تو ہے
مرا دشمن مرا بدخواہ تو ہے

نظر آتا نہین شب کو سیدن
کرین کیا ہم جو رشک ماہ تو ہے

فلک کو دیکھکر کوئے بتان سے
اُٹھے یہ کہکے ہم اللہ تو ہے

کہا جب اُن سے عاشق اور بھی ہین
قسم کہا کر کہا واللہ تو ہے

تصور غیر کا مین نے کیا جب
کہان جاتا کہ سد راہ تو ہے

مرا راز محبت ہو نہ افشا
خدایا اس سے بس آگاہ تو ہے

رقیبون کا جلائے دل تو جانین
کہان برق بلائے آہ تو ہے

دل اُتھو دیدیا اُس بت کو مین نے
مرا یاور مرے اللہ تو ہے

پڑا پھرتا ہے کوچہ مین اُسی کے
ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے

نہ پایا دل کے گوشہ مین کوئی اور
فقط اک زیب خلوتگاہ تو ہے

اثر دیکھا ترا اے عشق ہم نے
ارے ظالم بڑا جانکاہ تو ہے

کہا جب بیوفا غیرون کو مین نے
چھنکر بولے وہ واللہ تو ہے

ترے در کا گدا یا پیر مین ہون
شہنشاہون کا شاہنشاہ تو ہے

ادا سے ناز سے پاس آکے اُسنے | کہا آصف سے آصف جاہ تو ہے

وله
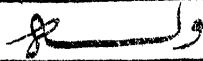
پھر رہی ہے سارے عالم مین دُہائی آپکی | یہ خدائی ہے خدائی یا خدائی آپ کی
مار ڈالیگی ہمین یہ کج ادائی آپ کی | بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپکی
راست بازونپر ہے روشن کج ادائی آپکی | ہے وفادارونپہ ظاہر بیوفائی آپکی
دیدۂ پرخون کو میرے دیکھکر کہتے ہین وہ | ہے یہ بیماری کی سرخی آنکہہ آئی آپکی
خوب پہل پایا ہے ملکر لیا آگے کو عہد | کیا ملائیگی خدا سے آشنائی آپکی
جو پہنسائیگا کسیکو آپ ہی پہنس جائیگا | ہو چکی پہندے سے میرے اب رہائی آپکی
بال تہے اُلجہے ہوے شانہ کیا ہے دیر تک | مین دبا دون دکہہ گئی ہوگی کلائی آپکی
چہیڑ کا اسمین مزا شکوے کا اسمین لطف ہے | صلح سے بہتر سمجہتا ہون لڑائی آپکی
جب تلون ہے طبیعت مین تو یکسان ہوگئی | آشنائی آپکی نا آشنائی آپ کی
کیا سکہائے گی قیامت آپکو فتنونکی چال | ابتدا سے یہ تو ہے سب کچہہ سکہائی آپکی
دلمین ہم جلتے ہین سنکر کچہہ ہمارا بس نہین | لوگ کرتے ہین بُرائی پر بُرائی آپکی
پہر ہوے برہم یہ غصہ مجہپہ کیون ہے اسقدر | ہوگئی تہی وصل مین مجہسے صفائی آپکی
داور محشر کے آگے آپ کا شکوہ کیا | حسب عادت پہر قسم ہی ہمنے کہائی آپکی
اپنے عاشق کو ستانا اسقدر اچہا نہین | بیٹہہ جائیگی مرے دلمین برائی آپکی
آپکی صورت جو دیکہین گے تو پہر آئیگا دل | یاد آئیگی قیامت مین جدائی آپکی
جانتے تہے جاکے ہونگے بزم دشمن مین سبک | کیا کرین ہمکو محبت کہینچ لائی آپکی
ہے تجلی نور کی لاکہون حجابون سے عیان | پردے پردے مین ہے کیا کیا خودنمائی آپکی

اپنی آنکھوں کی بلائیں یوں کہ شب کو خواب میں
خوب بے پردہ مجھے صورت دکھائی آپکی

رنج فرقت میں جو مر کر جیئے تو کیا جیئے
خاک میں ہمکو ملائیگی جدائی آپکی

روز محشر پرسش اعمال ہوگی جب مری
یا نبی رونگا دہائی پڑ ہا ہی آپکی

عاشق و معشوق کے لب پر یہی ہے داستان
یہ وفاداری ہماری بیوفائی آپکی

سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوی
پھول کو سونگھا تو خوشبو مجھکو آئی آپکی

غیر کو بھیجا تھا چھلا خط کے اندر ڈالکر
وہ نشانی لیجیے میرے ہاتھ آئی آپکی

بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد
پوچھتے ہیں وہ لگی کسنے بجھائی آپکی

کسطرح راضی ہوے کیا آپنے جادو کر دیا
شب کو آصف سے ہوی کیونکر صفائی آپکی

ولہ

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے
کسیکی یاد فقط یادگار باقی ہے

تری بہار جو ابر بہار باقی ہے
ابھی سرور مے خوشگوار باقی ہے

حجاب وصل میں بھی اے نگار باقی ہے
نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے

لگا کے تیر مرے دل پہ تو جگر کو نہ چھوڑ
شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے

مٹا سکیگا مجھے خاک چرخ کج رفتار
نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے

نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان
ابھی تو حسن کی کچھ کچھ بہار باقی ہے

کہ اب بھی وعدہ خلافی سے عہد اے ظالم
کہ کچھ یونہیں سا ترا اعتبار باقی ہے

جوان ہوگئے تجھے گرچہ آئی شرم و حیا
وہ کمسنی کی شرارت تو یار باقی ہے

وہ کس غرور سے کہتے ہیں اب شباب کے بعد
یونہیں رہیگی یہ جتنی بہار باقی ہے

خدا کے آگے بھی کہدونگا میں تو روز جزا
کہ دل میں آرزوے وصل یار باقی ہے

ہزار بار نکالو جو دل کی تم ارمان
یہ بار بار کہو ن لاکہہ بار باقی ہے

تمہارا قصور مرا اسکو کرو یا ثابت
تمہارے دلمین ابہی تک غبار باقی ہے

شب وصال وہ گہبراکے صبح تک مجہہ سے
یہ پوچھتے ہی رہے کوئی پیار باقی ہے

ہزار گن کے جو مین تہم گیا تہکی ہے زبان
بہت سا تیرے ستم کا شمار باقی ہے

تمہین رقیب کا جسطرح انتظار رہا
تمہارا ہمکو بہی یون انتظار باقی ہے

ترا جو سینہ ہے آئینہ مین بہی تو دیکہون
نہین ہے یا ترے دل مین غبار باقی ہے

نکل گئی مرے دل سے تری مژہ کی پہانس
عدو کے رشک کا کمبخت خار باقی ہے

مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
ابہی مزار کا سنگ مزار باقی ہے

تمہارے ڈہنگ تو سارے ہین بیوفائی کے
یوہین سا وعدۂ ناپائدار باقی ہے

مٹے مٹے نظر آتی ہین داغ دل اکثر
لٹی لٹی مرے دل کی بہار باقی ہے

نکالین تونے زمانے کی حسرتین کیا کیا
فقط یہی دل امیدوار باقی ہے

ہماری قبر پر اسکو چڑہا دے اے گلرو
ترے گلے مین جو پہولون کا ہار باقی ہے

نشان اہل نشان ہوگئے بہت معدوم
ظہور قدرت پروردگار باقی ہے

قد اسکا سرو ہے پستان انار سیب زنخ
بہار پر ہے وہ جوبن بہار باقی ہے

پلا دے ساغر مے ساقیا نہ دیر لگا
چمن مین جوش گل و برگ و بار باقی ہے

کوئی رہا نہین ارمان نزع مین مجہکو
جو ہے تو حسرت دیدار یار باقی ہے

بجا ہے قدر کرو جسقدر مرے دل کی
کہ عاشقون مین یہی یادگار باقی ہے

اٹہائے رنج کہان تک آصف غمگین
کہ مجہہ مین کیا مرے پروردگار باقی ہے

ولہ

اب آشنا ہوئے ہیں تمہارے نئے نئے
پھرتے ہیں لوگ تکو اُبھارے نئے نئے

انسان ہے کہ حور و پری ہے یہ کون ہے
چلمن سے ہو رہے ہیں اشارے نئے نئے

پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تھی کہاں
ہیں رنگ ڈھنگ آپکے پیارے نئے نئے

بستر پر اُنکے دیکھے ستارے جڑے ہوئے
دن کو نظر یہ آئے ہیں تارے نئے نئے

مہجور و دلفگار و پریشان و بدنصیب
رکھے گئے خطاب ہمارے نئے نئے

گر ایک ہے عدم تو قیامت ہے دوسرا
دریائے عشق کے ہیں کنارے نئے نئے

وہ التفات ہے نہ وہ ہیں مہربانیاں
بدلے ہیں طور آپکے سارے نئے نئے

تصویر داغ دل کی ہے زخم جگر کی بھی
تحفے یہ اُن کو نذر گذارے نئے نئے

اُن کو ملے رقیب تو معشوق ہمکو بھی
اُن کے نئے نئے ہیں ہمارے نئے نئے

دیکھے بہت سے زہرہ جبین اور مہ جمال
چمکے زمین پر بھی ستارے نئے نئے

چاہت میں ہے نیوں کی پرانوں کا کب مزا
ہوتے نہیں ہیں پان کرارے نئے نئے

ہمسے چھٹے تو پھر نہیں ملنے کا کوئی بھی
تم ڈھونڈتے پھروگے سہارے نئے نئے

جانے دو اگلی باتوں کو جو کچھ ہوا ہوا
پھر عہد ہوں ہمارے تمہارے نئے نئے

بھڑکی جو دل کی آگ پتنگے بنے ہیں شمع
آنکھوں نے یہ دکھائے شرارے نئے نئے

ہمکو ملا نہ خانۂ دل کا سا ایک بھی
نقشے مکان مکان کے اُتارے نئے نئے

آصف نے غیر کا جو کیا شکوہ یہ کہا
معشوق کیا نہیں ہیں تمہارے نئے نئے

ولہ

ٹھہرے ہوئے ہیں جب سے کسی گلعذار کے
چمن سے جھڑ گئے ہیں عروس بہار کے

حسن و جمال تیرے ہیں کیا کیا بہار کے — دیتے ہیں جان عاشق جانباز وار کے

صدمے بیان کیا ہوں شب انتظار کے — سو بار چپ ہوا ہوں اجل کو پکار کے

چلتا ہوا ہے پنجۂ مژگان اشکبار — لوٹے لئے ہیں دامن ابر بہار کے

یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے — جاتے ہو میرے ہاتھ پہ تم ہاتھ مار کے

چکر میں تجھکو ڈال دیا عشق غیر نے — یہ تھکھنڈے ہیں گردش لیل و نہار کے

یہ عرصہ گاہ حشر ہے محفل نہیں تری — اغیار سے تو جائیں تجھے آپ ہار کے

کچھہ تم نگاہ مہر و عنایت اگر کرو — کچھہ حوصلے بڑھیں دل امیدوار کے

میرے دل و جگر سے کوئی پوچھلے ذرا — کیا کیا مزے ہیں وصل میں اس گلعذار کے

کس عارف خدا کا گذر اسپہ ہو گیا — قربان شیخ و شاب ہیں میرے مزار کے

اس خوش گلو کی ہے وہ سریلی صدا کچھہ اور — نغمے ہزار بار سنے ہیں ہزار کے

آنکھوں میں ہے سرور نہ مستانہ ہی ادا — پالے پڑے ہو کیا کسی پرہیزگار کے

مجبور کر دیا ہے محبت نے کیا کریں — دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے

اس حسن پر دوچند ہوا حسن اور بھی — ابھرے ہوئے ہیں گال جو اس نو بہار کے

انگڑائیاں خمار کی لیتے ہو صبح سے — ہتھے چڑھے تھے رات کو کس بادہ خوار کے

ایسی ہے یہ تری اٹھتی جوانی کی دھوم دھام — جوش و خروش جیسے ہوں آتی بہار کے

قطرے شراب سرخ کے یاد آگئے مجھے — توبہ کے بعد دیکھکے دانے انار کے

دیگا جو بڑھتے ہوئے جوبن کی داد کون — پچتاؤ گے بہت مجھے دل سے اتار کے

ٹھنڈی ہوا ہے مے ہے بہت مشک گل ہی پاس — پھر اسپہ لطف بارش ابر بہار کے

کس سے کہوں میں حال کہ اس جوش عشق سے — کیسے ہیں رنگ ڈھنگ دل بیقرار کے

پہونچائے ہمکو دیکھئے عمر رواں کہاں — قابو مین یہ سمند نہین ہے سوار کے
آصف کے حال پر بہی تو احسان ہو کبہی — اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

ولہ

سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کبتک رہے — دیکھنے والون کو تاب دیکھئے کبتک رہے
تشنہ مے ساقیا ہم بہی ہین جلد ہی پلا — بزم شراب کباب دیکھئے کبتک رہے
حشر کا دن ہے بڑا حال غم اُس سے ہوا — مجھسے سوال جواب دیکھئے کبتک رہے
ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا — پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتک رہے
رات تڑپنے کٹی چین نہین دن کو بہی — دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتک رہے
سوتے ہین وہ وصل مین ڈر ہے کچہ کچہ نہین — چشم ہے وا نیم خواب دیکھئے کبتک رہے
مٹ گئین جو صورتین کیا کہین کس سے کہین — چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتک رہے
تلوون مین کی گدگدی پانون بہی تو کبہی — وصل کی شب اُنکو خواب دیکھئے کبتک رہے
چین نہین تو نہین موت بہی آسکو نہین — یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتک رہے
تونے پہرایا ہے سر کہنے کا تیرے اثر — ناصح مشفق جناب دیکھئے کبتک رہے
ہاتہہ مین ہے جام مل پاس ہے اک شاخ گل — نشہ جوش شراب دیکھئے کبتک رہے
وصل کی جو تہی گہڑی وہ تو گذر ہی گئی — ہجر کا تیرے عذاب دیکھئے کبتک رہے
رشک سے وہ مہ جبین خاک نہ ڈالے کہین — آئینہ کی آب و تاب دیکھئے کبتک رہے
کہتی ہے شوخی تری اور یہ مستی تری — شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتک رہے
جور کیا اتنک نہین اشک کیا اتنک نہین — اور غم بیحساب دیکھئے کبتک رہے
حسن کا اُسکے ظہور مل کے ہوا نار نور — دورہ مہ آفتاب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گلعذار | لطف شراب کباب دیکھئے کبتک رہے

آصف ناشاد کا حال وہی ہے جو تھا
عشق میں مٹی خراب دیکھئے کبتک رہے

سلام

سلامی دیکھنا اشکوں کے گوہر ایسے ہوتے ہیں | لئے ہیں شہ نے دامن میں مقدر ایسے ہوتے ہیں
مضامین غم شہ زور اول اٹھا کر سنئے | رگ جاں کھولدیتے ہیں یہہ نشتر ایسے ہوتے ہیں
سنا شبیر کا نام اور اک بجلی گری دل پہ | جو دلمیں درد رکھتے ہیں وہ مضطر ایسے ہوتے ہیں
فرشتوں نے کہا جب سر کٹانے آپکو دیکھا | ولی اللہ کے سدا اکبر ایسے ہوتے ہیں
لڑے اس ڈھنگ سے اکبر کہ دشمن بھی پکار اٹھے | بہادر اسکو کہتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں
زمیں سے عرش پر پہنچا دیا شبیر نے حر کو | خدا کے خاص بندے بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں
مرے آئینہ دلمیں ہے جلوہ ماہ زہرہ کا | سکندر سے کہو دیکھے سکندر ایسے ہوتے ہیں
تن سرور پہ جتنے زخم تھے وہ سب بتاتے تھے | چھری تلوار برچھے تیر خنجر ایسے ہوتے ہیں
محبت زینب و شبیر کی دیکھو تو ظاہر ہو | کہ خواہر ایسی ہوتی ہی برادر ایسے ہوتے ہیں
لب و دنداں میں تشنہ سے اور ہی کچھہ آب پیدا ہے | نہ لعل اس ڈھنگ کے دیکھے نہ گوہر ایسے ہوتے ہیں
لڑے بچے جو زینب کے تعجب اسپہ بیجا ہے | کہ جو شیروں میں پلتے ہیں وہ اکثر ایسے ہوتے ہیں
شہادت خون میں اصغر تو بانو سے کہا شہ نے | کہ دیکھو باغ جنت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں
مظالم کربلا کے سنکے حیرت اسپہ ہوتی ہے | کہ یہہ مٹی کے پتلے دل کے پتھر ایسے ہوتے ہیں
عدو بھی ہوگئے حیراں جو دیکھا صبر حضرت کا | یہہ کیا معلوم کہ سبط پیمبر ایسے ہوتے ہیں
پھڑک کر شہ کی تشنہ گی بھی نہ نے اپنے قاتل سے | کہ پیاسوں کے مشتاق خنجر ایسے ہوتے ہیں

مزا کیا دیکھے رہے ہیں دیدۂ تر اپنے ای آصف ... بہہ ہم نے آج جانا جام کوثر ایسے ہوتے ہیں

سلام

رات دن دل میں خیال شہدا رہتا ہے ... خوب رونے کا تڑپنے کا مزا ملتا ہے
ماتم شاہ شہیدان کبھی مٹنے کا نہیں ... یہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہرا رہتا ہے
دل ذرا سا ہے مگر دیکھئے وسعت اُسکی ... داغ رہتا ہے جدا درد جدا رہتا ہے
خلف ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی ... مئے کوثر سے یہان جام بھرا رہتا ہے
عاجزی چاہئے اُن کو جو کرم والے ہین ... خاک پر نخل ثمردار جھکا رہتا ہے
ہے تصور مین جو عابد کی برہنہ پائی ... ایک کانٹا سا کلیجہ مین چبھا رہتا ہے

فیض یہ چشم گہربار کا ہے ای آصف
موتیون سے مرا دامن جو بھرا رہتا ہے

آذری اسفراینی

آذری تخلص ۔ سید حمزہ نام ۔ شیخ نورالدین لقب ۔ آپ خواجہ علی ملک سربداریہ کے فرزند ہین ۔ نسب کا سلسلہ احمد یحیی ہاشمی مروزی سے منتہی ہوتا ہے ۔ خواجہ ملک سربداریہ کے عہد مین اسفراین مین صاحب اقتدار و اختیار تھا ۔ آذری کا مسقط الراس اسفرائن ہے ۔ اسی شہر مین نشو و نما پایا ۔ اور وہان کے علما و فضلا کی خدمت مین تربیت و تعلیم پائی ۔ جب فارغ التحصیل ہوا اُسوقت عالم شباب تھا ۔ شعر و شاعری مین مشغول ہوا شاعری کے میدان مین مشاہیر شعرا سے بڑہ گیا ۔ تیزی فہم و ذکا مین مشہور ہوا ۔ چنانچہ ایک وقت شیخ صدرالدین رواص کے ہمراہ مشہد مقدس مین میرزا الغ بیگ کے ملنے کیلئے گیا مرزا نے اول شیخ صدرالدین سے پوچھا کہ آپ رواس مین بہلا یا رواث ثلاثہ مین

شیخ نے کہا روا ص صاد سے ہوں۔ میرزا نے فرمایا کہ آپ صاد سے بھی نہیں ہیں اسلئے کہ رواص کلام عرب میں نہیں آیا۔ پھر شیخ آذری سے پوچھا کہ آپکا تخلص آذری کس وجہ سے ہے آپنے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذر میں ہوئی تھی اسلئے میں نے آذر تخلص اختیار کیا۔ میرزا نے کہا آپ شاعر پیشہ نہیں تھے۔ وہ آذر بضم ذال ہے نہ بفتح۔ شیخ نے بداہتہً جواب دیا۔ ماہ آذر کے ذال نے متعدد سال ذلت وخواری میں گذارے اور اسکی پیٹھ خمیدہ ہوگئی۔ قریب تھا کہ اسکی پیٹھ شکستہ ہوجائے لیکن مقام شعور وہوش میں آیا۔ اور قائم ہوگیا۔ اسکی پشت درست وراست ہوگئی۔ میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا۔ شیخ کو مصاحبین کے زمرہ میں شریک فرمایا۔ اور بیشمار انعام واحسان سے سرفراز کیا۔ اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی کے قصائد جوابًا لکھئے۔ شیخ نے موزون کرکے پیش کیا۔ تمام شعرا نے پسند کیا۔ بعد ازاں ایک قصیدہ میرزا شاہرخ کی مدح میں بھی لکھا شاہزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ میرزا بہت ہی خوش ہوا۔ ملک الشعرائی خطاب سے مخاطب فرمایا۔ اور صلہ وانعام وافر سے مالا مال کیا۔ اسی زمانہ میں شیخ نے دنیا سے برخاستہ خاطر ہوکے طریقۂ درویشی میں قدم رکھا۔ شیخ محی الدین طوسی کی خدمت میں پہنچا۔ کتب سلوک واحادیث کی سند شیخ سے حاصل کی۔ اور اُن کے ہمراہ حج کو گیا۔ شیخ کے فوت ہونیکے بعد سید نعمت اللہ ولی کرمانی کی خدمت میں آیا اور بیعت کی۔ ریاضت شاقہ کے بعد سیر وسیاحت میں مشغول ہوا۔ بہارستان سخن کے مولف نے لکھا سفر کرتے وقت میرزا بایسنغر بن میرزا شاہرخ نے شیخ کی خدمت میں ایک بدرہ زر پیش کیا۔ شیخ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور یہ بیت پڑھی

زر کہ سنانی و برافشانیش ہم بہ ازانست کہ نستانیش

مولانا مجاہد ہندی طالب العلم نے اُس بدرہ سے ایک مشت زر اُٹھایا اور کہا اے شیخ

تونے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدانے مجھپر حلال کیا۔ شاہزادہ طالب علم کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔

شیخ سیاحت کے زمانہ مین ایک سال کامل بیت الحرام مین مقیم و مجاور رہا۔ قیام مجاورت کے زمانہ مین ایک کتاب مسمی سعی الصفا مشتملبر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔

فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہوکے دکن مین آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار مین باریاب ہوا سلطان کی مدح مین چند قصائد غرا پیش کئے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے داستان پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے ملاحظہ مین پیش کی۔ اور وطن مالوفہ جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا اے آذری فی زماننا مین مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج و مصیبت مین ہون آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ اسوقت سجائے نہین تو آپکے فراق مین بھی مبتلا ہونگا۔ رنج و غم دوچند ہوگا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی عنایت دیکھی تو دکن مین سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال و اطفال کو خراسان سے طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انہین ایام یعنے ۸۳۲ ہجری مین دار الامارہ بیدر مین ایک قصر رفیع الشان بنا کیا جس اتفاق سے تیار ہوگیا تھا۔ شیخ نے قصر کی شان مین دو بیتین لکھکے خوشنویس کے ہاتھہ سے لکھواکے دروازہ پر چسپان کردین۔ ایکروز بادشاہ کی نظر بیتون پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کرکے پوچھا کہ یہہ کس نے لکھین حاضرین مقربین نے عرض کیا کہ یہہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاء الدین نے موقع دیکھکے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجھکو رخصت کرینگے تو

مین حج کا نصف ثواب پیشکش کرتا ہون - بادشاہ راضی ہوا شیخ کو بلوایا چالیس ہزار تنکہ نقرہ کہ ہر ایک تنکہ وزنا ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا شیخ نے تمام زر کے بدرون کو دیکہکے کہا - لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم - آپ کی عطیہ کو کوئی نہین اُٹھائیگا مگر آپکے اونٹ - بادشاہ مسکرایا اور بیس ہزار خرچ راہ و کرایہ کے لئے عطا کیا - اسیوقت خلعت خاصہ اور پانچ خدمتگار ہندی بہی عنایت کئے - اور شیخ کو رخصت فرمایا شیخ نے رخصت کیوقت عضائری رازی کی یہ دو بیتین پڑہین ؎

ثواب کرد کہ پیدا نکرد ہر دو جہان	یگانہ داور دادار بی نظیر و ہمال
وگرنہ ہر دو بخشیدی بوقت کرم	امید بندہ نماندی بایزد متعال

وعدہ کیا تہا کہ بہمن نامہ وہان سے لکہکے بہیجا کرونگا - ہمایون کے داستان تک لکہکے بہیجا - ہمایون کے داستان تک آذری کی تصنیف سے ہے - باقی ملا نظیری وسامعی وغیرہ نے تکمیل کی - اور اصل کے ساتہہ ملحق کردیا - شیخ آذری ہند سے اسفرائن مین پہنچا تا زندگی گوشہ نشین رہا - شبانہ روز ریاضت و عبادت مین گزارتا تہا - آخر بیاسی برس کی عمر مین ۸۶۶ہ ہجری مین واصل حق ہوا - زندگی مین اپنے قبر کے لئے زمین و باغ خرید کے وقف کردیا تہا - زمین و روضہ کی آمدنی طلبہ و فقرا و صلحا و روشنی و فرش کے لئے وقف کردی تہی حمد اللہ مستوفی نے اسکی وفات کی تاریخ لکہی ؎

چراغ دل بمصباح حیاتش	بانوار حقائق داشت پرتو
چو او مانند خسرو بود در شعر	ازان تاریخ فوتش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف نے لکہا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے - فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دیکہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتہہ جاتے تہے

مین نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھون کہ حضرت کہان تشریف لیجاتے ہین ۔ یکایک
حضرت صلعم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلہ مین
جاتا ہون کہ اُس نے میرے فرزند کے مرثیہ مین لکہی وہ بیت یہہ ہے ۔

سوراخ میشود دل ما چون گل حُسین ۔۔ ہر جا کہ ذکر واقعہ کربلا بود

باوجود این شیخ آذری کی شاعری و سخن گستری تمام طوائف انام کے نزدیک مسلّم الثبوت
ہے اور اسکی درویشی و بزرگی بہی مقبول و محمود ہے ۔ مجمع الفصحا کے مولف نے لکہا کہ
صاحب التالیف و التصنیف تہا ۔ من تصانیفہ جواہر الاسرار ۔ و عجائب الدنیا ۔
طغرائے ہمایون ۔ سعی الصفا ۔ جواہر الاسرار ایک مجموعۂ نوادر ہے بطور کشکول متعدد
علوم پر شامل ہے ۔ اور اسمین اکثر اشعار مشکلہ کو حل کیا ہے ۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ مولانا کی لیاقت و استعداد کس حد تک تہی ۔ تم کلامہ ۔

من اشعارہ

درمدح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

چنانکہ ہست فلک را دوازدہ تمثال ۔۔ کہ آفتاب بر آن دور می کند مہ و سال
بر آسمان ولایت دوازدہ برج اند ۔۔ چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال
شہان بی سپہ و خسروان بی شمشیر ۔۔ ملوک بے حشم و اغنیائے بے اموال
ازین دوازدہ بروج دوازدہ خورشید ۔۔ علی ست مہر سپہر کمال و مطلع آل
علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد ۔۔ بغیر ذات خداوند ایزد متعال
حدیث معرفت او بمردم نااہل ۔۔ ہمان حکایت آبست و قصۂ غربال
چنان منورم از پرتو رضا کہ اگر ۔۔ رگم زنند ہمہ نور ریزد از قیفال

وله

منت خدائیرا که مطیع همیم   فرمان بر قضای خداوند اکرم

توحید بحر و این تن من همچو کشتی است   جان ناخدای کشتی و عقلست لنگرم

تا از سواد وجه شدم سرخ روی فقر   روشن شده است معنی کوگرد احمرم

معنی حل طلق حلول قناعت است   این نکته یاد گیر که من کیمیا گرم

دنیا چو جیفه طالب آن سگ شمرده اند   لیکن من این گروه بسگ نیز نشمرم

من ترک هندوی جیفه جیپال کرده ام   باد بروت جو نه بیک جو نمی خرم

از آفتاب همت من مهر ذره ایست   گر ذره ایش دانم از ذره کمترم

از خسروی روی زمین ننگ آیدم   تا من گدای حضرت ساقی کوثرم

وله

ز هول روز جزا آذری چه میترسی   تو کیستی که در آن روز در شمار آئی

وله

ز حکمت بیاموز مست نکته   که در هر دو عالم شوی سرفراز

وله

لباس طریقت چو در بر کنی   بذلت مرنج و بعزت مناز

وله

من گریه آتشین نمیدانستم   من سوز دل حزین نمیدانستم

نه نام بمن گذاشت عشقت نه نشان   من عشق ترا چنین نمیدانستم

وله

چون مستولی درد جدائی تن بمردن   دوای این مرض را هیچکس جز من نمیداند

وله

بازمست شد چشم من میدان گریه آب زد   سیل ننگ آمد شبیخون بر سپاه خواب زد

وله

آن چشم شوخ را بستم نتوان شناخت   زانرو که مست را بکرم نتوان شناخت

وله

بارخت دل بمنزل حیرت کشیده ایم   خط بر سواد خطه راحت کشیده ایم

فردا عذاب حشر نیاید بچشم من   در جنب محنتی که ز فرقت کشیده ایم

وله

به مجلسی که درو گنج کبریا بخشند   هزار افسر شاهی بیک گدا بخشند

دلا ز میکده ها روز و شب گدای کن ... بود که دردکشان جرعهٔ بما بخشند
شدیم پیر ز عصیان و چشم آن داریم ... که جرم ما بجوانان پارسا بخشند
غلام همت آن عاشقان با کرمم ... که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند
بگوی میکده از مفلسی چه غم دارم ... که ساقیان همه جام جهان نما بخشند
به نیم ساعت هجر آذری نمی ارزد ... هزار بار گرش در جهان بقا بخشند

وله

شنیده‌ام که درین عالم ز رندو دوست ... خطیئه عاقبت کار جمله محمود ست
ز تاب قهر میندیش نا امید مباش ... که زیر سایهٔ خود نیست هرچه موجود ست

وله

اگرچه دولت وصلت بچون منی نرسید ... درین امید بمیرم که خوش تمنای ست

وله

اگر صبا سر زلفت نراگذارد بهر ... هزار دل شده ایمان خود بباد دهد

وله

باز شب شد چشم من میدان گریه زد ... سیل اشک آمد شبخون بر سپاه خواب زد

وله

خوش حیات ست کسی را که پس از جان دادن ... دوستان بر سر خاکش بزیارت آیند

وله

قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی ... کار بر عاشقان دل سوخته آسان بودی
که رسیدی بخم طرهٔ او دست مراد ... همچنین خاطر مجموع پریشان بودی

بہارستان کے مولف نے لکھا کہ شعرائے معاصرین امیر شاہی آذری کے اشعار مین باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچھا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تہوڑی دیر تامل کیا۔ ترجیح تو بیان نہین کی لیکن شیخ آذری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونون کی تعریف مستفاد ہوتی تہی تضمین کرکے تصفیہ کردیا۔ ھو ھذا

اے کہ گفتی صفت آذری و شاہی کن ... حال این نکتہ برون ست ز آگاہی ما

آذری مجمع اسرار کلام ازلست	در نیارد سر اندیشہ بہمراہی ما
لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید	چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

مصرع مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے ۔ ؎

گر کند نذر بہ لطف تو ہمراہی ما	چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

امیر شاہی سبزواری کی وفات ۸۵۷ھ ہجری مین بزمانہ بابر شہر استرآباد مین واقع ہوئی اسکی نعش کو وہان سے منتقل کرکے سبزوار مین بزرگان سلف کے خانقاہ مین دفن کئے ۔

مولانا محتشم کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع مین کہا ہے ۔ کسی نے ابتک اس زمین مین مرثیہ نہین لکھا تہا ۔ آذری سے بڑہگیا ۔ بعض نے کہا کیا بڑہا الخ

ہست از ملال گرچہ بری ذو الجلال   او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

بہارستان سخن کے مولف نے دولتشاہ کے تذکرہ سے نقل کیا ۔ کہ شیخ آذری حج زیارت سے فارغ ہوکے ہند مین آیا ۔ سلطان محمد جونہ سے ملا ۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات مین پچاس ہزار دینار دئے ۔ بادشاہی امراء اہل دربار نے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش مین مبادرت کرے ۔ شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا ۔ اور زر عطیہ سلطانی کو واپس کردیا ۔ اور قصیدہ مین اسکا اظہار کیا ہے ۔ ؎

من ترک ہند و جیفہ جیبال کردہ ام	باد بروت جونہ بہیچو نمی خرم

انتہی کلام سمرقندی ۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاف واقع ہے ۔ اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۷۵۲ھ ہجری مین فوت ہوا ۔ اور شیخ کا تولد ۷۸۴ھ ہجری مین واقع ہوا ۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد مین (۳۲) سال کا تفاوت ہے ۔ اس تفاوت کے سلطان محمد سے

محمد شاہ نبیرۂ خضر خان مراد لیے ہین - کہ ۸۳۷ھ ہجری مین تخت نشین ہوا - لیکن اسکو کسی نے جونہ سے موسوم نہین کیا - الخ

دولت شاہ نے اسیطرح کے مقدمات بلا تحقیق لکھے ہین - انتہی کلام بہارستان -

میرے نزدیک دونون مولفین غلطی کے میدان مین جولانی کر رہے ہین - ادہر اُدہر گم ہو رہے ہین واقع مین یہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین متعدد قصائد لکھے - اور انمین اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے اور یہہ بہی بتلایا کہ مین دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہون جیسا کہ ع من ترک ہندو جیفۂ جیپال کردہ ام ٭ باد بروت جونہ بیک جو نمی خرم ٭ الخ

یہہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجازی لکہدیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی - اگر یہ باعتبار معنی حقیقی و عرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہین تو جیپال سے بہی دہی حقیقی لینا چاہیے - جیپال آذری کے زمانہ مین بہت زیادہ فاصلہ ہے - آذر نوی صدی کے شعرا مین ہے - اور جیپال پانچوین صدی اور تغلق آٹہوین صدی مین گذرے ہین سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑہے مین گرایا - اور بہارستان کے مولف نے سمرقندی پر جرح و قدح کی لیکن پورا تصفیہ نہین کیا - مذبذب چہوڑ دیا - آذری کا دیوان نادر الوجود ہے -

مولینا الفتی یزدی

الفتی تخلص - مولینا الفتی نام - سادات یزد سے ہے - عالم فاضل ادیب کامل تہا - ۹۶۲ھ ہجری مین وطن سے ہند مین وارد ہوا - خانزمان کے ظل عاطفت مین خوشحال و فارغ البال رہا - ہمیشہ خان بہادر کی صحبت مین کیا حضر کیا سفر زندگی

بسر کرتا رہا۔ اکثر خان موصوف کی مدایح مین قصائد و رباعیات لکھین۔ دلخواہ جائزے و صلے پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ مین لکھا الغنی نے خان زمان کی خدمت مین یہہ مطلع پیش کیا۔

مشت خاشاکیم و داریم آتشے ہمرہ خویش		دور ہو دیگر بسوزم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ ہزار روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔
جسوقت خان بہادر عازم گجرات ہوا نیز وہی ہمرکاب تہا۔ پہر گجرات سے دکن مین آیا۔ اس اثنا مین خان زمان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا الغنی ۱۰۴۵ ہجری مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت مین رجوع ہوا۔ سلطان موصوف نے مولانا کی بڑی تعظیم و قیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات مین ایک کتاب مسمی بروائح گلشن قطب شاہی لکھی۔ کتاب مختصر ہے سات روائح پر شامل ہے۔ رائحہ اول مین بادشاہ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر۔ رائحہ دوم مین محلات و عمارات شاہی کا بیان ہے۔ رائحہ سوم مین حیدرآباد کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائحہ چہارم مین جشنہائے سالانہ کا ذکر۔ رائحہ پنجم مین لشکر فیروزی اثر کا ذکر ہے۔ رائحہ ہفتم مین سبب تالیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے عبارت رنگین۔ مصنف نے گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ عبارت رنگین معانی بہترین ہے۔ کیا نظم و کیا نثر ہر ایک کا رنگ نرالا ہے۔ شایستگی الفاظ و خوبی معانی کا حسن دوبالا ہے دیکہنے سے مزہ و لطف آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ دلچسپ ہے ہر ایک لفظ دلپسند ہے۔ ہم بطور نمونہ ہر ایک روائح سے دو ایک فقرے ذیل مین نقل کرتے مین تاکہ شائقین لطف اٹھائین۔

	من رائحہ اول	

للہ الحمد کہ ذات قدسی صفات در شش جہت ربع مسکون بہ پنج صفت یگانہ و ممتاز است

نور فشانی آفتاب عدل - کوه شکوہی سنگ وقار - جلوہ طرازی حسن خلق - گوہر ریزی پنجہ سخاوت - قدرت نمائی بازوی شجاعت - از سواد عین عدلش بیاض دیدہ خورشید نور پژوہ و از نقطہ قاف وقارش کوہ بار ربوزہ شکوہ و دندان سین سخایش با جواہر عقد پروین لبطنز در تبسم و طرہ لام خلقش با جعد حور العین بسر زلف در تکلم مدشین شجاعتش در صف تنگافی سر آمد شمشیر بہرام -

من رائحہ دوم

سبحان اللہ از شکوہ دولتخانہ عرش آشیانہ کہ از بلند پائگی بسر کوبی قصر سپہر رایت رفعت برافراختہ - تعالی اللہ از شوکت عمارت عالی منزلت کہ از علو شان بسر زنش کاخ آسمان لب بام را سخن گو ساختہ -

نظم

زہے شان دروازہ شبیر دل	کہ از رفعتش گشتہ گردون خجل
باین آستان تا شود سرفراز	سجود آورد مہر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب	بگینی شدہ روشناس آفتاب
باین در باید نشانان چین	بدر بانیش باد دولت رہین

من رائحہ سوم

توان از فیض وصف حیدر آباد	خرابی سخن را کرد آباد
قلم شرح سوادش تا چو پرداخت	سواد اعظمی را طرح انداخت

من رائحہ چہارم

وہ چہ عرصہ نشاط و بساط انبساط است کہ سامعہ بار یافتگان طایع سندرا بہ نغمہ عیش نواختہ - و شامہ مقربان ارجمند را بہ نکہت نشاط معطر ساختہ سر صبح فراشا[illegible]

فراشان فرشتہ خصال بجاروب شہپال از گلہائے شب آیہ سمان آسمان انجم فشان

من رائحہ پنجم

در توصیف لشکر نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صف آرائی و فوج نمائی معانی نمودہ شبدیز کلک و سمند قلم را بمیدان صفحہ می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح بیاض را ہمچو عرصہ رزم دلیران سرخ رو می سازد

من رائحہ ششم

دلا چند باشی چو غم در خمار	سر از جیب ہستی چو عشرت برآر
حیات ابد جو مسیحا نہ رو	کہ بخشد شراب کہن جان نو
چو دست انابت دہی با وضو	ہر آنکس کہ پیما بہ پیمانہ بست
بجز توبہ ہیچش نباید شکست	بگیر از می و آب زمزم وضو

من رائحہ ہفتم

این گرامی نسخہ کہ ارمغان عالم غیب و تحفہ مبداء فیاضی ست ۔ بے سرمایہ نقد فرصت سر حد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسیدہ ہر رائحہ اش بمشام یعقوب جان نکتہ سنجان عاشق سخن نکہت پیرہن یوسف معنی رساند و ہر فقرہ اش بگوش مجنون دل دقیقہ سنجان ادا فہم مژدہ وصل لیلی مضمون رساند۔ از روائح سبعہ این گلشن حیات رستہ قلم و سخن نگہستان گشتہ۔ الخ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے کتاب مذکورہ کے صلہ مین سات ہزار ہون عطا کئے

مولانا الفتی لطیف الطبع و ظریف المزاج تہا۔ بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی تقریر و بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تہے۔ مولانا کی مروت و حسن خلق

دکن میں مشہور حسن خلق سے تمام ارکین دکن و مشائخ مشاہیر کو مسخر کر لیا تھا۔ سب مولانا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت میں کرتا تھا مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبداللہ قطب شاہ کے فوت ہونیکے بعد ابوالحسن تاناشاہ کے زمانہ میں بھی چند روز زندہ رہا۔ عمر رسیدہ ہو کر حیدرآباد میں سنہ ہجری میں فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ میں دفن کیا گیا۔

من اشعارہ

عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں

بہار فیض ازل قطب شاہ عبداللہ — کہ یافت نشاء ز عدلش بہار تلنگانہ
سواد دیدۂ عالم سزد اگر گردد — ز نور معدلتش کشور تلنگانہ
ہمیشہ تا کہ نباتست خاک را باشد — ز خاک مقدم او افسر تلنگانہ
لبالب از می مہر علی و آل شدہ است — بدور دولت او ساغر تلنگانہ
زمین تربیت آفتاب سلطنتش — بود براوج شرف اختر تلنگانہ

تعریف کمان شیر دل

زہے شان دروازۂ شیر دل — کہ از رفعتش گشتہ گردون خجل
باین آستان تا شود سرفراز — سجود آورد مہر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب — بگیتی شدہ روشناس آفتاب
باین در بسایند شاہان جبین — بدربانیش باد دولت رہین

تعریف لعل محل

چو نام لعل محل کلکم آورد بزبان — شوند معنی رنگین بصفحہ لعل فشان

تعریف چندن محل

کنم وصف چندن محل چون رقم | بدستم شود شاخ چندن قلم

گلن محل

بنگر ی بر گلن محل بو دند | کاختران فلک سلحداران
اندرو ہر شب از پی چو کی | می نشینند بخت بیداران

سجن محل

بیا زبان بحدیث سجن محل بکشا | کہ در بنائے سجن رفعتی شود پیدا
زہے عمارت عالی کہ از رہ وسعت | بزیر سایۂ خود داده عالمی را جا
بصحن وسعت او فرش گشتہ کند وری | کشادہ رو چو کریمان زند بخلق صلا

دروازہ قدم

اس دروازہ مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تھا

کنم چون رقم وصف بیرنگ قدم | سزا از رتبہ بر لوح ساید قلم
سرے را رسد وصل این نقش پا | کہ ہر دو جہان را دہد رو نما

خرقہ مبارک و موی مبارک

اسی دروازہ مذکورہ مین آنحضرت صلعم کا خرقہ مبارک تھا

ز موئے پیمبر سخن سر کنم | مشام دل و جان معطر کنم
در اوصاف این موی عنبر سرشت | رقم گشتہ ریحان باغ بہشت

بااین موی بستہ دل اہل دین
ہمین ست تفسیر حبل المتین

دولت محل

اس محل مین اہل دربار کا سلام ہوتا تھا

ببین رتبہ و قدر دولت محل	کہ دولت ازو یافت قدر و محل
درو فرش گردیدہ بخت بلند	ستادہ بپا طالع ارجمند
درو مجلسی با سعادت قرین	ہمیشہ بدولت شدہ ہمنشین
زارباب دولت درو فوج فوج	ہمہ کار خود را رساندہ باوج

ندی محل

یہہ محل موسی ندی کے کنارہ پر تھا

ساکنش تر و ماغ بی می ناب	از ہوایش بسیر عالم آب
خادمش دم زند ز فیض بنا	ہمچو خضر و مسیح ز آب و ہوا

حسینی محل

یہہ محل باغ مین تہا

عیان گشتہ بر طرف این بوستان	حسینی محل ہمچو قصر جنان
بود شبنمی بر سر لالہ زار	کہ شد سنبل از سایہ اش آشکار

حیدر محل

اس محل مین خاص امرا بادشاہ سے ملتے تھے

درو ہموارہ دولت خواہ بادا	مکان مخلصان شاہ بادا

محمدی محل

اس محل مین بادشاہ کا تخت جلوسی تہا اور بادشاہ اس مین دربار عام فرماتا تہا

زہے تختے کہ از عکس جواہر	بسطح چرخ انجم ساخت ظاہر
ز رفعت تاج از گردون ستاند	بساق عرش نسبت را رساند
علو او بکرسی شد ہم آغوش	ملک را زیور و ہم زینت دوش

الہی محل

یہہ محل بادشاہ کی سیرگاہ تہا

دُرِ تاج رفعت الہی محل	کہ زد بر بلندیش گردون مثل
بہ بام فلک قدر رش فگندہ فرش	بنایش بکرسی است مانند عرش
شدہ بوستان بطرفش عیان	بلی جای خلدست بر آسمان
سر سرو رختش بعرش آشنا	ہم آغوش با سدرۃ المنتہی
ز ہر شاخ تارنج و لیمو چنان	چو ماہ و ستارہ ز سبز آسمان
چو خوش گشتہ بر طرف آن لالہ زار	دو حوض مدوّر ز زر آشکار
بہر حوض فیلے طلائی عیان	ز خرطوم پیوستہ گوہر فشان
چنان این دو حوض در روشن آب	کہ گشتند روشن زمہ آفتاب

امانت محل

یہہ محل خاص بادشاہ کا خلوت خانہ تہا

این خانہ کہ گشتہ ظل حق را مسکن	طور است بمنزلت کلیمش شد من
چون نیست مرا جو صلۂ جام لقا	با من دارد ہمیشہ در پردہ سخن

حیات محل

اس محل میں سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی والدہ حیات النسا بیگم رہتی تہی

درین عصمت سرائے آسمان فر	وله	نیاید کس بجز ناموس اکبر
کشادہ زہرہ را پردہ دار حیا	وله	ز پردہ بردن او فتد کرنوا
بود بر سپہر شکل نبات	وله	یاورش باد در زمانہ حیات
تا کہ باشد نشان زنا در دہر	وله	یا ورش از نور چشم شاہی بہر
کم مباد از سرش بحق اله	وله	سایۂ قطب شاہ عبد اللہ

داد محل

بادشاہ اس محل مین مظلومون کی فریاد سنتا تہا اور دادرسی کرتا تہا۔

زہے از شان این قصر عدالت	ایضًا	کہ در رفعت بود ہمتائے گردون
غلط گفتم کہ از بیم حوادث		بود در سایہ اش ماوای گردون
خدیو دادرس از روے نمودار		چو نور مہر از سیمائے گردون
تعالی اللہ حسن جلوہ این عالی منظر		کہ باقی از ہوائے جانفزائیش جہانی باد
ز مہر شمسہ اش گردون سپید از شمس میسوزد		کرامین این بنا از چشم زخم آسمانی باد
بصد خوبی بر آمد آرزو پیش عاقبت از دل		زمین را از وجود این عمارت شادمانی باد

مولینا احمد کمانچہ گر لاری اسیر

اسیر تخلص۔ مولانا احمد نام المعروف میر قاضی برادر قاضی بیگ وزیر والی احمد نگر دکن۔ آپکا وطن اصلی لار تہا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا ملازمان اکبر مین ملازمت اختیار کی۔ چند روز کے بعد اکبر آباد سے بہائی کے نزدیک دکن مین آیا۔ بہائی کے سایۂ عاطفت مین مدت تک رہا۔ نہایت خوشحال و فارغ البال تہا

بعد ازان بھائی کی بدمزاجی کی وجہ سے کشیدہ خاطر ہوکر وطن اصلی کو ہجرت کی
وطن مین پہنچکر شاہ عباس ماضی کے دربار مین باریاب ہوکر ملازمت کے سلسلہ مین منسلک
ہوا۔ فن موسیقی مین استاد تھا۔ کمانچہ نوازی مین کمال رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے
احمد کمانچہ مشہور ہوا۔ علوم وفنون مین لیاقت تامہ و مہارت کاملہ رکھتا تھا۔ اور شعر
گوئی مین ہوشیار و یگانہ روزگار تھا۔ آخر ۹۷۲ھ ہجری مین دنیائے ناپائدار سے عالم البقا
کو رحلت کی۔ اور قاضی بیگ بھی کالت و وزارت سے موقوف ہوکر وطن مالوفہ لاہر کو
گیا وہان پہنچکر عالم عدم کا سفر اختیار کیا۔ من تذکرہ ہفت اقلیم۔ اور یہہ دونو بھائی
قاضی مسعود قزوینی کے فرزند ہین۔ قاضی موصوف شاہ صفی کے زمانہ مین معزز و مکرم
تھا۔ اور انشاپردازی مین لائق و فائق تھا۔ دستور قاضی نشا مین ایک کتاب
آپکے تصنیف سے مشہور ہے۔ صاحب آتشکدہ و ہفت اقلیم نے امیر قاضی کا تخلص
اسیر لکھا ہے۔ لیکن صاحب صبح گلشن نے احمد لکھا۔ نہین معلوم کہان سے لکھا۔ ماخذ نہین بتلایا

من اشعارہ

آن مہ چو برقص دست بالا می کرد
می آمد و می گشت و بخود می نازید
خالیست ز اندیشۂ عشقت دلم امروز
قاتل خود را بحل کردم کہ دست من بہ آن گشت
سراپا سوختم زین غم کہ شمع بزم او خود را
زخش تو دست میزند آن فتنہ را مگر
برمن شب ہجران تو رحم است کہ چون شمع

ولہ

ہر دم گرہے از دل ما وا می کرد
حیرت و بکشتگان تماشا می کرد
رحم است بحال دل بیجا صنم امروز
داشتم تا نیم جانی دست و در کار بود
سراپا سوخت تا از بزم او ناز ندید نش
دلہائے مضطرب شدہ درکاسۂ سم است
می سوزم و جان سیہم چارہ ندارم

جا کسودہ چنان در دل تنگم ہوس او ‌ ‌ ‌ کاید بمشام از نفس من نفس او

قاضی محمد جان آشنا اورنگ آبادی

آشنا تخلص - محمد جان نام - اورنگ آبادی المولد تھے - فنشو و نما کے بعد فضلاء شہر سے کتب درسیہ پڑھی تھین - ذی استعداد و لائق تھے - اورنگ آباد ضلع مین کسی گانون کے قاضی تھے - اسیوجہ سے لفظ قاضی آپکے نام کا تاج ہے - آپکے نسب کا حال اور ولادت و وفات کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی مگر تحفۃ الشعراء قاقشال اورنگ آبادی کی تحریر سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۷۵ھ ہجری مین قاضی صاحب زندہ تھے - میر غلام علی آزاد و سراج الدین و عبدالقادر سامی و افضل قاقشال وغیرہ شعرا کے معاصر تھے - آپ شعر گوئی کے شائق تھے - سخن فہم و کم گو تھے - کبھی کبھی موزون کرتے تھے - ہمکو جسقدر اشعار ملے ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش فکر تھے - جو کچھہ کہا خوب کہا مضمون تازہ کی تلاش مین بے نظیر تھے -

من اشعارہ

غبار راہ او را توتیائے چشم خود سازم ‌ ‌ ‌ من این تعویذ را در پردۂ بادام چشم پیچم

ولہ

چشم کہ نظر کرد درین دشت جنون خیز ‌ ‌ ‌ گر شاخ غزالان گل بادام بر آید

ولہ

سرم سرگرم سودائے علی مرتضی باشد ‌ ‌ ‌ نیستان در وجودم بیشۂ شیر خدا باشد

ولہ

ساقیا مست نگاہ تو شود جا دارد ‌ ‌ ‌ جرعۂ ہر کہ بجام تو تمنا دارد

روز و شب چرخ زند و در سر کویت نرسید ‌ ‌ ‌ فلک از اختر خود آبلہ در پا دارد

من کہ بر بستر غم یاد دو شبہائے دراز ‌ ‌ ‌ سر شوریدہ ما بین کہ چہ سودا دارد

حاصل سود اپرست ہنیت کا کل شاہد است	ولہ	تیرہ بختان یا بگل از رد سنبل شاہد است
آتش عشق از ہجوم گریہ کی گرد و خموش		شعلہ را از آب پیراہن بود دل شاہد است

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص۔ شیخ معین الدین محمد نام۔ سادات حسینی سے ہین۔ آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گازرون ہے۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کی اولاد مین ہین تقی اوحدی آپکے فرزند ہین۔ آپ صاحب علم و ہنر و اہل وجد و حال تھے۔ حقائق و معارف کے رموز سے واقف۔ تصوف و عرفان کے مراتب سے عارف تھے۔ شعرگوئی مین بھی استاد کامل تھے۔ آپکا کلام مضامین تصوف و توحید مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہرایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایان۔ آپ وطن سے ۹۷۱ھ ہجری مین شہر قزوین مین وارد ہوئے۔ شاہ طہماسپ ماضی کی خدمت مین باریاب ہوے۔ بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔ آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لائق و خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہوکر شیراز مین آئے۔ وہان چندروز قیام پذیر رہے پھر وہان سے ہندوستان آئے چند روز احمدنگر مین بسر کیے۔ چنانچہ آپنے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ مین نے محسن ہمدانی کو احمدنگر مین دیکھا۔ آخر وہان سے حیدرآباد دکن مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے۔ سلطان ذی مروت نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی۔ اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا۔ آخر آپ ۹۷۹ھ ہجری مین حیدرآباد مین فوت ہوے میر کے دائرہ مین دفن کیے گئے۔ اوحدی تخلص کے کئی شاعر گذرے ہین۔ اوحدی اصفہانی المتوفی ۷۴۸ھ۔ اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بھی دکن مین آیا ہے۔ احمدنگر مین فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

من اشعارہ

گر نخیلم بلند تو بر ند افتادہ است
ہمتم راست چو نخل تو بلند افتادہ است

آن نہ خال ست دل ماست کہ در ذقن تو
بر سر آتش حسنت چو سپند افتادہ است

دام صیاد معین باز بخود می بالد
تازہ صیدیش ہما تا بکمند افتادہ است

ولہ

در عشق بجز خون جگر ہیچ مخور
تا زہر تو ان خورد و شکر ہیچ مخور

از نعمت خوان عیش لذت خواہی
زنہار کہ غم بخور و دگر ہیچ مخور

میر مومن ادائی یزدی

ادائی تخلص۔ میر مومن نام۔ سادات یزد سے تہا۔ عالم فاضل و ادیب کامل تہا علوم حکمیہ مسائل فلسفیہ مین مہارت تامہ رکہتا تہا فلسفہ و معقول مین مشہور تہا علماء ظاہری نے اسکو الحاد و دہریت کی طرف منسوب و متہم کیا۔ وطن مین اسقدر تنگ ہوا کہ اسکو وہان رہنا مشکل ہوگیا۔ آخر اوسط عمر مین عازم ہند ہوا۔ ہند مین چند روز بندر سورت مین رہا پھر وہان سے گولکنڈہ حیدرآباد مین آیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کی خدمت مین باریاب ہوا۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی۔ میر مومن استرآبادی کی تائید سے منصب عمدہ پر مقرر کردیا۔ مدت العمر گولکنڈہ مین خوش و خرم رہا۔ آخر سنہ ۱۰۳۰ ہجری مین یہین فوت ہوا۔ بقول صاحب آتشکدہ سورت مین فوت ہوا۔ ادائی کا کلام ادا ہائے رنگین و انداز ہائے شیرین سے مملو ہوتا ہے

من اشعارہ

کبوتر بردسویش نامۀ من چون کنم یارب ‌ وله ‌ کہ تنہائی ما وگفتن سخنہای زبانی را

جہاتشی گیر زہر کاسۂ این جوان گشتم ‌ وله ‌ خوش نمک تر ز سر انگشت پشیمانی نیست

بی رو تو روزی کہ ہم در چمن افتد ‌ وله ‌ دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من افتد

این عمر بیاد تو بہاران ماند ‌ وله ‌ این عشق بسیل کوہساران ماند

زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن ‌ انگشت گزید نی بیاران ماند

ز شوق نامہ نویسم را نشاپارہ کنم ‌ وله ‌ دلی کہ نیست تسلی در وچہ چارہ کنم

تا در جسد مدینہ جسمت شدہ جان ‌ وله ‌ دین تو گرفت قاف تا قاف جہان

در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون ‌ مہ شق شدہ و گرفت دین را بمیان

میرزا اختر

اختری تخلص - یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے - ریاض الشعرا کے مولف نے لکھا کہ اختری نشو و نما کے بعد عالم شباب میں علمائے یزد کی خدمت میں کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا - تحریر و تقریر میں یگانہ - عالی دماغ و پاکیزہ خیال تھا - علم نجوم و جفر میں بھی مہارت تامہ رکھتا تھا - شعر و شاعری کا شیفتہ تھا - نہایت ذکی و ذہین تھا - طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان میں جولانی کر رہی تھی - کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا - اسی شاعری کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت میں پہنچا - مقربین کے زمرہ میں شریک ہوا - شاہی دربار میں معزز و مکرم تھا - اور شعرا میں ممتاز و سرفراز تھا - ائمہ اطہار و بادشاہ ذی اقتدار کے فضائل و مدائح میں قصیدے لکھے - چند مدت بادشاہ کی خدمت میں رہا - پھر سیر ہند کا ارادہ کیا -

ایران سے ہند مین آیا۔ میر جملہ شہرستانی کی جو قطب شاہیہ سلطنت کا مدار المہام تہا
کیخدمت مین آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار مین باریاب ہو کر بادشاہ کی
ملازمت سے مشرف ہوا منصب و صلۂ مناسب پایا مدت تک دکن مین عشرت و عیش
کے ساتہہ زندگی بسر کرتا رہا۔ میر جملہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہان چند روز
قیام کرکے پہر ہند مین مراجعت کی۔ حیدر آباد دکن مین مع الخیر پہنچا۔ ابو الحسن
تانا شاہ کی سلطنت کا عالم شباب تہا۔ ابو الحسن خبری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تہا
آخر ۱۰۲۶ ہجری مین فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من اشعارہ

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا
زان دہم کہ چشیدم نمک خوان تمنا
ترسم کہ تا مدام نرساند صبا بہارہ
ہلاکم می کند در عشق بازی زنگ سرو انہ
حکم عشق ست کہ در کوی تو افغان نکنم
از درش سر بردم ابسل ہمرنگ آخر کار

کار خواہد بود مشکل طرف دامان ترا
ولہ
ہر چند کہ خوردم مژہ خون جگر داشت
ولہ
بد کرد جان کہ ہمرہ باد صبا نرفت
کہ گاہے رخصت برگرد سر گردیدنی دارد
تا ترا از ستم کردہ پشیمان نکنم
اخبری چون گلہ از دیدۂ گریان نکنم

ایجاد مرزا علی نقی خان

ایجاد تخلص۔ مرزا علی نقی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ ہمدانی الاصل قوم قاچار سے
تہے آپ کے والد ماجد نقد علیخان کی جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے
قرابتدار تہے کی غفرانمآب آصفجاہ بہادر اول کے عہد مین وارد دکن ہوئے۔ غفرانمآب سے

ملازمت حاصل کی۔ حضور نے آپکو بلحاظ علم و فضل حیدرآباد کی دیوانی پر مامور فرمایا آپ دیوانی کا کام امانت و دیانت کے ساتھ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند و خداترس تھے مقدمات کی تحقیقات مین خوب غور و فکر کرتے تھے۔ اور رعایا کے حقوق کا زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کہتے تھے ایسا نہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جائیں اور مین قیامت مین ماخوذ ہو جاؤن۔ ابتدا مین آپکے والد ماجد نے برہانپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ عیال و اطفال و متعلقین کو وہین رکہا تہا۔

مرزا ایجاد صاحب ترجمہ کی ولادت دارالسرور برہانپور مین واقع ہوئی۔ چنانچہ خود اُس نے ایام شباب مین اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجاد سعادت مند از دارالسرور آمد درا ول حیدرآبادی شد و آخر کربلائی شد

نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب درسیہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت مین ختم کین۔ تکمیل تحصیل کے بعد شعر و شاعری سخندانی و سخن سنجی کے میدان مین قدم رکہا۔ والد ماجد سے کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت مین شاعری کا جوش و خروش موجزن تہا۔ اور ایجاد معانی تازہ کا شوق برق افگن تہا۔ شیرین سخن کا فرہاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ کا موجد۔ و نازک خیالی کا مجدد ہوا۔ آپکے صفائی محاورہ نے گوہر گرانمایہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیرین کلامی نے چشمۂ حیات کو گوشۂ ظلمات مین گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان مین ایسی جولانی کی کہ امثال و اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور اقسام کلام کے ایجاد مین اقدم شمار کیا گیا۔ آپ کے اشعار ابدا تازہ تازہ مضامین و معانی رنگین مین سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعرا مین آپ کی شاعری

وسحر البیانی کا چرچا ہونے لگا - اور شعرا کے نزدیک آپکی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی -
آپکے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی - و عبد الحکیم حاکم لاہوری - و واقف بٹالوی
و بچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی - و عبد القادر مہربان فخری و عبد الوہاب وغیرہم تھے
اور آپ نثر نویسی مین بھی منشی بے نظیر تھے - عبارت رنگین و مقفی لکھنے مین قدرت
کاملہ رکھتے تھے - آپکے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت مین تولے ہوے ہوتے
تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے مین ڈہلا ہوا ہوتا تھا - آپ و میر غلام علی
آزاد بلگرامی کے فیما بین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا - باہم مراسلت و مکاتبت
کا سلسلہ جاری تھا - آپنے ایکوقت آزاد کی خدمت مین ایک رقعہ لکھا تھا -
جسکے ہر ایک فقرہ کے اعداد مساوی اعداد کے میر غلام علی آزاد کے بر آمد ہوسے مین
کل اعداد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہین - مین رقعہ کے چند فقرے اس
مقام مین گزارش کرتا ہون تاکہ شائقین اُسکے مطالعہ سے لطف اُٹہائین -
فقرات ذیل ہین -
شاہ عالی عقدہ کشور آزادی - اعلی مراتب اقلیم والانژادی - سلطان مملکت حق جوئی
و قناعت - فرمان روائے عالم دانائی و راحت - اورنگ نشین شرایع و یقین
مہر آرائے محفل حلم و تمکین - سید صحیح النسب میمنت صفات - دلکش کلام رفیع الدرجات
شمع المتفات و سلوک - چراغ انجمن ملوک - عزت خاندان کرام - فخر مجموع اعالی
بلگرام - انتہی -
آپ عالم شباب مین والہ ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران مآب آصفجاہ بہادر
اول کی خدمت مین باریاب ہوئے - غفران مآب آپکی لیاقت و استعداد و طبیعت خداداد کے

لاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور آپکو چند روز مصاحبت مین رکہا۔ پہر حضور نے
آپکو لشکر فیروزی اثر کی کوتوالی پر مقرر فرمایا۔ اور کوتوالی سے فیلخانہ کی داروغگی
پر منتقل کیا۔ اور تہوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مامور رہے
جب آپکے والد ماجد نے سنہ ۱۲۷۴ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف
رحلت کی تب آپکو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علیخان کی جگہ
خدمت دیوانی حیدرآباد و خطاب موروثی نقد علیخان سے سرفراز فرمایا۔ آپ خوش خلق نرم دل تہے پاکیزہ مزاج
و صاف طبع نیک محضر و حلیم الوضع تہے۔ مدة العمر کسی کیلئے برائی نہین چاہی۔ نہ کسیکو برا کہا جسکو پایا
بہلائی سے کیا۔ اہل دکن آپسے مانوس تہے آپکو مدبر و امین جانتے تہے۔ کوئی اہل غرض بغرض آپکی
خدمت مین آتا۔ تو آپ نہایت حسن اخلاق و محبت سے ملتے تہے۔ عام و خاص کی
حاجت روائی مین زیادہ کوشش اسبات کی فرماتے تہے کہ حاجتمندون کے کام
نکلین۔ عوام الناس کی تالیف قلوب غربا کی ہمدردی جسقدر ہو سکے کرتے تہے
آپ کی شان آفرین کے لائق تہی افسوس فی زماننا انقلاب زمانہ سے عہدہ دارون
کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے متنفر رہتے ہین۔ اور ملاقات سے بیزار ہر چند کہ
کوئی درماندہ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہین سنتے۔ ذرہ برابر رحم
نہین کرتے۔ بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔ اور اسلاف کے قدم
بقدم رہنا چاہئے۔ اسی پیروی مین ملک کی آبادی مالک کی نیکنامی ہے۔ اور آپنے
اپنی دیوانی کے زمانہ مین کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہین فرمایا۔ اور
آقا کے اطاعت گزار و تابعدار رہے۔ کبہی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
نہین رکہا۔ جو آقا نے فرمایا سر آنکہون پر رکہا۔ اگر یکایک کوئی حکم خلاف دستور ہوا تو

اسکی تعمیل کا اقرار کر کے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھایا تا کہ مالک خود کہدیتا کہ حکم سابق
کو منسوخ کرنا چاہیے - دستور الوزرا کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بابت
ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا - وہ یہہ ہے وہ وزیر مبارک وزیر ہے جس سے
بادشاہ و رعایا خوش ہون - اہل دکن کے نزدیک آپ اسی قسم کے وزیر تھے - کہ آپکی
دیوانی کے عہد مین دکن کا ملک سبز و سیراب تہا - آپکا سنہ رحلت کسی تذکرہ نویس
نے نہین لکھا - مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۱۸۵ھ کے قریب فوت ہوئے - اولاً
حیدرآباد مین امانتہً مدفون ہوئے - ثانیاً آپکے قرابتدارون نے لاش کو کربلائے معلی
روانہ کیا - وہان کی خاک پاک مین دفن کئے گئے - آپکے یادگار تین فرزند ہوشمند
و خداوند عقل و شعور تھے - علی نقی خان انصاف و مہدیعلیخان نیر و باقرعلیخان افسر
ہر ایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ مین آئیگا - آپ صاحب دیوان تھے - آپکا دیوان و
کلیات قلمی نواب سر سالار جنگ وزیر مرحوم کے کتبخانہ مین موجود ہے - اب مین
آپکے دیوان سے اشعار ذیل شایقین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون
آپ فارسی و اردو دونو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے -

من اشعارہ الفارسی

ما نگوئیم کہ از حلقۂ تقدیر برآ — لیکن از دامگہ عقل بتدبیر برآ
با کمان صحبت اگر راست نیاید بگذر — از کمانخانۂ این طائفہ چون تیر برآ
ور مزاج امرا گر تو در آمد خواہی — جرم بر خویش بگیر از در تقصیر برآ

ولہ

ہر شب نگار تازہ آمد بدست من — ایجاد کردہ اند برنگ حنا مرا

ولہ

تو در دل عدوئی من سطر مستقیم ز شوقت — عبث بیہودہ عمرے کردہ ام تحصیل حاصل را

ولہ

چون بخاطر میرسد پامالی خون حنا — دست و پا گم میکنم در فکر مضمون حنا

در هر جگرے هست خراش سخن ما — الماس تراش است تراش سخن ما

بادہ من در خانہ ایجاد هر شب میروی — رفتن آنجا یک شبے موقوف کن اینجا بیا

حرف بای موحده

کدام شمع بفانوس دل تجلی کرد — کہ هوش از دل پروانه ها پرید امشب

بروے مشهد پروانہ شمع را دیدم — کہ چادرے ز گل داغ می کشید امشب

تاے منقوطه

دل کہ در گریہ گرم بے تابی ست — سهو کارش بمردم آبی ست

ولہ

یار آمد و می بہ نشست و شباب رفت — عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت

ولہ

اے داغ دلم چشم تماشائی قیامت — لخت جگرم لالہ صحرائے قیامت

ولہ

سر زلف دگر سلسلہ جنبان شدہ است — کہ حواس من دیوانہ پریشان شدہ است

هر طرف می نگرم چشم خوشی می بینم — نرگس امسال درین شهر فراوان شدہ است

جوش موج گل این فصل نپرسید ز من — عندلیبان چہ بگوییم کہ چہ طوفان شدہ است

خط رخسار تو زیبائیش خاصی دارد — متن این باغچہ گل حاشیہ ریحان شدہ است

شمع رویان بسر تربت مجنون جمعند — امشب ایجاد درین دشت چراغان شدہ است

ولہ

طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت — نامہ بر برگشت و خط برگشت و یارم برگشت

ولہ

از پر ہمائے ابرے داریم چتر شاهی — این سایہ بر سر ما از دولت بهار است

پیر گشتی و هوسهائے جوانانہ بجاست — صبح روشن شد و تاریکی این خانہ بجاست

همچو طفلی نزد ایجاد با دسنگے چند — از چنین شهر برون رفتن دیوانہ بجاست

سبک آید بنظر هر که تهی مایه شود
همچو آن کیسهٔ منعم که ز درهم خالی است

وله

ایجاد مفلسی نبود جز نام اهل بیت
چیزے دگر بخانهٔ من هم نمانده است

از هیچ درے بسکه ندیدیم گشودی
ایجاد دل ما ز همه باب گرفته ست

وله

ابراست و هوائے خوش باران بهار است
برباده کشان ریزش احسان بهار است

تا غنچه دلش وا شود و گل کند آرام
باد سحری مروحه جنبان بهار است

می کشتی و می جانب صحرا نتوان رفت
امسال که جوش گل و طوفان بهار است

وله

عصرے رسید زاهد و موقوف شد شراب
گفتم برو نماز بکن آفتاب رفت

وله

چون غنچه و گل ایجاد مقسوم ما ازین باغ
از دولت بهاران دستار نیست و قبا نیست

قدر مجنون را کسے داند که همچون گردباد
خاک بر سر گردباد عمرے در بیابان گشته است

وله

در متانت که گران سنگ کسے نیست چو من
کوه اگر هست کمر بستهٔ تمکین من است

وله

احوال اشک خود چه مفصّل کنم بیان
دریائے شور مجملی از ماجرائے اوست

ایجاد رخ نکرده بمشهد روانه شو
من رضا منم رضائے خدا در رضائے اوست

وله

هیچ خوفے هم نکرد از باطن پیر مغان
آبروئے دختر رز زاهد بے پیر ریخت

وله

نیست زکسی عجز و غرور من و تو
قصهٔ شاه و گدا در همه جا مشهور است

وله

پان مسّی که بر لب و رنگ تازه ریخت
نقّاشی تبسم و پرداز بوسه است

عیش باتفاق در عالم
صحبت بے نقاب محبوب است

وله

پیری و گریهٔ سحرگاهے
شب ماهتاب و عالم آب است

وله

بر غلطش رو گذاشتم همه شب
بوئے ریحان علاج بیخوابی ست

چندان عرق شرم بریزم که بشوید
از گرد گناه همه سیمائے قیامت

وله
پادشاهی گدائی درویشی ست — سر دولت بپای درویشی ست
خواب شیرین و شکر آرام — در نی بوریای درویشی ست
بیشتر خلق زهم شکوه چه گفتارند — ورنه کس را زکسی کم گله خاموشی ست

وله
چندی چو مرغ قبله نما چرخ میزنیم — آخر به رب کعبه قرارم بسوی تست

وله
میرسد پیغام دل بردم که هامون از من ست — اشک می گوید بروی من که جیحون از من ست

وله
اگر تقصیر کردی معذرت خواه — که ترک معذرت تقصیر ثانی است

وله
دل به تسلیم و رضا کار خود آراسته ست — از خدا خواسته ایم آنچه خدا خواسته است

وله
گفته بودی که فراموش نی یادت نکنم — کرده گر تو فراموش مرا خود یاد ست

وله
زن طبیعت از دم گیرای ما آگاه نیست — جوهر شمشیر ما را مرد میداند که چیست

وله
باز آن شوخ بیگانه من آمده است — دولت رفته من خانه من آمده است
رفتم و گرد سرای یار شبی گردیدم — گفت با شمع که پروانه من آمده است

وله
شدم بمیکده دیدم شراب نوشیهاست — میان باده و خم طرفه گرم جوشیهاست
قبای پرده دری باب بدقماشان است — لباس مرد هنرمند عیب پوشیهاست

وله
دیدم ز عین مردمی اول بروی من — چشم تو قسم بنگاه نخست نشست
این دست و پا شکسته سر جنگ روزگار — محتاج مومیای لطف درست نیست

وله
میخرامی بسر خاک شهیدان مروز — بزمین خوردن دامان بی چیزی نیست
تنگ پوشیده امروز برنگی که چو گل — جامه نازک و خوشبوی تو چون بدن ست
ضعفم چنان گرفته که در وصف لفیاد — گویم اگر قصیده مجال گریز نیست
بشکل مجلس آئینه می آئی — نگاه هر یکی بهر خود نمائی است

امیدوار پیری خویش هر جوان
وقت آخر چون رسد رونق ز دولت میرود

شب خواب هیچ کس نکند بی خیال صبح
گشت برمن روشن آنکه حرف از فروغ ماه صبح

ردیف دال مهمله

نباشد اگر کسی را دست کس خود بکار آید — برای آشنا باید بپای آشنا افتد

ولہ
ذکری ز نمکدان لب یار نباشد — در مجلس ایجاد چه شور است ببینید

ولہ
در بتخانه حسن برهمن زاده دیدم — ملاقات من و آن سنگدل آنجا فدائی شد

ولہ
بسان کفش زر دوزیست ممسک جفت با دنیا — بجلقش گر گزاری پا کی از زر دست بردارد

ولہ
غریبی گر کند یاد وطن مسرور میگردد — دلم دار السرور از نام دریا نیو میگردد

ولہ
نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهری خواهی — بدریا چون رود غواص دم در خویشتن دزدد

ولہ
آن نباتی جامه گر با بنده هم بالین شود — بند بندم یک قلم چون نیشکر شیرین شود

سختی دوران گران بر خاطر هموار نیست — صفحه کاغذ ز نقش کوه کی سنگین شود

ولہ
چالاکی نگاه تو نازم که سوی من — دیدی چنانکه چشم ترا هم خبر نشد

ولہ
خاطر خود جمع دار ای غنچه لب نامه ام — خود بخود مکتوب من مانند گل وامی شود

ولہ
سرمه پیراهنی در مجلس ما دوش بود — چشم از دیدار روشن بود خاموش بود

ولہ
ایجاد در حضور شریعت پناه عشق — بی مهر داغ محضر دل معتبر نشد

ولہ
ترکیب لب لعل تو بی سبزه خط نیست — حرفیست که یاقوت با سنگ ندارد

ولہ
هر کسی در صفت حسن تو بیتی میخواند — شعر برجسته من مطلع ابروی تو بود

ولہ
ز کس چیزی گرفتن همتم بس ننگ میداند — کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد

شیشه در دست جوان ساقی گلفام رسید — هوش رفت از سر مستان که پری زاد آمد

این دل صافی که من دارم به آئینه ازیست — وله — بلکه در اقبال پهلو با سکندر می زند

روز حشر ایجاد من در سایهٔ مهر علی — خیمه خود بر کنار حوض کوثر می زند

وله

مو سفیدی نمک زندگی پیران است — ماهتاب طرف صبح بهاری دارد

وله

چشم دل مردمک دیدهٔ جانم کردند — هرچه منظور نظر بود حیرانم کردند

لاله زارے بمن از داغ عطا فرمودند — رونق محشر خونین کفانم کردند

وله

اگر با قامتش دعوی کند سرو — الهی حرف و بالا نگردد

کس اول گرد باید گر بگردد — بگرد کعبهٔ گردد یا نگردد

وله

سرکشی آن قد رعنا دارد — ناز بر عالم بالا دارد

گل دیدار شگفته است امسال — باغ نظارهٔ تماشا دارد

بے تامل سفر از خویش کنید — راه اندیشه عمرها دارد

وله

هرگز سخنے نکردی ارشاد — از دست خموشش تو فریاد

وله

از خانهٔ خود نگردیم دور — عمر تو دراز و خانه آباد

وله

مارا چو کمان بهم کشیدی — اینخانهٔ الفت تو آباد

وله

در چمن یار گلعذار آمد — رنگ بر چهرهٔ بهار آمد

وله

راست می گوید اگر سرو که همدوش تو ام — بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد

وله

قید هستی غم سنگین جانی دارد — دوش آزادی ما بار گران دارد

تو محیطی همه لب تشنهٔ دیدار تواند

چون حباب آئنه دل جمله هوادار تواند

حرف راء مهمله

پوشش خود سفیدان گلبدن ناز کرد	رنگ زر روئے بہار یاسمن پرواز گیر

حرف زاء معجمه

اگر مطلب ز خط او نمی بود	نمی شد در جهان هرگز سخن سبز
شهید حسن سبز گشتم ایجاد	به محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمه

ای مصور از لباس یار دامانش بکش	بر رقیبم دست اگر یابی گریبانش بکش

حرف صاد مهمله

گرش حشمت تماشائے شب و روز هست	همچو آن مردم که بینند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم زخم مردم عالم اگر منظور نیست	مهر شبنم چرا بستند در بازوی گل
در هوائے گلرخان هر کس که زیر خاک شد	بر مزار او بیفشانند بر روئے گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مبادا زلف بکشائی		من از شبهای تاریک و دراز تار می ترسم
از دست همدمان در شکوه لب بر زدم ولے	وله	یکدم کسے همچو بے تصویر نشنیده ست آوازم

حرف نون

با وصف نام همچو نگین در تمام عمر	یکجا نه دست داد برائے نشست من

حرف یاء

نیستی در بحر هستی جز حباب زندگی	دم غنیمت دان بکن جمع در اخراب زندگی

زود تر آئی جمع اند کاشانہ ما | بامید نمک لطف تو مہمانی
نہ بسر والفتی داری نہ سوی لالہ می بینی | صراحی در بغل ساغر بکف مستانہ می آئی

من اشعارہ الہندی

اب کے ترے گہر جو آئیں گے ہم
پہر یہاں سے کہیں نجائیں گے ہم
مانند نسیم تجکو ہر صبح
اے غنچہ وہان ہنسائیں گے ہم
جو تیری زبان سے آئے کہیو
ٹک منہ سے تو منہ لگائیں گے ہم
پی کر ترے منہ کی گالیاں بہی
ان ہاتون کی مار کہائیں گے ہم
لوہو ترا پانی کرکے تجہکو
بادہ کی جگہ پلائیں گے ہم
پہر ہم کہیے یہ تیری خاطر
یہ جو کہیں سب اٹہائیں گے ہم
اب تو تری بندگی ہیں آئے
جسطرح اٹہے اٹہائیں گے ہم
سن یار کہا کہ تجہکو ایجاد
ان جانون سیتی دکہائیں گے ہم

نوحہ سید الشہدائے امام حسین علیہ السلام

جان و دل قربان شاہ کربلا
من بلا گردان شاہ کربلا
من شنیدم رفتہ چو نقش قدم
بر در ایوان شاہ کربلا
لعنت حق ای وفاداران کنید
بر جفا کاران شاہ کربلا
شاخ مرجان ریش در خون طپید
گوہر غلطان شاہ کربلا
مصحف حق را سجاوندی نمود
سرخی قرآن شاہ کربلا
آخر از فرمودۂ شاہ نجف
می شوم مہمان شاہ کربلا
جامرا در صفحۂ خود مید نہد
بوذر و سلمان شاہ کربلا

ساقیٔ کوثر مرا مدہوش کن — از مئی عرفان شاہ کربلا
این سقر نِس چرخ مخروطی بود — گوئے از چوگان شاہ کربلا
می کند خورشید ہم کسب ضیا — از مہ تابان شاہ کربلا
از رحمت گوہر نیسان بود — ریزش احسان شاہ کربلا
سبحہ گردید ست با خود سجدہ گاہ — طینت پاکان شاہ کربلا
خانہ اش باب السلام جنت ست — ہر کہ شد دربان شاہ کربلا
یا علی ایجاد را محشور کن — با عزاداران شاہ کربلا

افصح۔ میر محمد علی

افصح تخلص۔ میر محمد علی نام مشہدی الاصل سادات رضوی سے ہین۔ تذکرۂ بے نظیر کے مولف نے لکھا کہ آپکے جد امجد سید اختیار امیر تیمور گورگان کے عہد مین توران سے شہر سبزوار مین آئے۔ مدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ جب امیر تیمور خراسان کو فتح کرکے شہر سبزوار مین آیا۔ سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب و نسب اپنے ہمراہ سمرقند مین لایا۔ بقول بعض خراسان سے شہر سبزوار مین لایا۔ اور اپنی دختر سے شادی کردی۔ اور شہر سمرقند یا شہر سبزوار کی قضا پر مامور فرمایا۔ سید مذکور تا بمرگ اسی خدمت پر بحال رہا۔ پھر سید کی رحلت کے بعد انکی اولاد بھی وہان معزز خدمات و عہدون پر کامیاب ہوتے رہے۔ اور خاص قضا کی خدمت کا سلسلہ بھی آپکے خاندان مین نسلاً بعد نسل مسلسل رہا۔ امیر تیمور کی قرابت کی وجہ سے آپکے اولاد کے نامون کا تاج لفظ سلطان ہوا۔ آپکے والد سلطان شاہ مرزا عالمگیری زمانہ مین

وارد ہند ہوئے۔ سربلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی۔ شادی کے بعد مخاطب
بہ شاہنواز خان ہوا۔ میر افصح سربلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہند مین پیدا ہوا۔
ہند ہی کی زمین مین نشو نما پایا۔ اور تربیت و تعلیم بہی یہین پائی سنہ شعور کے بعد کتب
درسیہ اساتذہ زمانہ سے پڑہین۔ عالم جوانی مین تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا۔
ذہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تہا موزون الطبع و سنجیدہ وضع تہا۔ شاعری کے میدان
مین ایسا قدم بڑہایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑہ گیا۔ گل رعنا مین لکہا ہے
کہ حسن اتفاق سے ہے کہ ۱۱۵۲ھ ہجری مین شہر لاہور مین رونق افروز رہا۔ تذکرہ مردم دیدہ
کے مولف حاکم نے لکہا کہ مین میر افصح سے لاہور مین ملا شاعر خوش مزاج و لائق ہے
حسن اخلاق و تواضع مین فائق۔ لیکن جسقدر لیاقت رکہتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے
شعرائے لاہور نے میر کی تحریک و طرح پر مشکل زمین مین اکثر غزلین کہین۔ وہان چند مدت
مشاعرہ کا لطف رہا۔ یاران ہم مشرب کا جلسہ غنیمت تہا۔ پہر آپکے والد شاہ مرزا و میر افصح
غفران مآب نواب آصفجاہ مرحوم اول کے ہمراہ دکن مین آئے۔ ڈاک چوکی داروغگی پر
مقرر ہوئے۔ اور میر افصح بہی اہل مناصب مین مامور ہوئے۔ پدر و پسر دونون غفران مآب
کی ملازمت و رفاقت مین رہے۔ جب ہمت یار خان ناظم صوبہ بیجاپور ہوئے۔ آپ بہی
مع والد با جد ناظم صاحب کے ہمراہ معین ہوئے۔ مدت تک ناظم صاحب کے ہمراہ ہمت
و جوانمردی سے بسر کرتے رہے۔ آخر جب ناظم صاحب ہمت خان افغان مہدوی حاکم
کرنول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے۔ میر افصح مع والد ہمرکاب تہے۔ حاکم کرنول سے سخت
جنگ ہوا۔ طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے۔ اسی معرکہ مین میر افصح اور اُن کے
والد شاہ میرزا مقتول ہوئے۔ صاحب مردم دیدہ نے لکہا کہ یہہ واقعہ سنہ ۱۱۵۷ گیارہ سے چون مین

واقع ہوا۔ اور دیگر مولفین نے لکہا کہ سنہ گیارہ سو پچاس ہین الخ اوّل کا قول صحیح ہے اسلئے کہ مردم دیدہ کا مولف میر افصح کا معاصر ہے۔ جو لکہا ہے اسکا مشاہدہ ہے۔

من اشعارہ

نمک بوسہ بر آن رند قدح نوش حرام — که فراموش کند حق نمکدان ترا

وله

نیست پیرایۂ ہر تیرہ درون جامۂ فقر — رسم آئینہ دلانست نمد پوشیہا

وله

نشود معلوم ظرف نیک و بد وقت سخن گفتن — نمی باشد صدائے کاسۂ چینی سفالی را

وله

آہم بیاد آن قد برجستہ رستہ است — چون نیشکر ز خاک کمر بستہ رستہ است

وله

ببزم اہل تمیز درآ تماشا کن — بر این مرقع تصویر یک قلم صاد است

وله

منور است ازان نور چشم دیر و حرم — که این چراغ میان دو محل فتاد است

وله

شکر خدا که دیدۂ شاہد پرست من — ہر چند بت پرست بود خود پرست نیست

وله

مرا که ابلق ایام زیر فرمانست — چه غم که توسن گردون ستارہ پیشانیست

وله

ہر دلبرے که دل نبرد مایۂ غم ست — ہر سروے که جلوہ نکند نخل ماتم ست

وله

از می تہی مباد که در چشم اہل ذوق — پیمانہ بے شراب ہلال محرّم ست

وله

تا خرامان بچمن آن دلجو شدہ است — سرو انگشت تحیر بلب جو شدہ است

وله

ز خون بیگنہ تا ہنوز گلگون ست — بہ تیغ یار چه حاجت غلاف مخمل سرخ

وله

دل خرابی می کند از زلف پیچش کنید — دست و پائے میزند دیوانہ زنجیرش کنید

آسمان خم بر سر کوئے تو از تعظیم شد — عمر این محو ارادت صرف یک تسلیم شد

وله

شد از رخت عرق از گرمی شراب چکید — ستارہ آب شد از شرم آفتاب چکید

وله

چون رخت از می عرق افشان شود — خانۂ آئینہ چراغان شود

دل عبث می خواہد از دور فلک عیش مدام — وله — آرزوے می کسی از شیشۂ واژون نکرد

بداد حق نبود شرط مومن و کافر — وله — کہ ابر کعبہ گہے در فرنگ می بارد

دل بے درد چہ اندیشۂ نقصان دارد — ” — موی چینی نشود از غم ایام سفید

خط مشکین بگرد حسن گلفام این چنین باید — وله — تکلف برطرف صبح اینچنین شام اینچنین باید

مرا در حلقۂ زلف تو ہرکس دید تحسین کرد — ” — کہ صیاد اینچنین صید اینچنین دام اینچنین باید

شہید زہر نگاہ کہ گشتہ افصح — وله — کہ ہمچو رنگ حنا شد ترا رگ جان سبز

بجز تصور چشم تو نیست در دل من — وله — شگفتہ است درین باغ یک قلم نرگس

کسے کہ کشتہ نگردد بہ تیغ دلبر خویش — وله — سزد کہ تیر خورد ہمچو ماہی از پر خویش

گردن دعوی بکش در بزم ادب — وله — میرسد آخر بہ پستی سرفرازیہاے شمع

در محفل کہ حسن تو روشن کند چراغ — وله — پروانہا بہ شمع نویسد بمہر داغ

بر من کاسہ سودا شدہ زان سبزۂ خط — وله — کہ خیالات فزون می شود از نشۂ بنگ

تا دیدہ شبے سنبل گیسوئے تو در خواب — وله — مشہور چمن شدہ بہ پریشان نظرے گل

در طریق راستیہا کردہ ام از سر قدم — وله — گرچہ ہمچو خامہ در ظاہر محرف میروم

امین - امین الدین علی

امین تخلص - امین الدین علی نام - مہدی علیخان خطاب ہے - آپ سید مبارک خان بخاری قلعدار دولت آباد کے قرابتداروں میں سے ہیں - عالم فاضل فارغ التحصیل تھے - فضائل و کمالات صوری و معنوی سے موصوف تھے - شعرگوئی و سخن سنجی میں لائق شمار کئے جاتے تھے - ذی استعداد و صاحب سواد - خوش رفتار و خوش گفتار -

فقرا دوست غربا پرور آشنا پرست و مہمان نواز تھے - آپکا کلام دلچسپ و پسندیدہ ہوتا تھا
آپ کی غزل و مثنوی کو شعرا کا عذر رہ سمجھتے تھے - آپ غفران ماب نواب آصفجاہ اول کے
منصبداروں میں ممتاز تھے منصب مناسب خطاب و مراتب سے سرفراز تھے ۱۱۷۰ ہجری تک
زندہ رہے آخر ۱۱۷۵ ہجری میں فوت ہوئے - دولت آباد میں دفن کیے گئے

من اشعارہ

چہ قدر صید دل نواند کرد
در برش تا لباس باد ایست

ولہ

نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخواہم دلم
چہرۂ سبز بہیچ یار میخواہد دلم

بادۂ صاف کنار آب مہتاب خوشی
ساقی امشب نشئہ سرشار میخواہد دلم

بسکہ دلچسپ است شیرین کار قند لبش
بوسۂ زان لعل شکر بار می خواہد دلم

دلربائے شوخ و شنگ ہر چند دلرا می برد
دلبر دلدادہ را بسیار می خواہد دلم

ولہ

گر بے تو خورم شراب جانان
جان سوز و دل کباب جانان

در یاد تو میدمم سحر سو
چون نشئہ کہ بر شراب جانان

شاید کہ رسید روز وصلت
وارد دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفی مرادآبادی

انسان تخلص - شیخ غلام مصطفی نام - قوم کنبوہ آپکا مولد و منشا مرادآباد ہے
انسان کامل عالم فاضل جامع معقول و منقول تھا - شعر و شاعری میں مقبول تھا
کتب معقولات ملا قطب الدین سہالوی اور شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے تحصیل کی
تھیں - ملا کے ارشد تلامذہ سے تھا - اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے

پہنچتا ہے۔ اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ شیخ کہلائے زمانہ و اولیا
عصر سے تھے۔ علوم درسی کے سوا علم طب نجوم و فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ
مین مسلمہ کامل تھے۔ اکثر براہمہ ہند مسائل نجوم مین آپسے امداد و اعانت لیتے تھے
مسائل غریبہ و عجیبہ کو نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تھے۔ ہندی مین شعر
و دوہہ خوب کہتے تھے۔ فارسی مین آپکا کلام توحید و تعرف و سلوک تصوف کے
مضامین سے مملو ہوتا تھا۔ کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے
میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابین انسان کے سینہ مین
محفوظ تھین۔ آپکا علم سینوی تھا نہ سفینوی۔ آپکے پاس کوئی کتاب نہین تھی۔
جو کچھہ علوم و فنون سے تھا آپکی زبان ہر از بر تھا۔ درس و تدریس کیوقت فوائد زوائد
مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تھے۔ اکثر طلبہ علوم و فنون
و یار و امصار سے آپکی خدمت مین آتے تھے اور آپسے علوم و فنون کی کتابین پڑھتے
تھے۔ مسائل مختلفہ و مقامات مشکلہ کو آسانی کے ساتھہ حل کر لیتے تھے۔ آپ
مدة العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ مین ہند سے دکن آئے منصبداری صیغہ مین
مامور ہوئے۔ مدت تک اسی ملک مین گزارے۔ آخر نوکری ترک کرکے بلدہ الیچپور برار
مین آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ یہان ایسے جمے کہ مرکے اُٹھے۔ یہان ایک جوان
خوشرو دیہاتی پر فریفتہ ہوئے۔ اور اس سے تعلق خاطر ہو گیا۔ اُسی محبوب کے دروازہ
پر اقامت گزین ہوئے۔ اتفاقاً یکایک وہ جوان مر گیا۔ آپ کو رنج و غم کا سخت صدمہ
ہوا۔ اُسکے رنج مین زندہ درگور ہوئے۔ کثرت غم سے دیوانہ بنگئے۔ آبادی سے نکل کر
صحرا نوردی اختیار کی۔ انہین ایام مین آپکے استاد مولینا قطب الدین سہالوی

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کرکے آرہے تھے بلدہ ایلچپور مین وارد ہوئے
لوگون سے شاگرد رشید انسان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے
آبادی سے دور ویرانون مین رہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اُسکو میرے پاس لاؤ۔ لوگو ن نے
عرض کیا کہ وہ آبادی مین ہرگز نہین آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہو جائیگا۔ مولانا نے
ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکھلاؤ۔ آپ نے رقعہ مین
یہہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے کہ اَطْرِقْ کَرَی اِطْرِقْ کَرَایِ
اِنَّ النعامة فی القری کہ یہ مثل اُس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر
نازان ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف و نرم سے دام فریب مین آجائے۔
اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کبوتر ایک پرندہ مثل کبک دری کے ہوتا ہے
عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہین تب آہستہ لہر داشتہ یہ فقرہ بولتے ہین اطرق کری الخ
وہ آواز سنکے زمین سے دبکے پیوست ہو جاتا ہے۔ پس اُسپر چادر ڈالدیتے ہین اور اُسکو
آسانی سے شکار کر لیتے ہین۔ پھر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خوردہ کے نسبت
مستعمل و مروج ہو گئی۔ هذه ماخوذة من ضرب الامثال للمیدانی۔
جب ہدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیگیا۔ اور انسان کو دکھلایا۔ انسان
رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مولانا سے نیازمندانہ ملا۔ پھر ملا صاحب
ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت و صحرا مین پراگندہ و پریشان
گھومنے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ انسان نے انتقال سے تین سال قبل
ترک لباس کیا تھا۔ صرف ایک قمیص پر اکتفا کیا ہوا تھا۔ ایک رات اول وقت مین
خواب مین دیکھا کہ کوئی ہاتف غیبی کہتا ہے۔ رجل خیر من یعمل خیرا۔ یعنے

نیک مرد وہ شخص ہے جو امر خیر کرے۔ آخر ۱۲۶۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ بلدہ ایلچپور مین
شاہ عبد الرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور
گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ آغا محمد امین ایلچپوری متخلص بوفا آپکے ارشد تلامذہ
مین تہے۔ نقل کرتے ہین کہ ایک وقت ناصر علی ہندی و انسان باہم ملے۔ مکالمہ مین
ناصر علی نے استادون کے اشعار مین عیب جوئی و نکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے
فرمایا کہ آپ ساتذہ کے کلام مین عیوب نکالتے ہین۔ اور اپنے کلام سے خبر نہین کہتے
چنانچہ آپکے اس شعر مین ؎

مائدہ ام مینائے می بر طاق و حسرت می کشم	توبہ گستاخی است شرم از روی رحمت می کشم

شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام مین خجالت کشیدن چاہیئے۔ کہتے ہین کہ
ناصر علی سخت نادم ہوا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ انسان سلام علیک کہکر چلتے ہوئے۔

من اشعارہ

سر براہ تو نہادار داز نرگس چمن چشمی	ولہ	بود با دام چشمی لالہ چشمی یاسمن چشمی
بازی عشق است می باید بسامان باختن	ولہ	ہر سحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب ور روش دہر گر افتاد خلل	ولہ	پیر شد چرخ ازان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستۂ مذہب چہ کمانست	ولہ	ہرچہ مقابل شود آئینہ ہمانست
در شان علی بحث کند شیعہ و سنی		حقا کہ علی برتر ازین ہر دو بیان است
انسان چو مسمی شود از اسم الٰہی		ناچار ز افزون شدن عبد بر آن است
در اسم علی چون کہ نبی عبد نیفزود		بنگر کہ درین پردہ عجب رمز نہان ست
ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش	ولہ	عالم بمثال عکس ہیچ ویش بیچ ویش

انسان بمثل چو چشم عکس است درو — آن شخص عیان نموده پاک از کم و بیش

انسان نے اس رباعی میں وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس رباعی کی شرح تذکرہ سرو آزاد میں لکھی ہے۔ میں یہاں اُسکا ترجمہ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے مستفید ہون۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیۂ کرام میں ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اُس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ میں مشاہدہ کرے۔ دونون میں وجہ تشبیہ جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے میں کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق میں باعتبار صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کُنت کنزاً مخفیاً دونون ظہور کے خواہان وجویان ہین۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایان۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کے قول سے کہ فاحببت ان اعرف کہ میں دوست رکھتا ہون کہ پہچانا جاؤن۔ قولہ و عدم الخ عدم سے علم حق مراد ہے۔ اُسکو آئینہ سے تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونون مبدء انکشاف ہین۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیۂ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہین۔ مرتبہ علم میں ظاہر ہوتی ہین۔ جیسا کہ آئینہ میں عکس دکھلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام اعضا کا عکس آئینہ میں واقع ہوتا ہے اسیطرح آنکھہ کا عکس بھی اُسمین واقع ہوتا ہے اور آنکھہ کے عکس میں اُس شخص کا تمام عکس نمایان ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتھہ مخصوص ہے۔ آنکھہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ بھی بہ نسبت عکس تمام اعضا اُس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اُسکو

دکہلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکوس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بہی
یہی مراد ہے۔ کہ وکان آدم ھی المرآۃ المجلوۃ مشبہ ومشبہ بہ کا مشترک الاسم
ہونا نہایت لطف رکہتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو دوچند کر
کردیا۔ پس رباعی کے معنی یہہ ہین کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی
ہے اور مرتبہ علم مین آئینہ سے ظہور کیا۔ اور عالم اُس شخص کے عکسون کی طرح صورت نما ہوا
بیخویش و بیخویش کے معنی یہہ ہین کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئین۔ ایک کہ
وجود علیحدہ دکہائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے بیخویش ہے۔ یعنی ہیچ ہے۔ کیونکہ
واقع مین وہ شخص آپ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہمی ہے کیونکہ یہہ بہی واقع مین
خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنے موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت
تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ مین آنکہہ کے عکس کی طرح ہے یعنے آنکہہ کے عکس مین
ذات حق نے تمام مراتب کے ساتہہ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہہ ہین
کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت مین اور اسکا ظہور تمام عالم مین کم و بیش نہین ہے
بلکہ انسان مین بطور اجمال۔ اور عالم مین بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت
آئینہ مین اور انسان کی صورت آنکہہ کے عکس مین برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ مین
بڑی اور آنکہہ کے عکس مین چہوٹی۔ اسلئے انسان کو عالم صغر اور عالم کو انسان اکبر
کہتے ہین۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف۔ علی نقی خان

انصاف تخلص۔ علی نقی خان نام ہمدانی الاصل قوم قاچار سے تہے۔ آپ

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہین - آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن ہین سنہ ۱۱۷۳ ہجری ہین
واقع ہوی چنانچہ آپکے جد امجد نے جو تاریخ گوئی ہین بے نظیر تھے - آپکی ولادت کی تاریخ
اس فقرہ ہین پائی کہ صاحب اقبال مبارک قدم ست کہ پرورش و تربیت کے بعد
اسی شہر ہین کتب درسیہ سے فارغ ہوئے - علوم حکمیہ و فنون ادبیہ ہین مرتبہ کمال کو پہنچے
مرزا افضل ثابت تحفۃ الشعرا ہین لکھتے ہین کہ انصاف الٰہیات و طبعیات ہین بے نظیر
تھے - ہین نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ
انصاف کا عالم شباب تھا درجۂ کمال آپکا ہمرکاب تھا مزاج بحر مواج تھا - بزرگی کا
سر پر تاج تھا - طبیعت برق تھی ذکاوت ذہن کے بادلون ہین کڑک رہی تھی دماغ ہین
علم و فہم کی روشنی چمک رہی تھی فلسفی خیالون و حکمی مثالون کا ذخیرہ قوت حافظہ
ہین محفوظ تھا اور زمانہ کے واقعات کا فوٹو خیال کے مرقع ہین ملحوظ تھا - آپکے دل ہین
شعرگوئی کا خیال پیدا ہوا - جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے - ابتدا ہین والد ماجد سے
اصلاح لینے لگے تھوڑے ہی دنون ہین زمرۂ شعرا ہین مشہور ہوگئے - آپکا کلام شستہ
و صاف ہے ہر ایک شعر سے مضامین دلپسند و معانی دلچسپ نمایان ہین اور ہر ایک فقرہ
سے رنگین بیانی و شیرین زبانی عیان ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان عجائب
و غرائب کا سفینہ ہے لطائف و نوادر کا خزینہ ہے - ذہین و فہیم ادیب حلیم تھے - شاعر
خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین - ظریف و رنگین تھے - خلیق و لبیق تھے
دوست پرست و یار نواز - آپ سرکار عالی نظام کے منصبدارون ہین سرفراز - عالم
فاضل و ادیب کامل تھے درس تدریس کا شوق تھا - چونکہ معقولات و الٰہیات ہین
مشہور تھے - اکثر طلبہ منتہی آپ سے اس فن کے کتب پڑھتے تھے - ہمعصرون ہین لائق

مانے جاتے تھے۔ اور آپکو موروثی شاعری کی بھی دوہشت تھی ہفتہ عشرہ میں اپنے مکان پر مشاعرہ کا جلسہ بھی منعقد فرماتے تھے۔ شہر کے اکثر شعرا کا مجمع ہوتا تھا۔ خوب مزہ و لطف رہتا تھا۔ گل رعنا میں لچھمی نراین شفیق لکھتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ ہجری مین اورنگ آباد سے حیدر آباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات مشاعرہ کا اتفاق ہوا تھی کلام پھر دوسرے مقام مین لکھتے ہین کہ جناب انصاف ۱۱۸۲ ہجری مین اورنگ آباد رونق افروز ہوے فقیر سے ملاقات ہوی چند روز مقیم رہے خوب لطف رہا تھا۔ غرض جہان آپ رہے اپنے خیال وضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت اسد خان قدرت نتائج الافکار مین لکھتے ہین کہ آپکی وفات ۱۱۹۵ ہجری مین شہر حیدر آباد دکن مین واقع ہوی۔ اب ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلئے گزارش کرتے ہین

من اشعارہ الفارسی

روشن از نور ثنائے اوست روئے حرف ما
عنبر گوہر ست حمدش در گلوئے حرف ما

چہرۂ گفتار ما را رونق از نعت نبی
وصف آن در تیمم ست آبروئے حرف ما

گلشن تقریر ما را وصف آتش سبز ساخت
تا بہ فردوس وا رد رنگ و بوئے حرف ما

ولہ

قیس را آدم نمیدانیم با دیوانہا
بود یک غول بیابانی ز صحرائے شما

جان نباید داد چین را بہ جبین انکہ او
دخل بیجا می کند در بیت ابروئے شما

ولہ

صبا ہر صبح بعد از گرد سر گردیدن شیرین
رسانی بندگی از من خداوندان بطحا را

ولہ

دست قاتل بدہم روز جزا دامان را
من نہ آنم کہ فراموش کنم احسان را

نشوم دشمن ہجران اگرم قتل کند
بسکہ ہو وصل بتان دوست ندارم جان را

ولہ

مرید سرکشی خواہند شیخان ریاضت کش
تلاش توسن بدخو بود چابک سواران را

تماشا کردن جنگ خروسان معصیت باشد — نباید آرزو کردن نزاع تاجداران را

ولہ

روئے او دیدم نمود محو داغ خویش را — صبح روشن شد زدم من چراغ خویش را

ولہ

بارہا چون شیشۂ ساعت درین کلفت سرا — آسمان برگشت و مشکل روزگارم برنگشت

ولہ

در گلستان آمد و رنگ دگر از رخ گلہا پرید — از برائے عندلیبان این گل دیگر شگفت

دل چون من ضعیفی را چہ نقصان گر بدست آرد — سلیمان ہم برائے نام مورے میکند پیدا

اوج نمک حرامان ہرگز نمی توان دید — خورشید چشم پوشد وقت ظہور مہتاب

من اشعارہ الہندی

مے ہو چکی تمام گلابی مین کیا رہا — ساقی سمجھ کے دیکھ خرابی مین کیا رہا

ذبح کرکے داب کیون کہتا ہے تو پانون تلے — چھوڑ دے بسمل کو تا کہو لکے وہ تلملے

ایما۔ میر بخشی عاشق علیخان

ایما تخلص۔ میر بخشی نام عاشق علیخان خطاب۔ آپ خوشحال خان قاقشال کے نواسہ تھے آپکے نانا عالمگیری زمانہ مین بادشاہی معزز منصبدارون مین تھے۔ شوخ طبیعت و آزادانہ مزاج تھے۔ بی پروائی آپکی ذاتی صفت تھی۔ آپکو خوشی سے خوشی تھی نہ غمی سے غمی ایکوقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا۔ عالمگیری عتاب مین معتوب ہوا۔ کچھہ پروا نکی بلکہ شوخی سے کہتا تھا۔ ہماری خوشحالی کہین نہین گئی ہم ہر حال مین خوشحال ہین۔ آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا۔ بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی۔ عالمگیری زمانہ مین فوت ہوا۔ میر بخشی صاحب نے جمنا ناکے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدی منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک آصفجاہ کے منصبداروں میں منسلک ہوا۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا اور کسیقدر حواس و دماغ میں خلل واقع ہوا۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت کی رفاقت میں ہا۔ دلاور خان رائچور وادونی کی قلعداری و فوجداری پر ممتاز تھا۔ علم ہندی کا استاد۔ چند رسائل آپکی تصنیف سے ہین۔ علم عربی و فارسی مین بھی استعداد وقابل تہا۔ شعر گوئی و تاریخ گوئی مین یگانہ شمار کیا جاتا تہا۔ ۱۱۵۳ ہجری مین فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چاہ زنخدان آبروے سائلان بوسہ نخست		با کہ گویم غور کن این ماجرائے آشنا

جب مبارز خان نظام الملک آصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچکر دریائے پورنا سے عبور کر کے آگے نکل گیا اور آصفجاہ کا مقابل نہین ہوا۔ تب لشکر مین شہرت ہوی کہ مبارز خان خوف سے بہاگا۔ میان ایما بھی لشکر مین تھے۔ تاریخ کہی ہے

سال تاریخ پوچھتے ہین یاران		گفتمش ڈر گیا مبارز خان ۱۱۳۶ ہجری

من اشعارہ الہندی

طبیب عشق سین پوچہا زلیخا نی علاج اپنا		کہا تجہہ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا
عاشق نہین ہے تجکو کچہہ خوف معصیت کا	ولہ	موسی رضا ہینگے امام ضامن اپنا
کیون نہ گھبراوے وہ کمان ابرو	ولہ	واسطے جسکے کھینچتے ہین سے چلے

افتخار سید عبدالوہاب دولت آبادی

افتخار تخلص۔ سید عبدالوہاب نام۔ سادات بخاری الاصل سے ہین۔ نسب کا سلسلہ سید مخدوم جہانیان بخاری سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا احمدنگر دکن ہے۔ تعلیم تربیت کے بعد

مرتضی خان بخاری قلعدار دولت آباد کی دختر سے شادی کی - اس تقریب سے آپ دولت آباد مین آئے - اور یہین متوطن ہوئے - سن شعور کے بعد فارسی کتب درسیہ مین استعداد وافی حاصل کی - پہر صرف کی تصریف ماضی و حال و استقبال مین مصروف رہے - بعد ازان نحو کی طرف متوجہ ہوئے - ایک زمانہ تک کلمہ و کلام کی تعریف رفع و نصب و جر کے تحقیق مین گذارے - علی ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے مین بہی عرق ریزی و دلسوزی کی فراغت تحصیل کے بعد فن ادب و شعر کا شوق دلمین پیدا ہوا - جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور آپکی شاگردی مین فائز المرام ہوئے - اور کتب تحصیل شدہ کی تکمیل بہی حضرت آزاد کی توجہ سے کی - آپنے تذکرہ بینظیر مین حضرت آزاد کی شادی اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے

سفت اقلیم سخن امروز از استاد ما دارد این معمورہ را زیر قلم آزاد ما

فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے علم طب کو بہی حاصل کیا - مدت تک اطبا کی خدمت مین مشق کرتا رہا - اکثر مطبون مین بیٹھکر تشخیص و تفتیش کرتے رہے - حکیم حاذق و طبیب فائق تہے - آپ ۱۱۸۲ ہجری مین نواب شجع الدولہ بہادر نجیور جنگ متخلص بہ نجیور کی خدمت مین مقربین کے زمرہ مین اول نمبر تہے - نواب صاحب آپکی بڑی عزت و آبرو فرماتے تہے خوش حال و فارغ بال تہے - آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تہے - ہر وقت لطائف و ظرائف سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تہے - آپ سلیم الطبع حلیم الوضع پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تہے خوش کردار و خوش رفتار راست گفتار صاحب وقار تہے - ظرافت و لطافت مین مشہور فصاحت و بلاغت مین نور علی نور تہے - انشا پردازی مین بلند پروازہ - اور نظم کی شیرازہ بندی مین گویا بلبل شیراز تہے - کلام شستہ و رنگین ہے

نقشبند و مضامین برجستہ و دلنشین کے نخابند تھے۔ آپکی انشاء نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعہ سے قوت ناطفہ کو لطف و مزہ ہاتھہ آتا ہے۔ تازہ تازہ لطائف شگوفہ شگوفہ ظرائف کے ملاحظہ سے دل و دماغ سیراب و تازہ ہوتا ہے۔ آپکا فارسی دیوان روزمرہ اہل زبان ہے۔ محاورہ مین سفینہ کمال نزاکت و خوبی مین سحر حلال ہے۔ آپکا کلام ریختہ زبان مین بھی فصاحت و ملاحت سے لبریز ہے۔ حسن بلاغت و نزاکت سے شور انگیز ہے۔ ادا ہائے دل آویز و کرشمہائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے۔ کثرت آرائش و نگارش سے ثابت ہوتا ہے کہ زہرہ و مشتری ہے۔ آپ ریختہ زبان مین بھی صاحب دیوان ہین۔ آپنے ریختہ مین دوہے اور کبت در جھولنہ و بکری اور پہیلیان بھی کہی ہین۔ آپ کا تخلص افتخار ہے ہم اگر آپکو فخر دکن کہین تو بجا ہے۔ آپنے ۱۱۷۲ھ ہجری مین تذکرہ شعرا مسمی بینظیر تالیف کیا ہے۔ اُسمین متقدمین و معاصرین کا حال تاریخی طرز پر لکھا ہے تذکرہ کا نام بینظیر تاریخی ہے۔ آخر آپ ۱۱۹۰ھ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ دولت آباد مین حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی وفات کا سنہ نہین لکھا شاید معلوم نہوا ہوگا۔

من اشعارہ الفارسی

بود فیضان دیگر چشمۂ داد الٰہی را حمایت میکند ہامون دل دیوانۂ ما را	ولہ	زماہی قسمت افزونتر بود دندان ماہی را گل داغم چراغے زیر دامان ست صحرا را
بود بیعزتی با قحبۂ بازار جوشیدن	ولہ	اگر راہ حمیت میروی بگذار دنیا را
اسجدا از نقش پایش جبہۂ ما بر فروز	ولہ	از زمین این سجدہ داری بخشش انعام ما

منت خاک خویش را فرش ره او ساختم — وله — تا باین تقریب یابم دولت پابوس را

شب خیال او تصرف کرد در دل هرچه خواست — وله — حکم صاحب خانه دارد آنکه شد مهمان ما

بیقراران را ببال دیگران پرواز نیست — وله — اختلاج دل نبود چشمهٔ سیماب را

رسوا کند محک زرِ ناقص عیار را — وله — باشد همین معامله سنگ مزار را

یک جهان جلوه کند نور خدا در دل صاف — وله — آتشین نخل شود عکس چراغی در آب

بگذرند از خود نکویان از نکویی نگذرند — وله — بو نمیدارد دریغ از ما چو گل گردد گلاب

سوختن چون شمع بر بالین جانان بهتر است — وله — درد گر این منزلت باشد ز درمان بهتر است

آن خوب را بجامهٔ رنگین نیاز نیست — وله — چون بر لباس در برِ او ساده خوشنماست

در تف عشق تو آرام دل بیتاب است — وله — قائم النار که دیدیم همین سیماب است

ز تیغ یار چه احسان که نیست بر سر ما — وله — بود بهر دو جهان چهرهٔ شهیدان سرخ

یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر — وله — هست مشهور که این بادیه شیری دارد

برهمنی که دلم را بسوخت می گوید — وله — برو برو ز تو بوئے کباب می آید

چشم گریان مرا عالم تماشا کردنی ست — وله — آن پری را آرزوی سیر این دریا نشد

غنچه یکبار گشاید لب و خوشبوی دهد — وله — خوب آید سخنی کز لب کم گو آید

مزاج عاشق و طفل ست یکسان امتحان کردم — وله — بانک حیلهٔ خوبان به پیراهن نمی گنجد

چه از بیگانه نالد کس وفا از خود ندید آخر — وله — ز شبنم شکوه بیجا که رنگش هم پرید آخر

از وفا گشتم خجل چون یار شد شمع مزار — وله — می شدم پروانه گر جانِ دگر میداشتم

سر زلف تو چگویم بچه عنوان کردم — وله — هر دم آنجا دل جمعی پریشان کردم

مگر در خانهٔ آئینه روشن کردهٔ ظالم — وله — شبی در خانهٔ ما هم چراغان میتوان کردن

میرو دآن آہنین دل از سر مُن فشان	لوح خاکم سنگ مقناطیس عودی کاشکے

انور - نورالدین خان کرناٹکی

انور تخلص - نورالدین محمد خان بہادر نام - آپ ابوالمعانی بہادر گوپاموی کے فرزند ہین اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ ۱۱۶۰ھ ہجری مین شہر نتہر نگر مین پیدا ہوئے - سن شعور کے بعد کتب درسیہ عربیہ فارسیہ علما فضلا کی خدمت مین ختم کین اور فن شعر گوئی مین مولانا محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی اوّلاً انور تخلص کرتے تھے ثانیاً دل تخلص اختیار کیا -

ابتدا مین نواب والاجاہ کی سرکار مین بعہدۂ خانسامانی ہتجاور پر مقرر ہوئے - بعد از ان نیلور کی فوجداری پر سرفراز پہر وہان بجرم قتل معزول ہوئے - اور قلعہ چندرگیری مین مقید کئے گئے - حالت حبس مین حافظ محمد مکی سے قرآن حفظ فرمایا - حفظ قرآن کے بعد ایک عرضی معافی جرائم کے لئے نواب والاجاہ کی خدمت مین بہیجی - نوابصاحب نے قیدخانہ سے بلایا - اور قرآن شریف سنا - رمضان المبارک کا مہینہ تہا - تراویح پڑہنے کا ارشاد ہوا انور نے نوابصاحب کے حضور مین شبینہ پڑہا - نوابصاحب بہت خوش ہوئے پہر نیلور کی فوجداری پر بحال فرمایا - اور پلنار اور ونکول کی فوجداری بہی آپ ہی کے تفویض ہوئی - نوابصاحب کے انتقال کے بعد ۱۲۱۰ھ ہجری مین عمدۃ الامرا بہادر کے طرف سے صوبہ داری ارکاٹ کی نیابت پر مامور ہوئے - ایک سال کے بعد معزول ہوکر مدراس مین پہنچے وہان عارضۂ سل و دق مین مبتلا ہوئے - آخر ۱۲۱۲ھ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد مخدوم ساوی کے گنبد کے قریب مدفون ہوئے -

مشہور ہے کہ انور نے ایکروز ایک رباعی مستزاد نواب والاجاہ کی خدمت مین پیش کی نواب نے انور کا منہ جواہر گران بہا سے بہر دیا وہ رباعی مستزاد یہہ ہے

رباعی

ازنقد بقائیکہ عطا کرد ترا ٭ رب الارباب
گردی بفنا د صرف در راہ خدا ٭ صدق و ثواب

از وعدهٔ ایزدی کہ یک را بعوض ٭ دہ می بخشند
مقصود حق تست بعد از لطف و عطا ٭ و ہو الوہاب

صاحب دیوان ہے۔ اشعار مین دونون تخلص موجود ہین کہین انور کہین دل جمع وہ بعض نے لکہا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک مین انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے مین دل یہہ بہی ہے صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکہا ہے۔

من اشعاره الفارسی

طپیدنہاے دل آرد ز عشرت نوید اینجا
نگر قربان شدن باشد مبارکباد اینجا

وله

ز فیض وادن سر یافتیم از سر جوانیہا
بجا شد اتفاق شمع و من در سر فشانیہا

وله

دل ز گیسوے تو شد محو پریشانیہا
کرد در کار جنون سلسلہ جنبانیہا

وله

خوشتر از گلبانگ می آید فغانم یار را
گوش گل بازست از بہر نواے عندلیب

وله

تیر تو آمد بدل منزل خود جان گذاشت
طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت

ور شکن زلف یار کرد دل آخر قرار
عشق تو دیوانہ را بردو بزندان گذاشت

وله

سینہ از بسکہ وحشت آبادست
طفل اشکم رمیدہ می آید

بہر تعظیم یار ما ز عدم
سرو قامت کشیدہ می آید

وله

گر بیاد زلف مشکین تو گردم اشکبار
چون سلیمانی شود ہر اشک من زنار دار

وصل ہم مانع بیتابی انور نشود
لذت این طپش آغوش تو میداند و بس

آئینہ بند و دل ساعت فرنگ
باشد حیات دل طپش بیشمار دل

وحشت نگر کہ چون قدم از کشور عدم		برداشتم بدامن صحرا گذاشتم
زشمع حسن تو گر چشم دل شود روشن	ولہ	برنگ مہر زند خندہ ہر سحر شامم
خدنگ ناز مکش غمزہ را تمام مکن	ولہ	بخون خلق مزن دست و قتل عام مکن
سحر ز من گل و بلبل کنند بگلشن مشق		یکی دریدن جیب و دگر کشیدن آہ
من امشب ہرچہ گویم بی تکلف میشود موزون		خیالم بخوان بالائی موزونست پنداری

ارسلان مولانا قاسم مشہدی

ارسلان تخلص۔ مولانا قاسم نام۔ مشہدی الاصل ہے۔ سید صحیح النسب تہا۔ علامۂ دہر و فہامہ عصر تہا۔ فن شاعری مین فرد فرید۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ مین ہند مین وارد ہوا تاریخ گوئی و خوشنویسی مین وحید تہا۔ چند مدت تک اکبر کی ملازمت مین رہا۔ پہر احمد آباد گجرات مین گیا۔ اور وہان سکونت پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد دکن کی سیر کو نکلا اولا احمد نگر مین پہنچا۔ نظام شاہ بحری نے بڑی خاطرداری مہمان نوازی کی۔ پہر وہان سے بیجاپور آیا وہان کے بہی والی نے بڑی عزت و آبرو کی۔ چند روز قیام کرکے وہان سے گولکنڈہ مین رونق افزا ہوا۔ یہان بہی بدستور شاہان دیگر تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا۔ اور عبد اللہ قطب شاہ نے بہت کچہہ سلوک کیا۔ عطیات و صلات سے سرفراز فرمایا۔ چند روز رہمان رہا بعد ازان احمد آباد گجرات مین معاودت کی۔ اس فکر مین تہا کہ وطن مالوفہ روانہ ہو جائے کہ یکایک وقت موعود پہنچا۔ وہین فوت ہوا۔ یہہ حادثہ ۱۰۱۵ھ ہجری مین واقع ہوا۔ صاحب صبح گلشن نے لکہا کہ یہہ واقعہ لاہور مین سنہ ۹۵ ہجری مین۔ اور ہم نے ریاض الشعرا مین دیکہا۔ کہ اسکا مدفن احمد آباد۔ اور

نہین معلوم کہ سنہ مذکور و مدفن لاہو صاحب صبح گلشن نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ واللہ علم بالصواب

من اشعارہ الفارسی

آہ دلم گر اثرے داشتے
شام امیدم سحرے داشتے

گرد سرت گشتی و کردے طواف
کعبہ اگر بال و پرے داشتے

ولہ

نقطہ و معنی بحال من گریہ بند
بی گذرے در کتاب کنم

امداد۔ شیخ غلام حسین برہانپوری

امداد تخلص۔ شیخ غلام حسین نام۔ ہاشمی النسب قادری الطریقہ ہے۔ حافظ گہاسی صاحب کا ہمشیرزادہ تہا۔ آپکا مولد و منشا برہانپور خاندیش تہا۔ سن تمیز کے بعد کتب درسیہ عربیہ فضلاے شہر سے پڑہین۔ لیاقت استعداد حاصل کی۔ شعرگوئی مین عمدہ سلیقہ پیدا کیا۔ برہانپور سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقۂ شاگردی مین داخل ہوا آپکی خدمت مین مشق کرتا رہا۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا خیالات رنگین و مضامین دلنشین ایجاد کرنے لگا مدت تک اورنگ آباد مین رہا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی ملازمون مین ممتاز تہا۔ ملازمت کے علاوہ امرا کے بچون کو بہی تربیت و تعلیم دیتا تہا۔ شہر کے اکثر معزز امرازادے آپکی خدمت بابرکت مین بغرض استفادہ حاضر ہوتے تہے۔ امرا آپکی کفیل تہے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تہے۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر اورنگ آباد سے وطن مالوفہ برہانپور روانہ ہوا۔ وہان چندروز زندہ رہا۔ پہر بہشت برین کو رحلت کی۔ آپکی وفات قریب سنہ ۱۱۹۲ ہجری مین ہوئی۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ۔ ظریف الطبع شگفتہ جبین تہے

مزاج مین درویشی و خاکساری تہی درویش دوست و فانی مشرب تہے - اکثر اوقات اہل اللہ و اہل دکن کی خدمت مین گزارتے تہے -

من اشعارہ الفارسی

از تو پنہان میکند آئینہ روی خویش را ۔ ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گل ز باطن صاحبدلان بی قصد فیض ۔ در گرہ بستن نداند غنچہ بوی خویش را

وله
سرگرم الفت من و اغیار بودہ ۔ اے جان عاشقی تو چہ عیار بودہ

وله
بر دامن دلم نہ غبار تعصب است ۔ چون ساغر بلور ہمہ صاف مشرب است

وله
گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد ۔ شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بسے گر سر درمان دارد ۔ درد ہم گرد سر ما بتمنا گردد

وله
دل ز دستم رفت و من ہم رفتنم ای قاتل بیا ۔ گر برای من نمی آئی برائے دل بیا

وله
سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم ۔ از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم

وله
ظاہر شود با وجود ہمہ رنگ شکست ما ۔ در صورتی کہ آئینہ گیر ز دست ما
ما والی قلم و مضمون تازہ ایم ۔ در گل زمین صفحہ بود بندوبست ما

وله
ہزار شخص درین شیشہ خانۂ امکان ۔ بوحدت تو نمودند صورت مجلس

وله
در خدمت تو پیر مغان کہنہ بندگیست ۔ عمری بظل عاطفت تاک ماندہ ایم

وله
موج واری ز طپش از آب میخواہیم ما ۔ پارۂ بیتابی سیماب میخواہیم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ ۔ سیر بادہ گلرنگ در مہتاب میخواہیم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان بیہودہ نیست ۔ نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

وله
اہل گلشن یک قلم پروردہ حسن تو اند ۔ سرو از سرکار والای تو یک نو سرفراز

رونق ده تخت شرع شاه نجف ست — روشن کن آفتاب ماه نجف ست
شاهی خواهی وگر تو راهی جوئی — شاه نجف است و شاهراه نجف ست

وله

چون سر زند از کسی سخن بیهده گر شنو — از حرف سبک نیست الم گوش گران را

وله

بداغ هجر تو ای وای سوختند مرا — بدرهمی که نباید فروختند مرا
چسان کنم مژه را وا بسوی روی بتان — نگه چو جوهر آئینه دوختند مرا

وله

همچو آن طایر که بیجو دپر زند در باتبند — با کمال اختیار خویش مجبوریم ما

وله

از دلش محو کن یارب یاد نسیان مرا — بشکن از خاطر شکستهای پیمان مرا
با لباس سرمه در چشم خوبان میروم — یا بود بر من نگه برگشته مژگان مرا

وله

اگر گویم که چین ابروست آن ابر کمان من — رسد گر تیر چشمش می شود خاطرنشان من
آنها که زلف یار مکرر نوشته اند — هر سطر این مسوده ابتر نوشته اند
امداد مردمیکه بدرد اند آشنا — مضمون اشک از همه بهتر نوشته اند

مستزاد امداد

سازی تو چیا بهانه در خون بطپیم * ای باغ نگاه
برسر زنی کلی و ما داغ بشویم * خورشید و ماه
این مسئله از کدام ملت ای یار * ازبر کرده
تسبیح رقیب و ما زیاد رویم * سبحان الله

وله

چو مو شد ناتوان دیوانه زلف گره گیرش — توان از شانه سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چسان از پرده حسنش چهره کشاید
میان چهره کلک مانی یک قلم شد صرف تصویرش

اقدس میر رضی شوستری

اقدس تخلص - میر رضی نام - سادات شوستر سے ہین - آپکے والد یا جد اُس ملک
مین شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تھے - آپکی ولادت ۱۱۲۸ ہجری مین شہر شوستر مین
واقع ہوئی - نشو و نما کے بعد علوم و فنون کی تحصیل مین مشغول ہوئے - انیس ۱۹ برس کی
عمر مین فاضل کامل ہوئے - تحصیل کے بعد آپکو سیر و سیاحت کا شوق ہوا - اولاً عراق عجم
و عرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما و فضلا سے ملا اور اُن کے درس
و تدریس کے حلقون مین شریک ہوتا رہا - ہر ایک انجمن سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا
اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خوان سے توشہ لیا - ثانیاً ہندوستان کی سیر کا
ارادہ کیا ۱۱۴۹ ہجری مین بندر بصرہ سے سوداگرون کے ہمراہ بندر سورت مین آیا - چند روز
سورت مین قیام کر کے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ مین پہنچکر نواب شجاع الدولہ ناظم
بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی نہایت عزت و آبرو سے رکھا
مہمان نوازی و غریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کاربند ہوا

شعر بزرگان مسافر بجان پرورند که نام نکوئی بعالم برند

میر رضی نہایت دلجمعی و اطمینان سے مدت تک نوابصاحب کی مصاحبت مین رہا
نوابصاحب کے انتقال کے بعد نواب شد قلیخان بہادر رستم جنگ مخمور کے ہمراہ
دکن مین آیا - حضور بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خدمت مین ملازم ہوا - اہل مناصب کے
زمرہ مین شریک کیا گیا - ماہوار صرف مایحتاج کے لئے ساٹھہ روپئے مقرر ہوئی تھی -
چونکہ خاطر خواہ ترقی نہین پائی تھی اسوجہ سے کشیدہ خاطر و رنجیدہ دل ہو کر کمال ہمت

واستقلال سے استغنا و بے پروائی کا دامن ہاتھہ مین تھا مگر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی امرا کی خدمت مین آنا جانا بالکل ترک کردیا تھا۔ آخر عہد مین نواب آصفجاہ مرحوم نے دارالانشا کی خدمت تجویز کی مگر اقدس سے نے منظور نہین کی۔ حضور سے ارشاد ہوا کہ با بدولت کی ملاقات کے لئے ہفتہ مین ایکبار آیا کرو اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہونگا۔ بندگانعالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت و باریابی کا دن سہ شنبہ تھا۔ روز مذکور مین میر رضی کے مکان پر اژدہام خلائق ہوتا تھا۔ میر رضی نے مقرر کیا تھا جو سب سے اول نمبر پہنچے اسروز اسکی سفارش کرتا تھا۔ مدۃ العمر یہہ سلسلہ برابر جاری رہا اکثر حاجتمند رضی کے ذریعہ سے اس سرکار دولتمدار مین فائز المرام ہوئے۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دس ہزار روپیہ محاصل کے جاگیر سے سرفراز ہوا تھا۔ شہر حیدرآباد مین رضی کا دولتخانہ ایرانی گلی مین اور امام باڑہ پورانی حویلی کے قریب تھا۔ فی زماننا اصل مکان تو باقی نہین رہا۔ مگر اُسی مقام مین میر عالم کی بڑی بڑی عمارتین قائم ہین۔ اور امام باڑہ و الاوہ بدستور قدیم اتبک موجود ہے۔ شہر مین ہر ایک شخص رضی کے الاوہ سے واقف ہے ملا رضی علوم و فنون مین مشہور و معروف۔ اور فضائل و کرائم سے موصوف۔ خوش تقریر و خوش تحریر فصاحت و بلاغت مین بیمثل۔ طلاقت لسانی و عذوبت بیانی مین بے بدل تھا۔ علما و فضلا کی مجالس مین مسائل حکمیہ و نکات علمیہ کو اُس خوبی و آسانی سے بیان کرتا تھا کہ حاضرین مجلس محظوظ و مستفیض ہوتے تھے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناثر تھا۔ فارسی و عربی مین نثر با محاورہ لکھتا اور نظم بھی دونون زبانون مین نہایت ہی مرغوب موزون۔ کیا نظم و کیا نثر بغیر سوچے سمجھے لکھتا تھا۔ جو فقرہ یا مصرع آپکے قلم سے نکلتا تھا وہ دلچسپ و دلپسند ہوتا تھا۔ آپکے

آپ کے اشعار لالی آبدار و در شاہوار ہین۔ اب ہم گزارش کے رشتہ مین پروتے ہین تاکہ شائقین انکو قوت ناطقہ کے گلے کا ہار بنائین۔

من اشعارہ الفارسی

آسمان تا طرح دل بیتاب ریخت
از سر کلک قضا یک قطرۂ خون ناب ریخت

نشئہ جز بیقراری نیست اندر بزم عشق
در قدح ساقی بجای می مگر سیماب ریخت

سالکان راہ حیرت را بآسائش چہ کار
خامہ کی در دیدۂ تصویر رنگ خواب ریخت

شوخ چشمی بسکہ دارد ساقی دوران شعار
شب نکرد جام می از پرتو مہتاب ریخت

سطرہای صفحۂ مضمون حلبیا شد مگر
خامہ طرح وصف کج رفتاری جباب ریخت

سیل زہر جا کہ خیزد مقصدش دریا بود
عشق طرح منزل ...

ولہ

نرم شو گر سخت رویان کار چون زنگیست
خامہ شد ...

ولہ

نیا شد خو نمائی مردم افتادہ از پا را
...

ولہ

ظالم از بیچارہ بار ستم خویش کشد
...

رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدا ...

ریاضت در جہاد نفس باشد حر ...

سخت رویان فارغ انداز کاوش ...

دولت می رنجگان ... سنگ

ما چند بار خاطر دلہا ...

میر رضی موصوف کے ...

میر زین العابدین ...

ارسطو جاہ مدار المہام سرکار عالی نظام کے فوت ہونیکے بعد عہدۂ مدار المہامی پر مامور ہوا۔ آخر سنہ ١٢١٦ ہجری مین فوت ہوا۔ اولاد ایک فرزند میر دوران عالم شباب مین اپنا جد کے حیات مین فوت ہو چکا تہا۔ اور دو لڑکیان تہین دونون منیر الملک بہادر کے عقد مین آئین۔ ایک کے مرنیکے بعد دوسری۔ فرزند دوم میر رضی مرحوم میر زین العابدین ٹیپو سلطان کی سرکار مین ملازم تہا المتوفی سنہ ١٢١٣ ہجری بمرض سرسام۔
دونون کا حال محبوب الجمن تذکرہ امرا و وزرائے دکن مین مفصل لکھا گیا ہے۔

امیر سید امیر حیدر بلگرامی نزیل اورنگ آباد

۔ امیر حیدر نام۔ آپ میر نور الحسین بن میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خلف الصدق
...مین دس تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ ١١٦٥ ہجری مین واقع
...کہی ہے

...پسر داد خلاق عالیجناب
...ہم کرد صاحب شرف آفتاب

...گوار ہمراہ میر ولا محمد خان ذکا
...بیت و تعلیم پائی۔ چند مدت
...ارت حاصل کی مسائل
...تہ پر زیادہ واقفیت تہی
...پر مقرر تہے سولہ برس
...ت و رعایا آپ سے

نہایت خوش تھے آپ مقبول خالق و عزیز خلائق تھے۔ شعرگوئی و انشاپردازی فارسی مین بھی بے نظیر تھے۔ خوش تحریر و خوش تقریر تھے۔ آخر تریپن سال کی عمر مین ۱۲۱۷ ہجری مین کلکتہ سے عظیم آباد روانہ ہوئے۔ مرشدآباد مین پہنچکر آخرت کا سفر اختیار کیا قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر پرشاد باد فروش نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی ہے

واویلا امیر حیدر رفت ۔ آپکی تصانیف سے منتخب الصرف و منتخب النحو۔ و تاریخ اکبری یادگار ہین۔

من اشعاره الفارسی

تاج نام حق بود بر تارک دیوان ما
سرنوشت از بسم اللہ بر عنوان ما

با تنک ظرفان عالم نیست ما را اختلاط
شیشہ نتواند شدن دام پریزادان ما

وله

یار آئینه خود ساخت سراپائے مرا
قابل صورت خود دید هیولائی مرا

وله

حکمتے در دست باشد نرگس دلدار را
از نگاهے میدهد صحبت من بیمار را

وله

نمی باشد شکیب اے همنشین جویای صحبت را
ندارد گر کسے از سایه یاری میکند پیدا

وله

از چمن امروز رخصت می شوم
عازم گل دام صیادیم ما

وله

عنایت کن ز چشم خویشتن ساقی شراب امشب
روم تا در چمن چون غنچه نرگس بخواب امشب

امیر آن نے سوار ماه سیما در خرام آمد
سحر دگر فوج اختر با تماشا بدر رکاب امشب

وله

در سر زلف بتان بر من چه آفتها گذشت
حیف سیر ملک هندوستان بخفتنها گذشت

صبح پیری آمد و فصل جوانیها نماند
چشم را وا کن که وقت خواب غفلتها گذشت

سرو بالا نازنینی در نظر آمد امیر
از خرام قامتش بر من قیامتها گذشت

وله

شب که در میخانه هر لب تشنه ساغر نوش بود
عالم آب از طلوع ماه من در جوش بود

این نگویم که مرا از قفس آزاد کنید — وله — در چمن موسم گل نام مرا یاد کنید

بسکه شب اعضای من لبریز از غم گشته بود — وله — پیکرم از پای تا سر نخل ماتم گشته بود

پریشان می‌شود هر کس که در کوی تو می‌آید — وله — بزلف شوخ می‌مانم که بر روی تو می‌آید

در عدم هم درد و داغ عشق باشد بیشمار — وله — طفل چون پیدا شود اول بگرید زار زار

بر عاشق خود ظلم و بر اغیار ترحم — وله — نامنصفی طبع شما را چکند کس

صفحهٔ رخسار او با خالها همراه خط — وله — زینت دیگر دهد همچون کتاب با نقط

پیش آن شمع رخ از رقص کنان برخیزم — وله — کم نیم ز پروانه از سر جان برخیزم

چشم سلمان متعجب نگرد سوی امیر — صبح محشر که من از خواب گران برخیزم

چه شد شمشیر خونریزت سلامت را نمی‌خواهم — وله — تا اسیر شکن طرهٔ جانان شده‌ام

هر که بی مغز است نتوان داشت زو چشم امید — وله — آرزوی باده زنهار از تهی مینا مکن

رود دولت ز ارباب غنا آهسته آهسته — وله — که زایل می‌شود از مس طلا آهسته آهسته

بزرگان را بود دایم بکف سر رشتهٔ تمکین — گذارد فیل در رفتار پا آهسته آهسته

عندلیب قفسم باد بهاران مددی — بال و پر ریخته‌ام سوی گلستان مددی

همچو ماهی که فتد دور ز سرچشمهٔ آب — تشنگی میکشدم چاه زنخدان مددی

ارشد میر غلام علی اورنگ آبادی

ارشد تخلص - میر غلام علی نام - سادات رضوی سے تھا - صحیح النسب نسب کا سلسلہ ستروین پشت مین سید شجاع الدین الکربائی سے پہنچتا ہے - اور سید شجاع گیارہ واسطے سے حضرت امام علی بن موسی الرضا سے ملتا ہے - آپکا مولد و منشا شہر اجین

صوبہ مالوہ ہے آپکی ولادت کا مادہ تاریخ {نیک بخت ازلی} ہے آپنے سنہ شعور کے بعد شیخ نظام الدین دیپالپوری اعظم شاہی کی خدمت مین علم و فضل حاصل کیا۔ آپکی آجداد کرام کا اصلی وطن سنام ضلع سہرند تہا۔ آپکے والد ماجد میر محمد سعید و جد امجد میر محمد شاکر عالمگیری منصبدار تہے ضلع اُجین مین فوجداری خدمتون پر مامور تہے۔ آپنے اپنا سجع نام مع والد و جد موزون کیا ہے نہایت ہی عمدہ و خوشنما ہے ؎ شاکر بخت سعید م کہ غلام علی ام میر محمد جعفر آپکے نانا تہے وہ بہی عالمگیری زمانہ مین برار کے صدر تہے۔ پہر مالوہ مین اسی خدمت پر گئے آخر شہر اجین کے قاضی ہوئے۔ امانت و دیانت دار تہے۔ بادشاہ کے نزدیک ذی اعتبار و ذی وقار تہے۔ پہر ارشد بہی بادشاہ کی طرف سے موروثی عہدۂ قضا پر سرفراز ہوا مدت تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ پہر ۱۱۷۵ھ سنہ ہجری مین وطن سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان سکونت پذیر ہوا سلسلۂ قادریہ مین شاہ محی الدین بن قاضی سید احمد سنامی کا مرید تہا یہان شاہ عبد القادر بن شاہ محمد صادق اللطیفی الملتانی القادری کا بہی طالب ہو گئے چندروز مستفید ہوتا رہا۔ پہر آخر مین حضرت شاہ فخر الدین الترمذی الحسینی سے فیضیاب ہوا۔ اسی سنہ مذکورہ مین امیر الممالک کے لشکر سے نواب مؤتمن الدولہ درگاہ قلیخان بہادر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ ارشد نے آپکی خیر مقدم مین یہ قطعہ پیش کیا ؎

ناظم عصر چو آمد بخجستہ بنیاد
روضۂ گلشن دولت کہ ز ظل کرمش
شاد در بزم تماشش و الحباب علام
باد در حصن نگہبانی ایزد محفوظ
خواست ارشد ز خرد سال قدومش فرمود

شکر درگاہ الٰہی ز حد افزون باشد
خلق از آفت دوران ہمہ مامون باشد
دشمن از مصیبت کدہ محزون باشد
مثل آن نقطہ کہ در دائرہ نون باشد
قدم مؤتمن الدولہ ہمایون باشد۔

ارشد مدت تک نواب صاحب کی رفاقت مین رہا۔ نواب صاحب ارشد کی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے آخر نواب صاحب غرہ رجب ۱۱۹۷ہجری مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ ذیحجہ پانچوین تاریخ سنہ مذکور اورنگ آباد سے نظام آباد مین رونق افزا ہوئے نظام آباد آپکی جاگیر تہی۔ دوبارہ بحالی کا بندوبست ہوا کہ یکایک ۱۸ جمادی الاول ۱۱۹۸ہجری کو بعارضہ سرسام فوت ہوئے۔ نظام آباد سے نعش مبارک اورنگ آباد مین لائے۔ اُن کی والد کے مقبرہ مین مدفون کئے۔ ارشد نے نواب مرحوم کی تاریخ مین ایک مصرع لکہا ہے اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ۔ ارشد نواب مرحوم کے بعد نواب شجیع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص غیور کی خدمت مین باریاب ہوا خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ میر ارشد ظریف الطبع لطیف المزاج شگفتہ جبین تہا۔ پسندیدہ صورت سنجیدہ طبیعت تہا۔ تاریخ گوئی مین بینظیر خوش تقریر و خوش تحریر تہا۔ ائمہ رضی اللہ عنہم کی شان مین بہت قصائد لکہے ہین۔ غزل مین کم فکر ہے۔ محمد اعظم اور اُسکے بیٹے بیدار بخت و خان عالم جب شہید ہوئے تاریخ شہادت ایہ کریمہ سے استخراج کیا ہے واللہ خلتہم فی الصالحین۔ اور امیر الامرا حسین علیخان کی تاریخ (رضوان اللہ عنہ) اور اپنے ماموں سید شاکر علیخان کی تاریخ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین) اور فردوس آرامگاہ محمد شاہ کی تاریخ (انی ذاہب الی ربی سیھدین) ہے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کی تاریخ جلوسی (ان فضلہ کان علیک) میر شمس الدین نامی کی تاریخ تولد (خورشید دمید) ارشد فارسی و ہندی دونوں زبان مین شعر کہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

عاشقان دیدۂ خود را چمنی ساختہ اند	تا بنظارۂ گلگون بدنی ساختہ اند

حاصل ز طول اہل ہیت با بنِ الہوسی | مگر از بہر تقید رسنے ساختہ اند
وله
عشق غالب گشت و دل را جانب آن ماہ برد | این گدا را قسمت آخر بدر آن شاہ برد
وله
نیست آسان در فراقش زندگی بردن بسر | در خیال قامت جانان قیامتہا گذشت
وله
کاسہ کاسہ خون دل در باغ گیتی می خورم | حیرتی دارم ندانم لالہ زار کیستم
قدر دان من نباشد ہر کسی ز اہل جہان | صیرفی داند کہ من نقد عیار کیستم

من اشعارہ الہندی

مجکو خبر نہین کہ میرے سجن کدہر گیا | گر راہ لی ہے گہر کی تو تحقیق گہر گیا
جس نے دیکہا ہے تری خوبیٔ حسن رخسار | بے توقف کہا سبحان جمالک اے یار
یار میرا ہے ایس حسن کے آرائش مین | مین بہی چشم نظر اندا زکو رکہتا ہون سنوار
بات شیرین ہے اُسکی مصری | اسکے دو لب ہین شاہد عادل
اس کیفیت کی کیف بلیسر سکو نہین | ساقی کے جام سے پیتا ہون ہین مدام
سجن یہ روہے تیرا رشک سورج اور مہ گل | سیاہ شب تیری مو اور مشک ور سنبل
نین تیرے ہین جیون آہو کے چشم نرگس حور | ہین لعل لب تیرے شکر اور آب زمزم و مل

آپ کی تصنیف سے ایک تنبیہ الشاکین فی جلائل محی الدین جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تہی اسمین آپنے محبوب سبحانی رضہ کے فضائل اور معترضین رزائل کے اعتراضات کے جوابات مدلل و مکمل لکہے ہین - اور اسی سالہ مین اپنے بزرگان سلف خلف کے حالات بہی ضمنًا بیان کئے ہین - آپکا رسالہ نادر الوجود میرے کتبخانہ مین موجود تہا - لیکن افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی واقعہ سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب ندر سیلاب ہوگیا - مین نے جسقدر اس سالہ سے اپنی بیاض مین نقل کر لیا تہا - وہی میرے پاس باقی ہے - موقع و محل پر ہر ایک واقع کو

بیان کرتا ہون - یہ غلام علیؔ ارشد حضرت شاہ فخر الدین زندہ کلی نواسہ و مرید و خلیفہ تہا -

امید - قزلباش خان

امید تخلص - میر محمد رضا اصلی نام - قزلباش خان خطاب - ہمدانی الاصل قوم قرائلو سے تہا - عالم شباب مین ہمدان سے اصفہان مین آیا - مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا - عالمگیر کے زمانہ مین ہند مین پہنچا منصبدار ہوا - شاہ عالم کے زمانہ مین قزلباش خان کا خطاب جاگیر سے سرفراز ہوا - ہوشیار و تجربہ کار تہا امرا سے ربط و ضبط رکہتا تہا - زندگی عیش و عشرت حظ و لذت مین بسر کرتا تہا - امرا اسکی بڑی عزت و آبرو کرتے تہے - محمد معز الدین جہاندار شاہ کے عہد مین برہانپور کی دیوانی پر مقرر ہوا چند روز دیوانی کا کام انجام دیتا رہا - پہر امیر الامرا حسین علیخان کے ہمراہ اورنگ آباد دین آیا تہوڑے دن رہکر مبارز خان ناظم حیدر آباد کے ہمراہ شہر مین وارد ہوا چست و چالاک دلیر و بیباک تہا - جب مبارز خان نواب آصفجاہ کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوا تو اسوقت امید بہی ہمراہ ہوا - معرکۂ جنگ مین خوب لڑا دلیری بہادری سے خوب کام لیا آخر مبارز خان مقتول ہوا - فوج مین اضطرابی پہیل گئی - بہت سے مقتول ہوئے اور بعض نے فرار کا رستہ لیا - اور بعض آصفجاہی فوج مین اسیر قید ہوئے - انہین امید بہی تہا - ایک غزل آصفجاہ کی خدمت مین بہیجی آپنے شاہانہ عنایت سے رہا فرمایا - اور بحالی خدمت و جاگیر کا حکم دیا - مدت تک خوشحال فارغ البال رہا - سفر حرمین شریفین کی رخصت لی - نواب آصفجاہ مرحوم نے نہایت خوشی سے مرحمت کی - ایک برس کے بعد زیارت حرمین سے مراجعت کی - نواب آصفجاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - نذر و تبرکات گذارے

آپ نے قبول فرمایا - بدستور سابق خدمت و جاگیر پر بحال کیا - پہر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین نواب
آصف جاہ مرحوم دلّی بلائے گئے - نواب موصوف فی الفور روانہ ہوئے - امید بہی ہمرکاب
تہا - اور سفر بہوپال مین بہی ہمراہ رہا - دلّی مین پہنچنے کے بعد چند روز نواب صاحب مرحوم کی
خدمت و بندگی مین بسر کیا - جب حضور آصفجاہ نے دکن کی طرف مراجعت کی امید نے
دکن سے نا امید ہوکے دار الخلافہ مین سکونت اختیار کی - تحفۃ الشعرا مین قاقشال نے
لکہا ہے کہ حضور آصفجاہ دلّی مین امید سے کشیدہ ہوگئے تہے - اسیوجہ سے امید نے
آپکی رفاقت ترک کرکے دلی مین سکونت اختیار کی تہی -

امید خوش اخلاق پسندیدہ سیرت شگفتہ مزاج سنجیدہ طینت تہا - ظریف الطبع لطیف الوضع
تہا - ذکاوت و چالاکی مین شعلۂ جوالہ ذہانت و تیزی مین آتش کا پرکالہ تہا صحبت رنگین کا
فریفتہ - یاران نازنین کا شیفتہ تہا - فن شاعری و انشا مین وحید عصر - نازک خیالی مین
فرید دہر تہا - ولایت زا تہا مگر ہندیون کی بدولت دوہے و کبت خوب سمجہتا تہا - اور
ریختہ زبان مین بہی شعر موزون کرتا تہا - جب تک دکن مین رہا بلند آوازہ رہا - اسیطرح
دلّی مین بہی تا زندگی خوش و خرم رہا - امرا زادے اور نواب زادے آپکی بڑی قدر کرتے
تہے - ہزار ہا روپئے نذر دیتے تہے - آرام و عیش کے ساتہہ زندگی بسر کرتا تہا - موسیقی
ہندی مین خوب ماہر تہا - خوش الحان و خوش آواز تہا - راگ و رنگ کا شائق - رباب
و چنگ کا عاشق تہا آپکے مکان پر یاران ہم مشرب کا مجمع رہتا تہا - کبہی مشاعرہ کبہی سماع کا
جلسہ ہوتا تہا - ہر روز نوروز ہر رات شب برات تہی - آخر امید سنہ ۱۱۵۹ ہجری مین اس عالم
سے نا امید ہوکے بہشت برین روانہ ہوا - میر غلام علی آزاد سے اتحاد و محبت رکہتا تہا
میر نے مرحوم کی تاریخ وفات کہی - ع

خان سخن گستر و سحر آفرین	رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالانِ من	یافته جان وادہ قزلباش خان

۱۱۵۹ھ

لطیفہ۔ خود امید سے منقول ہے کہ مین ایک روز نواب ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کی خدمت مین گیا اور زمانہ کی شکایت کی۔ نواب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھہ کہاتے ہین۔ مین نے عرض کیا پس آپ کیون میرے بغیر کہاتے ہین۔ اُسوقت سے نواب نے روزانہ کہانا بہیجنا مقرر کیا۔ خاص نواب کے دسترخوان سے کئی خوان اقسام اقسام کے کہانون سے بہرے ہوئے آتے تہے فراغت سے احباب کے ساتہہ کہاتا تہا۔ اور کہلاتا تہا آشنا پرست و مہمان دوست تہا۔

من اشعارہ الفارسی

منم آن آہوئے وحشت زدۂ دشتِ جنون	کہ نیاورد بدام الفتِ صیاد مرا
برنگ سرمہ کہ در چشم کور بیقدر ست	کسے بہیچ نگیرد درین دیار مرا
ز آب دیدہ ز بس پائے در گل ست مرا	سفر ز کوئے تو بسیار مشکل ست مرا
بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر	کلید روزی استاد قفل گر قفل است
پاس ولہائے جگر خون شدہ چون خواہد یافت	چشم مخمور تو خود از ہمہ بیمار تر است
خدا نا کردہ اندوست چرا از دوستان باشد	شنیدم کلفتی داری نصیب دشمنان باشد
سر گشتگی بطالعم ہست	بر گرد سرت چرا نگردم
خوش آن وقتے کہ می بالید از جانان برو دوشم	برنگ ماہ نو ہر شام بر می گشت آغوشم
گشت رو گردان ز بس آباد می از ویرانہ ام	چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
روشن شود بہ پیش تو چون شمع سوز من	یک شب اگر تو ہمنشینی بروز من

بر در گہ دوست گناہے بخشند عفو گنہم بنا توانی کردند	رباعی	صد سالہ گنہ بآہے بخشند زینجاست کہ کوہ را بکاہی بخشند

امیر - امیر احمد مینائی

امیر تخلص - شیخ امیر احمد نام - مینائی نسبت ہے جد اعلی حضرت شیخ مینا لکھنوی کے طرف آپکی نسب کا سلسلہ شیخ موصوف سے بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے - حضرت شیخ اولیائے کاملین سے تہے - صاحب کشف و کرامات - جامع الحسنات والبرکات تہے - آپکے ارشاد و ہدایت سے اکثر عام و خاص فیض نعمت و معرفت سے مستفید ہوئے ہین - ابتک آپکے خاندان مین یکے بعد دیگرے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوس فرما ہوتے ہین - بزرگان سلف سے خلف تک وہی سلسلہ فیض جاری ہے - حضرت شیخ کی رحلت سنہ ہجری مین واقع ہوئی شہر لکھنؤ مین آصف الدولہ کے امام باڑہ کے قریب میدان پر فضا مین مدفون ہوئے - فی زمانہا آپکا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے - سالانہ عرس ہوتا ہے - فقیر مولف آپکی زیارت و فاتحہ عرس سے مشرف ہوا ہے - عجب مقام نورانی فرودگاہ ملائکہ سبحانی ہے - صاحب ترجمہ کے والد ماجد مولوی کرم احمد تہے - آپکی ولادت باسعادت ۱۲۴۴ سنہ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر لکہنو ہے - آپکی نشو و نما وہان کی آب ہوا کے آغوش مین ہوئی - جب سن شعور و تمیز کو پہنچے تحصیل علوم و فنون کے طرف ہمہ تن مصروف ہوئے - اولا والد ماجد کی خدمت مین مختصرات کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی - اور کتب مطولات علوم عقلی و نقلی اساتذہ کملا و علمائے فضلا کی خدمت مین ختم کین - فارغ التحصیل کیوقت شباب کا عالم تہا - درس و تدریس کا شوق دلمین جوش مار رہا تہا - طلبہ کو نہایت محبت و خلق سے پڑہاتے تہے

عربی وفارسی دونون زبانون مین ادیب کامل تہے۔ چونکہ آپکی طبیعت فطرةً موزون الطبع واقع ہوی تہی۔ آپکا میلان طبع شعروشاعری کیطرف مائل ہوا۔ طبیعت خداداد و عطیہ رب العباد سے مضامین دلکش موزون کرنے لگے۔ اوراپنے نتائج طبع کو سید مظفر علیخان تدبیرالدولہ اسیر لکہنوی کے ملاحظہ مین پیش کرنے لگے۔ اسیر آپکے مضامین پاکیزہ کو دیکہہ کے حیران ہوتے تہے۔ اوراصلاح کے زیور سے آراستہ فرماتے تہے۔ اسیر کو آپکی شاگردی پر فخر وناز تہا۔ واقعی اسیر کا فخر بجا تہا۔ آپکی ذات پر شعروشاعری خود نازان ہے۔ آپ لکہنو کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے۔ آپکا کلام نہایت ہی شگفتہ وبرجستہ ہوتا تہا جب آپ اپنا کلام حاضرین مشاعرہ کو سناتے تہے تب تمام حاضرین واہ واہ کرتے تہے اور کہتے تہے واہ میان اسیر آپنے تو ایک شہباز بلند پرواز تیار کیا۔ یہ ہونہار سیدان شاعری مین خوب پرواز کریگا۔ عجب نہین کہ مجمع شعرا مین ممتاز ہوگا۔ تہوڑی ہی زمانہ کے بعد شعر کا خیال وگمان مرتبہ اذعان ویقین کو پہنچ گیا۔ یعنی آپ ایسے لائق وفائق ہوے کہ استادی کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکا کلام شستہ وصاف وپاکیزہ وشفاف ہوتا ہے۔ آپکی بندش الفاظ وشستہ معانی ایسی عجیب ودلکش ہوتی ہے کہ سامعین کے قلوب پر جادو کا اثر کرتی ہے قلوب کی وہ حالت ہوتی ہے کہ مضمون پڑہا تہر سے وجد کرنے لگتے ہین۔ جس مضمون مین ارادہ کرتے ہین وہی مضمون آسانی سے ایسی خوش اسلوبی وخوبی کے ساتہہ موزون فرماتے ہین گویا مضمون کا مصداق دکہا دیتے ہین۔ مثلاً اگر تصوف وحدت الوجود یا نعت رسول محمود ومعشوق حقیقی کے خط وخال کی تعریف۔ یا بہار وخزان کی توصیف یا بخت واقبال کی خوبی یا بدبختی وادبار کی برائی بیان کرین تو واقع کے مطابق معانی ذہنیہ وصور علمیہ کا نقشہ نمایان کردیتے ہین۔ آپکے کلام الہام التیام کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ممکن نہین کہ کوئی

ادا کرسکے - پس مین یہہ کہتا ہون کہ آپکے کلام کی تعریف محدود کرنا ممنوعات سے ہے
جب آپکی لیاقت و جادو بیانی کی شہرت بلند آوازہ ہوئی - اور آپکی شاعری کا شہرہ
اکناف و اطراف مین شایع ہوا - تب شایقین کلام آپکے حلقۂ تلمذ مین دور دور سے
آنے لگے - اور آپکی اصلاح سے کلام کو مزین کرنے لگے - اسیطرح رؤسائے ہند آپ کو
خواہش سے طلب کرنے لگے - ہر ایک رئیس چاہتا تہا کہ آپ میری ریاست مین آئین
اور اپنے فیض سے طالبین کو مستفید فرمائین - آپ درویش صفت قناعت پرست تہے
دنیا و مافیہا کی طرف رغبت کم رکہتے تہے - جلبِ منفعت کے خواہان نہین تہے -
آپکا دل قناعت کی دولت سے مالا مال تہا - آپ چند مدت واجد علیشاہ بادشاہ کے
دربار مین باریاب رہے - ہنگامۂ غدر کے بعد نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی رامپور
نے آپ کو طلب فرمایا - آپ حسب الطلب لکہنو سے رامپور آئے - نوابصاحب نے
آپ کی تعظیم و توقیر و خاطرداری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا - اور آپکیلئے
معقول تنخواہ مقرر کردی - آپ مدت تک نوابصاحب کی خدمت مین رہے - فراغت
سے زندگی بسر کئے - اور اپنی عمر کا بڑا حصہ بسر کیا نہایت آرام و فراغت سے رہے تالیف
و تصنیف مین مشغول رہتے تہے - اور اوقات معینہ پر نوابصاحب کی خدمت مین بہی
آمد و رفت کرتے تہے - آپ نوابصاحب کی مجلس کے روشن چراغ تہے - آپ کی ذات سے
مجلس کی رونق بڑہ جاتی تہی -

اعلیحضرت آصفجاہ ششم خلد اللہ ملکہ ۱۳۱۸ ہجری مین بتقریب ملاقات گورنر جنرل
کلکتہ تشریف لیگئے - ملاقات سے فارغ ہوکے بطور سیر و تفرج بنارس مین رونق افزا ہوئے
حسن اتفاق سے حضرت امیر مینائی صاحب ترجمہ بہی وہان تہے - بعض احباب کی تحریک سے

اعلیحضرت سے ملاقات کی۔ اور ایک ماجیہ مسدس تازہ تالیف پیش کیا۔ اعلیحضرت جو قلمرو سخن کے حکمران ہیں آپ کے کلام شیرین سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی کلام کی داد دی اور آپ کو حیدرآباد تشریف آوری کی دعوت دی۔ آپ طاعتہً وسمعًا حیدرآباد دکن مین آئے۔ اور آتے ہی پیچش سے بیمار ہوے۔ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا ہر چند کہ معالجہ کیا گیا۔ کوئی علاج مفید نہین ہوا۔ آخر بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت آپ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی سنہ مذکورہ مین اس جہان ناپائدار سے خلد برین روانہ ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اور یوسف صاحب شریف صاحب قدس سرہما کی درگاہ مین مدفون ہین۔ آپ نیک نیت وپسندیدہ طینت تھے بعید وقریب مقیم وغریب کی دلداری ہمدردی مین کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ ہر ایک کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے تھے۔ مریدون وتلامذہ کے ساتھہ حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ اور ہر ایک کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کر لیتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند حقیقی مولوی لطیف احمد صاحب والد ماجد کے ہمراہ یہان آئے تھے۔ اور نیز مرحوم کے ایک شاگرد رشید مولوی جلیل حسن صاحب جلیل ہمرکاب تھے۔ جو بے سروسامانی کے عالم مین نہایت استقلال کے ساتھہ متوکلاً علی اللہ شہر مین جمے رہے۔ اور امیدوار تھے کہ حضور خلد اللہ ملکہ کیا تجویز فرماتے ہین لیکن اعلیحضرت کو آپکی پرورش کا کامل خیال تہا۔ بمصداق کل امر مرہون باوقاتھا پس اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے ۱۳۲۸ ہجری مین مولوی لطیف احمد صاحب اختر ومولوی جلیل حسن صاحب جلیل کو پانسو پانسو روپئے ماہوار سے سرفراز فرمایا۔ مولوی اختر صاحب کو ہوم سکرٹری کا مددگار کیا۔ اور مولانا جلیل کو استاد داغ کی جگہ عطا کی۔

دونون بزرگ سراپا خوش اخلاق و خوش اشفاق ہین لطیف الطبع و خندان جبین ہین۔ اسی تذکرہ مین آپ دونون بزرگون کا ذکر جبہر آئیگا۔ مرحوم مینائی کو لطیف احمد کے سوا اور بھی چار فرزند دلبند ہین۔ محمد احمد۔ مولوی خورشید احمد۔ مولوی مختار احمد۔ مولوی مسعود احمد۔ آپ کے کل باقیات الصالحات لائق فائق و ذی استعداد ہین۔ اللہم سلمہم بالخیر والعافیہ۔ آپ کی سخندانی و سخن سنجی کا آفتاب ایسا چمکا کہ ہند کے بلاد و امصار کو تمام روشن کر دیا اور آپکے گلدستون و شگوفہائے اشعار رشک گلزار سے شاعرون کے مشاعرے اور سخنورون کے جلسے گلشن بنگئے۔ آپ ہی کے مضامین رنگین و معانی شیرین سے نازک خیالان سخن سنج و نقشبندان بلند آہنگ مستفید ہوتے ہین۔ آپکے تالیفات سے مسدس و دیوان نعت وغیرہ مطبوع ہوچکے ہین ہندو دکن مین مبتدا و منتہی مین کون ایسا ہے جو آپکے کلام سے واقف نہوگا۔ بناءً علیہ بطور نمونہ مختصر آپکے نتائج طبع کو گزارش کرتا ہون۔

ھوھذہ

الف آدم مین ہے حمد و احمد مین ہے میم مدکا
سببت یہ ہے کہ وان سایہ تہا یان یہ تہا قد کا

گمان ہوتا ہے جنت سے وہی تیرا جدا ہوکر
اظہار کہا تہا جو اللہ نے سایہ محمد کا

ولہ

زیارت کو چلون یارب پڑے یہ غل مدینہ مین
غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا

ولہ

نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے رُک گئی وحشت
اُٹھائی اُس نے چلون سِگیا پردہ گریبان کا

ولہ

وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکنا گر نمک قاتل
دہان زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکدان کا

ولہ

بہار آئی ہے اے دست جنون یا عید آئی ہے
گریبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا

ولہ

بعد مردن شرم عصیان سے ہون ایسا آب آب
خاک سے میرے تیمم بہی وضو ہوجائیگا

بتون کے ظلمت سے بھی اپنا مدعا نکلا
وله
کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا

وله
سو جہاے ہجو وہی مین یہہ مضمون دور کا
پروے مین درخت زر کی ہے جلوہ حضور کا

وله
گل خوروتے ہے ثبات گلستان دہر مین
گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

وله
وہ کون تہا جو خرابات مین خراب نہ تہا
ہم آج ہوئے کیا کبھی شباب نہ تہا

لحاظ ہم سے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبھل سنبھل کے تڑپتے وہ اضطراب نہ تہا

شکایت انسے کوئی گالیون کی کیا کرتا
کسیکا نام کسیکی طرف خطاب نہ تہا

وله
زلف آئی ہے لٹک کر روئے جانان کیطرف
پاؤن پھیلائے ہین کافر نے قرآن کیطرف

وله
آسمان بہر عدو ڈہونڈ رہا ہے لیکن
ایک ذرہ نہین ملتی ہے کہین گرد ملال

مہمانی کی یہہ ہے رسم عجب کیا ہے اگر
سامری گاو کرے دعوی موسی مین جلال

وله
مرے آنسو نے مجہکو بخشوایا
بڑے کام آئے یہہ لڑکے مچل گیا

تیری کا تصور دل محرم مین جو گذرے
ٹہرانے سے قاضی کے نہ ٹہرے کبھی تقصیر

وله
ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین

وله
گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

وله
دل ویران میرا آباد رہے
ایسے ویرانے کہان ہوتے ہین

آئی ہے شب ہجر رولانیکے لئے
مین ایک نہین سب کے مٹانے کیلئے

اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکھین مری روتی ہین زمانے کے لئے

مسدس

آج کیسا اس آیا انقلاب آسمان
کر گیا تسکین خاطر اضطراب آسمان

اٹھہ گیا آنکھون کے آگے سے حجاب آسمان
گر گئے نظرون سے ماہ و آفتاب آسمان

اپنی گردش دیکھکر خود آسمان چکرا گیا
گردش چشم حسینان کا ہمین لطف آگیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے
رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے
لے لیا بوسہ جبین کا دولت بیدار نے
منہ چھپایا دامن اقبال مین ادبار نے

باغ امکان مین بہار کامرانی آگئی
پیر گردون پر نشے سر سے جوانی آگئی

رنگ عالم دیکھیے اب ہیئت زینت اور ہے
کیا یہ نیرنگی کوئی سمجھے حقیقت اور ہے
کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے
دل کو حیرت اور ہے آنکھون کو حیرت اور ہے

رات سے دن ہو گیا اسد کیونکر ہو گیا
زلف سمٹی چاند سا چہرہ منور ہو گیا

کون گھر سے اسطرح نکلا ہے نکلے جیسے ہم
سر پہ گرد راہ چھائی صورت ابر کرم
دل سے نکلی آرزو نہ نکلا جگر سے خار ہم
دست ہمت بنکے کانٹون نے لئے اپنے قدم

صبح غربت ہے کہ خود آغوش پھیلائے ہوئے
شام غربت ہے کہ لیلی زلف بکھرائے ہوئے

امتیاز میر محسن مدراسی کرناٹکی

امتیاز تخلص - میر محسن نام مدراسی الاصل ہے - جامع فضل و کمال منشی بے مثال تھا - انشاپردازی و عبارت نویسی مین مرزا عبدالقادر بیدل کی پیروی کرتا تھا - اور بیدل کی طرز خاص کا معتقد تھا - عزلت نشین دنیا و مافیہا سے متنفر تھا - گوشہ عزلت سے بے ضرورت

کبھی قدم باہر نہین رکھتا تھا۔ اکثر اہل مدراس کو درس و تدریس سے مستفید کرتا تھا۔ مولانا رائق مصنف صبح وطن آپکے تلامذہ مین سے ہے۔ شاعر خوش گو و شیرین خو تھا۔ اُس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیان ہے آخر سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین جہان فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

از عدم رنگین کفن گردیدہ می آمد برون
غنچہ میدارد مگر در سینہ پیکان ترا

حسن شوخ آئینہ ہا بر طاق مژگان چیدہ است
این چمن طبعان نگہ را وسمہ بند گل کنید

گرد راہِ ما غزالان را سواد دیدہ شد
تا خرابِ ناز چشم سرمہ سا گردیدہ ام

آثم - سید ابراہیم حیدرآبادی

آثم تخلص - سید ابراہیم نام - آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے - آپکی تربیت و پرورش اسی شہر مین ہوئی - آپنے عالم شباب کے شروع مین کتب درسیہ فارسیہ مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کرلی - موزون الطبع و خوش فکر تھے - شعرگوئی بھی شروع کی موزون کرنے لگے - کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے - فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہوگی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل مین مرے زلف یار کا
رکھا ہے مین نے نافہ مین نافہ تتار کا

فرقت مین بعد مرگ بھی آنکھین کھلی ہین
کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کا

کیا خوب فاتحہ کا بہانا ملا اُنہین
تعویذ تک مٹا گئے آکر مزار کا

سنکر غم فراق تجاہل سے کہتے ہین
اب کہیے کیا ہے حال دل بیقرار کا

جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا	آنکھ وہ رکھے نور ہیں یا پھینکنے نا ہیں

اشک سید جمال الدین لکھنوی

اشک تخلص - اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے - لکھنوی الاصل ہیں آپکے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ ارکاٹ کے قرابتدار تھے - آپ ذی استعداد و لائق ہیں شعر و شاعری ہیں بے نظیر ہیں - آپکا کلام شستہ و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف مزہ آتا ہے - آپکو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکھنوی سے تلمذ حاصل ہے - آپ صاحب دیوان ہیں آپکا دیوان مسمی باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہوگیا ہے آپکی عمر تخمیناً ستر برس کی ہوگی - آپ کو لکھنو چھوڑے ہوے تخمیناً چالیس برس کا زمانہ گذرا ہے - چالیس برس سے حیدرآباد میں سکونت پذیر ہیں - سرکار عالی نظام میں منصب مناسب پر ممتاز ہیں - خوشحال فارغ البال ہیں - خوش خوراک و خوش پوشاک ہیں -

من اشعارہ الہندی

ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی		اجتماع قالب و جان ہوتے ہوتے رہگیا
دیکھیئے آزاد ہوں اُن کے اسیر		آج بھی وا قفل زندان ہوتے ہوتے رہگیا
ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھگئی	ولہ	جسقدر عصیان بڑھے اتنی ہی رحمت بڑھگئی
چل گئی دلبر چھری دیکھا جو اُسنے ناز سے		قتل کے سامان ہوے جسدن عنایت بڑھگئی
بعد مردن بھی دکھایا تیرہ بختی نے اثر		یا پگھل کر رہگئی یا شمع تربت بڑھگئی

افسر - سید احمد حیدرآبادی

افسر تخلص - سید احمد نام حیدرآبادی المولد والمنشا ہے - آپ فارسی میں عمدہ مہارت

واستعداد رکہتے ہین۔ جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان ہین تیز قدم ہین۔ مزاج ہین حسنی کلام ہین شوخی ہے۔ جو کچھہ کہتے ہین خوب مرغوب ہوتا ہے۔ نواب میرعباس حسین خان تشنہ حیدرآبادی سے اصلاح لیتے ہین۔ صاحب دیوان ومثنوی ہین۔ آپکا کلام صاف وشستہ وبامحاورہ ہے۔ رفتہ رفتہ درجہ استادی کو پہنچ جائینگے۔ فی الحال آپکی عمر تقریبا بتیس چھتیس ہوگی۔ خداے تعالی خوش وخرم رکہے۔

من اشعارہ الہندی

اپنی سلامتی کا دوگانہ ادا کرے
ظالم نے کی قبول قدم دیکہنے کی عرض
احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا
اندیشہ شب وصل عدو کہنے کا بیجا
ہے شوق کی افزائش الفت ہین فنا ہونا

ولہ

خط دیکے نامہ بر نہو سائل جواب کا
ہنوایا میری آنکھہ سے حلقہ رکاب کا
وان جاکے مجھے ہوش نہین ہی سرپا کا
یان ضعف سے اٹھنا ہی نہین ہاتھہ دعا کا
جان سیکھتی ہے دل سے قربان ادا ہونا

الفت۔ محمد جمال الدین مدراسی

الفت تخلص۔ محمد جمال الدین نام۔ آپ مولوی تاج الدین بہجت مدراسی کے خلف الصدق ہین۔ آپ مدراسی المولد ہین۔ آپنے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ ذی استعداد ولائق ہوے۔ شعرگوئی وسخن سنجی کا شوق ہوا شعرموزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے۔ چندروز کی اصلاح سے کلام درست ہوگیا۔ کلام سے پختگی وشستگی ظاہر ہونے لگی۔ آپکا کلام نعت وحمد مین ہے۔ آپنے اکثر قصائد حمد ونعت مین لکھے ہین۔ اور بزرگان عظام واولیاء کرام کی مدائح مین بھی موزون کئے ہین

جناب الفت نے خوب کہا تو شۂ عقبیٰ ہے - آپکی عمر قریب ساٹھہ برس کے ہے - پیشتر ریاست حیدرآباد مین سرکاری خدمت پر مامور تھے - اب بسبب کبر سنی وظیفہ خوار ہین وریشند ریس فرماتے ہین -

من اشعاره الہندی

ہے رو کش بستان جہان کوئے محمدؐ
رونق دہ گلہائے جہان روئے محمدؐ
والشمس ہے تفسیر دو رخسارۂ انور
واللیل ہے تعبیر دو گیسوئے محمدؐ

من اشعاره الفارسی

حکام جہان تابع فرمان محمدؐ
شاہان جہان اند گدایان محمدؐ
چون شرح دہم منزلت و رفعت والا
نہ چرخ برین پایۂ دیوان محمدؐ
پاسنگ بود ثقل گناہان تو الفت
بس ہست گران پلۂ احسان محمدؐ

احسان - میر عباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص - میر عباس علیخان نام - آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہین آپ حیدرآبادی المولد ہین - آپنے فارسی کتب پڑھ کے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی مگر عالم طفولیت سے شعرگوئی کا شوق تھا اکثر استادون کے دواوین فراہم کرکے اُن مین سے ہزارہا اشعار یاد کرلئے - اور آپ ہی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے شعر موزون کرتے تھے - کلام سلیس بامحاورہ ہوتا تھا - خوش خلق و خوش مزاج تھا - خوش خوراک و خوش پوشاک تھا - رات دن لہو و لعب مین مشغول رہتا تھا - مرغ لڑانا - کبوتر اُڑانا - مرغبازی و کبوتر بازی مین ہزار ہا روپیہ صرف کرتا تھا - پتنگ بازی کا فریفتہ تھا - ایک کبوتر اور مرغ سو روپیہ کو لیتا تھا - منیر الملک بہادر اور امین الملک کے ناتھہ

فروخت بھی کرتا تھا - آپ کو ہجو گوئی کی استعداد تھی جب چاہتے تھے کسیکی بھی ہجو کہدیتے تھے - لچھمی نراین صاحب تخلص اورنگ آبادی نے اعظم الامرا بہادر کے نسبت چند اشعار نامناسب لکھے تھے - آپنے اوسکا رد کیا اعظم الامرا کی سرکار مین جاگیر و انعام سے سرفراز ہوا - آخر سنہ ۱۲۳۰ ہجری مین عالم ہستی سے عدم کا سافر ہوا

من اشعارہ

آستین سے تری باہر جو کلائی ہوتی
شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی

وله

نہ کام اس چرخ دون پرور سے نکلے
مگر شاہنشہ قنبر سے نکلے

فلاطون سا مدبر تھا سو بھولا
نہ جبکا اب کوئی ہمسر سے نکلے

پر اسپر بھی ارسطو جاہ دانا
بڑی فطرت مین اسکندر سے نکلے

کرے کیا فوج نے اسکو دہی تن
مگر جو خال ادہر سے نکلے

سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو
قسم ہے لالۂ احمر سے نکلے

اوڑا دون یہان سے یون مضمون صاحب
خزف جسطرح کسی گوہر سے نکلے

نہ سمجھانا قیامت فہم اتنا
کہ جب وہ شیر تیرا ودہر سے نکلے

تو پھر کیا حال ہووے دشمنو نکا
کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے

نکل آیا وہ یون خورشید تابان
کہ مہ بدلی کی جیسے گھر سے نکلے

یون نکلا کفر سے وہ اسم اعظم
شرر جون چیر کر پتھر سے نکلے

ریاست پھر نئے سر سے جو چمکی
چراغ خضر پر ایک گھر سے نکلے

تری تضمین پر تحسین احسان
محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد - ابو الحمید لکہنوی سلمہ اللہ

آزاد تخلص - ابو الحمید نام - آپکا اصلی وطن لکہنو ہے - آپنے سن شعور کے بعد فارسی عربی مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کر کے شعرگوئی کی طبع موزون و خوش فکر تہے - خوب کہنے لگے - نواب مرزا خان داغ دہلوی سے اصلاح لینے لگے - جناب داغ کی عنایت و توجہ سے لائق شاعر ہوگئے - کلام سلیس و با محاورہ ہے - ایہام و مبالغہ سے پاک و صاف ہے - آپ چند سال سے سرکار عالی نظام مین ملازم ہین - خوش خلق و نیک سیرت ہین - عمر تقریبا چالیس و پچاس برس کے ہے -

من اشعارہ الہندی

وان سب اقرار صرف بیوفائی ہوگئی	یا غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی
واہ اے نیرنگئی قدرت ترا ممنون ہون	وہ تماشائی ہوا جب مجہکو حیرت ہوگئی
جہوٹے وعدون نے کسیکی کر دیا خانہ خراب	منزل دل رہگذار یاس و حسرت ہوگئی
جب تلاش شاہد مقصود مین کہا قدم	رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہوگئی
آج عشق و عاشقی کا ہوگیا جہگڑا تمام	اٹھہ گیا آزاد دنیا سے فراغت ہوگئی

ایما - میر حسن علیخان اورنگ آبادی

ایما تخلص - میر حسن علیخان نام - آپ شرفاء اورنگ آباد دکن سے تہے - صاحب فضائل و کمالات تہے - شعرگوئی مین لائق اقران و امثال مین فائق تہے - آپکا کلام فصاحت و ملاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا - ہر ایک شعر نزاکت و لطافت مین تولا ہوا ہوتا تہا - ہر ایک مصرع برجستہ و شستہ ہوتا تہا - آپ خوش گفتار و خوش کردار تہے - طرز لباس و وضع رفتار اہل ہنر کی طرح رکہتے تہے - آپ اورنگ آباد مین سنہ ۱۲ سے

حیدرآباد آئے۔ مہاراجہ چندولال بہادر کے دربار مین باریاب ہوئے۔ مہاراج نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی پانسو روپیے ماہوار مقرر کردئے۔ آپ اکثر اوقات مہاراج کی مصاحبت مین رہتے تھے۔ آپکو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فرد دی کہ اسکو اردو اشعار مین تضمین کرکے پیش کرو۔ **فرد** اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد * آپنے اسکو تضمین کرکے پیش کیا۔ پانچ سو روپیہ صلہ پایا۔ تضمین یہہ ہے ؎

ایام مین ساکنان چمن سے کیا سوال	ہم بھی تو تھے خزان تمہارے شریک درد
کیفیتین بہار کی ہم سے بھی کچھہ کہو	اردی بہشت دی کی ہوئی کس طرح نبرد
غنچہ جو مسکرا کے ویا چیٹ مین جواب	تو نے سنی نہین کسی استاد کی یہ فرد

اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپنے آخر سنہ ۱۲۳۰ ہجری مین اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپ صاحب دیوان تھے اردو و فارسی دونو زبانون مین خوب شعر کہتے تھے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب تخلص۔ محمد سیف الحق نام۔ آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپکی نسب کا سلسلہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد علماء دلی کی خدمت مین کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذکی الطبع و فہیم تھے طبیعت مین چستی و چالاکی خداداد تھی۔ اور آپکے دلمین اس بات کا جوش و خروش تہا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید میں ترقی کرنا چاہیے۔ چند روز تک آپ اس تردد و تفکر میں رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہیں پایا تھا کہ یکایک طبیعت کی اقتضائے فن شاعری کیطرف متوجہ کیا۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب میں ایسی طرز سے ڈہالے کہ نہایت ہی خوشنما و مرغوب نظر آنے لگے۔ اُسوقت مرزا اسد اللہ خان غالب زندہ تھے۔ اور اُنکی اُستادی کل ہند میں مسلّم الثبوت تھی۔ آپنے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکھلایا۔ مرحوم البتہ آپکا کلام دیکھتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ اُستاد مرحوم کا یہ فقرہ ادیب کے دلپر مؤثر ہوا۔ اور آپکا شوق بہ نسبت سابق دو چند ہو گیا۔ اس فن میں خوب کوشش و جانفشانی کی۔ اور استاد مرحوم کی بھی توجہ کامل رہی۔ چند روز میں اُستادی کے رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکی شاعری معاصرین کے نزدیک بھی مسلّم الثبوت ہو گئی۔

آپ خوشنویسی و خوش خطی میں بی نظیر تھے۔ اور تاریخ گوئی میں بھی عدیم المثال ظریف الطبع و لطیف الوضع تھے یاران ہم مشرب سے خوش طبعی و خوش مزاجی سے ملتے تھے۔ اشفاق و اخلاق میں شہرۂ آفاق تھے۔ آپ فارسی و ہندی دونوں زبان میں کہتے تھے۔ ہم آپکے اشعار آبدار ذیل میں گزارش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین لطف و مزہ اُٹھائیں۔

جناب ادیب دہلی سے ریاست حیدرآباد میں آئے سرکار عالی نظام میں ملازم ہوئے۔ چند سال تک سرکاری خدمت مفوضہ کا اہتمام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر سنہ ۱۳۰۹ ہجری میں شہر حیدرآباد دکن میں مسافر عدم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الهندی

آؤ کبھی تو فاتحہ پڑھنے کیواسطے	حسرت نشان ہے مرے کنج مزار کا

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئیے
موت آگئی مجھے سرِ شام فراق سے
کر چشم و دل کی خیر سے طلب ادب
کیسا کٹا ہے غیر جو دو چار ہو گیا
خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجئے
غیر تک ملتفت حال یون ہے میرا
موج دریا کی حقیقت بھی کہلی اے ادب

وله

وله

دل بھی یہان ملا تو ترے اختیار کا
دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا
لپکا برا پڑا ہے تجھے انتظار کا
سیرادھم اُسکو خنجر خونخوار ہو گیا
ناتوان دیکھتے ہین دیدۂ مردم مجھکو
جانتا واقف اسرار نہان تم مجھکو
جوش گریہ نے دکھایا جو تلاطم مجھکو

اعزاز۔ مرزا دین محمد بیگ کابلی

اعزاز تخلص۔ مرزا دین محمد بیگ نام۔ آپکا اصلی وطن کابل ہے۔ نشو ونما وہین کی آب وہوا اور وہین کی خوشنما غذا مین ہوا ہے۔ اور سن شعور کے بعد آپنے وطن کے علما سے کتب درسیہ علوم متداولہ وفنون متعارفہ تحصیل کی تہین۔ علم و لیاقت و فضل وقابلیت مین مستعد ولائق تہے۔ آپ وطن سے دلی مین آئے اور وہان متوطن ہے۔ چند مدت تک امرا کی ملازمت وسفارت و وکالت مین رہے۔ مال و زر خوب حاصل کرتے تہے۔ جہان رہے وہان خوش رہے۔ آپکا مزاج آزادانہ اور مشرب فلسفانہ تہا۔ صلح کل کے طریقہ کے پیرو تہے۔ آپ خوش خلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشر کو کیا ہندو کیا مسلمان مساوی سمجہتے تہے۔ ہر ایک کے ساتھہ لطف و مدارا فرماتے تہے۔ دلی سے آپ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ مین ریاست ٹونک مین آگئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہدہ پر مقرر فرمایا۔ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے۔ خوش و خرم تہے کسی قسم کی تکلیف

نہین تہی۔ آپ ٹونک سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ مین حیدرآباد دکن آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تہے اُنکے مکان پر فروکش تہے۔ مولوی صاحب آپکی بڑی خاطرداری کرتے تہے۔ آپنے ایک کتاب مسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکہی اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضور مین پیش کی معلوم نہین حضور نے منظور فرمایا یا نہین کتاب اسم بامسمی مضامین اخلاق پر شامل تہی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان اور ہر ایک حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایان تہا۔ اُسکی متعدد باب ہین۔ ہر ایک باب مین مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکہا ہے۔ دیکہنے سے لطف آتا ہے۔ آپکو سیر و سیاحت کا شوق تہا۔ عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے۔ ملک بخارا و خوارزم و بلخ و بدخشان تک گئے ہین۔ سندہ و ہند مین بہی خوب گہومے ہین۔ ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تہے۔ چنانچہ آپنے ایک کتاب قبا وہی نسائی تالیف کی۔ اُسمین ہر ملک کی عورتون کے رسم اور انکی مزعومات عمدہ طرح سے بیان کئے ہین۔ گویا یہہ کتاب مذہب عجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے۔

آپ فارسی مین نظم و نثر عمدہ لکہتے تہے۔ آپکی تحریر و تقریر مین مضمون کی آمد تہی۔ بغیر سوچے سمجہے لکہتے تہے۔ آپکی عبارت رنگین و شیرین ہوتی تہی۔ نظم مین آپ اعزاز تخلص کرتے تہے اور نثر مین زہرت گفتار۔ آپکا کلام اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان دو اسمون کے مسمی و مصداق تہے۔ آپ حیدرآباد سے برار آئے۔ اور وہان حکام کی قدردانی سے ملکاپور ضلع بلڈانہ مین منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ دو ڈہائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ مقدمات کی تحقیق مین کسی کی رعایت نہین کرتے تہے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تہے۔

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تہے۔ اہل مقدمات اور اُن کے متعلقین سے گہر نہین ملتے تہے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ و رنجیدہ ہوتے تہے کسیکا ہدیہ و تحفہ بہی نہین لیتے تہے جب برار سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اُسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور منصف بہی موقوف ہوئے اور آپ بہی موقوف ہوگئے۔ تب ملکاپور مین جامع مسجد کے بیرونی حجرون مین سکونت اختیار کی۔ ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار مین نامی معروف و مشہور ہین آپکی خدمت و مہمان نوازی نہایت سیر چشمی سے کرتے تہے۔ ایسا معلوم ہوتا تہا کہ قاضی صاحب اور مرزا صاحب دو قالب ایک جان ہین۔ پہر آپ حکام کی قدر دانی سے عہدہ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جلگاؤن ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپکے کام سے نہایت ہی خوش تہے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تہے۔ ظریف و بذلہ سنج و لطیفہ گو تہے اہل مجلس کو اپنے کلام رنگین سے رنگین فرماتے تہے۔ لطائف و ظرائف سے اسقدر ہنساتے تہے کہ پیٹون مین بل پڑجاتے تہے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تہے۔ آپکے مزاج مین غرور و تکبر کا نام و نشان نہین تہا۔ فقیر مولف کو بہی آپ سے نیاز تہا۔ نہایت توجہ و عنایت سے تکلم فرماتے تہے۔ لکہنے پڑہنے کی تاکید کرتے تہے۔ مین اسوقت طالب علمی کرتا تہا۔ میری عمر اسوقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ مین اکثر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا تہا۔ اور آپکے فیض رس سے مستفید ہوتا تہا۔ آپ صاحب التالیف والتصنیف تہے۔ چند کتب آپ کی تالیف سے ہین از انجملہ اخلاق محمدی۔ شاہنشہنامہ فتاوی نسائی۔ دیوان غیر مرتب ہین۔ عجائب الکلمات۔ مرات الخصائل۔ آپکی یہہ کتابین میرے کتبخانہ مین موجود تہین افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی مین تمام

غرق آب و نذر سیلاب ہو گئیں۔ آخر آپ ۱۲۷۵ھ ہجری مین مقام قصبہ جلگانون ضلع آکولہ برار مین عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اسی قصبہ مین مدفون کئے گئے۔ آپکی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص گوہربار نے کہی

چو مرزا دین محمد بیگ اعزاز	ازین دار فنا شد جادہ پیما
چہ اعزاز یکہ سلطان سخن سنج	بلیغ و ناثر و ہم فخر شعرا
ہمای فکر او را آشیان عرش	نہنگ طبع او را قعر دریا
ید بیضا مضامین منیرش	خیالاتش چہ اعجاز مسیحا
گذشت آن منشی یکتای دوران	کسے دیگر نگیرد نام انشا
ازین ماتم دو تا پشت فلک شد	دما غم این چنان بگرفت سودا
بگو تاج بلاغت چون بیفتاد	بتاریخش دریغا وائے ویلا

۱۲۷۵ھ

اسوقت برار مین مرزا صاحب مرحوم کے دوست و عنایت فرما دستور رتنجی و بہمن جی باشندگان پونہ معزز خدمات پر مقرر تھے۔ مرزا صاحب کے انتقال سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے تمام مال و اسباب کو حفاظت سے ماننا رکھا۔ اور مرحوم کے فرزند مرزا مہر علی بیگ کو دلی سے بلایا۔ حسب الطلب فرزند آئے۔ دونون معززین نے اپنے پیارے دوست کے لخت جگر کو اپنے دولتخانہ پر مہمان رکھا۔ اور مہمانی و مدارات مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا۔ اور انسے کہا اگر آپ یہان نوکری کرنا چاہین تو ہم کوشش کرکے کرا سکتے ہین مرحوم کے فرزند نے انکار کیا۔ آخر دونون بھائیون نے مرحوم کا تمام مال و اسباب فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے جیب خاص سے بھی معتدبہ رقم دیکے دلی روانہ کیا مرحوم کے فرزند نے دونون بزرگان فرشتہ طینت کا شکریہ ادا کیا۔ اور وطن مالوف کو روانہ ہوا

دونون بزرگان برائے خصائل کی ہمدردی خالصاً لوجہ اللہ آفرین و تعریف کے لائق ہے
ہم کو ایسے بزرگون کی پیروی کرنی چاہئیے ۔ افسوس فی زمانا نامروت ہمدردی عنقا
صفت مجہول الاسم و معروف الاسم ہے ۔

من اشعارہ الفارسی

رفتم که بوسم قدم پیر مغان را — نذر در میخانه کنم نقد روان را

وله

عذرم اثر پذیر نشد طبع یار را — خاموش آب چشم نسازد شرار را

چون بقامت راست سازد شعر ما زمین قبا — از زبان گل مبارکباد می آرد صبا

گر گذارد پا بچشم دل خیال ناز او — مردمک گوید براهِ دیده او را مرحبا

در سفر بردی رقیبا از چه جانان مرا — دور کردی جانم از تن برده جان مرا

بیتو در خانه ایم خانه خراب — همچنان قطره در میانِ حباب

گفت قاصد که یار می آید — این خیالیست دیده ام در خواب

از گردش زمانه کسے را فراغ نیست — آن کیست در جهان که دلش پر ز داغ نیست

وضع دلِ خونبار نمی دانم چیست — این گریه بسیار نمی دانم چیست

حلقهٔ زلف او گلو گیر است — می کشد دل چه دام تزویر است

خواست آلوده کند پنجه بخون من زار — خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد

در تهیدستی مناسب هست قرب دوستان — می فتد شاخ درخت خشک از چشم بهار

ز حسنت پرتوی در گلشن افتاد — نمود از چهرهٔ گلرنگ پرواز

گل برده بگر رشک ز دامان قبایش — امروز پشیمان شده افتاد بپایش

می شنوم آب چو چاه ذقنش می بینم — غنچه را صحبه به پیش دهنش می بینم

بر سر تربت اعزا ز بنا ز آمد و گفت | کشتۂ کیست کہ خون از کفنش می بینیم

ولہ

می شود آخر جہان کارے کہ میدارد شدن | مفت بہر کار خود در پیچ و تاب افتادہ ایم

ولہ

شدہ ام پیر تمنائے جوانی دارم | شاید از دہر بکف خطِ امانی دارم

ولہ

شد تہی دستی از ان سرمایۂ سامان من | تا نہ بیند کس غبار از گوشۂ دامان من

ولہ

از سر خاکم چرا برچیدہ دامان میروی | روی گردان از سر خاک غریبان میروی

رباعی

ہر غم کہ درین زمانہ صورت دارد | در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنمش ضیافت از خونِ جگر | با این ہمہ خاطرش کدورت دارد

آفاق محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص۔ محمد عیسیٰ خان نام۔ آپکا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ دلی کے شریف زادوں میں سے تھے۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھے مستعد طالب علم تھے۔ شعر گوئی پر شیفتہ تھے۔ طبیعت میں قدرتی تیزی و چالاکی تھی۔ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ کلام میں پختگی و شستگی آگئی۔ درجۂ کمال کو پہنچے۔ شہرۂ آفاق ہوئے۔ دلی سے حیدرآباد دکن میں آئے۔ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار میں دو سو روپئے ماہوار سے ملازم ہوئے۔ مدت تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲۵۳ ہجری میں اس دارِ ناپائیدار سے دار القرار کو روانہ ہوئے۔ جناب مولینا میر شمس الدین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے۔ ع زا قصائی آفاق آفاق رفت ۱۲۵۳ھ

تضمین بر غزل قائم

کہتے جو ہو مثل گل چاک جگر جائے | اور نہ برنگ صبا جلد گذر جائے

سب سے ہے بہتر یہی اب کے اگر جائے ｜ گلشن الفت سے دل بے یہ ٹھر جائے
داغ بدل جائے دست بسر جائے

کیا کہون تجہسے دلا طرفہ ہے اک ماجرا ｜ نکہت گل کا گیا آ کے نکل قافلا
پہلے تو وہ رنگ تہا اب یہ نیا گل کہلا ｜ کرکے ہمین ہمنوا کہتی ہے باد صبا
مین کوئی کوئی دم مین چلی آپ ٹہر جائے

کیا کہون کیا بات ہے ایک طلسمات ہے ｜ مرگ کی شب مات ہے ظلم سے ظلمات ہے
ہجر کی یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے ｜ دل ہی نہین ساتہ ہے عالم برسات ہے
ہات سے تیرے کدہر دیدۂ تر جائے

ایمان شیر محمد خان حیدر آبادی

ایمان تخلص - شیر محمد خان نام محمد عاقل خان نایک کا فرزند ہے - حیدر آبادی المولد ہے - آپکے والد سرکار نظام مین وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تہے - اور اخبار گوئی کا بہی کام اُنکے سپرد تہا - ایمان نے نشو و نما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت مین کتب عربیہ و فارسیہ تحصیل کین یگانہ روزگار ہوا - اور موروثی فن مین بہی بینظیر - سرکاری تمام اخباریون کا افسر تہا - دکن کے تمام واقعات اُسکے حافظہ کے خزانہ مین محفوظ تہے - سرکار مین ممتاز و معزز تہا - اکثر اوقات سفر و حضر مین اعظم الامرا کا مصاحب رہا ہے شعر گوئی و شعر فہمی مین بیمثل تاریخ دانی و وقایع نگاری مین بے بدل تہا شعراء و حاضرین آپکی اُستادی کے قائل تہے سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین حضور آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین مجلس کمان ایلچی بیگ مین مشاعرہ قرار پایا تہا - تمام شعرا جمع ہوئے - مگر آپ نہین آئے تہے سبب آپکا

انتظار کر رہے تھے۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کیجائے۔ اکثر نے کہا
جب تک استاد نہوں کچھہ مزہ و لطف نہوگا۔ آخر آپ آئے وجہ تاخیر بیان کئے سبکا
شکریہ ادا کرکے عذر خواہی کی۔ مشاعرہ بڑی عظمت و شان سے ہوا جسمین شعراء ہند و دکن
مجتمع تہے۔ آپکا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ صنائع و بدایع کے زیور سے آراستہ
و آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے کلام مین ایہام بہی استعمال
کرتے ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان بعض کتبخانون مین موجود ہے۔ آپ
تاریخ گوئی مین کامل مہارت و قدرت رکہتے تہے۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تہے۔ آپنے
حضور آصفجاہ ثانی کی تاریخ مین ایک قطعہ لکہا۔ اُس کے چوتہے مصرع سے دو مادہ
تاریخ برآمد ہوتے ہین۔ مقبرہ کے دروازہ پر کہ مسجد مین بہی قطعہ کندہ ہے وہ یہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام	زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان
خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ	مستوجب بہشت و با خلاص فاتحہ

۱۲۱۸

اور دوسرے شعرا نے بہی تاریخین کہین مگر آپکی تاریخ سب سے مطبوع عام ہوی۔ اسیوجہ
مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش سیرت تہے۔ پاکیزہ شمائل
و حمیدہ خصائل تہے۔ عزیز خلائق مقبول خالق تہے۔ آخر سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین فوت
ہوئے۔ آپکی تالیف سے رسالہ شطرنج و رسالہ عروض قافیہ و دیوان مشہور ہے۔

من اشعارہ۔ ضلع میوہ مین

آسیب ہے جنگ عشق کر نہین عیان	آتا نہین زخم پہ انگور یہان
سو بیہ ہوا فال سے یون نہین معلوم	سہرد یکو ہی تو ناشپاتی ہے کہان

ضلع پلنگ مین

آرام نہ کیونکر اب یہ بنئیے بھولین	کسطرح خوشی سے نہ پلنگ پہ جھولین
پایا تھا کبھو نہ سات پیڑھی مین یہ ورکہ	پٹی پڑہی ایسی کہ اُکھڑ گئی چولین

ضلع لٹو بین

لٹو ہے تیرے پہ ہر کوئی اب یار		اور حال پریشان سے نہیں کہتا ہی عیا
آخر کوچے مین اُسکی جاکر جالی		پھرتا تھا اسی آس پہ وہ سوسوبار
ہر یہ گر چشم سے اپنی وہ خوش بر پونچے	ولہ	گرد خجلت کو سدا دیدۂ آہو پونچے
آستین کا مین کسو کی نہ ہوا دست نگر		میری ہاتون نے آخر میرے آنسو پونچے
رنگ گلشن کا شفق رو ئے فلک سے اُڑجائے		اپنے ہاتھے سے وہ کافر کبھی گر کو پونچے
رنگ لب جانان کو سرخ زیادہ ہے	ولہ	اور وزن مین برگ گل دو سرخ زیادہ ہے
روا ہے کون سے مشرب مین ای ایمان نا منصف	ولہ	دل پرویز خوش ہو خاطر فرہاد محزون ہو
ٹپک پڑتا ہے خونِ دل مرا یان آنکھون سے	ولہ	مئی گلگون کا جسدم بزم مین ساغر جھلکتا ہے

افسر ۔ میر باقر علیخان

افسر تخلص ۔ میر باقر علیخان نام ۔ آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم مین آپ علم و فضل کے زیور سے آراستہ و پیرایۂ حسن خلق و کمال سے پیراستہ تھے خوش سلیقہ خوش سیرت تھے ۔ شعر و شاعری کے شگفتہ ۔ استعداد خداداد تھی ۔ اصلاح کلام والد ماجد سے لیتے تھے ۔ آپکا کلام دلچسپ و دلپسند ہے ۔

من نتائج طبع

امروز میرود بگلستان نگار ما	از دست میرود دل بے اختیار ما

دوستان موسم گل آمدہ دل شاد کنید	ولہ	دست در گردن ہم زمزمہ بنیاد کنید

اختر - مولوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص - لطیف احمد نام ہے - آپ حضرت امیر احمد مینائی لکھنوی کے فرزند سوم ہین - آپ کی ولادت باسعادت شہر لکھنؤ مین ہوی - (بلند اختر) سے آپکی تاریخ ولادت بحساب جمل برآمد ہوتی ہے - یعنی ۱۲۸۷ھ ہجری - آپ کی نشو و نما لکھنؤ کی آب و ہوائے مردم خیز مین ہوئی - جب آپ کی عمر ہفت سالہ ہوئی - تب والد ماجد نے آپکی تعلیم شروع کی - آپ نہایت ہی ذکی الطبع و ذہین تھے - آپکے چہرہ مہرہ سے چستی و چالاکی عیان تھی - عزیز قریب یہی کہتے تھے یہہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے - چشم بددور خدا عمر خضر نصیب کرے - والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے - والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر مین فارسی عربی کتب درسیہ و علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے - شعر و شاعری کے طرف بچپن ہی سے طبیعت مائل تھی - مائل کیون نہو یہ شعر گوئی و سخندانی آپ کی موروثی ملک تھی والد ماجد ایام طالب علمی مین اگرچہ شاعری و شعر گوئی سے مانع ہوتے تھے - لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کرہی جاتا تھا - آپکے نتائج طبع والد ماجد و دیگر اعزہ دیکھہ کے متعجب ہوتے تھے تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرنے لگے - اقران و امثال مین فائق ہونے لگے - آپکو تلمذ والد ماجد ہی سے تہا - اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاخطہ مین پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے استادی کے رتبہ کو پہنچے - بمصداق الولد سر لابیہ والد کے

۲۵۲

ہین۔ آپکے اخلاق وعادات سے بزرگان سلف کی شان نمایان ہوتی ہے ۔ مروت
وہمدردی آپکا پیرایہ فتوت وجوانمردی آپکا سرمایہ ہے ۔ آپکی کسر نفسی وخاکساری کی
یہہ حالت ہے ہر کس و ناکس کے سامنے جھکے جاتے ہین ۔ یہہ شاخ پرمیوہ سر بزیر ہین کے مصداق ہین
ہر غریب نابلد و نووارد بلد سے ایسے ملتے ہین جیسا کہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے
آپ کو علوم وفنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہر وقت آپکی مجلس مین علوم وفنون کا
تذکرہ اور شعر وشاعری کا چرچا ہوتا ہے ۔ اور خاص آپ کی عادت سے ہے کہ بزرگان
سلف وخلف کو بھلائی سے یاد کرتے ہین ۔ اور آپنے ایسا طریقہ وضابطہ رکھا ہے
کہ حاضرین مجلس سے کوئی کسیکی شکایت نہین کر سکتا ۔ اگر کوئی سہواً کسیکی نسبت
کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈھنگ سے بدل دیتے ہین کہ وہ خیر محض ہو جاتا ہے
یا اشارۃً وکنایۃً اسطرح تکلم کرتے ہین کہ عاقل ثنا کی شاکر بنجاتا ہے ۔ فقیر مولف کو
تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ آپ سے نیاز حاصل ہوا ہے ۔ مجھے اس تھوڑی ہی مدت مین آپکی
ملاقات سے جو لطف ومزہ حاصل ہوتا ہے ۔ اسطرح مدت کے احباب سے کبھی نہین ہوا ۔
مین اختر صاحب ومولانا جلیل کو سچے دل سے ایسا سمجھتا ہون کہ گویا یہہ میرے قدیم
عنایت فرما ہین ۔ مدعیان عیب بین میرے اس قول پر قہقہ مارین گے ۔ کہ یہہ مولوی
تملقاً دونون بزرگون کی محبت کا دم مارتا ہے ۔ یہہ نہین سمجھینگے کہ دونون
بزرگون کی خوش اخلاقی کی کرامت ہے کہ مین انکو اپنا عنایت فرما سمجھتا ہون ۔
فی زماننا جناب اختر صاحب ومولانا جلیل امام الشعرا واستاذ البلغا ہین ۔ آپ کی توجہ
واصلاح کی برکت سے دکن مین شعرا کا گروہ بہت بڑھ جائیگا ۔ اور شعر وشاعری کا
بازار گرم ہو جائیگا ۔ اکثر شاعر شاعر ہو جائین گے ۔ سخن سنجی وسخن دانی سے ماہر ہرا تک

شاعر کو آپکی شاگردی پرناز ہوگا۔ مورخین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم کلام ریختہ کا وجود اولاً زمین دکن میں پیدا ہوا۔ ابھی اسکی پوری نشوونما نہین ہوئی تھی کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے سندمین پہنچا۔ کبھی لکھنو کبھی دہلی مین آمدورفت کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کردیا تھا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہین کہ یہان بھی دونون بزرگون کی توجہ سے سکونت اختیار کرے۔ اور شعرا کے نزدیک لکھنو و دکن و دہلی کی زبانین مستند سمجھی جائین۔
آپکا کلام آسمان فصاحت و بلاغت کا نیر اعظم ہے۔ بندش برجستہ و ترکیب شایستہ کا اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی مین ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے بھرا ہوا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف۔ تعقید لفظی و معنوی سے شفاف ہے۔ سامعین کے دلون پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سننے سے دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور صاحبان کمال وجد کرتے ہین۔ جناب اختر اسوقت ہوم سکرٹری کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہین۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے ادا کرتے ہین۔ ارباب حاجات سے خلوص و حسن سلوک سے ملتے ہین۔ غرور و تکبر سے منزلون دور رہتے ہین۔ آپکی انکساری دیکھکے کل دفتر کے ملازمین و صاحبان اغراض فرمان بردار و حلقہ بگوش بنتے ہین۔ تھوڑی ہی مدت کی ملازمت مین وہ قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسون کے ملازمین کو میسر نہین ہوئی۔ ادنی سے اعلی تک تمام آپکے شکرگزار ہین۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہین کرتا ہے ہر ایک آپکو بھلائی سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہونا عطیۂ عظمی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و طوائف انام کا آپکو معتمد قرار دینا نعمت کبری ہے۔ آپکے حالات لطائف

آیات بیشمار ہین - مین نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کرکے اسیقدر پر اکتفا کیا - اب آپکے نتائج طبع گذارش کرتا ہون **ھوھذہ**

دکہادے آج اے اختر کہ جودت ایسی ہوتی ہے
ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی ہو کہ سب کہدین

جمال شاہ دیکہا تہا کہ دل اپنا پکار اُٹہا
خدا رکہے یہی ظل خدا ہین اب خدائی مین

علی کا ہو جو محبوب اُسکی رعنائی کا کیا کہنا
غلط کیا ہی کہ آپ آصف کے پر ہمین سلیمان ہین

فلک فر میر محبوب علیخان کا زمانہ ہے
وہ طرز حکمرانی ہے وہ رنگ خسروانی ہے

مظالم کو مٹا دینا غریبونکی خبر لینا
جہان بانی سلیمانی مسیحائی و دارائی

بشر کیسے فلک بہی قدم لینے کو جہکتا ہے
ہزارون دل ہین سب ہین ہے جگہ اک ذات آصف کی

سخنور اسکو کہتے ہین طبیعت ایسی ہوتی ہے
بلاغت نام اسکا ہی فصاحت ایسی ہوتی ہے

خدائے پاک کی بندون پہ رحمت ایسی ہوتی ہے
جوان ہین ہے کسی مین کب جلالت ایسی ہوتی ہے

ہزارون صورتون مین ایک صورت ایسی ہوتی ہی
کسیکی قاف سے تا قاف شہرت ایسی ہوتی ہے

جو گہر گہر ایسی عشرت ہے مسرت ایسی ہوتی ہے
حکومت خود یہ کہتی ہی حکومت ایسی ہوتی ہی

سیاست کے یہ معنی ہین ریاست ایسی ہوتی ہے
کوئی پوچہے تو ہم کہدین کہ حضرت ایسی ہوتی ہے

اسی کہتے ہین رفعت شان و شوکت ایسی ہوتی ہے
حقیقت تو یہ ہی کثرت مین وحدت ایسی ہوتی ہے

آزاد - میر غلام علی الحسینی البلگرامی

آزاد تخلص - میر غلام علی نام - آپکا مسقط الراس محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبہ اودہ ہے - آپکی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر روز یکشنبہ سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین واقع ہوئی - آپکی نسب کا سلسلہ عیسی موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جا دمن   عیسیٰ جان بخش شیرانم بیاد نفس

آپ نسباً حسینی و اصلاً واسطی و وطناً بلگرامی مذہباً حنفی و طریقۃً چشتی تھے۔ جب آپنے نشو و نما کے میدان مین قلم رکھا۔ سرو روان کی طرح بڑھنے لگے۔ اعزہ و اقارب آپکے رنگ و ڈہنگ کو دیکھکر کہتے تھے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپکے چہرے مہرے اور اعضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تھا کہ یہہ آفتاب خاندان جہان کو روشن کریگا۔ فضائے عالم کو اپنے فیضان نعمت سے گلشن بنائیگا۔ اور محافل علم و فضل کو زینت دیگا۔ معقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا۔ بناءً علیہ والد ماجد و دیگر اعزۂ خاص جد مادری علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور عمدہ اہتمام کیا۔ اساتذہ کرام و علمائے نحاریر سے آپکی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ تذکرہ خزانۂ عامرہ مین لکھا کہ میری تحصیل پانچ اساتذۂ کرام سے درجۂ تکمیل کو پہنچی۔ اول مولانا میر طفیل احمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑہین۔ آپکے قصیدہ افتخاریہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمدم   او در علوم عقلی و نقلی ست رہبرم

دوم[۲] علامۂ زمان میر عبد الجلیل سقی اللہ السلسبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب حاصل کیا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین فرماتے ہین

آزاد ما کہ فضل و کمال بہم رساند   خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

سوم[۳] بحر مواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی ۔ چہارم صاحب آیات بینات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اللہ روحہ سے مدینہ منورہ مین صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سائر مفردات کی اجازت حاصل کی پنجم جامع کمالات شیخ عبدالوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ مین بعض فوائد علم حدیث اخذ کیا۔ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہونیکے بعد ۱۱۳۰ھ ہجری مین حضرت قدوۃ العارفین سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ العزیز سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ ۔

آپ پندرہ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوے ۔ عالم شباب مین طبیعت بحر علوم و فنون مین متواج شعر و شاعری کے میدان مین شعلۂ جوالہ تھی ۔ اور دلمین سیر و سیاحت و تلاش ملازمت و تحصیل رفعت و شہرت کا شوق جوش زن تھا ۔ چنانچہ آپنے خزانہ عامرہ مین لکھا کہ مجکو مدت العمر مین تین سفر واقع ہوئے ۔ سفر اول شاہجہان آباد ۔ آپ ۱۱۳۰ھ ہجری مین علامہ مرحوم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کے ہمراہ شاہجہان آباد روانہ ہوئے ۔ وہان پہنچ کے علامہ کی خدمت مین دو سال تک رہے اس مدت مین فوائد علم و فضل سے مستفید ہوکے وطن مالوفہ تشریف لائے ۔ سفر دوم سیوستان واقع سندہ ۔ سیوستان مین آپکے ماموں میر سید محمد میر بخشی گری و وقائع نگاری پر مامور تھے ۔ حسب الطلب میر ۱۱۴۲ھ ہجری ماہ ذیحجہ مین وطن سے سیوستان روانہ ہوئے شاہجہان آباد و ملتان واچ وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ربیع الاول ۱۱۴۳ھ ہجری مین شہر مذکور مین مع الخیر پہنچے ماموں صاحب کی ملازمت سے مشرف ہوئے ۔ میر صاحب ہمشیرزادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوے ۔ اور ہمشیرزادہ کو نیابتاً دونون خدمتون پر مامور کرکے خود بلگرام روانہ ہوئے ۔ آپ چار سال تک دونون خدمتون کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے ۔ آپکے انتظام سے حکام بالادست خوش ہوے تھے

آپکی لیاقت و خوبی انتظام کی تعریف کرتے تھے ۔ چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب
وطن سے واپس آئے ۔ اور اپنے ہمشیرہ زادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا ۔ پس صاحب ترجمہ
آزاد ۱۱۴۷ہجری میں سیوستان سے روانہ ہوئے ۔ جب شاہجہان آباد میں پہنچے وہان
معلوم ہوا کہ آپکے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت الہ آباد میں آئے ہین ۔ آپ شاہجہان آباد سے
برآمد ہوئے ۔ سیدھے اکبر آباد سے الہ آباد پہنچے ۔ تین سال تک وہان والد ماجد کی خدمت
مین رہے ۔ اس مدت مین دو مرتبہ بلگرام مین بھی گئے تھے ۔ لچھمی نرائن شفیق شاگرد آزاد صاحب
ترجمہ تذکرہ گل رعنا مین آپکی زبانی نقل کرتا ہے کہ جناب آزاد نے مجھہ سے ذکر کیا ۔ کہ نواب
مبارز الملک سربلند خان توفی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمود المخاطب بہ شاہنواز خان
کو نیابتہً صوبہ مین مقرر کرکے خود شاہجہان آباد مین محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا
اور میرے والد میر محمد نوح نواب شاہنواز خان کی سرکار مین میر سامانی کی خدمت پر مامور
تھے ۔ ایک روز والد مجکو اور میرے بھائی میر غلام حسین کو نواب شاہنواز خان کی ملازمت
کے لئے لیگئے ۔ نواب بنگلہ مرتضی مین رونق افزا تھے ۔ اور میرے والد نواب کے قریب
کھڑے ہوئے اوراق کاغذات پر دستخط کرا رہے تھے ۔ اور ہم دونون بھائی دور کھڑے ہوئے
اس انتظار مین تھے کہ نواب ہمارے طرف دیکھے کہ ہم تسلیم بجا لائین ۔ نواب دستخط
کرنے مین ایسے مشغول تھے کہ دیر تک ہماری طرف نہین دیکھا باوجود حسب دستور چوبدارون نے
باادب و باقاعدہ کہہ کے چلایا لیکن نواب نے چوبدارون کے چلانے سے بھی ہماری طرف
نہین دیکھا ۔ اُسوقت میرے دل مین غیرت و حمیت نے جوش کیا کہ مخلوق کے
دروازہ پر اسقدر عجز و انکسار کرنا فضول ہے ۔ خالق حقیقی کے طرف رجوع ہونا افضل ہے
مین سلام گاہ سے لوٹا ۔ چوبدار نے پوچھا حضرت کہان جاتے ہین ۔ مین نے کہا گھر

چوبداروں کے آداب سے ہے کہ آیندہ کو روکتے ہیں۔ اور روندہ کو نہیں روکتے چوبدار نے مجھکو نہیں روکا۔ میں سیدھا گھر آیا۔ اور میرا بھائی وہاں ٹھہرا رہا۔ بعد میں نواب کی ملازمت و تسلیم سے مشرف ہوا جب الٹا جد دربار سے گھر میں آئے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپنے نواب کی ملازمت ترک کئے آخر کیا کروگے میں نے عرض کیا جو کچھ تقدیر میں ہے ہوگا

سفر۔ زیارت بیت اللہ شریف

آپنے اُسیوقت دلمیں عزم جزم کیا کہ آپکو خالق کے دروازہ پر چلنا چاہئے۔ پس بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ رجب ۱۱۵۰ھ ہجری مطابق مادۂ تاریخ (سفر خیر) زیارت بیت اللہ کا احرام باندھا۔ اور شہر سے نکلتے وقت کسیکو آگاہ نہیں کیا۔ نہیں تو سدراہ ہوتے۔ اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا۔ افسوس کرنے لگے۔ آپکے حقیقی بھائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب میں گئے۔ آخر آپکو نہیں پایا۔ لاچار ہوکے واپس آئے۔ آپ غیر معروف راہ سے پیادہ پا سرونج ضلع مالوا تک آئے۔ آپنے غیر متعارف طریق اسلئے اختیار کیا تھا تا کہ کوئی خبردار ہوکے مانع نہووے۔ اُسوقت عالیجناب نواب آصفجاہ اول کا لشکر فیروزی اثر اس ملک میں جلوہ افروز تھا۔ لشکر میں ایک عزیز نیک محضر نے بے سابقہ معرفت آپ کی خاطر و مدارات کی۔ اور مہمان نوازی کے لوازم پورے ادا کئے۔ اور آپکو ایک تہ مکلف ساز وسامان سے آراستہ سواری کے لئے عطا کی۔ سبحان اللہ اُس زمانہ میں اہل زمان کیا فراخ حوصلہ و مہمان نواز و غربا پرور ہوتے تھے۔ غربائے نابلد و درماندگان بیوسیلہ کے ساتھ جان و مال سے ہمدردی و مساعدت فرماتے تھے۔ فی زماننا باوجود معرفت سابقہ اغماض کرتے ہیں بیچارہ غریب بلکہ قریب کی بھی کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ ہم بزرگان سلف کے واقعات سے

سبق لینا چاہیے اور قدم بقدم چلنا چاہیے۔ اسلاف کی پیروی مین دارین کی بہبودی و نیکنامی ہے۔ اسی ضلع مین حسن اتفاق سے بتاریخ دوم شعبان سنہ مذکورہ مین نواب آصفجاہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپنے ایک رباعی پیش کی۔ رباعی

اے حامی دین محیط جود و احسان حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاہ سلیمان آورد تو آل نبی را بدر کعبہ رسان

نواب عالیجناب رباعی دیکھہ کے بہت محظوظ ہوئے۔ اور زاد و راحلہ کا کامل بندوبست کر دیا۔ آزاد اسم بامسمیٰ تہا بجز اس رباعی کے کسیکی مدح سرائی نہین کی۔ اور نہ کسی سے صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہہ رباعی بہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلیے ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحب گل رعنا آپ بارہ سے آسائش و آرام کے ساتھہ آہستہ آہستہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنے بندرگاہ سورت مین داخل ہوا۔ اور سبحۃ المرجان مین خود آزاد نے لکہا کہ مین مبادین و شوار گزار و کوہ ہاے نا ہنجار کو پیادہ پا طے کرتا ہوا جاتا تہا راہ مین سواے شوق دل بیدار کوئی رہنما و رفیق نہین تہا۔ آخر خداے تعالیٰ نے مجکو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجکو امید نہین تہی یعنی مین بندرگاہ سورت محروسہ مین پہنچ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز کے بعد جدہ مکرمہ کے کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہان فروکش ہو کے خدا کا شکریہ ادا کیا چار روز تک اسی مقام پر فضا مین قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام مین تندرست و شگفتہ رو ہوگیا۔ پہر وہان سے کعبہ معظمہ مین مع الخیر و العافیہ بتاریخ ۲۹ محرم سنہ ۱۱۵۱ ہجری داخل ہوا انتہیٰ کلامہ۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہین رہا تہا۔

تین روز مکہ معظمہ مین قیام فرمایا طواف بیت اللہ ومقامات متبرکہ کی زیارت سے
مشرف ہوکے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
شوق مین روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ مین حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ
وسیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہین کہ زیارت سے مشرف ہوتے ہی غربت کے مصائب دور ہوگئے
اور مین قبۂ عالی وروضۂ صافی کے سامنے نہایت ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اور آستانہ مقدس
کی خاک کو آنکھون کا سرمہ بنایا۔ اور وہان کے قیام کو نعمت عظمی سمجھا۔ تپس قیامت کے
زمانہ مین حضرت شیخ محمد حیات سندی سے صحیح بخاری پڑہی اور اسکی سند اور صحاح ستّہ
اور مفردات کی اجازت بہی شیخ سے حاصل کی۔ جیساکہ صدر مین مذکور ہوچکا ہے
آپ مدینہ منورہ مین تقریبًا دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہان کرکے ۴ تاریخ ماہ
شوال سنہ مذکور مین مدینہ منورہ سے دیدۂ گریان وسینہ سوزان برآمد ہوئے
آخر عشرہ مین بیت اللہ شریف مین پہنچے۔ وہان شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے
احادیث نبویہ مین فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پہر حج کے لئے احرام باندہا۔ اور حج
کے مناسک فرائض وسنن کلاً ادا کئے اور ادائے حج کی تاریخ عمل اعظم ہے۔ خود
صاحب ترجمہ نے تذکرہ خزانہ عامرہ مین لکھا کہ سالم کشمیری نے میرے اور اپنے حال
کی نسبت کہا ہے ؎

عید فطر ست بروز پیغمبر ... شیئًا للہ گفتم بس یاور
این عید و مدینہ بخت من طالع مین ... انشاء اللہ مکہ و عید دگر

آخر ماہ ربیع الثانی ۱۱۵۲ھ ہجری مین طائف گئے۔ وہان کے باغات ومیوہائے
طائف کی سیر کی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہوکے مکہ مین

مراجعت کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ مین مکہ معظمہ سے اہل و عیال کے تعلق و والدین کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے ۔ تیسری تاریخ جمادی الاولی جدہ سے جہاز پر سوار ہوگئے آٹھہ روز مین مخا مین پہنچے ۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی وہان چار دن قیام کرکے ۲۹ ماہ مذکور کو سورت مسرورہ کے کنارہ پر اترے ۔ اور دوسری تاریخ ماہ جمادی الثانی بلدۂ ماموره بصره مین داخل ہوے ۔ آپکی مراجعت کی تاریخ (سفر بخیر) ہے ۔ پانچ مہینے تک بصره مین رہے ۔ پھر آپ ۱۱ تاریخ ماہ ذیقعدہ وہان سے برآمد ہوگئے ۲۷ ماہ مذکور مین شہر اورنگ آباد کو قدوم میمنت لزوم سے رشک گلشن فرمایا ۔ اور عارف ربانی شاہ مسافر غجدوانی قدس سرہ المتوفی سنہ ۱۱۲۶ ہجری کے تکیہ مین گوشہ نشین ہوے ۔ دنیا و ما فیہا سے کنارہ کش ۔ سات برس تک تکیہ مذکورہ مین سکونت گزین رہے سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین بطور سیر حیدرآباد و بیدر گئے تھے ۔ چند روز بسر کرکے سال مذکورہ مین خجستہ بنیاد مین آئے بدستور تکیہ مین تھے ۔ جب سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب آصف جاہ کے طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر نیابتاً مامور ہوکے آئے ۔ اسوقت نواب نے آپکو اپنے دربار مین بلایا ۔ آپ حسب الطلب نواب کے پاس گئے ۔ نواب نے آپکی بہت تعظیم و توقیر کی ۔ اور آپکو اپنے حسن خلق کے دام مین مقید کر لیا ۔ ہرچند کہ آپ کنارہ کش ہوتے تھے لیکن نواب شہید آپکو نہین چھوڑتا تھا ۔ ابتدائے ملاقات سے مدت حیات تک آزاد کو صحبت و اتحاد کے دام سے کبھی آزاد نہین کیا نواب شعر و شاعری کا فریفتہ تھا ۔ آپ سے اصلاح لیتا تھا ۔ آزاد خزانۂ عامرہ مین لکھتے ہین ۔ کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکھے ہین بے سقم و عیب ہین ۔ جب میرے سامنے موزون فرماتے تھے تب اُسیوقت اصلاح لیتے تھے ۔ اور اگر غائبانہ کہتے تو لفافہ مین بند کرکے

میرے پاس بھیجتے تھے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو سربمہر کرکے بھیجتا تھا۔ خود نواب
اصلاح کردہ اشعار شائقین کو سناتے تھے۔ اور دیوان میں داخل کرتے تھے۔ نواب نے
جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزون کئے اصلاح طلب میں۔ مجکو اپنا دیوان اصلاح
کے لئے دیا تھا۔ میں دیوان کا تھوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع
نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بھیجی۔ اصلاح باقی کے لئے
دماغ و زمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بھیجی
اصلاح کرکے بھیجدیا۔ صبح نواب دیوانخانہ میں رونق افزا ہوئے۔ اور امرا و شعرا ہی رکاب
مثلاً صمصام الدولہ شاہنواز خان و موسوی خان جرات و رنگ آبادی و رضی خان داماد
موسوی خان مذکور و نقد علیخان ایجاد وغیرہ حاضر تھے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑھنے لگے
ایک شعر میں سرو خراماں بمعنی درخت سرو باندھا تھا۔ جرات نے اعتراض کیا کہ سرو خراماں
معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیونکر صادق ہو سکتا ہے۔ نواب نے
فقیر کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا میرزا صائب نے سرو خراماں سے درخت سرو ارادہ کیا
ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

یک رہ برآر از آستین دست نگارین در چمن — تا دستہا پنہان کند سرو خراماں در بغل

نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کرلی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے
کہ سرو زمین گیر کو سرو خراماں کہا۔ میں نے کہا جناب شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ درخت کہ
ہوا کی تحریک سے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساوجی اس امر کی تصریح کرتا ہے ؎

سرو از صبا گرد چمن ناچون قدت باشد روان — ہرچند بخرامد بآن سرو خراماں کی رسد

ایسا ہی عربی میں غصن میاس و شجر میاد کہتے ہیں میاس و میاد دونوں بمعنی خراماں

ہین۔ (انتہی کلام آزاد بلگرامی صاحب ترجمہ)
حضرت نواب کی خدمت مین تا بہ زندگی سایہ کی طرح ہمرکاب ہے۔ نواب شہید کی
مصاحبت سے بہت محظوظ ہوتا تہا۔ اور آپ کی عزت و آبرو مین ایک دقیقہ فرو گذاشت
نہین کرتا تہا۔ آپکے توسّل سے اکثر اہل حاجات فائز المرام ہوتے تہے۔ آپ ہر شخص ناکس
کی سفارش مین کوتاہی نہین فرماتے تہے۔ نواب شہید آپ کی سفارش سنتا تہا۔ آپ
اس کار خیر مین معروف تہے۔ ہر ایک غریب بے وسیلہ آپکے سایۂ عاطفت مین آ کے خواستگار
دستگیری ہوتا تہا۔ سنہ مذکورہ مین نواب کرناٹک مین بطور دورہ روانہ ہوا۔ اُسوقت آزاد
صاحب ترجمہ کو ہمراہ لیا۔ آپ سریرنگ پٹن تک جو راجہ میسور کا دار السلطنت تہا ہمرکاب رہے
پائین گہاٹ و بالا گہاٹ کے پرفضا میدانون و پہاڑون کی خوب سیر کی۔ و عجائب
و غرائب تماشے دیکہے۔ آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری غرہ ماہ صفر کو ہمراہ نواب ورنگ آباد رونق افزا
ہوئے۔ اور اُسی سال مذکورہ مین نواب صوف کے ہمراہ بلدہ برہانپور گئے۔ چند ہی روز
مین واپس آئے۔ پہر سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین دوبارہ برہانپور جانیکا اتفاق ہوا۔ کنارہ نربدا
ملاحظہ کرکے مع نواب اورنگ آباد آئے۔ ابہی سفر سے آرام نہین پائے تہے کہ پہر ۱۴ تاریخ
ماہ شوال سنہ مذکورہ مین نواب شہید کے ہمراہ ارکاٹ روانہ ہوئے۔ ایک سال چند ماہ
تک سفر مین بسر کیے۔ اسی سفر مین نواب کی شہادت واقع ہوئی۔ نواب کی شہادت کے بعد
بتاریخ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۴ ہجری شہر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ بعد بتاریخ
نہم رجب سنہ مذکور حسب الطلب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان مرحوم حیدرآباد روانہ
ہوئے۔ چند مہینے بسر کرکے ۱۶ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور حیدرآباد سے برآمد ہوکے
اورنگ آباد مین آئے قدوم میمنت لزوم سے اورنگ آباد کو رشک فردوس برین کیا۔

چند روز تک شاہ مسافر کے تکیہ میں آزادانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان ۱۱۶۷ھ سنہ ہجری میں نواب امیر الممالک خلف آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب وکالت سے سرفراز ہوکے حیدرآباد گئے۔ وہاں سے آزاد صاحب ترجمہ کو نہایت شوق و اشتیاق سے طلب فرمایا۔ حسب الطلب سنہ مذکورہ میں حیدرآباد تشریف لیگئے۔ پھر ۱۱۶۸ھ سنہ ہجری میں بلدہ اورنگ آباد میں مراجعت کی پھر اورنگ آباد میں ایسے جمے کہ مرکے اُٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد فرماتے تھے کہ جب بیت اللہ کی زیارت سے واپس آیا تب میں نے دل میں مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعدد الاقسام ہے ازانجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئے۔ آخر یہ امر قرار پایا کہ بنا شیخت و پیری و مریدی سے آزاد رہنا چاہئے۔ راہ راست پر ثابت قدم۔ اس لئے کہ دنیوی معاملات میں دروغ کو فروغ نہیں ہوتا ہے اور دنیوی معاملات میں بطریق اولی۔ چنانچہ حضرت کرامات گوئی و سلسلہ پیری و مریدی سے منزلوں دور رہتے ہیں۔ راستی و درستی و خوش معاملگی میں زندگی بسر کرتے ہیں مشایخانہ و پیرانہ نمائش نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے۔ کہ عرس و بزم آرائی ریاکاروں کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلائق کو گرفتار کرنیکا دام ہے۔ آپنے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ و خانقاہ نہیں بنایا۔ فرماتے تھے کہ تکیہ داری میں خانہ داری سے زیادہ مضرت ہے۔ اسلئے کہ اگر خانہ داری میں صاحب خانہ سے قصور و خطا واقع ہو جائے تو اہل بیت زن و فرزند بسبب تعلق جزئیت معاف کرتے ہیں۔ اور تکیہ داری میں اگر قصور و فتور واقع ہو جائے تو واردین و صادرین مختلف الطبایع چشم پوشی نہیں کرتے۔ بلکہ لعن و طعن کا بازار گرم کرتے ہیں چنانچہ آپکے ایک شعر سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے۔ ؎

تکیہ داران نیستند از خانہ داران ہیچ کم + شکر حق آزادہ را از رسم شان داروغ + انتہی کلامہ
آزاد صاحب ترجمہ کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے لکھا کہ جب مین نے سفر حجاز
سے مراجعت کی اول بندر سورت مین آیا۔ اور وہان سے اورنگ آباد مین پہنچا۔ گوشہ نشینی
و توکل پر قدم جمایا۔ تقریبًا دس برس تک بر رفاقت عیت قناعت زندگی بسر کی۔ کسی کی پروا نہین کرتا تہا
آخر عمر چالیس برس سے زائد ہوگئی۔ امور ضروری کیلئے استعانت کی نوبت آئی۔ گرمی سہری
کے سہنے کی تاب توان باقی نہین رہی۔ ایسی حالت مین توکل سے کام نہین چلتا تہا۔
پس انہین ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے آپسے رفاقت کی خواہش کی
آپنے بامر مجبوری قبول کی۔ اور آپ نواب کی رفاقت مین شہادت تک رہے۔
آپ فرماتے ہین کہ نواب کی رفاقت کے بعد یقینًا معلوم ہوا کہ ایک امیر کی نوکری توکل سے
بہتر ہے۔ اس لئے کہ ایک امیر کے طرف محتاج ہونا ہزار امیر کے طرف سے بہتر ہے۔ جب
انسان کی نظر تمام جانب سے بند ہوجاتی ہے تب وہ دلجمعی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ جو
کام پیش آتا ہے اطمینان سے انجام دیتا ہے۔ آپنے توکل کے معنی اسطرح بیان فرمایا کہ
متوکل پر اگر پے درپے فاقے واقع ہون مگر اسکے دلمین یہہ خطرہ نہووے کہ کوئی کہانا
لائے اگر توکل مین یہہ مرتبہ حاصل ہو تو توکل مبارک ہے۔ اگر توکل مین یہہ مرتبہ نہو تو
وہ توکل توکل نہین ہے بلکہ پراگندگی ہے۔ جو متوکل منتظر فتوح ہوگا۔ اپنا دل پراگندہ
کریگا۔ اور وقت عزیز کو برباد کریگا۔

توکل را نظر بر روزِ بر تو خدمتی باشد	ہمان بہتر کہ این کس را رضا جدو بانشد
اگر بستے میانہ ارشاد کار محتاجان	تقرب با خداوندان دولت طاعتے باشد
سواد فقر را از پرتو دولت چراغان کن	ترا زین جامعیت باسلیمان نسبتی باشد

ہمدردی و دستگیری غربا و فقرا کا ذکر

آزاد صاحب رحمہ کے مزاج مین ہمدردی و دستگیری غربا و فقرا جوش زن تھی۔ اہل حاجات
کی حاجت روائی و فیض رسانی و دلسوزی خلق مین زبان و قلم و درم سے دریغ نہین فرماتے
تھے۔ یہہ صفت ہمدردی خاص آپکی ذات بابرکات مین ایسی تھی کہ سلف سے خلف تک
کسی مین دیکھے گئے نہ سنی گئے۔ چنانچہ جب نواب نظام الدولہ نے مظفر جنگ پر فیروزی پائی
اُسوقت ملک ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسطرف کے تمام عمال و حکام حضور طلب ہوئے
ہر ایک سے محاسبہ لینے لگے۔ آپ اس زمانہ مین نواب صمصام الدولہ کے خیمہ کے قریب فروکش
تھے۔ آپ ایکروز نواب کے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ ایک شخص آپکے پاس دوڑتا ہوا آیا۔
اور آپ سے کہا کہ حاجی عبد الشکور نام عامل معزول کہتا ہے کہ مین حوالات مین ہون۔
جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہون۔ شکنجہ بلا مین مبتلا ہون۔ آپ یہانتک تشریف لائے
اور میرے حال پر نظر رحم فرمائے۔ باوجودیکہ معنی کہ آپسے اور عامل سے تعارف و آشنائی
سابقہ نہین تھی۔ آپ ازروئی مروت اسکے پاس گئے۔ دیکھا اسنے محاسبہ و قید کی
شکایت کی۔ آپ اُسیوقت نواب صمصام الدولہ کے پاس مراجعت کرکے آئے۔ نواب سے
کہا حاجی عبد الشکور نام ایک عامل عاملون کے زمرہ مین آپکے آستانہ پر حاضر ہے۔ آپ
بیچارہ غریب کو روبرو بلائے۔ نواب نے فرمایا عامل محاسبہ کو روبرو طلب کرنیکا ضابطہ نہین ہے
آپ نے فرمایا کہ مین آپکو یہہ نہین کہتا ہون کہ اسکو محاسبہ سے معاف فرمائے۔ صرف
یہہ چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ روبرو بلائے۔ نواب انکار فرماتے تھے اور آپ اصرار کرتے تھے
آخر نواب نے اسکو روبرو بلایا اور اسکی حالت دیکھی۔ بہت مہربانی کی۔ فرمایا کہ کل
دیوڑہی پر حاضر رہین اور چوبدار کو تاکید کی جب حاضر ہو جائے تو ہمکو مطلع کرنا

حسب الحکم دوسرے روز حاجی دیوڑہی پر حاضر ہوا۔ چوبدار نے خبر دی۔ نواب صمصام الدولہ
نے نواب نظام الدولہ سے عرض کیا کہ حاجی عبداللہ کو محاسبہ وار حاضر ہے۔ میر غلام علی
آزاد نے مجھہ سے کہا کہ ایک مرتبہ اسکو روبرو بلائیے۔ ہر چند کہ مین نے انکار کیا لیکن میرے
مجکو معذور نہین رکہا۔ بامر لاچاری روبرو بلایا۔ اسوقت مین بہی حضور مین عرض کرتا ہون
کہ حاجی کو ایکمرتبہ روبرو بلائیے۔ حکم صادر ہوا کہ حاضر کرین۔ فوراً حاضر ہوا۔ نواب
نظام الدولہ نے دیکھا کہ پیر نود سالہ کوزہ پشت پیراہن زیب بدن و دستار سبز بر سر
عصا و تسبیح ہاتہہ مین تہامے ہوے ہے۔ نواب نے دیکھتے ہی پیر فانی کو پاس بلایا۔ اور
حال استفسار فرمایا۔ فرد محاسبہ قریب بیس ہزار کے تہی معاف فرمایا۔ اور پیر فانی کے لئے
روزینہ معین کردیا۔ سرکار سے سواری عنایت کرکے رخصت فرمایا۔ اور آپ فرماتے تہے
کہ باہم زمانہ مین اتفاق پیدا کرنا بہتر ہے۔ اور انقطاع بے ہنری۔ آدمی کو چاہیئے
کہ عالم آشنائی و صحبت مین نقدی التیام و صحبت کو ضائع نکرے۔

عظمت و رفعت

امرائے جلیل القدر و رؤسائے عالی جوہر آپکو بزرگی و عظمت کی نظر سے دیکھتے تہے
اور آپکی تعظیم و تکریم بجا لاتے تہے۔ آپ آزادانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ کسی میر و وزیر سے
خواستگار نہین ہوتے تہے۔ امرا آپ کی ملازمت و خدمت کو فخر جانتے تہے۔ اور آپ سے
امور ریاست مین استعانت لیتے تہے۔ آپکی رائے صائب سے مستفید ہوتے تہے۔ آپ
تا بزندگی مستغنیانہ رہے آپ خزانہ عامرہ کے خطبہ مین لکہتے ہین کہ۔ مین نے مدۃ العمر
کسی امیر کی مدح نہین کی نہ اپنے نامہ کو کسی دولتمند کی ستائش سے سیاہ کیا ؎

مہر بر لب کرد آزاد از ثنائے اغنیا نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

آپ فرماتے ہین ہرچند کہ مین امرا سے ارتباط و رؤسا سے اختلاط رکھتا ہون۔ لیکن استغنائی و بی پروائی کو ترک نہین کرتا ہون۔ اور فقر کے فخر کو تونگری کے دروازہ پہ ذلیل نہین کرتا ہون۔ چنانچہ بلبل گل کی مصاحبت سے خواہان زر نہین ہے۔ نہ مچھلی سیپ کی مجالست سے گوہر کی خواستگار ہے۔ اسی مضمون مین کہا ہے ؎

نباشد عیب گر خود را بدریا آشنا کردم حباب ہمت من از گوہر منت تہی آمد

اور آپ نے فرمایا کہ خادم الخلائق کی ہمت کا مدار اسبات پر ہے کہ اگر تہی دستی کی وجہ سے دستگیری نہو سکے تو حاجتمندون کی حاجت روائی مین اعانت کے طریق پر چلنا چاہئے اور حاجتمند کو امیر و وزیر کے پاس لیجانا۔ اور منزل مقصود کو پہنچانا چاہیے۔ اگر انگشت مین گرہ کشائی کی قوت نہو تو بذریعہ زبان قلم حاجتمندون کی سفارش کرنی چاہیے۔ نتیجہ کلام آپ کی سفارش کا رقعہ اکسیر ہے غربا و فقرا آپ کے رقعہ کو آیۂ رحمت جانتے ہین۔ جس شخص کو آپکا رقعہ ملا گویا اُس نے رقعۂ زر پایا۔ امرا آپ کے رقعہ کو مانتے تھے۔ آپکی سفارش سنتے تھے۔

بردباری کا ذکر

آپ حلیم الطبع و سلیم المزاج و متواضع تھے اگر آپ کسی نا اہل جاہل سے سخت کلامی و درشتی سنتے تو چشم پوشی فرماتے تھے۔ اور فرمودہ الٰہی (واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاماً) پر عمل کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ کلام تلخ ایسی دوائے تلخ ہے کہ اسکا پینا مفید ہے شور و شر کو دفع کرتا ہے۔ اور کلام تلخ کا جواب فتنہ و شر کا سبب ہوتا ہے۔ ایکوقت کسی بزرگ نیک محضر نے مرتبان کلان مربا سے بھری ہوئی آپکی خدمت مین ہدیۃً بھیجی آپ نے جانی نام خادم کے حوالہ کیا۔ جانی اٹھا کے لے گیا۔ پھر آپ نے مرتبان کو ایک ساعت کے بعد

دیکھا ربع حصہ خالی ہوگیا۔ آپ کو گمان ہوا کہ جانی نے تصرف کیا۔ اُس سے اسطرح
پوچھا۔ اے جانی اگر تو نے مرتبان میں ہاتھ دہوکے ڈالا ہے تو بہتر ہے نہیں تو باقی
تمام مربا بیکار ہوگا۔ جانی نے کہا سہواً میں نے ہاتھ دہوکے مرتبان میں ڈالا تھا۔ آپ نے
فرمایا بہت خوب کیا۔ آپ کی چشم پوشی و معافی سبحان اللہ کیا خوب تھی۔ اللہ اللہ
بزرگان سلف کیسے ملائک صفت ہوتے تھے۔ عفو کرم حلم و تواضع انکا خمیر ہوتا تھا
واقع میں یہی شرفا انسان کامل ہوتے تھے۔ فی زماننا ہم اخلاق کو ان کے خلاف
پاتے ہیں۔ اپنے خادموں و زیر دستوں کو ذراسی تقصیر خطاب پر سخت سخت سزائیں
دیتے ہیں بلکہ کوتوالی میں بھیجتے ہیں۔ انکی قدیمانہ خدمتوں کو بھول جاتے ہیں۔ رعونت
و غرور میں ایسے مست ہیں کہ عفو و کرم و حلم و تواضع کے مفہوم کو نہیں جانتے
اللہ تعالی ہم تمام کو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کے طریقہ پر چلیں۔ اور
اُن کے واقعات کو عبرت کی نظر سے دیکھیں۔

گل رعنا کے مولف لچھمی نراین نے لکھا کہ اورنگ آباد میں ایک رات آپکی شال چورائی گئی
چندروز کے بعد ایک دست فروش نے فروخت کے لئے بازار میں لایا۔ آپ کے کسی دوست
یا شاگرد نے شال کو پہچانا کہ یہہ حضرت کی شال ہے۔ خرید کے بہانہ سے حضرت کے
پاس لایا۔ اور عرض کیا کہ دست فروش کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اور اس سے استفسار کرنا کہ
یہ شال کہاں سے لایا۔ آپ نے مخبر کی بات نہیں سُنی اور فرمایا۔ کہ یہہ معاملہ حاکم وقت
کی پیشی میں جائیگا۔ میں مدعی ہونگا۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ دعوی
میں حاکم کے اجلاس میں بازاری آدمی کا مقابل ہوں۔ شال واپس کردی اور
سارق کو چھوڑ دیا۔

عقل و فراست و فہم و کیاست

آپکی عقل و فراست و فہم و کیاست اس درجہ پر تہی کہ ارسطو آپ سے سبق لیوے اور افلاطون اصلاح۔ چنانچہ ایکروز جناب مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے پاس ایک شخص ہدیہ لایا۔ اور مولوی صاحب نے ہدیہ کو رشوت سمجھکے رد کیا۔ اُسوقت حضرت آزاد حاضر تہے۔ آپنے شخص مذکور سے کہا کہ اگر یہہ ہدیہ مجھکو دیتا ہے تو مین لیتا ہون۔ اُس شخص نے برضا و رغبت دیا۔ آپنے ہدیہ لیکے۔ مولوی صاحب کے سامنے رکہا۔ اور فرمایا مولانا یہہ میری ملک ہے مین آپکو دیتا ہون لیجیے اسمین رشوت کی آمیزش نہین ہے۔ مولوی صاحب نے مسکرا کے قبول کیا۔ حاضرین مجلس اس معاملہ کے دیکہنے سے تعجب کرنے لگے۔

نقل ہے کہ ایکروز سید غلام حسن و مولوی فخر الدین کے درمیان نغمہ کی حلّت و حرمت کی بابت باہم مباحثہ ہونے لگا۔ سید صاحب نغمہ کی تحریم کے دلائل بیان کرتے تہے۔ اور مولوی صاحب دلائل حلّت۔ حاجی حسام الدین علّامۂ سیاح سید کا طرفدار ہوا یہہ مباحثہ بہت بڑہگیا حضرت آزاد بہی اسی مجلس مین شریک تہے۔ ہرچند کہ آپنے رفع مناقشہ مین جسقدر کوشش کرنی تہی ادا کی لیکن کوشش مفید نہین ہوی بامر لاچاری ایک تدبیر سوچی۔ حاجی حسام الدین سے پوچہا کہ آپنے کہان کہان کی سیر و سیاحت کی۔ فرمائے۔ ہود علیہ السلام کی قبر کہان ہے۔ آپنے فرمایا یمن مین۔ آپنے فرمایا نہین شام مین ہے۔ حاجی نے کہا مین نے اُن کی قبر کی زیارت یمن مین کی آپنے کہا کہ مین نے ایک معتبر کتاب مین دیکہا کہ شام مین ہے۔ حاجی اپنی راستی پر مبالغہ کرنے لگا۔ حضرت آزاد بہی معارضہ کی زنجیر ہلاتے تہے۔ مولوی و سید

اپنا مناقشہ چھوڑکے آزاد و حاجی کے مناقشہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نغمہ کا مذاکرہ
بھول گئے۔ جب آزاد نے دیکھا کہ مناقشہ نغمہ منقطع ہوگیا۔ تب آپنے حاجی سے فرمایا
آپ جو کچھہ کہتے ہین وہی صحیح ہے ہود کی قبر یمن مین ہے۔ آپنے مناقشہ کو حکمت عملی
سے دور کیا۔

قوت حافظہ۔ ولطیفہ گوئی۔ وحسن ظرافت

آپکی قوت حافظہ نہایت ہی قوی تھی۔ جو بات ایک دفعہ سنتے وہ حافظہ کے صفحہ پر
نقش کالحجر ہو جاتی تھی۔ پھر کبھی نہین بھولتے تھے۔ چنانچہ آپنے سرو آزاد مین سید
عظیم الدین بلگرامی کے ترجمہ مین لکھا کہ ایک وقت قاسم کاہی کی یہہ بیت ان کے
سامنے پڑھی گئی۔ ؎

چون زعکس عارضش آئینہ برگ گل شود　　　گرددران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بہت محظوظ ہوئے۔ انہین ایام مین احمدآباد گجرات اپنے والد ماجد کے پاس گئے
پھر پانچ برس کے بعد بلگرام مین آئے۔ آزاد سے پوچھا کہ وہ بیت خوب آپنے سنائی تھی
فوراً آزاد نے سنادیا۔ سید متعجب ہوا۔

آپ لطیف الطبع و ظریف الوضع تھے۔ قاضی بیضاوی نے آیہ کریمہ (الذی جعل
لکم من الشجر الاخضر نارا) یعنے خدائے تعالی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی
کی تفسیر مین کہتا ہے مثلاً جب مرخ کی شاخ کو عفّار کی شاخ پر رگڑتے ہین یہانتک کے
دونون سے پانی ٹپکتا ہے آخر آگ انہون سے نکلتی ہے۔ جوہری صحاح مین کہتا ہے کہ
مرخ و عفّار دو درخت ہین انسے آگ لیتے ہین عفّار نرہے مرخ مادہ ہے۔ آپنے
سبحۃ المرجان مین لکھا کہ بیضاوی اگر ایسا کہتا کہ عفار کو مرخ پر رگڑتے ہین۔ تو اس صورت مین

زیادہ پرہوتا۔ لیکن قاضی نے قول آلہی پر عمل کیا۔ فاتوحرثکم انّا شئتم پہر آپنے قاضی کے جانب سے خوش طبعی کے ساتہہ جواب دیا کہ آیہ کا معنی یہہ ہے کہ تم مباشرت کرو بی بیوں سے جسطرح چاہو۔

لطیفہ دیگر۔ سیف الدولہ میربخشی آصفجاہ ثانی کی زوجہ کو دردزہ عارض ہوا۔ ولادت مین دیر ہوئی۔ حاجی علی اکبر نامی تعویذ نویس جو بخشی کے دولتخانہ پر حاضر تہا۔ آسانی ولادت کے لئے اُس سے تعویذ طلب کیا گیا۔ حاجی مذکور نے تعویذ لکہہ کے دیا۔ حق التعویذ گیارہ پیسے مقرر ہوئے۔ اتفاقاً بچہ مردہ شکم سے برآمد ہوا اُسی دن حاجی کی مادیان بہی فوت ہوئی۔ حق التعویذ گیارہ پیسے حاجی کو دئے۔ اُسوقت کسی ظریف الطبع نے کہا بچہ مردہ برآمد ہوا۔ حاجی صاحب اجرت کیون لیتے ہین۔ حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے فرمایا۔ مادیان کا کرایہ لیتے ہین۔ اسلئے کہ میربخشی کا لڑکا پیادہ نہین چل سکتا ہے۔ حاجی کی گہوڑی پر سوار ہوکے جاتا ہے

لطیفہ دیگر۔ حضرت آزاد شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر غجدوانی کے تکیہ مین سکونت پذیر تہے حسن اتفاق سے ایک مغل تازہ بخارا سے آیا۔ عصر کیوقت تکیہ مین وارد ہوا۔ حضرت شاہ محمود نے اُسکو آزاد کے حجرے کے پہلو مین اُتارا۔ مغل نے رات اپنے حجرے مین گذاری۔ باوجود عدم تعارف صبح آزاد کے حجرے مین آیا۔ اور کہا مین آپکا مہمان ہون۔ آپنے میری ضیافت نہین کی آپنے فرمایا باوجود آشنائی قدیم ہمارے لئے کیا تحفہ لایا۔ ضیافت طلب کرتے ہین بعد ازان ماحضر سے اُسکی عزت کی۔ مغل بخاری مرہون منت ہوا۔

لطیفہ دیگر۔ ایک روز ایک فقیر جو مدعی فضیلت تہا۔ اور خود کو شعرائے عرب سے شمار کرتا تہا آپکے پاس آیا۔ اور عربی قصیدہ اپنا طبع زاد پڑہا۔ قصیدہ تمام پڑہنے کے بعد تحسین تعریف کا امیدوار ہوا۔ چونکہ قصیدہ شعرا کے عادات کے خلاف تہا و قواعد عربیت و موزونیت سے

خارج تہا۔ آپنے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپکا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپکی مجلس مین
کبھی کسیکی برائی نہین ذکر کی جاتی تہی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو و بیہودہ
لفظ و حرف نہین نکلتا تہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

زحرف تلخ مبراست خانۂ آزاد کہ زہر ریختن از نیشکر نمی آید

لطیفہ دیگر۔ آپنے سرو آزاد مین لکہا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفجاہ سے
محبت و انجذاب کامل تہا۔ اکثر اوقات مصاحبت رہی ہے۔ اتفاقاً ایک روز عین
مجالست کے وقت ایک ہندو با ارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ عرض بیگی
نے عرض کیا کہ نام کا امیدوار ہے فرمایا کوئی نام ایسا رکہنا چاہئے کہ دین اسلام پر دلالت
کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکہو آصف جاہ نے فرمایا کہ کلہ ایک شخص مسلمان
ہوا اسکا نام دین محمد رکہا گیا۔ آزاد نے عرض کیا دین محمد جسقدر زیادہ ہوجائے بہتر ہے
اللھم انصر من نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوے یہی نام رکہا گیا۔

لطیفہ دیگر آپنے فرمایا کہ میسور کے سفر مین نواب نظام الدولہ اور مین ہاتی پر سوار جاتے
تہے۔ میدان ناہموار و صحرائے ناہنجار مین گذر ہوا۔ تمام میدان سوار و پیادہ سے معمور
ہوگیا۔ جدہر نظر پڑتی تہی اُدہر سوار و پیادہ دکہلائی دیتے تہے۔ نواب نے مجہہ سے کہا
کہ لشکر کی رفتار کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ مین نے کہا جبر و اختیار کا مسئلہ مشکل زیادہ
مسائل لاینحل سے ہے یہان حل ہوتا ہے کہ تمام خلائق کی حرکات ایک ہی شخص کے
تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہین۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رعنا کے مولف نے لکہا آپ جب مکہ معظمہ مین سکونت پذیر تہے اُسوقت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کرشمہ وہبی نمود ہوا جس سے آپکی مقبولیت بارگاہ ایزدمین مترشح ہوتی ہے ۔ معتقدین پیر پرست و مستان الست کہیں گے کہ کرشمہ و کرامت گویا خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو بخت و اتفاق پر محمول کرینگے ہو بعد
آپ نگینہ سکونت کے زمانہ مین ایکروز جبل ثور جو مکہ معظمہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار مین رونق افزا تھے ۔ خود آزاد صاحب ترجمہ ماثر الکرام مین لکھتے ہین کہ مین نے اُنتیس تاریخ ماہ محرم ۱۱۵۲ہجری مین جبل ثور کی زیارت کا ارادہ کیا ۔ اُسوقت گرما کا موسم ایسا سخت تہا کہ باد سموم ہند و تیز برق تاز و حرارت خارا گداز تہی ۔ فرودگاہ سے چند قدم برآمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا ۔ زبان خشک ہونے لگی ۔ اور ہمراہ پانی اس خیال سے نہین لیا تہا کہ رستہ مین ملجائیگا رستہ مین کہین پانی بجز عرق نہین نظر آتا تہا ۔ رستہ مین چند آدمی ملے جنکے پاس تہوڑا سا پانی تہا ۔ بلحاظ شرم اُن سے سوال نہین کیا ۔ خود اُن کے پاس سقدر ہے کہ انکو کافی نہین ہے سائل کو کیا دینگے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہین رہا بمشقت تمام رستہ کے نشیب و فراز کو طی کیا ۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کباب ہوا ۔ بمشکل تمام پائین پہاڑ پہنچا اب دوسری مصیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی تو نکان پہاڑ چڑہنا چاہیے ۔ افتان و خیزان کمر کوہ تک چڑہ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا ۔ آگے بڑہنے کی قوت باقی نہین رہی ۔ ایسی حالت مین کہ مین پانی کے شوق و خیال مین تہا ۔ میرے آئینہ دل مین عجیب و غریب کیفیت نقش پذیر ہوئی ۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مجھسے دو تین قدم آگے چڑہ رہا ہے اور اُس کے ہاتھ مین صراحی ہے ۔ یکایک اسکی صراحی پتھر سے ٹکرائی ۔ اُسکا نصف حصہ علی عزیز کے ہاتھ مین

اور نصف اسفل کا سبکیطرح بلندی سے نیچے آرہاتہا۔ اور اسمین پانی محفوظ تہا۔ فوراً اسکو دونون ہاتہہ سے اخذ کرلیا۔ اور اسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین وبامزہ تہا کہ ابتک اسکا مزہ حلق وزبان مین موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہون لطف ومزہ خاص پاتا ہون۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندۂ غریب وسوختہ دل کو آب رحمت سے سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ھو یطعمنی ویسقین انتہی کلامہ

ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید ومظفر جنگ کے درمیان پہلچری مین مقابلہ ومعرکہ واقع ہوا نصارائے فرانسیس مظفر جنگ کے معین ومددگار تہے۔ مقابلہ تمام روز رہا۔ طرفین میزان عدل مین برابر تہے۔ شام تک جنگ کا فیصلہ نہین ہوا تہا۔ نواب ودیگر امرانے نماز مغرب ادا کی آزاد صاحب ترجمہ امام تہے۔ نواب وامرا مقتدی تہے۔ آپنے نماز مین تفاؤلاً سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ پڑہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیون نے تحسین وتعریف کی کہ سورہ موقع پر پڑہا گیا۔ انشاء اللہ تعالی ضرور ہم فیروز وکامیاب ہون گے۔ مخالفین بمصداق ویدخلون فی دین اللہ اطاعت واسلام کے دائرہ مین داخل ہون گے۔ آپنے فرمایا کہ مین نے عمداً تفاؤلاً اسی سورہ کو پڑہا۔ دوسرے دن نواب نظام الدولہ کو فیروزی وکامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی تمام آپکی کرامت کے قائل ہوئے۔

ایضاً

جب ۱۱۷۴ہجری مین احمد شاہ درانی نے بہاؤ رئیس مرہٹہ پر بمقام پانی پت مین فیروزی پائی آپنے فتح سے چہہ مہینے پیشتر تفاؤلاً ایک غزل موزون کی تہی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غزل یہہ ہے۔

شاہے رسید و ہند سیہ فام راگرفت
ماہے طلوع کرد و سر شام راگرفت

شکر خدا کہ کذلک تصحیح حک نمود
نقش غلط کہ صفحۂ ایام را گرفت

چون ریش خویش شد علف تیغ بیدریغ
آن برہمن کہ سلطنت عام گرفت

آخر ز تیغ خسرو غازی بریدہ شد
زلف ایاز کز دل خود کام راگرفت

انجام کار غیر ندامت چہ صرفہ برد
قیلے کہ راہ خانۂ احرام راگرفت

نازم با قتدار سلیمان کامگار
از دست دیو شکر اسلام راگرفت

آمد خبر ز دہلی محروس در دکن
آزاد یا بمیکدہ کل جام راگرفت

رحمدلی

آپ رقیق القلب و رحیم الفواد تھے۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہین دیتے تھے حتی المقدور جان کی حفاظت مین کوشش فرماتے تھے۔ آپنے سرو آزاد مین لکھا کہ جب نواب نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اسوقت صحرائے پرفضا و مرغزار روح افزا مین شکار کے لئے گئے حسب ضابطہ قراولون نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب لاکے ٹھہلائے۔ نواب نے حاضرین محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف مائل ہے۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا چاہئے۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا۔ آزاد نے عرض کیا۔ اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے اگر حکم ہو تو عرض کرون۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو قتل کرنا چاہتے ہین اُس سے دریافت کرتے ہین اُسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے۔ اگر وہ

جو حکم کرے اسکی تعمیل کرتے ہین۔ جب میر سے استفسار کئے۔ اُس نے کہا میری یہہ آرزو ہے کہ مین ایکمرتبہ بادشاہی دربار مین باریاب ہو جاؤن۔ اسکی خواہش کے موافق دربار مین حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچہہ عرض کرنا ہے جوابدیا نہ خیر۔ جب بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ مین اگرچہ واجب القتل ہون۔ لیکن بادشاہ پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے بہت خوش ہوا اور اُسکو آزاد کردیا بالفعل اس ہرن نے حضور پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ آپ مختار ہین جو چاہین کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کردیا۔ میرزا جلال اسیر کا شعر حسب حال ہے ؎

اگر از منی مروت قدحے چشیدہ باشی ۔۔۔ کباب آہو نمک خلاصی او

ایضاً

صاحب ترجمہ میر آزاد مین لکھتے ہین کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد مین سادات عرب کی دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب اپنے بزرگان سلف کی طرح قہوہ دوست تھا سادات مین سے ایک نے جو عقل و خرد سے خالی تہا کہا ع القهوة محرمة عند بعض العلماء نواب نے آزاد سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہین مولانا نے عرب کے قول کی ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہہ ہے۔ سید عرب فرماتے ہین کہ بعض علما کے نزدیک قہوہ معظم ہے لفظ محرم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت اختیا کیا۔ عرب صاحب سے بحث و تکرار نہین کی مجلس برخاست ہونیکے بعد سید عرب نے آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مرحبا مولانا آپنے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہین تو نواب مجہہ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہہ کہنے مین قدرت کاملہ تھی۔ جب ارادہ کرتے فوراً موزون کردیتے تھے طبیعت مین مضامین کی آمد تھی غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد صاحب ترجمہ ایک مجلس درس تدریس مین فرما رہے تھے کہ مجمع النفائس مین سراج الدین علیخان آرزو بابا فغانی کے ترجمہ مین لکھتا ہے کہ بابا فغانی کی یہہ ایک بیت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ؎

نخل قدرت کز چمن جان برآمدہ — شاخ گلے بصورت انسان برآمدہ

پھر آپنے فرمایا شاخ کا برآمد ہونا انسان کی صورت مین محض ادعا ہے۔ انسان مین برآمد ہونا امر وقوعی ہے۔ اسوقت آپنے بابا فغانی کے جواب مین ایک مطلع موزون کیا ؎ طفلی بطرز نور دبستان برآمدہ ÷ یعنی پری بصورت انسان برآمدہ

ایضاً

ایکروز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپسے کہا کہ میرے والد فرخ نژاد خان تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع موزون نہین ہوسکتا ہی وہ مصرع یہہ ہے ؎ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من است۔ آپنے اسیوقت فی البدیہہ یہہ ایک مصرع موزون کردیا۔ وھوھذا صبح افروختہ ام خندہ من نزع من است صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ÷ پھر اسی غزل کو تمام کیا۔ وھوھذا

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است — برق افروختہ ام خندہ من نزع من است

شرر پا بہ رکابم کہ نظر بر رخ غم — دود طرب وختہ ام خندہ من نزع من است

در شبستان جہان رسم طرب از گلریز — خوب آموختہ ام خندہ من نزع من است

گفت آزاد برین مصرع تحسین غزلے	کاندر سوختہ ام خندہ من نزع من است

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکھا ایک رات بتقریب عرس حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ وامرا مجتمع تھے۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر بھی تشریف لائے۔ سید موصوف رعونت سے تعظیم کے لئے نہین اُٹھے۔ شاہ محمود رنجیدہ وکبیدہ خاطر ہوئے۔ سید بھی بدستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہین ہوا۔ دیر تک سید وشاہ صاحب عالم سکوت مین رہے۔ حضرت آزاد اس فکر مین تھے کہ دونون بزرگون مین باہم صلح ہوجائے۔ اور شیخین کے دلون سے کدورت دور ہوجائے۔ آپ دونون کے قریب آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اوس روز سید صاحب چھیٹ ہزارہ کا جبہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ کہ ہزارہ اوس چھیٹ کو کہتے تھے جس کے گل وبوٹے مختلف ہوتے تھے کہ آپنے دونون بزرگون سے خطاب کرکے فرمایا ای حضرات اس چھیٹ مین صوفیہ کرام کا مسئلہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالی کی تجلی مین تکرار نہین ہوتی ہے۔ آپ کے اس قول سے دونون بزرگ مسکرائے۔ اون کی بستگی کشادگی سے مبدل ہوگئی۔ دونون بزرگ باہم مکالمہ کرنے لگے۔ اور اُٹھے اور فرمایا خدا تعالی عالم ہستی سے خارج ہے۔ اور عالم کے ہر ایک جز مین موجود ہے واحد کی طرح۔ علمائے حساب احد کو اعداد سے نہین شمار کرتے ہین اور وہ تمام اعداد مین موجود ہے۔ یہہ مضمون رباعی مین موزون کیا گیا ہے۔ رباعی

احد بیرون ز عالم ایجاد است شک نیست کہ احد ہو دا ز اعداد	اما پیدا بجملہ افراد است لیکن موجود در ہمہ اعداد است

بہر فرمایا کہ اس عالم مین جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم آخری مین تمام سے برتر و بہتر ہے
جیسا کہ کتاب کے صفحہ مین انتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے
لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات و فقرات سے مقدم ہے آپنے اس مضمون کو
موزون کیا۔ ھو ھذہ

ہر فراز آنجہان باشد ذلیل اینجہان ۔۔۔ حرف ختم صفحہ تاج صفحہ آیندہ است

آپ کے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تھے۔ برہان قاطع معقولات و میزان عدل منقولات شیرازہ بند دفتر صلح کل۔ آب و رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے ارباب بلاغت و قدوۂ صاحبان فصاحت مفتاح کنوز الہی۔ و مصباح رموز نامتناہی آپکا تبحر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تھا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تھی۔ شعر گوئی و شعر فہمی کی استعداد خداداد تھی۔ آپ علوم و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپکے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ ہوتے تھے۔ مضامین تشبیہ و استعارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے۔ جب آپ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ درس و تدریس مین ہمہ تن مصروف ہوئے اور شعر گوئی کے میدان مین ایسی سبقت کی کہ امثال و اقران مین مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ کے زمرہ مین شمار کئے گئے۔ عربی و فارسی دونون زبان مین موزون فرماتے تھے۔ اور اپنے جد اعلی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے مامون سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتے تھے آپکا کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیار گوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے قالب مین بطرز عجیب و غریب ڈھالتے ہین۔ خیالات نفائس کا فوٹو نہایت خوشنما پیرایہ مین

کھینچتے ہین ۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر زیور سے سجاتے ہین ۔ آپکا کلام معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم بھرتا ہے ۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر ساحری کا بازار سرد کرتا ہے آپ صاحب تالیف و تصنیف ہین ۔ عربی و فارسی مین آپکے متعدد دیوان مدون ہین چونکہ آپکے اکثر قصائد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہین ۔ آپکو حسان الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہین ۔ آپنے عربی اشعار کو ایسی ایسی تشبیہات سے آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپکی تقلید کرنے لگے ۔ ہند مین ابتدائے فتح اسلام سے کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا ۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہین کہ تذکرہ نویسون مین مقدم و مستند مانے جاتے ہین ۔ تاریخ و تذکرہ نویسی مین قوت کاملہ و ملکہ تامہ رکھتے تھے آپکی تصنیفات سے متعدد کتابین متداول و متعارف ہین ۔ ازانجملہ تذکرہ خزانہ عامرہ [1] و ید بیضا [2] ۔ و سرو آزاد [3] ۔ و غزلان الہند [4] ۔ شرح بخاری [5] تا کتاب الزکوۃ ۔ و شمامۃ الہند [6] [7] فی ذکر الہند ۔ تسلیۃ الفواد [8] ۔ سند السعادات [9] فی حسن خاتمۃ السادات ۔ روضۃ الاولیائے خلد آباد ۔ مآثر الکرام [10] ۔ سبحۃ المرجان [11] فی آثار ہندوستان ۔ دو دیوان عربی سہ ہزار اشعار دیوان فارسی پنجہزار بیت ۔ خود آزاد صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ مین نے کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے ۔ اور بابل کے افسانہ گویون کا بازار سرد کیا ہے مین طوطی ہند ہون قمریان عرب کے ساتھ ہمدم و ہمنوا ہون و نغمہ سنج پورب ہون باخوش نوایان حجاز ہم آوازہ ۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص ادا میکنم و بازار افسون خوانان بابل می شکنم ۔ طوطی ہندم با قمریان عرب ہمدم و ہمساز و نغمہ سنج پوربم باخوش نوایان حجاز ہم آوازہ ۔ دیوان فقیر در حرمین شریفین

وبلاد یمن و مصر مشہورست و محافل عرب عربا این غربت تازہ وارد و معمور گویا شوکت
بخاری از زبان من گوید ؎

شنیدہ اند بتان یمن کلام مرا * نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا * انتہی کلامہ

گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل و شاعر علامہ تہا بغداد سے
عازم ہند ہو کے شہر اورنگ آباد مین وارد ہوا حضرت آزاد سے ملا چند روز باہم خوب ملاقات
رہی۔ آپ کے قصائد نعتیہ سنکے وجد کرتا تہا۔ آپکی فصاحت و بلاغت کی داد دیتا تہا۔
جب سید بغدادی عربی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا۔ آپکے دیوان کے دو نسخے ہمراہ لیگیا
بندر مسقط مین پہنچ کے ایک خط عربی عبارت مین مورخہ ۲۹ ماہ رجب سنہ ۱۱۸۰ ہجری آپکی
خدمت مین بہیجا۔ خط مذکور بتاریخ دہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد مین پہنچا۔ اسمین
لکھتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہان بصرہ و بحرین کے علما و شعرائے اکابر جمع ہوئے مین نے
آپکا عربی دیوان علما کے مجمع مین پیش کیا۔ تمام نے دیکھا اور پڑھا بہت پسند کیا۔ ایک ایک
مرحبا مرحبا واہ واہ کہتا تہا۔ اشعار کے مضامین پر وجد کرتے تہے۔ اور تعجب کرتے مین
کہ ہندی الاصل جسکی نشو و نما ہند کی سرزمین ہوئی ہو کسطرح زبان عربی اہل زبان کی طرح
کہتا ہے اور اشعار مین مضامین فصاحت و بلاغت امیز باندہتا ہے۔ منجملہ علمائے بحرین
حضرت شیخ عبد العلی بحرینی نے جو اجل علماء سے ہے کہا۔ واللہ لو ادعی النبوة
فی الهند صاحب هذا الدیوان لصحت دعواه یعنے قسم خدا اگر دعوی نبوت
کند در ہند صاحب این دیوان ہر آئینہ صحیح شود انتہی مضمون المکتوب۔

میرزا محمد امین مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہہ ہے ؎

بعہد سلطنت شاہ ابو اسحق * بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد * الخ کہتا ہے ؎

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب اند	ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد
یکے امام زمان سیدی غلام نبی	رسانند فطرت و شعر ہند را بمراد
کلام فائق آن شہرہ دیار عرب	ز خوبی سخن این بہند شور فتاد
نگاہ دارہ ہمیشہ الٰہی ایشان را	بہر رسل عربی و آلہ الامجاد

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس اورنگ آباد سے دہلی بھیجے۔ خان آرزو نے جواب مین لکھا کہ مین نے آپکے اشعار اول سے آخر تک دیکھے کوئی شعر لطف و مزے سے خالی نہین انتہی کلامہ۔

بخدا خان آرزو کی زبان سے حرف راست و درست مطابق واقع برآمد ہوا۔ دیوان کے مطالعہ سے آپکے کلام فصاحت لتیام کی خوبی و نازکخیالی معلوم ہوتی ہے۔

جب آپ سبحۃ المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب مین روانہ کرین بمقتضائے وقت انہین ایام مین فیمابین نصاری و اعراف مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط مین پناہ گیر تھے۔ آپنے ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط امام احمد بن سعید نواب قائم الدولہ حاکم بندر سورت کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت مین روانہ کرین۔ نواب موصوف نے کتاب مکتوب کو روانہ کیا۔ امام نے نامہ کا جواب بتعظیم تمام و تعریف کتاب مع ہدیہ بھیجا۔ وھو ھذہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللہ المتوکل علیہ المعتصم بامام المسلمین احمد بن سعید بن احمد بن محمد البوسعیدی الی حضرۃ افصح الامۃ لسانا وابرعھم بیانا واحد سھم

عقلاً و اثباتهم نقلا الشیخ الاستاد علامۃ الدھر و فریدۃ العصر آزاد الحسینی الواسطی البلگرامی سلمہ اللہ تعالی۔ احیی رسوم الفصاحۃ بعد ان عفت و اطلع شموسھا بعد ان انکسفت و اجری میاہھا بعد ان غاضت و شید ارکانھا بعد ان انقضت الخ چونکہ خط دراز ہے تخمیناً پچاس فقرے نثر مین اور چند اشعار نظم مین تھے۔ طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا۔

ضمیمۂ وقعت

آپ دکن مین تمام عمر اعزاز و اکرام کے ساتھہ رہے۔ اہل دکن امرا و فقرا کل آپ سے مانوس و موافق تھے۔ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر مین آپ معزز و مکرم رہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید آپکی بہت ہی خاطر و مدارات فرماتے۔ آپکو تا بہ شہادت اپنی مصاحبت مین رکھا۔ آپکے دائرۂ تلمذ مین داخل ہوا۔ آپکی صلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا آپ ناصر جنگ کی مجلس کے رونق تھے اگر رات ہو تو روشن چراغ۔ اگر دن ہو تو آفتاب روشن تھے۔ سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب بنتے تھے۔ شہید مرحوم آپ سے جدا رہنا پسند نہین کرتا تھا۔ آپکی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا۔ اسیطرح نواب نظام علیخان اسد جنگ بہادر آصفجاہ دوم بھی آپکی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ مآثر آصفی کے مولف نے لکھا کہ جب حضرت آزاد بتقریب سیر یا بطلب بعض احباب حیدرآباد تشریف لائے اور شاہ علی بنڈہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سڑک پر فروکش ہوئے۔ قائم الدولہ نے آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپنے فرمایا۔ کہان فروکش ہوے وہ ہمارے مہمان ہین انکو مکان عزیز پر اُتارنا چاہئے۔ قائم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب فروکش ہین فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائین گے۔ محل فرودگاہ کے قریب

سواری پہنچے تو ہمکو مطلع کرنا۔ آپ حسب قرارداد سہ پہر کو ہاتھی پر سوار دروازہ کے
قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہہ آزاد کا فرودگاہ ہے۔ آپ ہاتی سے اترہی
تہے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر دکہلائی۔ حضور خیر و عافیت دریافت کرکے روانہ
ہوگئے۔ سیر سے مراجعت کرکے آئے۔ قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے ایکہزار
روپیہ مزد قدم و شست سر پیچ بہیجئے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت آزاد نے عطیہ حضور
کو منظور فرمایا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز آپ حضور سے ملے۔ حضور آپکی ملاقات
سے بہت مسرور ہوئے۔ پوچہا آپ کبتک یہان رہیں گے۔ آپنے فرمایا۔ چندروزہ۔
حکم صادر ہوا۔ کہ آپ ہمارے مہمان ہین ہر روز صبح و شام آپکے لئے خاص ہمارے
خاصہ سے ماحضر طعام بہیجتے رہین۔ جب تک آپ رہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے
دیکہو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک یہی شان مہمان نوازی۔ وعلما و فضلا
کی قدر دانی۔ اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی نسلاً بعد نسل ہیر اثاً ابا عن جد مسلسل نظر آتی
ہے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی و خاطر داری فرماتے ہین
کہ وہ وطن کو غربت اور دکن وطن قرار دیتا ہے۔ اور آپکے سایۂ عاطفت میں ایسا جمتا ہے
کہ مر کے اُٹہتا ہے۔ اللہ جل شانہ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوب علیخان
نظام الملک فتح جنگ مظفر الممالک آصفجاہ ششم مع صاحبزادگان بلند اقبال دائم
و قائم رکہے آمین ثم آمین۔

تعمیر عاقبت خانہ کا ذکر

آپ نے ۱۱۹۵ ہجری مین عزم جزم کیا کہ اس مسافر خانہ ناپائیدار سے دار السرور پائیدار کی طرف
رحلت ضرور ہے۔ پس زاد دوراحلہ کی فکر کرنا چاہئے۔ رانٹدن اعمال خیر و افعال پسندیدہ

کئے جاتے تھے۔ اور مکان اصلی و وطن ابدی کیطرف جانیکے لئے مستعد رہتے تھے۔ آپنے جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعۂ زمین روضۂ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہان الدین غریب خرید کیا۔ اور وہاں قبر بنوائی۔ تاکہ اس قالب سے روح کے برآمد ہونیکے بعد آسانی سے جسم فانی کو اسمین دفن کرین۔ اور آپنے اُسکا نام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ و عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن مین شعرا و امرا و مشایخ کو دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کھانے پکوائے اور طرح طرح کے حلوے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی خاطر و مدارات و تواضع مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین پاتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن وداعی ہے۔ غنیمت ہے خلّان باصفا و دوستان باوفا کا مجمع آپ ہر ایک سے فرماتے تھے۔ هذا فراق بيني و بينك آپکے اس فقرہ سے ہر ایک کے دل پر حسرت و رقت موثر ہوتی تھی۔ آپ ہشاش و بشاش تھے فرماتے تھے یہہ جدائی چند روزہ ہے آخر ہم سب عقبیٰ مین باہم ملینگے۔ یکے بعد دیگرے اُسی مقام اصلی مین پہنچ جائین گے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچیگا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپ نے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے معافی چاہی۔ شعرا نے آپکے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخین کہین۔ اور آپکی مدح سرائی مین قطعات مدحیہ و دعائیہ لکھے۔ مین نے یہہ واقعات کتاب مسمی تنبیہ ثاکبین فی جلائل حضرت محبوب سبحانی مولفہ میر غلام علی رشد تخلص مین دیکھے۔ اور بہی بہتسے اکابر اسلام کے تذکرے تھے۔ افسوس وہ نسخہ نادر الوجود رود موسی کی طغیانی مین برباد و تلف ہو گیا۔ اُسکی گم ہونے پر مجکو سخت رنج والم عائد حال ہے۔ بامر لاچاری صبر و شکر اختیار کرتا ہون۔ اس جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخصت ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکی رحلت سے

مشاہیر شہر و مشائخ کرام و امرائے عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام مشائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کر کے آپکا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھہ لیجاکے خانۂ معہود میں دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادۂ تاریخ نکالا ــــ آہ غلام علی آزاد ۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سریع الفہم تھے اشعار لا ینحل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اساتذہ و قدما کے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات سے ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیاں و معانی کی نازک خیالان۔ و صنایع بدایع کی موشگافیاں صراحت و وضاحت کے ساتھہ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ سامعین و طالبین آپکی تقریر دلپذیر سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت جامع العلوم و الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی۔ جس فن و علم کا طالب آپکی خدمت میں آتا تھا مستفید ہوتا تھا۔ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوتا تھا۔ آپ اورنگ آباد دکن میں شاہ مسافر کے تکیہ میں سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جمے ہوئے تا بزندگی مقام تکیہ سے نہیں نکلے آپ کی شہرت ہند و سندہ عرب و عجم کے اطراف میں گھوم رہی تھی۔ آپ شب و روز درس تدریس و اصلاح شعر و شاعری میں مصروف رہتے تھے۔ آپکی مجلس میں مذاکرہ علوم و فنون کا جوش و شعر و شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپکے حلقۂ درس میں طلبا عرب و عجم رہتے تھے۔ آپکی بدولت دکن میں اکثر پیرایۂ علم سے آراستہ ہو گئے۔ مثلاً مولانا عبد الوہاب افتخار مولف تذکرۂ بی نظیر و عبد القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگ خان قاقشال مولف تحفۃ الشعرا

و لچھمی نرائن شفیق مولف گل رعنا وغیرہا و غلام علی ارشاد مولف تنبیہ الشا کین - و مولانا رفیع الدین قندہاری - و نواب ناصر جنگ شہید وغیرہم - یہہ تمام آپکے خوان نعمت سے مستفید ہوئے ہین - اب مین بطور نمونہ آپکی تحقیقات مسائل مختلفہ و حل مشکلات مالاینحل سے دو ایک مثالین ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہون تاکہ میرے کلام کی تصدیق - اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی ذکاوت ذہن و سرعت فہم کا اندازہ ہوجائے ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ مین شعرا و امرا مجتمع تھے - نواب نے غزل پڑھنی شروع کی ایک شعر مین سرو خرامان بمعنی درخت سرو باندہا تھا - موسوی خان جرات نے کہا کہ سرو خرامان معشوق کے قد پر صادق آتا ہے - درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے - نواب نے آپکی طرف اشارہ کیا آپنے فرمایا کہ میرزا صائب نے سرو خرامان سے درخت سرو مراد لی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

یارہ برآر از آستین وست نگارین در چمن ۔۔۔ تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بیت کو حفظ کرلی - جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ درخت زمین گیر کو خرامان کہا - آپنے جواب مین فرمایا شعر کی بنا تخییل پر ہے - درخت ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خرامان کرتا ہے - ایسا ہی آپنے سلمان ساوجی کا شعر بھی تائید اً بیان کیا ؎

سرو از صبا گردد چنان تا چون قلت شد بار دان ۔۔۔ ہرچند بجز ابدان سرو خرامان کی رسد

آپ کے نظائر و شواہد سے تمام حاضرین مجلس خاص مولانا جرات خاموش ہوگئے - اور آپکی معلومات و شعر فہمی کی تعریف کرنے لگے - آپکی سخن دانی و سخن فہمی کا کامل اندازہ آپکی تالیفات و تصنیفات دیکھنے سے ہوتا ہے - طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا - اگر

کوئی طالب تحقیق و شائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکھے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی مین فرد کامل تھے اکثر واقعات خوشی و غمی کی تاریخین موزون فرماتے تھے۔ اشعار موزون مین ایک مصرع یا نصف یا زائد مادۂ تاریخ وسن واقعہ ہوتا ہے بحساب جمل حروف ابجدی پورا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ آپکے قطعات تاریخی بیشمار ہین اگر جمع کئے جائین تو ایک کامل کتاب مفید ہو جائے۔ مین چند تاریخی قطعات ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے لطف اٹھائین۔

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین محمد شاہ بادشاہ ہند۔ و وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدینخان بہادر و نواب میر قمر الدینخان نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر یہہ ارکین ثلاثہ یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپنے باسقاط شش عدد تعمیۂ تاریخ کہی۔

گشت تاریخ چون کشیدم آہ — موت شاہ و وزیر آصفجاہ

ایضاً

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ در یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان باوزیر آصف دہر

تاریخ شہادت نواب ناصرجنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

تاریخ وفات شجاع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت	سرور نحالب صاحب صولت

گفت تاریخ این ظفر آزاد | نصرت پادشاہ عالیجاہ

۱۱۷۳ھ

ایضاً

شاہ باؤ را پس از دو تا بہ کشت | گرد در انجام و در آغاز فتح
سورنائے خامۂ تاریخش نواخت | شاہ دُرّانی نمودہ بازہ فتح

۱۱۷۴ھ

ایضاً

باؤ با فوج خود تلف شد | از دست مجاہدان قتال
تاریخ شکست فوج کفار | فرمود خرد غنیم پامال

تاریخ فتح کشمیر

کشمیر گرفت بار دیگر | سلطان احمد بزور شمشیر
فرمود زبان تیغ تاریخ | او فتح نمود بازہ کشمیر

۱۱۷۰ھ

منہ تاریخ رحلت میرزا خان رسا

شیرازۂ نظم میرزا خان | ہم شہر بفکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت | پیوست برحمت الٰہی

۱۱۷۴ھ

منہ تاریخ رحلت موسوی خان جرات

موسوی خان کلک گہربار | آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد | کرد جرات وداع دنیا را

۱۱۷۵ھ

منہ تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آزاد

خان والا شان سراج الدین علی | شمع رونق بخش بزم گفتگو
زود رقم آزاد سال رحلتش | رحمت کامل بروح آرزو

۱۱۶۹ھ

منہ تاریخ میر محمد افضل الہ آبادی ثابت

استاد زمان کہ کرد تعلیم	اعجاز سخن بکلک صامت
تاریخ برائے رحلت او	فرمود خرد رحیل ثابت

۱۱۵۷ھ

اب میں آپکے اشعار آبدار فارسی بترتیب ردیف گزارش کرتا ہوں ۔ ھوھذا

الٰہی نالۂ گرمی دل دیوانۂ ما را
کرامت کن نہال آتشینی دانۂ ما را

بدہ در دست زنگار ہوس آئینہ دل را
ز حسن خویش کن آباد حیرت خانۂ ما را

گریبان را نظر بر رشتۂ جہان نہی باشد
مبرا ز باغ بیرون سبزۂ بیگانۂ ما را

درین محفل بکن از دست مردم آبریزی را
تو گردش دہ برنگ آسمان پیمانۂ ما را

ولہ

برارازمد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را
مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را

چو آن زلفے کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد
بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را

نگاہے ہست چشم یار را با چشم گریانم
کہ بستان دوست میدارند ابر برشکالی را

ولہ

اگرچہ فرمود ز بند قفس آزاد مرا
گشت بیرون قفس منت صیاد مرا

بلبلے دور ز گلزار بزاری میگفت
خاطر عاطر گل کاش کند یاد مرا

ولہ

کرد تا آہنگ رفتن محمل جانان ما
چون جرس در سینہ می غلطد دل نالان ما

مزاج کم کسے را الفت اول بجا ماند
برو در بیکسی سنجیدہ ام اسباب یاران را

ولہ

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما
میفروشد خویش را اول خریدار شما

منکہ باشم تا شوم در بزم والا بار یا
میکنم سر را فدا بر پائے دیوار شما

ولہ

سفیدی آمدہ بیوقت زلف پرخم را
مبین بچشم حقارت بلائے رقم را

اسیر دام دو معشوق می شود رسوا
برآورد ز چمن آفتاب شبنم را

گردم علاج درد دل خود ز درد دل — از می توان شکست خمار شراب را
در وصل بیقراری عاشق نمی رود — دارم گواه خویش گل آفتاب را

وله

ز خود گذشتم و در عالم دگر رفتم — مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را
دو چشم او دل آزار در از پا فکند — دو نا توان زده بر خاک یک توانا را

وله

با سرمه سر و کار ندارد بصر ما — خاک قدم یار بود در نظر ما
واللّٰه که ما طاقت پرواز نداریم — صیاد چرا می شکند بال و پر ما

وله

ای مصور از تو آید اینقدر تدبیر ما — با شبیهٔ آن پری پیکر بکش تصویر ما
التماس آشنایان را میفگن بر زمین — قابل گوش تو باشد گوهر تقریر ما

وله

ساقی ما جا و بیجا میدهد پیمانه را — یا الهی هوش ده این قاسم دیوانه را

وله

می داد چشم یار دل زخم دیده را — داند که نافع است جراحت رسیده را
خطش دمید و وحشی دل را اسیر کرد — تو چاکری گرفت غزال رمیده را
پیری رسید بر در طاعت مقیم شو — ضایع مساز حلقهٔ قد خمیده را
نازم به صاحبی که سراپا مروت است — آزاد کرد پیر غلام خریده را

وله

با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما — شاباش بر نسیم سفارت پناه ما
تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه — هرچند خورد سال بود پادشاه ما

وله

همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم — تار و پود شعلهٔ آب است در دامان ما

وله

با نوا نانیست روز ناتوان روشن شود — گر کتان را افکنی در آفتاب و ماهتاب

وله

بادشاها خاطر آزاد را آباد کن — ننگ سلطان است از اقلیم و شهر خراب

وله

دست طلب ز عنبر و گوهر کشیدنی است — یکبار طرّه و سخن او شنیدنی است

بی فیض قابل دم تیغ اجل بود — شاخے کہ برگ و بار ندارد بریدنی ست

وله

نامه را در پیش پای قاصد افگندی بجاست — خاکساری اثرها در وصول مدعاست

گفتم آن یار یکه باشد شمع این محفل کجاست — آمد آواز یکه در دل جوی گفتم دل کجاست

بیا که چون گهرم هنوز چشم تر باقی ست — تمام خشک شدم لیکن اینقدر باقی ست

توان رساند ببالین حضرت صیاد — ز مرغ بسمل او مشت بال و پر باقی ست

وله

دل با علو همت خود از جهان گذشت — بر پشت این براق رتبهٔ آسمان گذشت

با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت — بیمار شد کسیکه برین گلستان گذشت

وله

در هجر از خرابی احوال ما مپرس — یعنی که در قلمرو ما بادشاه نیست

وله

دست هوس مزن کمر یار نازک ست — شوخی مکن چو آبله کاین کار نازک ست

دل از غبار حاشیهٔ خویش بشکند — این شیشهٔ لطیف چه مقدار نازک ست

ای باد صبح مرضی او دیده عرض کن — پیغام من که نازک و بسیار نازک ست

وله

بوده آهوی صیاد شناس — دام در راه تو چیدیم عبث

وله

شراب خورده ز میخانه شد روان کج مج — کلاه گوشه بسر حرف زو زبان کج مج

وله

معاشران سبب پیچ و تاب می پرسند — ندیده اند مگر زلف جابجا کج مج

وله

خوش قدان ساغر بکف چو شاخ گل ایستاده اند — شاید از دست کسی آن بستان گیر قدح

کسے چه رنگ اقامت درین زمین نبرد — نشد ز آبله خار این بیابان سرخ

سپهر پایه دولت تبلغ رو بخشند — رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ

عمری بسوی عملکده ما گذر نکرد — روزیکه کرد زود گذشت و خبر نکرد

با آنکه صبح و شام ازین راه میرود — یکبار جوی گور غریبان نظر نکرد

در بزم دوش جانب ما ملتفت نشد / اینهم غنیمت است که ما را بدر نکرد

وله

خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید / فوج هندوستان بتسخیر ملک عنبر رسید

پیش گل بی رتبه می گردد بهار یاسمن / قدر مفلس نیست در بزمی که صاحب زر رسید

وله

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود / نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

وله

ساقیا امروز برقی جست و باران میرسد / فکر ساغر کن که وقت عیش یاران میرسد

میتوان تا دامن صحرا باستقبال رفت / در چنین روزی که ابر از کوهساران میرسد

کیست تا بارے نگهدارد عنان هوش را / با هزاران ساغر گل نو بهاران میرسد

وله

در کوی یار از دل من ناله میرود / دل نیز عنقریب بدنباله میرود

دارد شراب طرفه دهان و دو چشم یار / هوشم ازین ثلاثه غساله میرود

اشکم ز بلگرام بر آید بسوی شوق / مانند رود گنگ به بنگاله میرود

وله

دلارام مرا گیسوی مشکین بر قدم افتد / چو هندوی سیه فامی که در پای صنم افتد

وله

ابروی یار و چشم تر ما نظر کنید / ماه ربیع و آب روان را نظر کنید

سحبان باین عبارت رنگین سخن نکرد / تقریر آن دو نرگس شهلا نظر کنید

وله

نیلوفر از شگفتن شبها ادا کند / چون یار رفت دیدهٔ خود بر که وا کند

یکبار هم بطرف مزارش نمیروند / این اجر بیکسی که بخوبان وفا کند

صیاد لا ابالی من صید تشنه را / در وادیی که آب ندارد رها کند

وله

عطر حسن خلق و زر وقتی که یکجا میشود / قدر صاحب دولتان چون گل دو بالا می شود

میکند طوطی سخن اما بپاس آموختن / بلبل خوش فهم بی استاد گویا می شود

وله

چشم دارم که مرا گوشهٔ صحرا بخشند / راضیم گر دگران را همه دنیا بخشند

دلِ آرام طلب عیش دو بالا خواهد | کاش در سایهٔ آن سرو مرا جا بخشند

وله

چه خوش دل پخته مغز از دیدن این باغ میگردد | گل صدبرگ را دل در جوانی داغ میگردد

این پسر سلمه الله جوان خواهد شد | هست گر ماه نوی بدر جهان خواهد شد

خورد سالے که خورد شیر پستان کرم | پدر مشفق ابنائے زمان خواهد شد

گل همان به که زر خویش به بلبل بخشد | بعد چندے همه تاراج خزان خواهد شد

وله

صبح دیدم بدر میکده میخوارے چند | ساغرے چند خریدند بدستارے چند

چیست حاصل ز تماشائے بیابانے چند | گر بپایم نخلد خار مغیلانے چند

وله

نگارِ ما دل شب در نظر نمی آید | که جز بشام و سحر زهره بر نمی آید

وداع کرد جهان را مگر نسیم علیل | که مدتیست ز جانان خبر نمی آید

بود ضرور شعور مزا جدانیها | تقرب امرا از هنر نمی آید

وله

دل از شنیدن پیغام آشنا شگفد | که غنچه از مدد حضرت صبا شگفد

ز گرمجوشی آن آفتاب دل وا شد | چو آن گلے که بهنگام استوا شگفد

منم شهید حنا بند قاتل آزاد | همیشه بر سر خاکم گل حنا شگفد

وله

شیشهٔ نازک ز سنگ خاره پیدا می شود | گاه می باشد که دهقان زاده میرزا می شود

همچو صیادے که فی الواصل سازد در شکار | کار ظالم از تهی مغزان دو بالا می شود

وله

عمر همیشه نقد نصیب نثاره شد | تنخواه ما بنسیهٔ عمر دوباره شد

وله

نگاه نرگس خوابیده ات ز جان نافذ | خدنگ ناز تو تا جسته از نشان نافذ

بلا بود مرض مسری که چشم تر زست | کرشمه بچشم زدن در دل جهان نافذ

وله

زن بود در زبان هندی نار | وقنا ربنا عذاب النار

می شکند گلستان طرف کلاه از غرور
چشم نمائی تو هست نرگس شوخ از غرور

وله

دل عنان گرداند از یار کهن سوئے دگر
قبله را تحویل کرد از طاق ابروئے دگر

علاج خسته دلان کرده خنده لب یار
زبیک انار بر آید مرا و صد بیمار

وله

رو بدرگاه الٰهی چه نمائی فردا
به که خود فوت شوی پیشتر از فوت نماز

همچو زلفی که رسد تا کمر صاحب ناز
می کشد تا بعدم سلسلۀ عمر دراز

وله

مژگان بدور مردم چشم سیاه او
استاده گرد کعبه مدوّر صف نماز

وله

آتش زدیم پیکر خود را ز داغ خویش
تا سوختیم پیکر خود از چراغ خویش

فردوس را وداع چو طاؤس کرده‌ام
گل گل شگفته از تماشائے باغ خویش

وله

دلے که زلف نگارے بود شبستانش
ز شاه هند فزون است شوکت شانش

کجا نصیب که چینم گلے ز بستانش
غنیمت ست مرا نکهت گلستانش

من از خزانۀ او گوهرے نمیخواهم
نمی بس است مرا از سحاب نیسانش

مرا ز خادمت آن طفل آرزو این است
که خاکروب شوم بر در دبستانش

وله

بفرمانت روم پا تنو بوسم مرحبا ای دل
که می آئی ز سیر لیلة المعراج گیسویش

چه واقع شد که اکنون نقش پائے او نمی بینم
خوشا وقتیکه بالین سر من بود زانویش

بسکه شوخیهاست پنهان در سینه خال او
می تواند کرد بر رخسار آتش نام رقص

صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص
در حالت ترشح باران علی الخصوص

هنگامهائے میکده بسیار دلرباست
انداز رقص بادکشان علی الخصوص

یاران نیاز مندی من در جناب او
کردند عرض آئینه داران علی الخصوص

رسم ادب بحلقۀ مخلص نگاهدار
در بارگاه کوه وقاران علی الخصوص

وله
نیست خودداری میسر شعلهٔ جواله را / از طپیدنهای دل صوتی کند ناکام رقص

وله
ترا ز آمدن جای ما چه بود غرض / بجز نوا خفتن آشنا چه بود غرض
دل شکسته قابل فشار نبود / ز تاب دادن کاکل ترا چه بود غرض
زمین آئینه را مخلصانه بوسیدی / بحیرتم که ازین التجا چه بود غرض
سوای این که کند پاس حکم پیر مغان / ز پیر میکده آزاد را چه بود غرض

وله
خون مرا حلال مکن میکنی غلط / زنهار این خیال مکن میکنی غلط
خال بتان همیشه بجا طرز نگاهدار / انکار رخ خال مکن میکنی غلط

وله
شراب خورده کجا میرود خدا حافظ / کشاده بند قبا میرود خدا حافظ
هزار حیف که پروانه قدر خود نشناخت / به پیش شمع چرا میرود خدا حافظ
چه واقع است که آن طفل در شب تاریک / دویده پا بحیا میرود خدا حافظ

وله
جدا ز شهر شور خنده کبک دری دارد / چه عشرتها که در کوه و بیابان است در واقع

وله
موسم طفلی عجب جنت بود طاوس را / در جوانی ز آتش اندیشه گردد داغ داغ

وله
عداوت غربا میکنی زهی انصاف / تلاش کشتن ما میکنی زهی انصاف
ز ساغر تو درد محض میخواهم / جواب صاف ادا میکنی زهی انصاف

وله
مرا اگرچه نسبت تام است با سهیل یمن / نمیرود طپش سینه جز بآب عقیق
اگر ز دام بلاها نجات میطلبی / مشو اسیر تامل مرو بچاه عمیق

وله
بلند رتبه کند از قبول منت ننگ / بیاض جبهه ز برگ حنا نگیرد رنگ
دو چشم شوخ تو با من کرشمها دارد / بحیرتم ز سحرهای کافران فرنگ
حسن بیرنگ مرا شد بلا عالم رنگ / کرد دلم شکسته تماشای تصاویر رنگ

وله

میهن ما از فیض جاری هم هوای برشکال — محو سازد از زمین و آسمان گرد ملال

خط تراشیدی و عارض را ز زلف آراستی — عامل معزول را از مرحمت کردی بحال

چون بلا نازل شود سازند ناسازان بهم — تارهای مختلف را کوک سازد گوشمال

نیست در صف تنهائی قسمت آزادگان — جاده پیدا می کند در خود زمین پایمال

بی مشقت نیست ممکن وصل آن سرو سهی — خار بستی از رقیبان هست گرد این نهال

وله

نوای دگر با هنگ اثر تار نفس بلبل — دهد هر غنچه خاموش را شور جرس بلبل

دماغ عاشق شوریده هم دارد بلندیها — نشستن بر سر بالای برگ گل دارد هوس بلبل

وله

که کند در شکن زلف ترا غمخواری دل — نشود گوش تو با قرب مکان زاری دل

وله

من از سر رشتهٔ طول امل دل را رها کردم — بزور این مهره را بیرون ز کام اژدها کردم

مرا چون غنچه کی شد فرصت نظارهٔ هستی — نفس گردید تاراج صبا تا چشم وا کردم

گرانی کرد بار زندگی از دام بر دوشم — چو شاخ میوه دار از پختگی سر را جدا کردم

وله

میرود مکتوب و من داغم ز بخت نارسا — کاش من هم بال مرغ نامه بر میداشتم

هر کسی برداشت یک چیزی ز اسباب جهان — من از این دنیای فانی دست بر داشتم

وله

بخودم از نشاء وحدت برنگ چشم یار — خود قدح گردان و خود مخمور و خود میخانه ام

چو سایه در قدم سرو سرفراز توام — مرید سلسلهٔ گیسوی دراز توام

وله

دلم را کرد غارت زلف جانانی که من دارم — بدست کافری افتاد قرآنی که من دارم

درین ماتم سر اگر زد با دولاب هم رنگم — حمائل شد بگردن چشم گریانی که من دارم

وله

کشیده اند ز رنگ نیاز تصویرم — خط شکسته از خوشنویس تقدیرم

وله

کبوتر را چو طوطی کاش باشد خوش بیانی هم — که یارانرا رساند نامه پیغام زبانی هم

امید قوتم در وقت پیری نیست از صهبا | که محتاج عصا چون تاک بودم در جوانی هم
شبی آزاد با پروانه شد آن شمع اقدس را | بجا آورد آداب غلامی جانفشانی هم
چشم بر لطف تو دارد رخت بی سامانیم | ز آتشین تیغی اگر جامهٔ عریانیم
شبنم نا اهل دارد روشنی از آفتاب | ماه می باید که گیرد نور را از پیشانیم
گوهرم را آسمان هرچند دارد در گره | آخر از قید صدف بیرون برد غلطانیم
وله
بگیر تنگ مرا آن اسیر دام توام | بلطف تربیتم کن که نو غلام توام
وله
تو بعد سوختنم قصد کشتنم داری | مکش مرا که چراغی برای شام توام
ازو عنایت کم بیشمار میدانم | چو عندلیب یکی را هزار میدانم
جواب وقت تکلم بجاهلان ندهم | که قدر این گهر آبدار میدانم
ثبات نیست سفید و سیاه عالم را | نظر ز گردش لیل و نهار میدانم
نگاه مرحمتش نیست جز باهل جنون | دماغ عالی فصل بهار میدانم
وله
قماش مذهب هر شخص در نظر دارم | مرقع عجب از صلح کل بهم دارم
وله
خواهم که کارخانهٔ ایجاد بشکنم | گر دست من رسد دو جهان را بهم زنم
وله
یاران بهم نشستن فردا که دیده است | باید نشیمن صحبت امروز مغتنم
اینقدر چشم زد تصویر بتان میدارم | که فروشنده ببازار بتان تصویرم
گرد از بسکه سر زلف بتان زنجیرم | نیست مقدور مصور که کشد تصویرم
وصل آن ماه کند چارهٔ بیماری من | قرص کوکب نتواند که کند تدبیرم
منع کردی که کسی حرف شفاعت نزند | شرح کن بنده نوازا چه بود تقصیرم
وله
تو خداوندی من بندهٔ سرکار توام | خواه کش خواه رها کن که گرفتار توام

جان من تیر قضایم باشد و جانش بر سپر
باغبان بلبل نو وارد بستان توام
قبلهٔ عالمیان کعبهٔ حاجت طلبان
داد بر باد جفای تو اگر بنیادم
در قفس یاد چمن کردم و خود را کشتم
منتظر وار و مرا یار کرم فرمای من ؛
سائلم اما لب از اظهار مطلب بسته‌ام
بسکه جا چون چرخ بر طاق بلندی داده‌اند
بنحو نازم ز راز سرمهٔ آن چشم فهمیدن
آسان درین جهان نیست سررشته‌ها گرفتن
روزیکه کامیاب شوم از لقای او
شریک صحبت نا جنس زنهار مشو
خدا را پیاله دارم شب ماهتاب بیتو
صنما سحر تو کردم شب ماه جلوه فرما
نه بخانه می‌نشینم نه بباغ انس گیرم
بعدالت قیامت چو حساب من بسنجند
ماه من امشب نمیدانم که مهمان کهٔ
سالها شد در سراغت سر بصحرا داده‌ام
من هم آخر درد مند چشم بیمار توام

چه قدر خون ز گل گوشهٔ دستار توام

وله
قبلهٔ من زیر گل ده که ثنا خوان توام
خبر از حالت من گیر که قربان توام

وله
می توانی که کنی از سر نو آبادم
کاش در سایهٔ گل دفن کند صیادم

وله
دیر می آید چو عیسی صاحب احیای من
حالتم چون ماه نو پیدا است از سیمای من
دست خار را تصرف نیست بر مینای من

وله
که دُرد ته نشین جام بالا نشد گردیدن

وله
سوراخ میشود گوش از بهر زر گرفتن

وله
بی اختیار گریم وا فتم بپای او

وله
کناره گیر او بکر سبزه وار مشو

وله
بدهان یار ماند قدح شراب بیتو
بخدا که چشم من شد گل ماهتاب بیتو
که بود بچشم گریان همه جا حباب بیتو
سخن فرشتگان را ندهم جواب بیتو

وله
گرم رفتی از نظر شمع شبستان کهٔ
ای غزال بیمروت در بیابان کهٔ
ای بقربانت روم در فکر درمان کهٔ

تا تو رفتی یک قلم مکتب چراغ افتاده است — طفل شیرین حرف من شور دبستان که
خاطرت آزاد دارد سخت بی جمعیتی — خیر باشد واله زلف پریشان که

وله

در نظرها بچه انداز نمایان شده — چشم بد دور را ما صف خوبان شده
باد سیراب گلستان تو از آب بقا — بر سر تربت آزاد گل افشان شده

وله

هزار حیف که از مخلصان جدا شده — بگو برای خدا یا که آشنا شده

وله

دل من از هوایت گشته وا آهسته آهسته — برنگ غنچه گل از صبا آهسته آهسته
اگر طشتم فتاد از بام رسوائی بدست من — نمی ترسم که برخاستن ماند صدا آهسته آهسته
دل نو مشق را در کوی او شد طاقت جولان — گذارد طفل در رفتار پا آهسته آهسته
به پیش آفتاب آزاد هر دم سایه می کاهد — شدم در پرتو رویش فنا آهسته آهسته

وله

ز جانان در کمند وحدت خود میکنم یادی — درین منزل نشستم بهر تسخیر پریزادی
چه لازم تا کشم از سبز گل منت بیجا — کفایت میکند بر مرقد من سرو آزادی

وله

نشاط آدمیان کم غم زمانه زیاد — برای گریه دو چشم و برای خنده دهانی

وله

الهی تا زنم در هر خم گیسوی او دستی — کرامت کن مرا چون شاخ سنبل مو بموی دستی

وله

به پیش او دل بیمار میکشد آهی — علاج می طلبد از طبیب بدخواهی
دلا بران ذقن نو دمیده خط منشین — مخسپ در شب تاریک بر سر چاهی

وله

مرا بسمل نمودی زنده باشی — ز پا انداختی پاینده باشی

وله

تا کجا تشنه خون من ناکام شوی — آنقدر هم نکنی جور که بدنام شوی
ز خود آسودگان دانند آئین حق آگاهی — درین دار الخلافت هر سه منصور است شاهی
درین عالم که همراه موافق میکند پیدا — نیامد راست از خضر و کلیم ما هم راهی

آگاہ - مولوی محمد باقر ناعط مدراسی

آگاہ تخلص - محمد باقر نام - قبیلہ نونا عط سے ہین - آپکے بزرگان سلف وطنا بیجاپوری تھے - بکشش آشوب رش مدراس مین آئے شہر ویلور مین سکونت اختیار کی - آگاہ صاحب ترجمہ شہر مذکور مین پیدا ہوئے - وہان کی سرزمین مین نشو ونما پایا - سن شعور کو پہنچ کے اساتذہ کرام و علماء عظام سے کتب علوم و فنون کی تحصیل درجہ تکمیل کو پہنچائی - فراغت تحصیل کے بعد درس تدریس مین مشغول ہوئے - اکثر طلبہ مدراس مین آپسے فارغ التحصیل ہوئے - آپ سخندانی و سخن شناسی کے صدر نشین تھے آپکا کلام مثل اہل زبان با محاورہ فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - آپکے اشعار آبدار سے سامعین و شائقین کو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - شمع انجمن کا مولف آپکی نسبت لکھتا ہے - کہ درجیابان کرناٹک ہیچو او نہالی سر بالا نکردہ - واز گل زمین مدراس مثل او گلے خوش رنگ ندمیدہ انتہی کلامہ - آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے - فضائل نفسانی و کمالات روحانی سے بھی موصوف تھے آخر ۱۲۲۰ء مین اس دار فانی سے ملک جاودانی کے طرف روانہ ہوئے - -

من اشعارہ

غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا
عصا را آہ بود جسم ناتوان ما

ستم بطرۂ تو دل زار خویش را
آخر فکندہ ام بسرت بار خویش را

شیخ در میخانہ با ہر مست یاری میکند
ظاہرا با دختر رز خواستگاری میکند

امین - محمد امین

امین تخلص - محمد امین نام - ہندی الاصل تھا - شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر تھا

نواب سعادت اللہ خان ناظم صوبہ کرناٹک کی خدمت مین میر منشی تھا۔ نظم و نثر مین استعداد کامل رکھتا تھا۔ تحریر و تقریر مین منشی بے نظیر تھا۔ انشا گلشن سعادت و دیوان شعر اسکی تالیفات سے یادگار ہے۔ خوش فکر و سخن سنج تھا۔ اسکا کلام اہل زبان کیطرح ہوتا تھا۔ آخر سنہ ہجری مین فوت ہوا۔

من کلامہ

بخابت ہر کرا چون مہر با رفعت قرین باشد	اگر بر چرخ چہارم رفت چشمش بر زمین باشد

باب الباء موحدہ

بدیع - ملا بدیع

بدیع تخلص - ملا بدیع نام - سمرقندی الاصل تھا۔ سمرقند کے مشاہیر سے تھا۔ فن معما و تواریخ مین استاد مانا جاتا تھا۔ وطن سے دکن مین آیا۔ شہر مین اس کے فن معما و تواریخ دانی کا ذکر کوچہ و بازار مین ہوتا تھا۔ اسکا کلام عجیب و شیرین ہوتا تھا۔ بلدہ حیدر آباد دکن مین مدت تک رہا۔ وہان اسکو کافی کامرانی ہوئی آخر وہین رحلت کی۔

من اشعارہ

چشم تو بیدار ساز فتنہ مست است	زلف تو ہندوے آفتاب پرست است
شبے در خواب رازقیبان ہمسخن دیدم	نہ بیند ہیچکس در خواب بد آنچہ من دیدم
ترا اے گل چو خندان صبحدم در بوستان دیدم	ز شبنم غنچہا را آب حسرت در دہان دیدم

بسمل - میر محمد یوسف خان

بسمل تخلص - میر محمد یوسف خان نام - آپ میر امام بدخشانی کے فرزند ہین

آپ وطن مالوفہ سے حیدرآباد دکن میں آئی۔ مبارز خان صوبہ دار حیدرآباد کی ملازمت
اختیار کی۔ مدت تک خان موصوف کی خدمت میں رہا۔ جب ۱۱۳۷ھ ہجری میں مبارز خان
و نواب آصفجاہ کے فیمابین جنگ ہوا۔ بسمل صاحب ترجمہ خان موصوف کے ہمرہ معرکہ
میں تیسری تاریخ ماہ محرم سنہ مذکور میں تلوار و نیزون کے زخمون سے بسمل ہو گیا
بسمل صاحب ترجمہ کے فرزند و اقربا قلعہ فرخنگر میں بتقریب خدمت قلعداری سکونت پذیر
تھے۔ شاعر خوش فکر و شیرین زبان تھا۔ دلیری و بہادری میں بے نظیر تھا۔ شعر و
شاعری کا شائق تھا۔ بشرط فرصت کبھی کبھی شعر موزون کرتا تھا۔ آپکا کلام دلچسپ
و دلپسند ہوتا تھا۔

من نتائج طبعہ

زاہد تو صبح و شام عبث شور می کنی
شوخی نیچیر برہم میزند یک دام را
از گردش نگاہت شدہ نیم کشتہ بسمل
از غم جگر فگار رہ بردیم
صحرائے عدم ز لالہ پر شد
از حیرت ما نبود واقف
اے اہل وفا نداشت قدرے
خاک رہ او شدیم بسمل

اللہ ہو اکبر ست ز اللہ اکبرست
تا نبود ابتر دل من الف او ابتر شد
گرد سر نو گردم یک غمزہ بار دگر
این گل بسر مزار بردیم
تا ما دل داغدار بردیم
آئینہ بہ پیش یار بردیم
این جنس بہر دیار بردیم
از سر مہ چہ اعتبار بردیم

بینش ۔ سید مرتضی مدراسی

بینش تخلص ۔ سید مرتضی نام ۔ میر صادق علی حسینی کے فرزند ہیں۔

مشہدی سے ہین۔ نسب کا سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے پہنچتا ہے آپکی جد اعلی مشہد مقدس سے ملک دکن مین وارد ہوئے۔ گلبرگہ مین اقامت گزین ہوے۔ آپکے احفاد مین شاہ ابراہیم مصطفی حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسودراز کے نامورین تہے۔ شاہ نور اللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد مین سے تہے۔ نواب سعادت خان کے زمانہ مین شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر ہوے۔ شاہ نور اللہ سید ابراہیم بینش کے جد حقیقی ہین۔ شاہ صاحب نواب والاجاہ کی عنایت و مرحمت کی وجہ سے مدراس مین سکونت پذیر ہوئے۔ سنہ ۱۲۲۶ ہجری مین بینش کی ولادت شہر مدراس مین واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ فارسیہ تحصیل کین تحصیل کے بعد شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ اولاً والد ماجد و برادر سے مشق سخن کرتے رہے ثانیاً مولوی واقف سے مستفید ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر و خوش تقریر و حاضر جوابی مین بے مثل۔ شعر و شاعری مین بیبدل تہا۔ حیدرآباد مین مدت تک مقیم رہا۔ پہر مدراس مین پہنچا مشاعرہ اعظم مین شریک ہوا۔ شعراء معاصرین سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ مین بہت سی تکلیفین اٹہائین آخر فائز المرام ہوا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال کے بعد وطن مالوفہ مین مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن مین مسافر عدم ہوا۔ وفات کا سن کسی تذکرہ نویس نے نہین لکہا۔

من اشعارہ الفارسی

نتوان یافت جز بکوچہ یار	دل از خود رمیدۂ ما را
آثار عشق سبزخطان جلوہ میدہد	از سبزہ دمیدۂ خاک مزار ما

نشاء بادهٔ این بزم خمار آسودہ است | وله | سر بسر در پئے ہر سو ویرانیست اینجا

دلم از زلف بتان ربط نہان میدارد | وله | دانہ سبحہ کند رشتۂ زنار طلب

خط شعاع نیست کہ از پنجۂ جنون | وله | گشت است تا زنار گریبان آفتاب

چشم گہر اشک فشاند بقدومش | وله | گر پیک صبا زان گل رعنا خبر آرد

از وطن آوارہ گردید از نظر افتادہ آہ | وله | برق عالم سوز حسنش سوخت تا ماوای عشاق

لغزد چسان بکوی تو از ضعف پای دل | وله | باشد ہمیشہ آہ رسایم عصای دل

گر خاک شوم پائے حنابست تو بوسم | وله | ور سرمہ شوم چشم سیہ مست تو بوسم

روز افزون حسن تو یا ماہ یا آزار من | وله | گرم تر خوی تو یا خورشید یا بازار من

آستینت پر شکن یا زلف یا بینش نیم | | دست تشنہ گوہر فشان یا ابر یا افکار من

خال مشکین طرف چشم بلا انگیزش | وله | مست افتادہ سیاہی بدر میکدہ

بینش بہر دلیکہ صفا موج می زند | وله | نایاب گوہریست ببازار زندگی

ہر دم از رنگ گل عارض آن غنچہ دہن | وله | بینوا گل کند اکنون بخیالم چمنی

بہار۔ سید علی مدراسی

بہار تخلص۔ سید علی نام۔ آپ سید عبد الحق مذہباً حنفی مشرباً قادری مولداً مدراسی کے فرزند ہین تیس بتیس برس کی عمر ہے۔ جوان صالح و مستعد طالب علم ہین۔ فارسی و اردو دونون مین شعر کہتے ہین۔ اوائل مین سید صادق حسین شریف مدراسی سے مشق سخن کرتے رہے۔ اور آخر مین منشی امیر احمد امیر لکھنوی کے شاگرد ہوے صاحب دیوان ہین کلام شیرین و رنگین ہے۔

من اشعاره الهندی

نیم بسمل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا — اور آفت مین پڑا رحم کے قابل ہوکر
عکس سے آئینہ مین اوس نے بگڑکر پوچھا — آپ ہی آئے ہو کیا بوسہ کے سائل ہوکر
سختیان بعد فنا بھی ہی باقی ہین بہار — سنگ میری چھاتی پہ ہاسل ہوکر

وله

آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے — جل بجھا شاید کوئی پروانہ اس محفل مین ہے
یہ تیری نیچی نگاہین کہہ رہی ہین صاف صاف — مجھسے بڑھ کر وصل کا ارمان تیرے دل مین ہے

بلیغ - محمد غریب الدین فتحپوری

بلیغ تخلص - محمد غریب الدین نام فتحپوری ہسوہ کے رہنے والے ہین - کتب عربیہ درسیہ سے فارغ التحصیل ہین - جامع معقول و منقول ہین - آپنے علم حدیث مین مولوی محمد شاہ صاحب محدث دہلوی سے سند پائی ہے - ذی استعداد و لائق ہین ہر ایک علم و فن مین لیاقت و قابلیت رکہتے ہین اور آپکو شعرگوئی مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہین - کلام صاف و شیرین ہوتا ہے - خوش طبع و خوش خلق ہین مدت سے حیدرآباد دکن مین وارد ہین - معلوم نہین کہ آپ کس محکمہ مین ملازم ہین - آپکی عمر قیاساً پینتیس برس کی ہوگی - بارک اللہ فی عمرہ

من اشعاره

اون کی حنائی ہاتھ مین جام شراب ہے — یا جلوہ گر شفق مین فلک آفتاب ہے
یہ بات ہے جو کہتے نہین خط کا وہ جواب — ایک ایک حرف خط کا میری لاجواب ہے
اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا — بے پردگی بہی آپکی عین حجاب ہے

سرپر بلا نہ لائے لٹکا کے زلف کو
مٹی تری خراب نہ ہو گی کبھی بلیغ

آنکھیں دکھا ئیگا جو مجھے پر عتاب سے
تو تو نہال باغ بن بو تراب ہے

بیان خواجہ احسن اللہ دہلوی

بیان تخلص - خواجہ احسن اللہ نام - آپکا اصلی وطن دلّی ہے - آپنے عالم شباب مین علم و فضل کے حاصل کرنیکے بعد شعر گوئی کا شوق کیا طبیعت مین موزونیت خدادا تھی - موزون کرنے لگے - جناب مرزا جانجانان مظہر کے شاگرد ہوئے - استاد کی توجہ و اصلاح سے چند ہی روز مین درجہ کمال کو پہنچے - آپکا کلام شیرین و دلاویز نمکین و شور انگیز ہوتا تھا - آپ اپنے معاصرین و اقران سے بڑھ گئے - خوش خلق و خوش سیرت تھے ظریف الطبع لطیف المزاج تھے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی و خرمی سے ملتے تھے خندہ رو شگفتہ پیشانی تھے - مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے مرید تھے - مرشد کے عاشق تھے مرشد کے معتقد و مطیع تھے - آخر آپ دلّی سے حیدر آباد دکن مین وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پھر آخر سنہ ۱۲۰۶ ہجری مین فوت ہوئے -

من اشعارہ

قفس مین مین ہائی کیلئے کیا کیا نہین کہتا
تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پر انہین کہتا

ولہ

کہتا نہین مین عرش پرا ہی نالہ جا پہنچ
کانون تلک تو اوسکے تو ا ہی رسا پہنچ

ولہ

باتون مین آہ کٹ گیا رسمی بیان
رکھتا تھا کان تک مری فریاد کیطرف

ہو ویگا ذوق حسرت دیدار مین خلل
شیرین گذر نکیجیو فرہاد کی طرف

ولہ

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی
ظالم یہہ تیری نگاہ کیا تھی

مت آئیو اسے وعدہ فراموش تو اب بھی	ولہ جسطرح کٹتا روز گذر جائیگی شب بھی
بیان کون ہے افلاک پو چھتے ہو	ولہ تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے
وصل کی شب کا ماجرا کیا کہوں تجہہ سے ہمنشین	ولہ شام سے لیکے صبح تک وہی نہیں نہیں رہی

بندہ میر محمد میر اورنگ آبادی

بندہ تخلص - میر محمد میر نام - سید صحیح النسب شریف الحسب ہین - اصلی وطن اورنگ آباد دکن ہے - آپ فارسی و عربی مین بہی استعداد طالب علم تہے - زبان ریختہ مین نہایت نزاکت و لطافت سے کلام موزون فرماتے تہے چند مثنویان ہندی زبان مین ارباب دول کی تعریف و توصیف مین تالیف کین - لچہمی نرائن صاحب کے دوستون مین سے ہین - صاحب چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ میر صاحب ابتدا مین میر تخلص کرتے تہے - جب مجہہ سے ملاقات ہوئی تو مین نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپکے ہمنام و تخلص ہندمین موجود ہین میرے نزدیک اشتراک تخلص خوب نہین آپنے میری بات قبول کی اور سیروز سے بندہ تخلص فرمایا انہی کلام آپ حرف گیرون کے بیان مین ایک مثنوی لکہی ہے - ہم مثنوی کے چند اشعار لکہتے ہین ہو ہذہ

مثنوی

سنو نکتہ چینون کا مجہسے بیان	کہ اون کی حقیقت ہے اُنپر عیان
کسیکا اگر شعر ہے خوب صاف	ولیکن وہ کہتے زراہ خلاف
کہ اس شعر مین کچہہ نہین بندوبست	ہراک جائے پر بحر مین ہی شکست
کسی کا ہے مضمون اگر بہترین	یہہ کہتے ہین وہ سارے زراہ کین
یہ مضمون مدت سے ہیگا قدیم	کہ اسکو کہا ہے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑہا		کہ جس کے معانی ہے بس بے بہا
یو کہتے ہین وہ نکتہ چین از حسد	شعر	یہ مضمون کسی سے نہین ہے سند
سرو شمشاد ہو گئی حیران		جب چمن مین ترا خرام ہوا

بیان - آقا مہدی اصفہانی

بیان تخلص - آقا مہدی نام - ابو طالب کلیم کا ہمشیرہ زادہ ہے - ہمدانی المولد اصفہانی المنشا ہے نشو ونما کے بعد اصفہان مین علوم وفنون مین استعداد وافی ومہارت کافی حاصل کی - جامع علوم وفواضل تہا - تحریر وتقریر مین بے نظیر زمین خوش مزاج وحلیم تہا - ظریف الطبع ولطیف الوضع تہا - تکبر وغرور سے نفور - صاحب عزت وغیور تہا - شاعری مین استادانہ کلام شستہ وپختہ کہتا تہا - عالمگیری زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا - دلی ولاہور وآگرہ مین چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گولکنڈہ دکن مین آیا او سوقت عبداللہ قطب شاہ زندہ تہا - بادشاہ کے حضور مین باریاب ہوکے منصب مناسب سے سرفراز ہوا - اُسوقت گولکنڈہ دکن مین وباکی بیماری پیدا ہوئی - اکثر خلائق اس مرض مین مبتلا ہوکر فوت ہوئے بیان بہی اسی مرض مین مبتلا ہوکر فوت ہوا - یہ واقعہ سنہ ہجری کے آخر مین واقع ہوا - صاحب ریاض الشعرا اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب ترجمہ کے حال مین اختلاف کرتے ہین - صاحب ریاض الشعرا کا قول فقیر مولف کے موافق ہے - اور صاحب تذکرہ نے نظیر کہتے ہین کہ بیان اولاً وطن سے کشمیر مین وارد ہوا اور وہان سے چند روز کے بعد سنہ کے آخر مین وطن کیطرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی مین سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگے دریا مین حریق و غریق ہو گیا

من اشعارہ انفاسی

شب خنابست و دل خلقی ز کف افزر برد	خوب سستی آن بت بیداد گرو اگردہ است
بیابان خاک ہست گرد ید عمر بیت	بزیر پا نگاہے میتوان کرد
خدنگت بہر غم وا میگذارد	ولہ اگر در سینہ ام جا میگذارد
گذشت تیر جانان را بلا کم	ولہ کہ پیکان را بدل وا می گذارد
ازان خار سر را ہم نکوبیت	کہ آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان ۔ لالہ جیکشن داس اورنگ آبادی

بیجان تخلص ۔ لالہ جیکشن داس نام آپکا وطن اورنگ آباد ہے ۔ آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی دار الانشا مین تہے ۔ منشی خوش تحریر ۔ اور خوشنویسی مین جواہر قلم ۔ شعرگوئی ریختہ کا فریفتہ تہا ۔ اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت مین کلام کی اصلاح لیتا تہا ۔ مضامین نازک و معانی لطیف کو موزون کرتا تہا ۔ خوش خلق نیک سیرت درویش دوست و صوفی مشرب تہا لچھمی نراین چمنستان شعرا مین نقل کرتے ہین کہ ایکروز مجہسے شاہ سراج نے نقل کی کہ جیکشن نواب صلابت جنگ کے لشکر جانے کے لئے تیار ہو کر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تہا پڑہا اور اصلاح کا خواہان ہوا شعر یہہ ہے

ترے ہی یاد کر سے یون عدم مین ملگیا بیجان + کہ قالب بہی نپاوے گو کوئی اسکا کفن کہوے + حاصل کلام رخصت ہو کر چلا گیا ابتک اسکا

بتاوت شان نہین انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

نگہ کی جوت پتلی کی نین سیتی نمایان ہے
یار مہندی بہری ہاتون سی اگر ہووے طبیب
قید مین عاشق اگر یاد کرے کلمہ کو
باغ مین کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
کیون نہ حاصل ہوئی خوشی جگہین

ولہ

اندہاری رات مین بجلی بہی چمکی ہی خدا حافظ
شاخ نبض دل بیمار سے مرجان پہولے
وہان کی زنجیر کے والے سے گلستان ہوئے

ولہ

آنکہہ کے اشارت سے نت جواب دیتا ہے
دل بیجان مین جان آیا ہے

باقی۔ راجہ گردہاری پرشاد حیدرآبادی

باقی تخلص۔ راجہ گردہاری پرشاد نام بنسی راجہ عرف ہے۔ آپکے بزرگونکا اصلی وطن چہپرا مئو ہے۔ آپکے جداعلی آصفجاہی زمانہ مین وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے بندگانعالی سرکار نظام کی قدردانی سے خدمات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کا کام دیانت واری امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت و دیانت وقتاً فوقتاً آپکی بزرگون کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپکا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و آبرو بڑہتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے امتداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی پانچ یا چہہ پشتین گذرین ہین۔ برابر آپکے بزرگ مسلسل طور پر اس ریاست مین معزز و مکرم رہے ہین۔

آپکی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہر مین ہوئی۔ نشو و نما بہی یہین کی آب و ہوا مین ہوا ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد آپنے شروع شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب درسیہ

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی مین مختصرات نحو و صرف کو حاصل کین۔ انشا پردازی
و عبارت نویسی مین منشی بیبدل ہوئے۔ فن حساب سیاق مین جو آپکا موروثی ہی محاسب
بے مثل ہوئے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت مین شوخی و حیا کی
شعلہ زن تھی۔ مزاج مین جولانی اور دماغ مین سنجیدگی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ مین تازگی
اور خیال مین نازک خیالی کا خروش تھا۔ طرفہ یہہ ہے کہ شباب کا عالم ہر رگ و ریشہ تازہ دم تھا
ایسے زمانہ رشک بہار مین آپکو سخن سنجی و شعرگوئی کا شوق دل مین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا
ذوق ہویدا ہوا۔ آپنے اکثر استادون کے دواوین فارسی و اردو جمع کئے۔ اور ہر ایک دیوان
کو ابتدا سے انتہا تک خوب غور و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب ہر قسم کا حافظہ کے خزانہ مین
موجود تھا۔ دواوین کا دیکھنا کیا تھا کہ آپ دیوانہ و مستانہ ہنگئے۔ جوش دل سے تازہ تازہ
مضامین شگفتہ معانی کے ساتھہ موزون کرنے لگے۔ سننے والون کو آپکے کلام سے
حیرت ہوتی تھی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ مین محو ہوتے تھے۔ آپکا کلام دونون
زبانون مین نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین
ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ چنانچہ
آپ فرماتے ہین ؎

ہین فیض صاحب سے اپنے استاد | دکن سے جائین کیون ہندوستان ہم

آپ بظاہر امیر مگر بباطن فقیر ہین۔ فقرا دوست غربا پرور ہین۔ آپکا کلام ہمارے اس
قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے
توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی کیفیت نمایان ہو آپکے
صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجد و حال آتا ہے۔ آپکی رباعیات مین بھی کیفیت ہے

غزلیات مین عاشقانہ جوش و خروش ہے کہین خط و خال کی تعریف ہے۔ کہین سراپائے حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہین شکایت فراق ہے کہین لذت وصال ہے۔
اور آپ کے قصائد مدحیہ کا اور ہی رنگ ہے کہین ممدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے کہین شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہین مضامین واقعہ کا مرقع۔ کہین لطافت و نزاکت کا تماشا دکھایا ہے۔ غرضکہ آپ جامع الکمال ہین۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع ہین سلیم المزاج و حلیم الخصال ہین۔ آپکی عمر قریب ستر برس کی ہوگی۔ ماشاء اللہ چشم بد دور روشن دماغ تازہ دماغ ہین۔ ابھی تک طبیعت مین جوانی کا ولولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے حسن اتفاق و اشفاق مین شہرۂ آفاق ہین۔ آپکو خلائق کے ساتھہ کیا خاص کیا عام اتفاق ہے۔ پیشتر بندگانعالی متعالی حضور پرنور کی متقرب تھے۔ رات دن مورد عنایت و مرحمت تھے۔ بعد ازان نظم جمعیت مین عہدۂ جلیلہ سر رشتہ داری پر مامور ہوئے صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان بقائی قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیرایۂ عروض۔ آئینۂ سخن وغیرہ ہین
آخر آپنے سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

تشبیب اے ترک ابواب طرب بر روے ما بکشا
بہ بستان نرگس شہلا بہ شوخی دیدہ می بازد
بس اے صیاد رحمی کن بہار آمد رہائی دہ
بیا و رباد و در بند خمارم تا کجا داری
نگر دو سیر یم از تشنہ و ساغر تو اے ساقی

گلہ از سر بنہ بنشین کمر واکن قبا بکشا
تو نیز از خواب شب بیدار و چشم سرمسا بکشا
چنین باب قفس بند داری تا کجا بکشا
در میخانہ اے پیر مغان بہر خدا بکشا
سر طل و سبو واکن خم سر بستہ را بکشا

بہ محشر تا حساب دیگران را فرصتی باشد
نیازان زلف بر بندد وکاکل ازا دا بکشا

ہمہ فانیست الا الحق زبان و ربحث لا بکشا
بہ بند از نقش چشم و صنعت نقاش را بنگر

تماشائے دو عالم دیدنی دارد چو آئینہ
تو باقی و دفتر آوارہ خود را جدا بکشا

آن بست و کشا و این خاطر و بستہ بر او بکشا
بجز او کیست باقی چشم عبرت انتما بکشا

مکن صورت پرستی دیدۂ معنی نما بکشا
بہ بین از پائے تا سر دیدۂ حیرت نما بکشا

من اشعارہ الہندی

جلوہ فرما جو کبھی وہ مہ انور ہوتا
شرف منزل آں خورشید میرا گھر ہوتا

بلبل آتش نفس ہون ڈر ہی کیا صیاد کا
شعلۂ آواز سے پھونکون قفس فولاد کا

ولہ

ملے گا خضر کو اپنا پتا کب
روان ہین صورت ریگ روان ہم

ولہ

آگ دیتا ہون جگر کو دل سے
حق ہمسایہ ادا کرتا ہون

ولہ

شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے
سرک دیدۂ تر ابر سے کیا بدلی ہے

ایک گل مین بھی نہین بوئے وفا باقی
اندنون گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے

ردیف بائے فارسی

پروانہ۔ شاہ ضیاء الدین برہانپوری

پروانہ تخلص۔ شاہ ضیاء الدین نام آپکا مسقط الراس دار السرور برہانپور ہے اور آپکے بزرگان سلف ورنگ آباد آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بھی بزرگان سلف کے ساتھ ایام طفلگی مین آئے۔ اور اسی شہر مین نشو ونما پایا۔ اور سن شعور کو پہنچکے کتب درسیہ متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کین۔ اور شعر و شاعری مین حضرت آزاد بلگرامی سے

اصلاح لیتے رہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجۂ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت میں اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے ؎

رسائی حضرت آزاد را از من یمن سعی را ... پہیشت اے نسیم صبح عرض مطلبی دارم

پروانہ صوفی مشرب فقیر دوست تہا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کا مرید و خلیفہ تہا تا بزندگی پیر اورنگ آباد میں قیام پذیر رہا۔ پیر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا پیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمارہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بیدر گیا۔ اور وہان اپنے لئے ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہان کے حکام و اعزہ آپکی تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ گل رعنا کا مولف لکہتا ہے ایک زمانہ میں ہم دوستان موافق یعنی میر اولاد محمد ذکا و میر عبد القادر مہربان و میرزا عطاء ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ وغیرہم کا مجمع ہوتا تہا۔ باہم حسن صحبت و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تہا۔ شعر و شاعری کا مذاکرہ و مباحثہ رہتا تہا انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونون زبانون میں کلام موزون کرتا تہا۔ لیکن شعرگوئی ہندی کیطرف زیادہ مائل تہا۔ کبہی کبہی اعزہ و احباب کی خواہش سے فارسی بہی موزون کرتا تہا۔ دونون زبانون میں آپکا کلام رنگین و خوش ادا ہے آپ ۱۱۷۵ہجری میں بطور سیر احمد نگر میں رونق افزا ہوئے تہے۔ بمقتضائے آب و خوش چیند مدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپکو احمدنگری اور بعض نے بیدری لکہا۔ واقع میں آپ مولد برہانپوری نشو و نما کی وجہ سے اورنگ آبادی تہے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکا سنہ وفات نہین لکہا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۱۱۹۰ہجری میں رحلت کی۔ والعلم عند اللہ

من اشعارہ الفارسی

در جناب حق زبان با تو لائیم ما | بر سر غیر خدا تیغ تبرائیم ما
کے شناسد هستی ما چشم پوچ هر حباب | در نظر ما قطره یم و عین دریائیم ما

وله
در میان ما حجابے نیست جز پندار ما | آئینه شد خدا فاصل شاهد و مشهود ما

وله
که می فهمد بجز عشاق قدر کم نگاهی را | تغافلهائے صیاد ست دام مرغ ماهی را
بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید | خدا حافظ دل خود داده ام طفل سپاهی را
بمن پروانه و بر رو هم این حرف میگوید | که در هر شمع دیدم شعلهٔ نور الٰهی را

وله
روز عید از دست خود فرمود قربانی مرا | خلعت بسیار رنگین کرد ارزانی مرا
رنگ دامن کرد رسوا قاتل بیرحم را | آه گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

وله
چه بخت سبز دارد هر که می بوسد حنائش را | بمن هم لطف کن یارب نصیب برگ پائش را

وله
اگرت بود بدل اینچنین که تخلصم شود یقین | پر و بال سوخته را ببین بطواف شمع لگن درا

وله
انحرافے از هوا دارد مزاج عندلیب | می توان از قرص گل کردن علاج عندلیب

وله
کیست از سلسله جویان که گرفتار تو نیست | نیست در مصر عزیزے که خریدار تو نیست

وله
سینه هم دل نگارے که وفائے دارد | پا زده آئینه من که ز سر کار تو نیست
دوش پروانه با شمع خود آرائی گفت | که بجز من سببے گرمی بازار تو نیست

وله
ندارد بر کف ساقی این پیاله عبث | نکرده ایم باو نقد جان حواله عبث

وله
پائے من وقت خزان گشت بدامان محتاج | فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج

وله
نه از تراوش می روش شور قلقل بود | که خواند شیشه او را دعاخوان دعائے قدح

وله
ز شمع گریه ز پروانه ماند خاکستر | آب چشم صراحی نجاک پائے قدح

وله
هست در بستان اگر صحن چمن دیوار سرخ | در بیابان از کف پایم بود هر خار سرخ

چون شمع مرا شعلهٔ آتش بسر افتاد — هر تار نفسم سوخته در چشم تر افتاد

وله

زنده دم بوالهوس بر زخم از روی نادانی — چه شمع گشته از سوز درونم دود بر خیزد

ز شوخی بسکه واری در دل من آمد و رفتی — غبارے کز تو بر خاطر نشیند زود بر خیزد

وله

دیده چون نقش مرا پرسید این مقتول کیست — دیده و دانسته بیدارانم تجاهل می کند

وله

غنچه سان خوابیده گان را کیسه زر می نهند — هوشیاران را چو شبنم دیده تر می نهند

وله

فغانم غفلت آسودگان خاک هم زد — دل بیتاب الله الله الهی چنین باشد

نمی ماند ز رفتن شمع گر آتش بسر باشد — رهی سالک اور راه جان آگهی چنین باشد

خیالت در دل تنگم هر آنکس دید می گوید — که تاریکی چنین یوسف چنین چاهی چنین باشد

وله

تا حال دل خود بدلارام نویسم — اے اشک می باش مشو دشمن کاغذ

وله

خدا بیرون آورد از گلدام آزادم نکرد — مرغ دست آموز تمکین نشسته بر پایم هنوز

وله

با زبان تیز خواهم گفت حرفت را جواب — بوالهوس از جوهر شمشیر عریانم مپرس

وله

جز دل آگه خدا را کی توانی یافتن — قبله گر میجوئی از قبله نما غافل مباش

هر بلبلے که زاغ شود هم نوائے او — باشد با و چو غنچه خموشی هزار فرض

نی کند با سرو یاد در گل به بستان خیال — گر کند قمری بان سرو خرامان اختلاط

لاله و سنبل نگر در کوه و صحرا کرد گل — دست سر دیوانه دارد با گریبان اختلاط

خیال روئے تو از دل نمی شود زائل — برنگ آتش خارا ست در وطن محفوظ

سوختن در محفل عشاق چون سر کرد شمع — دیده را از دل ز اشک آتشین تر کرد شمع

موسم خط در بساط زلف او یکدل نماند — کهنه دولتمند یا رب پریشان شد دریغ

جان داد در رهش دل امیدوار حیف — آن طفل نے سوار نیامد هزار حیف

یکروز هم نکرد گذار آن سیاه چشم — وله — چشم سفید شد بره انتظار حیف

ریخت هر شب شورها در دیدهٔ لیلی نمک — وله — گرد پیدا در جهان یارب جنون ما نمک

در بیع گاه یار بهایت جو نمیخرند — وله — آرد اگرچه یوسف مصری هزار دل

بیاد سرو دلجوئے قیامت ها بپا کردم — وله — چو قمری مشت خاک خویش را اندر هوا کردم

بگوش گل رسان پیغام درد آلود مشتاقان — به پیشت عرض احوال خود ای باد صبا کردم

نقش تصویرم سراپا انتظار کیستم — وله — کیست داند تا مرا جز خود دو چار کیستم

همین که فال شهادت گذشت در دل ما — وله — رسید خنجر عریان بدست قاتل من

عشقبازان دیدها سازند پا انداز او — رخصت تشریف فرمودن دهد گر ناز او

زکات بود فرض بر لبت امشب — گر ماه حسن رخت صاحب نصاب شده

باواز حزین در کوی او میگفت پابوسی — زنم بر سنگ سر تا چند مالم دست افسوسے

پناه - محمد پناه اورنگ آبادی

پناہ تخلص - محمد پناہ نام - اورنگ آبادی الاصل ہے - اچھی ترائن تشقیق کے رفیقون مین سے تہا - شاعر خوش سلیقہ تہا - فارسی و ہندی دونو زبانون مین موزون کرتا تہا کلام پاکیزہ وصاف ہے جو کچھہ کہتا ہے خوب کہتا ہے - سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین زندہ تہا - سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب مین فوت ہوا -

من اشعار الہندی

تری زلف سیہ کی قسم ہے ای دلبر — علاج جلد مرا کر لٹا ہے کالا ناگ

حسن کے دریا مین تیری حلقۂ در کی قسم — ماہی دل کو مری یہہ زلف جالا ہو گیا

پنچھی نجم الدین بلگرامی نزیل حیدرآبادی

پنچھی تخلص نجم الدین نام۔ سادات بلگرام سے ہے۔ پیشتر عاجز تخلص کرتا تھا۔ عارف الدینخان عاجز کا شہرہ سنکر بجائے عاجز پنچھی تخلص اختیار کیا۔ ۱۱۷۵ہجری مین حیدرآباد مین آیا صحابہ حسینی علم حیدرآباد کے قریب سکونت اختیار کی۔ قناعت و توکل مین زندگی بسر کرتا تھا مستغنی المزاج تھا کسی امیر و فقیر سے کچھہ غرض و واسطہ نہین رکھتا تھا لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ہ مین میان پنچھی سے حیدرآباد مین ملا خوش مزاج و خوش خلق پایا۔ مجھہ سے نہایت محبت سے ملے۔ طرفین مین خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجکو اپنے چند اجزا جنمین آپکے اشعار طبع زاد مرقوم تھے عنایت کئے۔ ہم آپکے چند اشعار آبدار چمنستان شعرا سے نقل کرتے ہین۔

جناب نجم الدین صاحب نے حیدرآباد مین بلگرام کی براق کی نقل یہان حسینی علم کے قریب قائم کی۔ ابتک ہر سال ماہ محرم مین وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل دکن نیاز گل و چراغ چڑہاتے ہین۔ شہر مین آپکے نام پر مشہور ہے۔ لوگ پنچھی کی براق سے نامزد کرتے ہین۔ یہہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہین لکھا آپ سنہ ۱۲۰۰ہجری کے قریب اسی شہر مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہمسین
دربدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
استقرار نہین ہمین کہ دل آیا تو نہین دو دن

بت عیارہ کو ہم اپنا خدا کہتے ہین
یہہ کبھو نے نہین پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہین
عمر گذری ہے سجن تمہین سے عیارون کے بیچ

وله

ابرو کمان چڑہا کے کہتے ہو تا اگر کی | جی تو لیا ہمارا اب کیا کرو گے لڑکے
شاید کہ آج آوے پیچھی ترا تماشا | بہوڑکے ہے آنکہہ ہردم لگو لگے ہے دہڑکے

وله

صنم بتا تو خدائیکا تجھکو کیا نہوا | ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا

وله

کہان آتا ہے رحم اوسکو ستم کا جو مزا جانے | مری کوئی با جیئے صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہین ہی حقیقت داغ دل ہر کلی گلشن مین | وہ لالہ جانتا ہی باغبان جانے صبا جانے
تنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا | قفس مین کب تلک قسمت ہماری ہی خدا جانے

وله

قیامت ہے ترا گھونگٹ کے اوٹ مین لٹک جانا | بلا انکھیان سوا انکھیان کے ہنسکر مٹک جانا
نئی تم سے چلی ہے ناز کی یہہ طرح دنیا مین | کہ دکھلا دور سے چہلکے تملنا اور ٹھٹک جانا

حرف التاء

تجلی ـ محمد حسین کاشی

تجلی تخلص ـ محمد حسین نام ـ کاشانی المولد ہے ـ استعداد ضروری حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق ہوا سخن سنجی و نکتہ پردازی مین عدیم المثال تہا ـ طبیعت مین بلند پروازی تہی مضامین رنگین و معانی دلنشین کی شیرازبندی کرتا تہا ـ آپکے کلام سے نزاکت نمایان ہے ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے ـ وطن مالوفہ سے ہند مین وارد ہوا گجرات مین سکونت اختیار کی مولانا نظیری کا معاصر تہا مشاعرہ مین مولانا کے ساتہہ ہم طرح ہوتا تہا ـ بطور سیاحت حیدرآباد دکن مین بہی آیا تہا اور قطب شاہیہ سلاطین سے انعام و اکرام پاکر پہر دکن سے گجرات مین مراجعت کی آخر سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین فوت ہوا خاک گجرات مین مدفون ہوا ـ

من اشعارہ

بر جائے خدنگ تو دہد بوسہ شادی	ولہ	صید تو کہ آرد بسوئے زخم دہن را
تو کشتی بادہ و تجلی آہ	ولہ	آتش آنجا بلند و دود اینجا
چہ شد کہ رخ ننمودی درین دل بردی	ولہ	کہ روئے بستہ حریفان زنند قافلہ ہا
دمی در بزم میخواران خون خالی نخواہد شد	"	اگر ساغر کند دوران بپیش از مردن گل ما را
بر مزار ما شہیدان نے چراغ و نے گلے	"	ہر طرف پروانہ در طوف است و ہر سو بلبلے

تابع خلیفہ اسد اللہ تتوی نزیل برہانپوری

تابع تخلص - خلیفہ اسد اللہ نام - آپکا اصلی وطن ٹھٹہ سندہ ہے - وہان سے شہر برہانپور مین آکے مدت تک مستوطن رہے - پھر وہان سے بندر سورت مین پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تھے اُن کے مصاحب ہوے - تا مرگ معز الیہ کی خدمت مین زندگی بسر کرتے رہے - آخر سورت مین ۱۱۹۵ ہجری مین فوت ہوے - شعر گوئی کے عاشق و شائق تھے - کبھی کبھی موزون کرتے تھے - دو شعر آپکے طبعزاد ہمکو تذکرہ مردم دیدہ سے ملے ہین لکھے جاتے ہین ؎

راہ سفر وصل تو تا سر نشود ایدوست — پیش از قدمم در رہ شوقت سرم افتاد
ایدل اثر پرواز بر من یکدو قدم پیش — راہے بسر کوچہ آن دلبرم افتاد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص - محمد قلی نام - برہانپوری المولد ہے - آپکے بزرگ ہمدانی الاصل تھے آپ صوفی المشرب صافی المذہب تھے - گوشہ نشین و تارک دنیا تھے زندگی زاہدانہ گذارتے تھے

توکل وقناعت کا سہارا تہا۔ رات دن زبان پر صبر وشکر کا نعرہ تہا۔ جوش محبت وعشق الٰہی مین جگر پارہ پارہ تہا۔ دل شگفتہ مجنون کی طرح جنگل وصحرا مین آوارہ تہا۔ نواب منورخان خویشگی المتوفی ۱۱۵۶ھ ہجری آپکے معتقد تہے ہمیشہ آپکی خبرگیری کرتے تہے تسلیم نواب نظام الدولہ ناصرجنگ شہید کے زمانہ مین زندہ تہے۔ نواب شہید کی شہادت کے بعد برہانپور مین فوت ہوئے۔ تقریباً ۱۱۷۹ھ ہجری مین وفات واقع ہوئی۔
سخنوری وسخن گوئی مین لائق تہے ہمعصرونمین فائق تہے۔ ذی علم وفہم تہے۔ آپکے اشعار دلکش ودلاویز۔ شورانگیز وشکرریز ہین۔ صاحب دیوان تہے آپنے ایک مثنوی ایک لڑکے برہمن راو کی تعریف مین لکہی تہی ہم اشعار کے ساتہہ مثنوی کے بہی چند شعر گذارش کرتے ہین تاکہ ناظرین محظوظ ہووین۔

من اشعارہ

فکر خود در فکر بالائے تو عالی کردہ ام
زان کمر باریکتر نازک خیالی کردہ ام

در فراقت نیست غیر از سرگرانی با نسیم
داغ پہلوی تو گلہائے نہالی کردہ ام

این غزل را مصرع نواب برکرسی نشاند
من بقدر رم درین صحرا غزالی کردہ ام

حرف حرفم خوش نگاہا برزند ناخن بدل
بسکہ تعریف ابروئے ہلالی کردہ ام

من المثنوی

کہ رساند بگوش صاحب رام
وحشئی تازہ اوفتادہ بدام

دل من مہر نقش روئے تو بست
گو بگو نیند آفتاب پرست

ولہ

شعلۂ سرزدہ تسلیم زدل حرف کلیم
می کشد خار درین بادیہ دامان از من

نواب نورالدینخان بہادر فوجدار سیکاکول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصرجنگ

شہید کی خدمت مین لکہی عرضی مین جوش شوق ملازمت ظاہر کیا ہے۔ اور عنوان نامہ پر
یہہ ایک بیت تہی ؎

ہردم از شوق آستان بوسی بیشوم محو بیقرار یہا

جس زمانہ مین نواب موصوف کے پاس عرضی آئی آپ سوقت نواب شہید کے مہمان تہے۔ آپنے
بہی اسی بیت کی طرح مین غزل لکہی۔ غزل یہہ ہے ؎

چہ نگارم بر بیقراریہا	بیقرارم بانتظاریہا
چہ گلہ از تغافل یارست	چون زخود نیست چشم یاریہا
سوخت گر زبہر شمع پروانہ	شمع را بہر کیست زاریہا

تجلی۔ شاہ تجلی علی حیدرآبادی

تجلی تخلص۔ شاہ تجلی علی نام۔ آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے آپنے
نشو ونما کے بعد عالم شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب رسیہ عربی وفارسی تحصیل کین
مستعد ولائق ہوئے۔ تحریر وتقریر مین فائق شمار کئے گئے۔ شہر مین سب لوگ کیا عام کیا
خاص آپکی تعظیم وتوقیر کرتے تہے۔ جامع علوم وفنون تہے۔ فن زرگری وآہنگری ونجاری
مین ہوشیار تہے۔ اور ان فنون مین عمدہ قدرت رکہتے تہے اور تصویرکشی مین مصور بیمثل
تہے۔ آپکے ہات کی قلمی تصویر اسطرح صاف شفاف ہوتی تہی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی
تہی ذرہ برابر بہی فرق نہین ہوتا تہا۔ آپنے نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی تصویر
خاکہ پر برابر قد مبارک کہینچی تہی۔ اور جواہر قیمتی جو بندگانعالی سے عنایت ہوے تہے
اُسپر مزین کئے۔ اور اقسام اقسام کے رنگون اور طرح طرح کی بیل بوٹون سے اُسکو سجایا

تیار ہونیکے بعد حضور پرنور مین پیش ہوئی۔ بندگانعالی و اہل دربار نے پسند فرمایا
آپ کو پانچہزار روپئے انعام ملا۔ آپ فن خطاطی مین بھی اُستاد کامل تھے۔ انواع انواع
کے خطوط لکہتے تھے۔ آپنے اس فن مین حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے
جو شہر حیدرآباد مین تشریف رکھتے تھے کمال حاصل کیا۔ اور آپ درویشی مین شاہ صاحب موصوف
کے مرید و خلیفہ تھے۔ حسن ارادت کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے تھے۔ آپکے مرشد اسی
شہر مین فوت ہوئے۔ اولاً آپکو بیرون دروازہ علی آباد مدفون کیا۔ آپ نے چار مہینہ
کے بعد محمد جلیل اللہ خان کو جو آپکے مرید خاص اور بندگان عالی حضور آصفجاہ ثانی کے
اُستادزادے تھے خواب مین خبر دی کہ مجکو غصبی زمین سے نکالو دوسرے مقام مین دفن کرو
خانموصوف اُسیوقت قریب نصف شب سو دو سو ملازم سپاہیان ہمراہ لیکر قبر پر حاضر ہوئے
اور قبر کو کہولا سبنے دیکہا کہ نعش مبارک مع کفن بجنسہ موجود ہے۔ سڑی نہ گلی۔ گویا
آج ہی کی میت تازہ ہے۔ اُسیوقت نعش کو پلنگ پر ڈالکر اپنے دولتخانہ پر جو یاقوت پورہ
مین تہا لیگئے اور اپنے خاص باغ مین مدفون کیا۔

آپ شعرگوئی و تاریخ دانی مین عدیم المثال تھے۔ صاحب تالیف و تصنیف تھے۔ فارسی
مین ناظم و ناثر کامل تھے۔ اہل زبان کے ساتھہ فارسی مین اسطرح مکالمہ کرتے تھے کہ اہل زبان
آپکی تقریر و لہجہ کو دیکہکر کہتے تھے کہ یہہ شخص ہندی نژاد نہین ہے ضرور فارسی الاصل ہوگا
خوش گفتار و خوش کردار تھے۔ ہر ایک دنی و اعلی کے سامنے کسر نفسی سے جہکے جاتے
تھے۔ نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تھے۔ شاعری مین خوش مذاق و ظریف تھے
تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے مین ڈہالتے تھے۔ معانی رنگین و شیرین بیانی کا فوٹو
کہینچتے تھے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تھے۔ کلام سے لطافت

و نزاکت ٹپکتی تھی ۔ سامعین لذت و حلاوت پاتے تھے ۔ ہم آپکے کلام سے ذیل مین ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ۔

آپ کو بسبب جامع الفنون و العلوم ہونیکی وجہ سے حضور پرنور آصفجاہ ثانی ۔ و اعظم الامرا ارسطوجاہ و نواب شمس الامرا بہادر ہر وقت یاد فرماتے تھے ۔ آپنے روزانہ اوقات تقسیم کردئے تھے ۔ ہر ایک مقام مین وقت معینہ پر حاضر ہوتے تھے ۔ اور آپکو ہزارہا روپئے اور خلعتین عنایت کرتے تھے ۔ آپ حقیقت مین فقیر امیر تھے آپنے تزک آصفیہ تالیف کرکے اعظم الامرا ارسطوجاہ کے توسل سے بندگان عالی آصف جاہ ثانی کی خدمت مین پیش کی حضور کے پسند ہوئی ۔ ارسطوجاہ نے امرا ریاست سے نقد پچاس ہزار روپیہ لوایا اور حضرت بندگانعالی شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی مین اون کے مکان پر رونق فرما ہوئے اُسروز پچاس ہزار روپیہ کا سلوک فرمایا گویا یہہ صلہ تزک آصفیہ کا تھا ۔ راجہ راجندر رکھوم راو پیشکار سرکار عالی نے تزک آصفیہ کو با تصویر نستعلیق خط مین لکھوایا ۔ اور اُسکی جداول طلائی ۔ اور رنگ آمیزی تصاویر مین تین ہزار روپئے خرچ کئے ۔ تیاری کے بعد حضوری کتبخانہ مین داخل کیگئی صاحب گلزار آصفی لکھتا ہے کہ اب تک حضوری کتبخانہ مین موجود ہے ۔ صاحب گلزار آصفی بزمانہ حضرت بندگانعالی ناصرالدولہ مرحوم زندہ تھا سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کتاب مذکور تالیف کیا ۔ مین یقین کرتا ہون کہ فی الحال بھی حضوری کتبخانہ مین نسخہ مذکورہ موجود ہوگا

مہاراجہ چندو لال مدارالمہام سلطنت آصفیہ

سردار الملک کہانسی ہیان شاہ تجلی علی سے بہت محبت و انتحاد رکھتے تھے ۔ شاہ صاحب کے ساتھ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تھے ۔ معلوم ہوتا تھا باہم یکدیگر قرابتدار قریبہ ہین ۔ واہ رے حسن محبت و اتفاق ۔ فی زمانا باپ بیٹون مین محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے یہی بدبختی و پھٹکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہین ۔

شاہ تجلی آخر ۱۲۱۵ھ ہجری میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپکے خلف الصدق مرزا محمد متخلص بمرزا یادگار تھے۔ مرحوم الیہ پیر مومن کے
دائرہ میں مدفون ہوئے۔

من نتائج طبعہ

تاریخ فیروزی سرِیرنگ پٹن

شہیر الملک از تائید حیدر
بہمراہ سکندر جاہ غازی
خرد تاریخ این سال نکو گفت

ولہ

شاہ دین پرور سلیمان حشمت و آصف لقب
چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او
مینو د غلطان بچون لعل گران از اشک او
خاک راہ ز رگہش در بوتۂ چشم ہوس
سینہ میگرد و درانده دو اگر زنشاط
بہر دفع چشم حاسد میکند ورد دعا

باسم اعظم و عقل ارسطو
روان شد از پے تنبیہ بد خو
بدست آمد سرنگ پٹن ٹیپو

ماہ اوج سلطنت عالی نسب والا حسب
یک نگاہ فیض عاشق جاہ و عزت زا سبب
گر گہر پاشی کند وقت تکلم از دو لب
می سزد گر میکند فغفور چین کسب ادب
میکشاید ہر کہ پیش باب او دست طلب
انس و جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب

حرف الثاء مثلثہ

ثاقب ـ محمد احسان اسد خان بدایونی

ثاقب تخلص ـ محمد احسان اسد خان نام ـ مولوی نصر اسد خان بہادر صدر الصدور
آگرہ کے فرزند ہیں ـ آپکا اصلی وطن بدایون ہے ـ آپنے عربی فارسی و انگریزی مدارس

انگریزی مین تحصیل کی۔ مدراس کے سند یافتہ ہین فہیم و ذہین ہین۔ موزون الطبع وخوش فکر ہین۔ شعرگوئی شروع کی متفرق استادون سے مشق کرتے رہے۔ اولاً حافظ خان محمد خان نزیل بھوپال سے۔ ثانیاً محمد محسن کاکوروی سے۔ ثالثاً مولوی فضل رب عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے۔ اوستادون کی توجہ سے شاعر بنگئے۔ کلام پاکیزہ وشایستہ ہوتا ہے۔ فارسی اردو دونون زبان مین کہتے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

ہشدار اے سپہر کہ شست کمان من	ولہ	تیر فغان و ناوک آہ رسا گرفت
درد اکہ نماندہ است درو جز نفسے چند		بشنو زلب کشتۂ خود ملتمسے چند
زدوست کہ جاگرم کنم بر سر شاخش		الملنۃ للہ کہ شکستم قفسے چند
ناصح چہ و زاہد کہ دکے آمد و کے رفت		مارا چہ چیزاز ین گاو خسے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کف ہر ذرہ سے عیان	ولہ	جلوہ ہے تیرا ہر رگ سنگ شرار مین
اک لطف ہے شراب ہے ساقی ہے شوخ وشنگ		ثاقب سا ہمنشین ہے روز بہار مین

حرف الجیم

جانی۔ میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص۔ میرزا جانی نام۔ ساکن بھکر ہے۔ قبیلہ ترخانیان سے تھا۔ اسکا جد میرزا عیسی ترخان المتوفی ۹۷۵ھ ہجری بھکر من اعمال سندہ کا بادشاہ تھا۔ اسکے بعد محمد باقی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا۔ اور اکبر بادشاہ کا تابع تھا۔ ہمیشہ فیما بین

سلطان محمود بہکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبھی جنگ کبھی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تہا۔ آخر سنہ ۹۸۲ ہجری مین اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بہکر کی تسخیر کیلئے بہیجا۔ انہین ایام مین سلطان محمود بہکری فوت ہوا۔ اور بہکر اکبری تصرف مین آیا۔ اور بعد ازان محمد باقی بہی سنہ ۹۹۳ ہجری مین فوت ہوا۔ اور میرزا جانی صاحب ترجمہ باپ کی جگہ قائم ہوا۔ اور حکمرانی کرنے لگا۔ پہر اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کو تتہ کی تسخیر کے لئے سنہ ۹۹۹ ہجری مین روانہ کیا۔ اولا میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تہا۔ آخر عاجز ہوا۔ اور خانخانان سے ملاقات کی اور سنہ ۱۰۰۱ ہجری مین خانخانان کے ہمراہ درگاہ اکبری مین حاضر ہوا۔ اور امرا کے زمرہ مین شریک ہوا۔ اکبر نے تتہ کو اسکی جاگیر مین مقرر کیا۔ انہین ایام مین بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا میرزا جانی بہی ہمرکاب برہانپور مین آیا۔ اور وہان سنہ ۱۰۰۸ ہجری مین فوت ہوا۔ تاریخ طاہری مین لکہا ہے کہ بہادر پورہ مین فوت ہوا اور وہین دفن کیا گیا۔ موزون الطبع تہا۔ شعر گوئی کرتا تہا۔

من کلامہ

عشقی خواہم کہ از خودی پاک کند	آب مژہ کہ دہر نمناک کند
پائے کہ بیابان اجل را سپرد	دستی کہ گریبان ہوس چاک کند

جرئت ۔ میر محمد ہاشم

جرئت تخلص ۔ میر محمد ہاشم نام ۔ موسوی خان خطاب ۔ اورنگ آباد دکن المولد مین آپکے نسب کا سلسلہ بیس واسطہ سے امام ہفتم سے ملتا ہے ۔ ابتدا مین آپکے جد سید علی

زمین گیلان سے ہند میں وارد ہوئے۔ اور آپکے والد میر محمد شفیع بھی ہمراہ تھے۔
علوم و فنون میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ عالمگیری زمانہ تھا علم و فضل کا بازار گرم تھا
جد و والد بادشاہی ملازم ہوئے بحسب کشش آب و دانہ اورنگ آباد متعین ہوئے۔ اور اس
شہر میں سکونت اختیار کرلی ۱۰۸۸ھ ہجری میں موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے
سایۂ مرحمت میں تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد امیر الامرا حسین علیخان
بارہہ کی ملازمت میں پہنچکر دیارور ضلع اورنگ آباد کی قلعداری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳۱ھ ہجری
میں جب دکن سے ہند کو روانہ ہوئے تب موسوی خانصاحب بھی ہمرکاب ہوئے۔ دلی میں
پہنچکر علما ہمعصر مثلاً میرزا عبد القادر بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی وغیرہ سے ملے۔
ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بارہہ کی خرابی کے بعد حضور بندگان عالی آصفجاہ کی
خدمت میں آئے غفران پناہ نے عنایت و مرحمت سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ اور منصب
ڈہائی ہزاری اور دارالانشا کی میر منشی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال کے بعد
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ میں بھی بدستور دارالانشا کی میر منشی گری پر مامور رہے
منصب چار ہزاری اور معز الدولہ کے خطاب سے سربلند ہوئے۔ امیر الممالک آصف الدولہ
صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ میں بسبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند
مستعد خان کو ۲۷ برس کی عمر میں دارالانشا کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر
۱۱۷۵ھ ہجری میں جہان فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے۔ اورنگ آباد کے غربی
جانب میں دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی

موسوی خان ز کلک گوہر بار — آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد — کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵

موسوی خان سخندانی و سخن سنجی و انشا پردازی و شعر فہمی مین فرید زمانہ تہا۔ اسوقت
نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار مین باریاب ہوا تہا۔ اُسوقت آصفجاہ نے
دربار مین بادشاہ کے حضور مین کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابو الفضل ہے
میر آزاد و عبد الجلیل و میرزا عبد القادر بیدل و خان آرزو وغیرہ کا معاصر تہا۔ آزاد
اور آپ مین بہت ہی محبت تہی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت رہے بلکہ یکر علمی مذاکرہ
رہتا تہا۔ اکثر آپسمین غزلین طرح کرتے تہے۔ اور دونون مین کہتے تہے۔ ہفتہ
عشرہ مین مشاعرہ بہی ہوتا تہا۔ خوب لطف رہتا تہا۔

من اشعاره الفارسی

بایاد ابروش را کردیم نقش در دل — رسم است اینکہ گیرند در دست چپ کمان را

وله

تا توانی ہمعنان بوئے گل وا دارد مرا — از نسیم صبح می جوییم سراغ خویش را

وله

آنکس کہ بنازد بہ نسب مردہ فروش است — مائیم کہ باشد نسب ما حسب ما

وله

وضع ہموار است مرغوب ملایم طینتان — ہر کہ را دندان نباشد دوست دارد آش را

وله

دریاد خدا باش کہ کارے بہ ازین نیست — سیاحی دل کن کہ دیارے بہ ازین نیست

وله

بے بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست — نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست

منتہائے کار عشق از بدایت روشن است — شمع را آئینہ انجام جز آغاز نیست

وله

ہوس زخم بہ مہتاب تجلی دارم — کاش عریانی من رنگ کتانی میداشت

وله

تو آن خدنگ نگاہے بسوے ما افگند — ہنوز باتن مجروح نیم جانی ہست

وله

آمد اندیشہ دنیا بطلبگاری دل — گفتم آن شیفتہ بے سر و پا حاضر نیست

وله

چون قلم مردم سخن چین را — از جہان روسیاہ باید کرد

خلق عالم گر مسافر نیستند　　خیمهٔ گردون چرا بر پا بود

وله

کاش دنیا با جوانمردی سری پیدا کند　　باده است این کو فنا شاید زری پیدا کند

وله

شب که در بزم چمن طرب آماده بود　　دانهٔ انگور قندیل چراغ باده بود

وله

قرب شاهان مجو که تنک مایه می شود　　با آفتاب ماه چو همسایه می شود

وله

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام　　سرو آزادم و پابندهٔ گلستان توام

وله

نه همین آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم　　دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

وله

بسملم کردی و بر من طلبم آزرده مشو　　میکنم رقص که در ذیل شهیدان توام

وله

شد صرف سوز عشق پیاپی که یافتم　　مانند شمع سوخته باقی که یافتم

منظور راز نظارهٔ حسنت شهادتست　　از فعل بد نرسته باقی که یافتم

وله

راز جانان نهر معشوق ست با بد پاس داشت　　بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

وله

پاس دل گر بتوانی داشت سلطان بشوی　　این نگین گر بدست آری سلیمان بشوی

بی غبار کینه نتوان زیستن ای ساده لوح　　از صفائی سینه چون آئینه حیران می شود

تا شنیدم پند ناصح می گریزم از شراب　　چون گزد کس را سگ دیوانه می ترسد ز آب

دل چون گشته ز چشم چه تا خیر چکید　　وانمی شد گره الفت او دهر چکید

جویا محمد فاضل سرہندی

جویا تخلص - محمد فاضل نام - آپکا اصلی وطن سرہند ہے - اوسط عمر میں وطن سے اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے - خواجہ کامگار خان اورنگ آبادی کے ہم صحبت تھے - مزاج میں دیوانگی تھی - عزلت نشین رہتے تھے - اہل دنیا سے کم ملتے تھے - گذر اوقات کا مدار

اطفال ہنود کی تعلیم پر تہا۔ آپ سرکاری ملازمت سے متنفر تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ درویشانہ رنگ رہتے تھے۔ شعرگوئی مین ذہین وفہیم تھے۔ جولانی طبیعت ورسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تھے۔ اور اشعار مین نئے نئے رنگ دکھلاتی تھے۔ خواجہ موصوف آپکی مدح مین کہتے ہین ؎

سخن فہمی بچو یاختم شد چون حسن بر یوسف — کہ پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش

لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے تذکرہ گل رعنا مین لکھا کہ آپ دوسری تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۱۶ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ پھر ن شہر اورنگ آباد مدفون ہوئے

من اشعارہ الفارسی

بسکہ ابر پرست گلشن از بہار جلوہ ات — بال بلبل آشیان گردید از پرواز ماند

ولہ

سرکشان از من حیرانی من یاد کنید — آب گردید دلم آئینہ ایجاد کنید

پیش سرو قد رعنا می کسے از قمری — مشت خاکی بسر نخوت شمشاد کنید

ولہ

ز غیرت عشق چشمی غیر می بندد تماشا کن — غبار پیر کنعان سرمہ چشم زلیخا شد

ولہ

شوخی رنگ شکستہ است صدف لیچون گل — فکر نقاش بہ پرسید کہ تصویر کہ بود

ولہ

شعلہ ندارد گشتہ چشم تو از خورشید حشر — بر مزارش سایہ از شاخ غزالان می شود

ولہ

شب کہ یاد غیرت او شمع این کاشانہ بود — تا سحر از شمع نے در ناخن پروانہ بود

ولہ

ہلال آسائے بیداری دل مژگان جمع یا — خبر از صبح محشر سید نہ حال بنا گوشش

ولہ

ندانم تا چہ سازد با نقاب آن شوخی مژگان — کہ دل شد پردہ زنبور از باد شن چہ غربالم

چنان از خانمان آوارگی دارم ز بیتابی — کہ نتوان دید اندر خانہ آئینہ تمنا لم

موی کہ از خضاب سیہ فام کردہ ایم — خوبان برق جلوہ درین دام کردہ ایم

جو یانہ شبنم است کہ از اشک عندلیب	تعویذ بستہ است صبا در گلوئے گل
ز فیض عشق سیر آہنگ حیرت نالہ دارم	کہ موئے چینی افلاک گردیدہ آفغانش

جولان - میر حسن علی احسان حیدر آبادی

جولان تخلص - میر حسن علی خان نام حیدر آبادی المولد ہین - شہر کے مشاہیر شرفا مین سے تھے - سرکار عالی نظام کے منصبدار تھے - ذی استعداد و لائق آپکو عالم جوانی مین شعر گوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تیزی و چالاکی سے موزون کرنے لگے - کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا تھا - ملاحت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تھا ہمکو نہین معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تھے - میرا گمان ہے کہ آپ بمصداق الشعراء تلامذۃ الرحمن ؛ فیض آلہی سے فیض پاتے تھے - آپ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین زندہ تھے - رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی -

من کلامہ الہندی

اب ایسی جام ساقی شراب ارغوانی بھر	کہ جسکو دیکھ کے زاہد کے منہ مین آئی پانی بھر

جوش - مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص - مرزا غلام حسین نام - مدراسی الاصل ہین - مدت سے حیدرآباد دکن مین سکونت پذیر ہین - فارسی مین مستعد و لائق - شعر گوئی کے شائق میر محمد زکی لکھنوی سے اس فن مین مشق کی ہے - استاد کی اصلاح سے چند ہی روز مین آپکا کلام صاف و درست ہو گیا پختگی و شستگی کلام سے نمودار ہے - آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمیدہ رفتار ہین فی الحال تخمیناً آپکی عمر چالیس سال کی ہو گی

من اشعارہ الہندی

یہ یکتائی ہے اونکا روی زیبا دلکی صورت ہے — ہمارے قلب روشن کا سویدا تل کی صورت ہے

ہوئے ہم بیخود حیران ہے لب مہر خاموشی — یہ رخ کی یہ ہان یار کی یہ تل کی صورت ہے

جگر ہو سبز داغون سے ہمنے دل آتش غم سے — ہوئے لالہ رویان مین بہی حاصل کی صورت ہے

نہون دریا دلون سے قرب ہے کم ظرف مستغنی — صدف کے کف مین یکسر کاسۂ سائل کی صورت ہے

مگر یہہ بہی ہتونکی چہرۂ سیمین کا ہے کشتہ — عیان آئینہ سیماب مین بسمل کی صورت ہے

جرأت - سید رضوی خان

جرأت تخلص - سید رضوی خان نام - سادات صحیح النسب سے تہے - عالم فاضل ونشی کامل تہے - کتب درسیہ سے فارغ التحصیل - انشا پردازی مین منشی ہمثیل و شعر گوئی مین شاعر بے بدل تہے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار مین ملازم تہے دار الانشا کے میر منشی تہے - نواب شہید کے مقربین مین داخل - میر آزاد بلگرامی سے نہایت محبت رکہتے تہے - جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص و اخلاص سے کرتے تہے لچہمی نرائن گلرعنا مین لکہتے ہین کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تہے - آخر آپ بمقتضائے قضا و قدر ارکاٹ گئے - نواب سراج الدولہ بہادر محمد علیخان بن نواب انور الدینخان شہامت جنگ گوپا موی سے ملے - نواب نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا - دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے - آخر سنہ ۱۸۱ ہجری مین ارکاٹ مین فوت ہوئے - اُسی مقام مین مدفون ہوئے

جناب میر آزاد بلگرامی نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

رضوی خان منشی بے مثل　　　　یکقلم طبع زاد و ساحی

سال تاریخ فوت او جستم　　　　گفت دل رفت منشی نامی
۱۸۱ ا ھ

چونکہ آپ کے نتائج طبع ہمکو دستیاب نہین ہوئے اسوجہ سے گذارش نہین کیے گئے

جلیل۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

جلیل تخلص۔ جلیل حسن نام ہے۔ آپ مولوی حافظ عبد الکریم صاحب کے فرزند ہین۔ آپکا وطن اصلی مانک پور ضلع لکھنؤ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت ۱۲۸۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشو و نما بھی وطن ہی کی آب و ہوا مین ہوئی۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت نہایت چست و چالاک تھی۔ ذکاوت و فطنت کے میدان مین جولانی کرہی تھی۔ اولاً آپنے دہ سالہ کی عمر مین حفظ قرآن سے فراغت پائی۔ بعد ازان طالب علمی شروع کی۔ لکھنؤ مین آئے متعدد اساتذہ سے کتب متداولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کین۔ اور آپکو تحصیل علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت مولوی امیر احمد مینائی کی خدمت مین آئے اور آپکے سلسلہ تلمذ مین وابستہ ہوئے۔ اور آپکے دامن خدمت کو ایسا تھاما کہ تا بمرگ امیر مرحوم کے ساتھہ سایہ کی طرح رہے۔ کوئی وقت ایسا نہین ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوے ہون۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ مرحوم آپکو اپنے فرزندون سے زیادہ چاہتے تھے۔ جلیل کے کلام کو اصلاح دیتے وقت فرماتے تھے کہ (کلام الجلیل جلیل الکلام ہے) آپکی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلندی

عروج کر رہی تھی۔ شعلۂ جوالہ کیطرح آسمان فہم کیطرف مرتفع ہو رہی تھی اور طبیعت میں
قوت مستحضرہ ایسی تھی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھہ نمایاں کرتے
تھے۔ اور استاد کے ملاحظہ میں پیش کرتے تھے۔ استاد کی پیرائش و آرائش سے آپکے
شاہد سخن کا حسن دوبالا ہو جاتا تھا۔ آپکی نازک خیالی و شیرین مقالی کے زیور سے شاہد
سخن کی وہ حالت ہوتی تھی کہ شعرائے وقت فریفتہ و شیفتہ ہوتے تھے آپکے کلام کی
نزاکت و لطافت کیا ہے گویا کرامت و خرق عادت ہے۔ معترضین میرے کلام
پر قہقہہ لگائیں گے۔ اور کہیں گے کہ جلیل کی تعریف حضوری تعلق کی وجہ سے تملقاً
کر رہا ہے۔ بخدا میں کسیکی تعریف تملقاً و نادمت عداوتاً نہیں کرتا ہوں بلکہ واقعہ کو
واقع کے مطابق بیان کرتا ہوں۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب
مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب ترجمہ کا دیوان مسمّٰی تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہو کے
شایع ہوا ہے مطالعہ کرے۔ ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب صراحۃً ہو جائیگی عجب
نہیں کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اسبات سے توبہ کرے گا کہ
میں نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا۔ اور انکو تملق کے طرف منسوب کیا
میں فی زمانناحضرت جلیل کے دیوان کو دیکھہ رہا ہوں۔ آپکا کلام مجھپر جادو کا اثر
کر رہا ہے ہر وقت میرے دل و زبان سے یہی آوازہ برآمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل
جلّ جلالہٗ۔ جلیل شاگرد۔ اور امیر استاد میں تمیز کرنا امر دشوار ہے۔ اگر کوئی نا واقف
شخص کے سامنے دونوں بزرگوں کے کلام کو پیش کریں۔ اور حکم بنائیں کہ دونوں
میں بابکدگر کیا نسبت ہے تو غور و فکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونوں استاد جلیل القدر
ہیں یہہ نہیں بتلا سکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر مینائی

جو نقادِ سخن تھے جلیل کو مثل لختِ جگر سمجھتے تھے۔ اور جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ مین نے دونون بزرگون کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزان عقل مین دونون کے کلام کو تولا ہے تو دونون مین عام خاص من وجہٍ کی نسبت پائی۔ اگر مین بمصداق پسر بہ از پدر کہون تو میرا قول بیجا نہوگا۔ لیکن بعض نکتہ چین میرے قول کو مبالغہ پر محمول کرین گے یا سخن فہمی مین ناقص کہین گے۔ جو اہل سخن منصف مزاج ہون گے وہ تسلیم کرین گے اور کہین گے کہ جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف واقع مین حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے۔ پہلے مین لکھ چکا ہون کہ آپ اُستاد مرحوم کے رکاب مین ہر وقت سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب ہمراہ رہتے تھے۔ جب امیر مینائی مرحوم حسب الطلب نواب والی رامپور۔ رامپور گئے۔ تب آپ بھی ہمراہ تھے۔ چند مدت رامپور مین خوشی و خرمی سے بسر کئے جب ۱۳۱۵ ہجری مین اعلیحضرت کلکتہ سے واپس ہوتے وقت بنارس مین فروکش ہوئے تب امیر مینائی رامپور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور مسدس مولفہ کو پیش کیا۔ اعلیحضرت مسدس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور امیر مرحوم کو حیدرآباد ہمراہ لائے۔ سوءِ اتفاق سے حیدرآباد مین پہنچتے ہی پیچش سے بیمار ہو گئے پیچش کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی۔ ایک مہینہ تک پیچش کا سلسلہ جاری رہا آخر اُسی مرض مین واصل حق ہوئے۔ یہہ واقعہ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸ ہجری مین واقع ہوا۔ پس حضرت جلیل صاحب صاحب ترجمہ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ امیر مرحوم کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت مین مبتلا ہوئے۔ اور حیدرآباد مین اسی امید کے سہارے پر استقلال کیا تھا کہ اعلیحضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز فرمائین گے سنہ مذکورہ سے ۱۳۲۰ ہجری تک بسر کئے آخر اعلیحضرت نے آپکو اعزازاً و اکراماً

پانسو روپیہ ماہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا - اور آپکو استاد کے لقب سے ممتاز کیا اعلیحضرت کبھی کبھی آپکو اپنا کلام دکھلاتے ہین - حضرت جلیل صاحب نے بمصداق اِنَّ مع العسر یسرًا صبر وقناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے - اب فراغت سے زندگی بسر کرتے ہین - آپ خوش خلاق و مقبول آفاق ہین - سیرتًا فرشتہ و صورتًا انسان برگزیدہ ہین - متقی و پرہیزگار صوم صلوۃ کے پابند امر معروف ونہی منکر پر پورے کاربند ہین -

الحمد للہ فی الحال ظاہرًا آپ کی شان وعظمت درجہ عروج پر ہے مگر آپکو اس شان پر غرور ہے نہ ناز ہے - آپکے مزاج مین وہی خاکساری وکسر نفسی ثابت وقائم ہے آپ بظاہر امیر ہین لیکن بباطن درویش - آپ اکثر اوقات ورد وظائف و قرأت قرآن مین صرف کرتے ہین - اور شائقین شعر وشاعری کے کلام کو اصلاح سے درست فرماتے ہین - آپکا دربار دربار عام ہے - غربا و فقرا اعزہ وامرا سے شگفتہ جبین وخندان روئی سے ملتے ہین - ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر ہو برابر حسن اخلاق سے ملاقات فرماتے ہین - چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپسے ملازمت حاصل ہوئی ہے بخدا مجکو آپ کی ملازمت سے بہت لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپنے اپنا خاص دیوان مطبوعہ جو مجکو ہدیتًہ عطا فرمایا ہے اُس کے دیکھنے سے ہر وقت لکھو البسا معمور وعزہ ہمدست ہوتا ہے کہ مین اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہین کر سکتا ہون آپکا کلام نہایت شستہ وپاکیزہ - شگفتہ وتازہ ہے - حشو وزوائد سے پاک - صاف تعقید لفظی ومعنوی سے مبرا ہے -

اب مین آپ کے نتائج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہون -

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریہ سرفرازی

جو دن پھرتے ہیں تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
شب غم لاکھ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن میں پھولنے پھلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن میں بارور نخل تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظروں میں ترقی اسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے میں سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
در شہ کا گدا ادنی سے اعلی ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہئے تھوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
فقیروں کا جہاں میں بول بالا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اسکو کمی کیا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار میں رنگ خزاں کب تک جما رہتا
کہ اک دن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہیں جاتا
یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالی ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہئے پھر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
سہارا چاہئے پھر بوجھ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے
مریضوں پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے
دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے

نتیجہ شاہد مقصود کا ضائع نہیں جاتا
وہ اک دن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہوئی پوری تو کیسا پردہ دوری
رخ محبوب دل میں جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے اب عروس شاعری کا دون کی لینا
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے

گل مضمون جو کل تک خشک تھے اسکا تعجب کیا
خزاں کے دور میں پھر پھول کھلنا ہو ہی جاتا ہے

نہیں اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل ذات کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو
لقب جو شاہ سے ملتا ہے بیجا ہو ہی جاتا ہے

تعجب کیون کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر
خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے

یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے
نہ کچھ کہئے مگر لوگون مین چرچا ہو ہی جاتا ہے

حسد کوئی کرے کسواسطے تب یہ ظاہر ہے
کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے

لکھون اب یہ کیسا تھا کچھ مدح شہ والا
کہ اس موقع پہ لیکن جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنیکا
ارادہ مین نہین کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے
جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے

نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر
نصیب اسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے

سواری کا سمان سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی
سلیمان کا شہ آصف پہ دھوکا ہو ہی جاتا ہے

زہے ہر دلعزیزی بخت و دولت بھی یہ کہتی ہین
تمہین جو دیکھ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے شہ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا
کسی کا بخت بگڑا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے

تجلی صحو کردیتی ہے ایوان معلی کی
ورنہ شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے

کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی
کرم کا خلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے

بہت دور آپکو کھینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے
خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے

دلون پر کیون نہ ہو قبضہ کہ دلکو شاد کرتی ہین
یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے

مثال ماہ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین
تو شاہان جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے

کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے
کوئی ارمان ہو دم بھر مین پورا ہو ہی جاتا ہے

جہان مجرم کوئی پہنچا کہ ہوا سائل رہائی کا
مروت آ ہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے

عنایت شاہ بھی خالی نہین شان ترحّم سے
ہوا جو بر طرف اُسکا وظیفا ہوہی جاتا ہے

نکل جاتی ہے خدمت تہہ نشینی نہین جاتی
یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہوہی جاتا ہے

سزا کیواسطے دلمین کوئی پہلو نہین آتا
عطا کیواسطے کوئی بہانا ہوہی جاتا ہے

مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر رکھتی ہے
چھپا کر لاکھہ دین عالم مین شہرا ہوہی جاتا ہے

ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
لٹاتا ہے جو موتی دل کا دریا ہوہی جاتا ہے

عجب عہد مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو
خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہوہی جاتا ہے

مسافر کو سفر مین دھوپ کی ایذا نہین ہوتی
کہ ہر پر دامن دولت کا سایا ہوہی جاتا ہے

اسی در پر تو پھل ملتا ہے نخل خاکساری کا
جو قدمون پر جھکا اُسکا سر اونچا ہوہی جاتا ہے

دل آئینہ ہے اور اُسمین خواص جام خسرو ہے
کسیکا راز دل ہو آشکارا ہوہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون زبان ہو کر
ہوا جو بندۂ بیدام دانا ہوہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دل حُسّاد مین خون تمنّا ہوہی جاتا ہے

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
سخن یکتا کا ہر مضمون یکتا ہوہی جاتا ہے

خدارا کہیے جہان دو گُل کھلائے طبع رنگین نے
گلستان بوستان کا رنگ پھیکا ہوہی جاتا ہے

زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبل شیراز شیدا ہوہی جاتا ہے

فلک کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سعدی کو سودا ہوہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا مثل قمری نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سرو رعنا ہوہی جاتا ہے

زمین سخت مین بھی معنی سوسن نکلتے ہین
صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہوہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی بھی حاجت کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہوہی جاتا ہے

دیے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند سے ٹکڑے
قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہوہی جاتا ہے

نہ کیوں خوش ہوں سب کے دیدہ و دل شاعرانہ سے
کہ مہر و ماہ سے گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجھے دعویٰ نہیں لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہوں
سخن کو اپنی یکتائی کا دعویٰ ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے میں تو ہوں اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدہ ہو ہی جاتا ہے

جلیلؔ آصف کے حق میں جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اُس میں پیدا ہو ہی جاتا ہے

اشعار منتخبہ دیوان

ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا
جس نے دُرِ سخن سے بھرا منہ جلیل کا

خود فرش خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
اُمید ہے جو صلہ ترے عبد ذلیل کا

ولہ

ناوک اُسکا کبھی خطا نہ ہوا
طائر سدرہ تک نشانہ ہوا

تیرے قدموں سے کیوں رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بھاگے
مگر اک داغ دل جدا نہ ہوا

ولہ

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

ولہ

مرے جذب دل کا اثر دیکھ لینا
تم آؤ گے تھامے ہوئے دل ادھر دیکھ لینا

ابھی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پھر ادھر سے ادھر دیکھ لینا

ولہ

ابھی باقی ہے آنا قبر پر اس فتنۂ قامت کا
قیامت ہو چکی پھر بھی رہا ڈر کا قیامت کا

قلق اسمیں تڑپ اسمیں الم اسمیں ہے ستم اسمیں
مرے پہلو میں دل کیا ہے خزانہ ہے مصیبت کا

ولہ

مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
سننے والوں کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا

مر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

ولہ

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا
دیکھا تو ذرے ذرے میں اسکا ظہور تھا

ولہ

نہ وہ شمع دیکھیں نہ پروانہ دیکھیں
کوئی ہو اُنہیں دل جلانے سے مطلب

وله
آہی جائیگا محبت مین اثر آپ سے آپ
ہو ہی جائیگی انہین میری خبر آپ سے آپ

وله
پہلو سے وہ اُٹھے سو کہا دل نے ہائے دوست
آباد ہوکے لٹ گئی دولت سرائے دوست

وله
اُنسے ملنے کا ہے سوال عبث
جان بچنے کا ہے خیال عبث

وله
چمک کر بولی وہ برق نظر آج
کرلونگی خرمن دلکی خبر آج

کہو انسے بچا ئین دامن اپنا
کہ ہے شعلہ فگن داغ جگر آج

وله
یون تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح
پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح

گل اگر بجلی سے چھوٹا آج صرصر سے اُڑی
ہو نہ دشمن کا یارب آشیان میری طرح

وله
موسم گل ہے پھول پھولے ہین
دیکھنا باغ کیا ہے سرخا سرخ

وله
ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہوکر
ہماری باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہوکر

وله
نصیبون سے ہوا کرتا ہے مرنا اچھی صورت پر
خدا شاہد ہمین تو ناز ہے اپنی محبت پر

وله
توکل کا یہہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر
نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

وله
صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش
بلبل ہین ہم کہ ہے صیاد کی تلاش

قسمت نے دی نجات نہ مجھکو تلاش سے
دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش

اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص
اک مرغ جان کے حق مین ہین سوام کے خواص

کیا نصیبے کے زبردست ہین خال عارض
جنکو حاصل ہے شب روز وصال عارض

کہان ہم اور کہان اب شراب خانۂ عشق
نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق

غلط ہے صاحب دولت کو گر غنی کہئے
غنی وہ ہے جسے ملدے خزانۂ عشق

کیا کیا شب غم ہمنے مصیبت نہین دیکھی
اتنی ہے کمی صبح قیامت نہین دیکھی

دیکھے ہین طرحدار حسین انکھہ سے لاکھون
دل جسکا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکھی

جعفر۔ مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص۔ مرزا جعفر بیگ نام۔ آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلف الصدق ہین۔ اکبر و جہانگیر کے عہد مین معزز و ممتاز رہا۔ فن شاعری مین استاد کلام تہا مثنوی شیرین خسرو اسکے کلام شیرین کی یادگار ہے۔ اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے کے بعد مخاطب بہ آصفخان ہوا تہا ۱۰۲۱ھ ہجری مین بلدہ دار السرور برہانپور مین فوت ہوا کسی شاعر نے تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے صد حیف از آصفخان۔

من اشعارہ

در باد صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب	ولہ	چشمے کہ ندارد برہ قافلہ وارد
ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر		ہنوز رسم خود آرائی چمن باقیست
درستی ہمہ کس در شکست بیداری		شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا
ای صبا در شکنم اما دل ما این جوش مشکینم		کہ این گلستانست نتوان در رو باد بست
شہر گنجائش غمہائے دل ما چو ندہشت		آفریدند برائے دل ما صحرا را
ز شوق آنچہ آنجا دید فرہاد		مرا اینجا قلم از دست افتاد

حرف الحاء حطی

حفظی۔ نواب حفظ اللہ خان

حفظی تخلص۔ حفظ اللہ خان نام۔ آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت ہند مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد علمائے وقت سے

کتب درسیہ تحصیل کین - لائق وفائق ہوئے - بادشاہی منصب سے سرفراز تہے آپ خوش خلق و باخیر نہایت طبیعت و نیک صورت تہے - علما و شعرا و فقرا سے نہایت اخلاص و محبت رکہتے تہے - ماہ ربیع الاول مین میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت و شان سے کرتے تہے - ایکہزار سے زیادہ اہل دعوت ہوتے تہے - کہانے سے اول و آخر وقت تک خود بذاتہ آفتابہ و سیلابچی ہاتہہ مین لیکر تمام اہل دعوت کے ہاتہہ دہلاتے تہے اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تہے - عالمگیری زمانہ مین ٹہٹہ و سیوستان کے صوبہ دار تہے - صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے - آپکے زمانہ مین تمام رعایا امن و امان مین تہی - آخر ۱۱۲۱ھ ہجری مین سیوستان مین آخرت کا سفر اختیار کیا - جناب میر غلام آزاد بلگرامی نے آپکی وفات کی تاریخ کا مادہ آیہ کریمہ سے پایا فلهم جنات المأوى نزلا بما كانوا يعملون - خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ آپ موزون الطبع تہے کبہی کبہی رباعی یا غزل موزون کرتے تہے - ایکوقت آپکی مجلس مین کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین پڑہی ے

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ	ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد	دیر آمدہٗ زراہ دور آمدہ

آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو بروز قیامت باعث نجات ہوتی - پہر فکر کرکے ایک رباعی کہی وہ یہہ ہے ے

در انجمن دہر نخست آمدہ	زانکہ گو نہ کہ شائستہ تست آمدہ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود	دیر آمدہ ولے درست آمدہ ✦ انتہی -

من اشعاره الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئم نمی آئی چرا
اے آنکہ سراپا ہمہ لطف نمکی
جز شیرہ پستان حلاوت نمکی

ولہ

پائے شوقت را مگر رنگ حنا زنجیر پاست
بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
ہیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگانعالی حضور آصفجاہ کے داماد اور رضاعی برادر کے لخت جگر تھے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپکے پوتے تھے۔ ان دونون بزرگون کو دکن سے خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی وجہ سے دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے بہی انہی بزرگون کے وجہ سے نواب حفظ اللہ خان کا ذکر اہل دکن مین شامل کیا فتامل ولا تکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکہا کہ حفظ اللہ خان ذی استعداد و کمال دوست تہا علوم عقلی و نقلی مین مہارت کامل رکہتا تہا۔ عالمگیری عہد مین صوبہ داری لاہور پر متقرر تہا۔ ناظم و ناثر تہا۔ من کلامہ

تر دماغی می کند پروانہ در پرواز شوق ٭ روغن بادام گویا در چراغش کردہ اند۔ انتہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میر محتشم علیخان نام۔ سادات بدخشان سے تھے۔ آپکے اجداد مین ایک بزرگ وارد ہند ہوئے۔ آپکے والد میر باقی محمد یار خان صوبہ دار دہلی کی رفاقت مین مدت تک ہے صوبہ دار عالمگیری امرامین تھے۔ میر حشمت کی ولادت دہلی مین ہوئی۔ سن شعور کی بعد دہلی مین علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ پہر آپکو

شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا شعر گوئی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی فارسی دونو زبانون مین
کلام موزون کرتے تھے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین پاکیزہ و صاف ہے۔ ہر ایک شعر کی عبارت
سلیس و با محاورہ ہے آپ فنون سخنوری مین ممتاز تھے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا
متین و مرزا عبد القادر بیدل و آزاد کے مصاحبت و مجالست مین رہے اکثر یاران معاصر کے ساتھ
مشاعرہ مین شریک ہوتے تھے۔ ہم طرحی غزلون پر مشاعرہ کا بازار گرم کرتے تھے۔ آپ کی وفات
۱۱۶۳ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ علی قلی خان والہ ریاض الشعرا مین لکھتا ہے کہ مین ایکروز
حشمت کے دیوان کو دیکھ رہا تھا کہ یہ بیت میری نظر سے گذری ؎

نہ ہر ایرانی ہم طرح حشمت می تواند
نہ ہر چینی فروشش ہم سر فغفور می گردد

چون چند کس از مردم ایران بعنوان سوداگری دلی مین چینی فروشی کرتے ہین
ہندوستان مین ایرانیون کے لئے دوکانداری کرنا ننگ ہے۔ اس لئے ہندی نژاد
کل ایرانیون پر یہ چینی فروشی کا طعن کرتے ہین۔ مثلاً کسی اور ہندی نے کہا ہے ؎

ما زبان اہل ایران را ہوئی بستہ ایم
دست این چینی فروشان را ہموئی بستہ ایم

ان ابیات کے دیکھنے سے میرے دلمین حمیت و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے
دیوان کے حاشیہ پر یہ دو بیتین لکھین اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بھیجدیا ؎

باستادان ایران ہندی ہمطرح میگردد
بچینی میزند پہلو سفالین کاسۂ ہنگی

حریف نالۂ دلہائے زار ما نہ حشمت
مزن انگشت بر لب چینی فغفور را

پس حشمت صاحب ترجمہ ابیات کو دیکھکر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلامہ۔
آپ صاحب دیوان ہین تقریباً سات ہزار اشعار ہین۔

من کلامہ

کشتند شمع را چو سحر اهل بزم گفت
این روز بود اوّل شب در نظر مرا

ولہ
رونق از دیوانهٔ کشور سودا گرفت
دشت زیبا بود کو مجنون دو روزی جا گرفت

ولہ
گر چنین شهر بسودای تو دیوانه شود
همچو زنجیر ز هر کوچه فغان برخیزد

ولہ
با رقیبان نکنم سجدهٔ خاک در دوست
این نماز بیست که بی شرط جماعت باشد

ولہ
سر از نقش هستی عقدهٔ کار دل من شد
خط پیشانیم چون قفل ابجد مشکل من شد

ولہ
نگاه گرم چه سان در بغل کشد تنگش
که از فروغ در آغوش خود بپرد رنگش

ولہ
صبر و بیطاقتی آن روز که قسمت شد
بیقراری بمن و صبر بایوب رسید

ولہ
جان بقربان کمان تو که زد آخر کار
تیر صافی که بداد دل ما خوب رسید

ولہ
پیر گردیدم و سر می گردد
آسیا وقت سحر میگردد

ولہ
از رنگ لاله و داغش عیان است
که حسن و عشق باهم توامان است

ولہ
فتنه از بالای ابروی تو آفت می شود
آفتاب از قبله سر زد قیامت می شود

ولہ
بیا کز اشتیاق سوزانیم باهم بلبل و گل را
تو گل را کن خجل در حسن و من عشق بلبل را

ولہ
زبس پیشش کی دل ناله و آهی میکرد
چشمش بمن التفات گاهی میکرد
گریان گریان ز دور میدارم داد
خندان خندان بمن نگاهی میکرد

مستزاد

آئینه ببزم دلکشا تو رسانید انجا نگاه
هم شانه بزلف مشکسا تو رسانید ما را گناه
ما خاک شویم و همه منظور فتد داغیم ز رشک
دل خون نشود و حنا بپا تو رسانید بهیجان السبب

میر درد نے نکات الشعرا میں لکھا کہ محتشم شعرائے ہندوستان سے ہے۔ سید صحیح النسب سپاہی عمدہ تھا فارسی ہندی میں سخن گوئی کرتا تھا۔ خوش اخلاق و خاکسار تھا

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری سے ملتا تھا۔ عزیز دل شہر دلی مین سکونت رکھتا تھا
آپکی بڑے بھائی میر ولایت اللہ خان تھے حشمت مدت سے خانہ نشین تھے
ریختہ مین صحیح الفکر ذکی الطبع تھا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نکہت گل نے جگایا کسنے زندان کے بیچ	پھر کہ زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ
بہار آئی دیوانے کی خبر لو	اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیخار کا مولف لکھتا ہے کہ میر حشمت علی خان حشمت خلف میر باقی بدخشانی
دہلوی المولد ہے۔ فارسی زبان مین رنگین خیال و شیرین مقال تھا۔ میر محمد افضل
ثابت و شیخ عبد الرضا متین کا ہم صحبت و ہم طرح تھا سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین بمرگ
مفاجات فوت ہوا۔

حقیر۔ مہا سنگہ اورنگ آبادی

حقیر تخلص۔ مہا سنگہ نام کہتا مل عرف ہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد ہے۔ یکشتی
جواہر قلم و دبیر عطارد رقم تھے مضمون نگاری و انشا پردازی مین بلند پرواز۔ ایجاد
معانی و سخن سازی مین سحر پرداز تھے۔ طبع نقاد و ذہن وقاد سے لائی آبدار اشعار کو
رشتہ نظم مین پروتے تھے۔ تحریر و تقریر مین زبان و قلم سے موتی رولتے تھے۔ خوش وضع
و خوش مزاج تھے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار تھے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسر نفسی
سے ہر ایک کے مقابلہ مین اپنے کو حقیر و ناچیز سمجھتے تھے۔ سراج دکنی و آزاد بلگرامی کی ہم صحبت
تھے۔ جناب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے دار الانشا مین ملازم تھے۔
سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

از بہار سبزات سرسبز بخت باغبان
وز لب چون غنچہ ات گلرنگ رخت باغبان

در چمن از حال بلبل ہیچگہ آگاہ نیست
خار ہا دارم بدل از طبع سخت باغبان

تا تماشائی نگاہ چشم آن گلرو کند
نرگستان گشتہ در گلشن درخت باغبان

از ہوائے قامت شمشاد رشکش شد حقیر
در زمین بلندی سبز بخت باغبان

ولہ

چون از زلف درازش یافتم سر رشتۂ مطلب
دعائی از دیاد عمر او در نیم شب کردم

سخن از پستہ گفتم بر لب لعلش نگہ کردم
باین حسن طلب زان پستہ لب مطلب طلب کردم

حقیر این مصرع موزون ز شہرت در دلم آمد
جلوہ ریز آمدم در دو آن معنی را طلب کردم

حامد محمد خان المخاطب بحامد علیخان دولت آبادی

حامد تخلص - محمد خان نام - حامد علیخان خطاب ہے - آپ دولت آبادی ہین - شیخ ابو بکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تھے - حنفی مذہب صوفی مشرب حریفان ہم مشرب کی یاد و رنگین مزاجان ہمدم کے دوستدار تھے - شعرگوئی و شعرفہمی مین قابل و لائق تھے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے ہم صحبت و مشاعرہ تھے - اکثر اوقات نواب شہید کی ترغیب سے غزلین کہی ہین - تعریف و تحسین کے مورد ہوئے ہین - پیری کی وصیت سے شعر کم کہتے تھے کبھی کبھی فارسی زبان مین موزون کرتے تھے - علوم ادبیہ مین مستعد و کامل تھے گاہے ماہے عربی مین کہتے تھے - بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے ایکروز ایک نوجوان لڑکا خوش لباس آپکے سامنے آیا - آپنے اسیوقت یہہ شعر موزون فرمایا

داد صد رنگ خوشدلی بدلم
جامۂ سبز و چہرۂ گلنار

ایک وقت نواب آصفجاہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ - دو رن مبارک کے بیان مین لکھا

از بہر نثار این خداوند جہان لعل و گہر آمدہ ز کان و عمان

باروے جہان فروز در روز ن خورشید در آمدہ سراج منیران

ان صنمی کان فی الجلباب کنت رایتہٗ بل ھو شمس شفقت نظرت فی المطر

ان دو تین اشعار کے سوا ہمکو آپکا کلام نہین ملا - شاید تلف ہو گیا ہو - تحفۃ الشعرا مین مرزا افضل قاقشالی نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہین - شاید میان حامد بیر کی غفلت کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نکرتے ہون -

حفیظ - شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص - شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن دہلی ہے - آپکی بزرگ سپاہ پیشہ تھے سپاہ گری کے پیشہ مین زندگی بسر کرتے رہے - مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شباب مین طالب علم ہوئے - چند مدت مین علما و فضلا کی خدمت مین ضروری لیاقت حاصل کر کے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے - آپکی طبیعت تیزی مین شعلہ جوالہ تھی طبع والا و فکر رسا سے شعر موزون کرنے لگے - کلام شیرین و رنگین ہونے لگا معاصرین دیکھکر تعجب کرتے تھے - رفتہ رفتہ آپ درجہ استادی کو پہنچ گئے سب شعرا معاصرین آپکی استادی کے قائل ہوئے - آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے ہین - دونو زبانون مین آپکا کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا ہے - پاکیزہ و شستہ آپ ہند سے اورنگ آباد دکن مین آئے - راجہ مہپت رام کے خدمت مین بار یاب ہوئے راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکھکر بہت خوش ہوئے - اور آپکو نہایت اکرام

واعزاز سے اپنے پاس کہا۔ اور آپکے لئے معقول تنخواہ بھی مقرر کردی۔ چند مدت راجہ صاحب کے مصاحب رہے۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم وبرہم ہوگیا۔ تب راجہ سے علیحدہ ہوئے۔ آپ بھی مجبور ہوکر وہان سے حیدرآباد آئے۔ اور راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر سے ملے ایک آدھ قصیدہ بھی پیش کیا۔ مہاراج بہادر نقاد سخن تھے اُسی وقت آپکو خلعت اور ہزار روپیہ ماہوار سے سرفراز فرمایا۔ پھر آپ حیدرآباد مین ملک الشعرائی کے درجہ کو پہنچے۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب ہوئے۔ آپنے اپنی خوش کلامی وجادو بیانی سے مہاراجہ کو مسخر کرلیا تہا۔ مہاراجہ بہادر آپکے کلام پر فریفتہ وشیفتہ تھے آپ خوش اخلاق ونیک طینت تھے۔ نازک دماغ وپاکیزہ خیال تھے۔ ہر روز دربار مین تازہ ونیا لباس پہنکر آتے تھے۔ باوجود جاہ وحشمت فقر دوست وغربا پرور تھے۔ مہمان نواز وفیض گستر۔ کلمۂ خیر مین بڑے جوانمرد تھے۔ ہر ایک کی سفارش کرتے۔ آپکے نزدیک آشنا وبیگانہ مساوی تھے۔ آپکی بدولت ہزارہا غربا وفقرا مہاراجہ بہادر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور صدہا آدمی سلسلۂ ملازمت مین شریک ہوئے۔ ایک عالم آپکا ممنون منت تہا۔ آخر آپ ۱۲۴۷ھ ہجری مین جنت کو روانہ ہوئے۔ اور حیدرآباد مین مدفون ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

لب جانان سے جی اُداس آیا
ہمکو آب بقا نہ راس آیا

مین وہ شمع مزار بیکس ہون
کہ پتنگا نہ جس کے پاس آیا

ولہ

ہم اُسے بادۂ گلرنگ پلادیتے ہین
خانہ باغ آئینہ رخ کو بنادیتے ہین

ولہ

ہمارے دل مین بہیہ درد والم کا جوش رہا
کہ سینہ داغون سے دوکان گل فروش رہا

خیال کاکل مشکین یہ مجکو دوش رہا
کہ مثل کعبہ مرا دل سیاہ پوش رہا

ہزار نالۂ محشر نما نہ لب تھے
کسیکا پاس ادب تھا خموش رہا

ولہ

خط میں کچھہ جس طلب تہا نہ سوا اسکے جیسے
ما بخیر و سلامت بشما کہتے ہیں

تپ تشہیر کیا قاتل بیچارے کو
آپ فرمائے قبلہ اسے کیا کہتے ہیں

ولہ

چاک سینہ ہو گیا دل سے صدا آنے لگی
کہلتے ہی اس در کی جنت کی ہوا آنے لگی

لڑکوں نے پہلے مارے جوں ہی سنتے سنگ
دیوانگوں کی خون سے ہوا رستے رنگ

آپنے ایک رباعی حضور سکندر جاہ نور اللہ مرقدہ کی نذر کی تھی - رباعی

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا
کوئی پوجتے ہی دیر صنم تک پہنچا

خوش طالعی میری ہے کہ لیکر میں نذر
تجہہ سے سکندر کے قدم تک پہنچا

ولہ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکہاتی ہے
اگر یکدم جدائی ہے تو پہر پہر ملاقی ہے

رو برو غیروں کے شکوہ کیا کروں میں ہکا
ہو رہینگی پہر کرو باتیں ہماری آپکی

حنا - مہدی حسین خان لکھنوی

حنا تخلص - مہدی حسین خان نام آپ محمد حسین خان لکھنوی کے فرزند ہیں - آپکی ولادت شہر لکھنو میں ہوئی - تعلیم و تربیت بہی اسی شہر میں پائی - استعداد علمی کے بعد شعرگوئی شروع کی - مومن خان مومن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت میں سخن کی مشق کی - استاد کی توجہ کی برکت سے لائق و ممتاز ہوئے - دس گیارہ برس سے حیدرآباد دکن میں کسی سرکاری خدمت پر مامور ہیں - چست و چالاک ہوشیار بیباک ہیں خوش سیرت نیک عادت ہیں محبت و دوستی کے لائق ہیں شگفتہ جبین و خوشخو ہیں

بارک اللہ فی بقائہ | من اشعارہ

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے
زبان ہی نہیں صرف التجا کے لئے

تمہارے لب جو کرین دعوی مسیحائی	مرض ملے نہ کہین نام کو دوا کے لیئے

حبیب محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص - محمد کاظم نام - آپکا مولد ومنشا قصبہ کنتور ضلع لکھنؤ ہے آپکے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسی کاظم سے ملتا ہے - آپکے بزرگ سادات نیشاپور سے تھے - زمانۂ سلف مین وطن اصلی سے ہندمین وارد ہوئے لکے اور وہ قصبۂ کنتور ندکورمین فروکش ہوئے - اسوقت کنتورمین فضلاء و لاایت سکونت پذیر تھے - آپکے جد اعلی نے بھی وہین سکونت اختیار کرلی - آپکے بزرگون مین اکثر علما گذرے ہین - علوم عقلی ونقلی مین بے نظیر ہوے ہین - زمانۂ حال تک بھی اسی موروثی علم کا خاندان مین اثر باقی ہے - آپنے ابتداء شعور مین بقدر فارسی وعربی کتب پڑہین تہین - زمانہ طالب علمی مین آپکو شعروشاعری کا شوق پیدا ہوگیا آپکی طبیعت کا میلان شعرگوئی کے طرف رجوع ہوا - اور طالب علمی حالت مین خلل واقع ہوا - آپ تحصیل علوم کسب وفنون سے محروم ہے - مگر شاعری مین یا اُستادی کے مرتبہ کو پہنچ گئے - آپنے سخن کی مشق جناب سید لطف اللہ قدر مرحوم سے جو آپکے نانا تھے کی - آپکا کلام نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہے - آپ خوش وضع وخوش فکر ہین - فی الحال آپکی عمر قیاسا پینتالیس برس کی ہے - چند سال سے اس ریاست مین ملازم ہین معتمد مدار المہام سرکار عالی نظام کے میر منشی ہین -

من اشعارہ الہندی

دلسوز کون تھا ہمین روتا جو بعد مرگ	ہان بیکسی کا رکھتی ہے شمع مزار غم

اسیری مین بلا نازان ہوی وحشت کے پر نکلے
وله
چلے صحرا سے زندان کو گریبان پہاڑ کر نکلے

ہمارے ساتھہ جاتے ہین عالم کو حسرت و ارمان
یہہ حسن اتفاق اسوقت اچہے ہم سفر نکلے

لے چلی ہین دلکو سوئے کوئے قاتل حسرتین
وله
کس زمین ہے پہر کاروان شام و سحر

عرش پر ہوگا دماغ رہروان کوئے عشق
آسمان پر ہے غبار کاروان شام و سحر

عکس روئے یار ہے تصویر پشت آئینہ
وله
دیکھئے چمکی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ

خط تقدیر ہے پہر جسے سمجھے ہین سب جوہر
بن گئے ہین غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت میر حشمت علی حیدرآبادی

حشمت تخلص حشمت تخلص۔ میر حشمت علی نام۔ آپکا مولد و منشا حیدرآباد دکن ہے۔ آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہین۔ مرحوم الیہ سرکار عالی نظام کے صدر رتبیہ خانہ کے میر منشی تہے۔ آپنے سن تمیز کے بعد علماء حیدرآباد سے کتب فارسیہ کی تحصیل کی۔ انشاء پردازی و عبارت نویسی مین خوب مہارت پیدا کی۔ مزاج مین سخن سنجی و شعرگوئی کا ولولہ تہا۔ اور طبیعت بہی سنجیدہ تہی۔ شعرگوئی کے میدان مین سبقت کرکے خوب جولانی کرنے لگے۔ حیدر حسین خان حیدر المتوفی سنہ ۱۲۸۵ ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔ کلام سے نزاکت و ملاحت نمود ہوتی ہے۔ آپکی عمر تخمینا پچاس برس کی ہوگی۔ متوسط قد۔ گندمی رنگ مائل بہ سیاہی۔ خدا تعالے آپکو دیرگاہ زندہ رکہے

من اشعارہ الہندی

مرگ عاشق پر اجی اسطرح غم کہاتے نہین
صبر کی جا ہے مریکے ساتہہ مرجاتے نہین

ہوگئے ہین جاکے شاید کوئے جانان مین مقیم
حضرت دل آج پہلو مین نظر آتے نہین

بخشش حیدر کا دربار معلا عام ہے	ولہ	اس جگہہ حشمت سخندان فیض کب پاتے نہین
گورے ہاتھوں سے جو دفناؤ گے مٹ ہو گی		گور تیر مین جو پھر شمع کی جا جب ہو گی
بہینچنا شور مچا نا سر مدفن کیسا		روح عاشق پہ اجی ور قیامت ہو گی

حبیب محمد حبیب حیدرآبادی

حبیب تخلص ۔ محمد حبیب نام مشاہیر شعراء حیدرآباد سے ہے ۔ تذکرہ نویسون نے آپکی پوری کیفیت نہین لکھی سنہ ولادت و وفات کا بھی کچھہ ذکر نہین کیا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر لائق و فائق تھے ۔ مضامین تازہ خوب تلاش کرتے تھے ۔ خوش فکر و خوش خیال تھے ۔ تقریباً آپکا بھی انتقال سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین واقع ہوا ہے ۔

من اشعارہ الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر	ولہ	رہ گئی صرف یہی یار کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ مین مینا بی بلبل کی دیکھہ		کھل گئی یار تری غنچہ دہانی آخر
موند کر آنکھہ کو کیا ذوق سے سویا تھا حبیب		نہ سنی حیف مری ہیچم کہانی آخر
دل بیدل کی یک تسلی کو		کچھہ تو اپنی نشانی دو جانان
گلبدن پھول کی مت توڑ تو ڈالی آری		دیکھہ ابھی شور کرین بلبل و مالی آری

حسن ۔ امیر حسن دہلوی

حسن تخلص ۔ امیر حسن نام نجم الدین لقب ہے ۔ آپ میر علا سنجری کے فرزند ہین ۔ آپکا مسقط الراس شہر دلی ہے ۔ آپکی نشو و نما و تربیت و تعلیم بھی وہان کی تب ہوئی ہین

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدا مین علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر و شاعری کے
میدان مین سبقت کرنے لگے۔ آپکی طبیعت مین سخن سنجی کی قوت خداداد تھی۔ آپکا کلام
تصوف و تجرد و وحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ صاحبان حال
کامل و بزرگان صاحب دل آپکے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہین اور نیم بسمل کی طرح
تڑپتے ہین۔ دنیا و ما فیہا سے بیخبر و مست ہوتے ہین و مقام الست و بربّی کے طرف
رجوع ہوتے ہین۔ آپ فطرۃً رند مشرب و فقر طلب تھے۔ مرات الخیال کے مولف نے
تاریخ ہند سے نقل کیا کہ آپ مکارم اخلاق و لطافت و ظرافت و استقامت عقل مین
بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ و تجرید و تفرید و بے تعلقی دنیا مین بے مثل تھے۔ رندانہ
مستغنیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپکی توبہ کا سبب یہہ لکھا کہ آپ ایکروز ایک نانبائی کی
دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسروز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ
مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنے
حسن صاحب ترجمہ پر پڑی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق و قابل سلوک ہے۔ آگے
بڑہ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ نان و کلچہ کسطرح بیچتا ہے۔ حسن نے جواب دیا کہ
روٹی کو ترازو کے پلڑے مین رکھتا ہون اور خریدار سے کہتا ہون کہ دوسرے پلڑے
مین زر قیمت رکھے۔ جب خریدار پلڑے مین زر رکھتا ہے اُسوقت اُسکو روٹی دیکر روانہ
کرتا ہون۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے
جواب دیا کہ اُس سے درد و نیاز قیمت لیتا ہون۔ امیر قدس سرہ آپکے جواب سے متعجب
ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت مین گزارش کی۔ شیخ
قدس سرہ نے کچھہ جواب نہین دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر اثر کیا

اُسیوقت حسن کا حال متغیر ہوا۔ اور درد طلب دامنگیر ہوا۔ فوراً نان بائی کی دوکان سے اُٹھکر حضرت کی خانقاہ مین آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ دیکھو حضرت کی توجہ تیر بہدف تھی۔ بزرگان دین واہل اللہ کی نظر بے اثر نہین ہوتی ہے پیر ہون تو ایسے ہون۔ خدائے تعالی ہمکو ایسے بزرگون سے ملائے کہ ہم دنیا وافیہا سے سبکدوش ہوجائین۔ فی زمانا پیری مریدی کی نسبت اگر گویم مشکل وگر نگویم مشکل بامر لاچاری شق ثانی کو اختیار کرتا ہون۔ اور دم بخود رہتا ہون خدا ہم تمام کو نیک ہدایت کرے۔ بزرگان دین کی توجہ موثرہ کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے ؎

آنراکہ بدانیم کہ او قابل عشق ست　　رمزے بنمائیم ودلش را بربائیم

آپ امیر خسرو کے معاصرین گویا دونون بزرگ سخنوری مین برادران توام ہین۔ اور دونون بمصداق ہذان لساحران فن شاعری مین جادوگر ہین۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ امیر خسرو وامیر حسن مین باہم الفت ومحبت برادرانہ تھی۔ دونون شاہزادے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت مین ملتان گئے۔ امیر خسرو شاہزادے کی مصحف داری پر خواجہ حسن دوات داری پر مامور تھے۔ شاہزادے کی شہادت کے بعد دہلی مین آئے۔ ملازمت کے زمانہ مین دونون ہم نوالہ وہم پیالہ رہتے تھے۔ لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکھتا تھا۔ تقدم کے مختلف اسباب ہین۔ امیر حسن کے قطعات وقصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح مین زائد ہین۔ اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح مین کم ہین۔

اور مولف مذکور نے یہہ بھی لکھا کہ خواجہ بعمر ۵۶ سالہ حوض شمسی کے کنارے شراب وکباب مین مصروف تھا کہ یکایک اسطرف حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپکو دیکہہ کے یہہ دو بیتیں پڑہیں ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم | گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست
زہد تان فسق از دل ما دور نکرد | فسق ما یان بہنر از زہد شماست

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا صحبت مؤثر ہے۔ اگر حسن نیت سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تہا۔ فوراً شیخ کے قدمون پر گرا اور تمام گناہون سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہہ ہے ؎

یک سرِ موئے دولت سفید نشد | ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ انگہی کردی | کہ ترا قوت گناہ نماند

آپ کی غزلین و قصائد درد آمیز و شور انگیز ہوتے ہین فصاحت و بلاغت کی خوبیان مضامین و معانی کی موشگافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپنے ایک کتاب مسمی فوائد الفواد جو حضرت شیخ کے حوال و اقوال پر شامل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکہی ہے۔ رسالہ متانت الفاظ و لطافت معانی سے مرکب و مرتب ہے۔ نقل کرتے ہین کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تہے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہوتین اور یہ کتاب میرے نام پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور مین اس سعادت ابدی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین مین اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام محبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روش شاعری مین سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ؎

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردست | کہ اہل معنی گل چین ازان گلستانند

سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپکو سعدی ہندوستان کہتے تہے مولٰنا عبدالرحمٰن جامی نے

بہارستان مین لکہا کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی مین طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی
تنگ اور ردیفین نادر اختیار کین۔ آپ کے کلام کی حالت مجتمعہ اگرچہ ظاہر نظر مین آسان
معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے مین دشوار و مشکل ہوتا ہے۔ بنا بر علیہ آپکے کلام کو
سہل ممتنع کہتے ہین۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کہتا تہا۔ امیر حسن آنسے وارد کہ عاشق آن نواسند
گو امیر خسرو یوسف زمان بود چنانچہ خود میفرماید ؎

اے حسن برآستین نظم خود دنوکن طراز — خاصہ این ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

اہی کلامہ۔ لطائف اشرفی کے مولف نے لکہا کہ آپ ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔
آپ جب مجلس احباب مین جلوہ افروز ہوتے تہے تب احباب کا جلسہ آپکے وجود سے رونق پذیر
ہوتا تہا۔ آپکے لطائف و ظرائف سے احباب کو لطف و مزہ حاصل ہوتا تہا۔ بحسب اتفاق
خواجہ حسن کو بیماری لاحق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہوگئے۔ چند احباب مثلاً
امیر خسرو و منصور وغیرہم عیادت کے گئے اور آپکو آواز دے کہ خواجہ صاحب کی مارا می شناسید
ما کیانیم کہ و آخر گفتند ماچہ کسانیم۔ خواجہ نے آنکہہ کہولکر کہا کہ کی ما بندہ سخن ایم ولیکم کی
تمام آپکے کلام ظرافت انجام سے محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت مین بہی ظرافت
کو ترک نہین کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکہا کہ مین نے لطیف المزاج سلیم الطبع
و خوش اخلاق مثل خواجہ حسن کسیکو نہین دیکہا۔ لطافت مزاج و خوش خلقی مین بے نظیر تہا
سلاطین و امرا آپکے ساتہہ خاص توجہ کرتے تہے یعنے آپکے کمال و حسن لیاقت کے خریدار
ہوتے تہے۔ آخر عمر مین جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو خراب کرکے دیوگڈہ دکن کو
دارالسلطنت بناکے دولت آباد نام سے موسوم کیا۔ تب تمام باشندگان دہلی حسب الحکم
دیوگڈہ مین آئے۔ آپ بہی تمام کے ساتہہ آئے۔ چند روز کے بعد خلد برین کو روانہ ہوئے

لی مخدوم اولیا کی تاریخ رحلت ہے۔ بحساب ابجد سات سو اڑتیس ہوتے ہین۔ اخبار الاصفیا
کے مولف نے لکھا کہ ۷۳۷ھ ہجری۔ اور مرات الخیال کے مولف نے ۷۳۸ھ ہجری
لکھا۔ سنہ رحلت بقول مرات الخیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔
روضہ خلد آباد مین قریب مقبرہ شاہ برہان الدین غریب علیہم مدفون ہوئے۔ دکن مین
حسن شیر نام سے مشہور ہین۔ یہہ خرابی تصحیف حسن شاعری ہے۔ آپ صاحب دیوان
تھے آپکا دیوان ہند و دکن و عرب عجم کے کتبخانون مین موجود ہے۔ اب مین آپکے
گلزار ہمیشہ بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیرین انتخاب کرکے بطور گلدستہ
ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون تاکہ اسکی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر و تازہ کرین

هوهذه

باز دل سوئے سفر می بینم آن دلدار را / نیست از یار یکہ تنہا می گزارد یار را
گر ہمہ شب پے تا کہ طالع نشوی چون مہ / بگذر چو نسیم گل وقت سحرے بر پا
باز ور زنجیر زلف دلبران آویختم / چون کنم جائے نمی یابم دل دیوانہ را
صبر من بیگانہ تر شد چون تو گشتی زمن / آشنا ہر گہ بگردد چہ غم بیگانہ را
خوبان اگر بدست رقیبان گرو بند / گر در چمن برائے چہ بندند خارہا
طرہ از رویت نمی گردد جدا / کافران را نیست از آتش نجات
جرعہ گر دست افتد بر زمین / خون او ہفت آسمان را خونبہاست
یارب بنہجے برسان تا بسپہرش / کان آفتاب شب روم از آستان گذشت
زلف تو شفیع محشرم باد / ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است
ساقی بزم صبح مشکبار است / غائب نشوی کہ با تو کار است

چشمت سوی من نمی شود بازه | وله | جانانان مگر از منت غبار است

باری باری کند اگر خواهد | وله | قصهٔ من هنوز بر اگر است

بنویسم نامهٔ خود روز محشر | وله | کز خط سیاهش یادگار است

عشقبازان دیگرند و عیش سازان دیگرند | وله | آنچه در قفر ما و می بینیم در پرویز نیست

از خط خونریز و از رخسار خویش گویا | وله | محضر ظالم به پیش پادشاه عادل است

سنگ را بر روی خود زن آتشی در رخت خویش | | ای حسن این سنت دیوانگان عاقل است

روی گل بین صفت روی کسی با او هست | وله | بوی حلقهٔ گیسوی با وی هست

روشن چشم همه کس در مه نو حیران بود | | چاشنی خم ابروی کسی با وی است

گفتم ز باغ وصل تو بوی بمن رسد | وله | آوازه از در تو بر آمد که بار نیست

خال تو بر رخ جهان افروز | وله | هندوی آمد آفتاب پرست

آب مژه ما گذران شد ز سر ما | وله | نیکو مثل است نیک بعلم ماست که بر ماست

خط کشیدی من شدم عاشق | وله | راستی مشک و عشق پنهان نیست

مرا بزور گرفتی برحمت بگذار | وله | که پادشاه بسی صید را گرفت و گذاشت

یار آوارگی همی خواهد | وله | رفتن حج بهانه افتاده است

بهشت خواهم شوم کان لطف را تابی و هم | وله | زان مثل نرسیم که در باب سخن آمده است

ما گناهی نکرده ایم | وله | خوبی بد را بهانه بسیار است

ز لم بر روی و شوا ختی هزار افسوس | وله | چنانکه دلبری هست دلنوازی هست

مگر بتو نرسیده است کان بزرگ گفت | وله | میان ما و شما عشق هست بازی نیست

فائدہ اس بیت میں شیخ فریدالدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنے ایکوقت

شیخ بہاء الدین کے طرف سے شیخ فرید الدین کی خدمت مین ایسی بات پہنچائی گئی کہ شیخ فرید الدین کے موافق نہ تہی۔ بعد مین شیخ بہاء الدین نے آپکی خدمت مین ایک معذرت نامہ بہیجا۔ اسمین یہہ ایک فقرہ تہا کہ میان ما و شما عشق بازی ہست کہ شیخ فرید الدین نے جواب مین لکہا کہ میان ما و شما عشق ہست بازی نیست الخ

روییت در بہشت بود حظ چہ میکشی	وله	ای ظلم پیشہ خار منہ بر در بہشت
سروری کہ سایہ کرم از من دریغ داشت	وله	صبح سعادتست و دم از من دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پایدار باد		آن ابر رحمتی کہ نم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقہ چون رکاب		زان شہسوار من قدم از من دریغ داشت
گر شبی خوانی سگ کوی خودم	وله	واللہ آن شب ز روز بازار من است
دلم گم شد درین حجاب کجا رفت	وله	لبش گیرم کہ پنہان کردہ اوست
روز مہ تو بر فروز شبم را تو نور بخش	وله	این کار نیست کار مہ و آفتاب نیست
گفتی ترا چہ سود و چہ سود است در سماع		این آن سوالہاست کہ آنرا جواب نیست
شب آمد و شنید کلام حسن ز دور	وله	گفتم پری مگر بفسون آمدن گرفت
نارگر با خندہ شیرین تو لا می زند	وله	دردہانش باز نگذاریم و ندانی درست
چشم بر ناظر بمنظور رہی شور کردہ اند	وله	تو تنہا ئی گرگ گرد راہ میشان بس بود
جان پیش کشیم چو تو در آئی	وله	در خلوت دوست جان نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمیکنی بلب	وله	چشم تو جور میکند لعل تو دادمی دہد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما		اندکتری نوازد و بسیار می کشد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج		ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند

وله
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما — اندک نوازد و بسیار می کشد

وله
دل را نسیم زلف تو مدهوش آورد — جان را شمائل تو به بیهوشی آورد
لعل تو ای نگار چه معجون حکمت است — گرچه خوردہ ایم فراموشی آورد
گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی — حیران جمال تو مدهوشی آورد

وله
دل ربودی دگر چه خواهد شد — راضی ام من بهر چه خواهد شد
دل نشد جان بسوخت این کم شد — شد نمی شد دگر چه خواهد شد
بخت برگشت یار برگردید — ای حسن زین بتر چه خواهد شد

وله
سپهر من بزمین باشد همیشه پیش رو یار — مگر آنروز مسعودم که در زیر زمین باشد

وله
تحفهٔ هر دو جهان بردر او می آرند — از من خسته سلامی و دعا هم برسد

وله
ای چو گل خاستهٔ خار لبت بجام مرساد — قرة العین منی عین کمالت مرساد

وله
ای خضر یکبار دگر محمل بسوی روم کن — روح اسکندر را بگو کان آب حیوان میرود

وله
بمکتبی که از رو میروی همه طفلان — بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند

وله
مصلحت نیست که بندم نهی انچه حکیم — هر کسی مصلحت خویش نکو میداند

وله
خواهم که بوسم پایت چندان که دارم دسترس — ای صبح دولت بلد می بادوستان شمع هم نفس

وله
فراق رو شنوی بسیار شد چه چاره کنم — مگر لباس حیائی که هست پاره کنم
گرفتم اینکه به بندم دهن ز نالیدن — طپیدن دل بیچاره را چه چاره کنم

وله
اگر گوئی بمیر اندر غم من — عجب نبود که از شادی بمیرم

وله
لب شیرین و غمزهٔ شوخ قتت — نسخهٔ صلح و جنگ می بینیم
صلح کردم ببوسه و هست — جنگیم وقت تنگ می بینیم

چگونه آدمی حیران نماند	وله	پری پیدا شده از نسل آدم
گفتم بفاخته که چه می نالی اینچنین	وله	گفتا که درس عشق تو تکرار می کنم
اے از شب گیسوی تو شب قدر بے وگر	وله	پرده ز رخ یکسو فگن روز مرا نوروز کن
جا نخواهم جز بخاک کوی تو	وله	جانِ من نشنیده حب وطن
خون شد دل و دیوانه ام لف بیا زهی اینچنین	وله	آخر رسید افسانه ام شب دراز آمد زهی نخجان
بسیار خوانده ام صفت دو رخ و بهشت	وله	دور رخ فراق تست بهشتم وصال تو
کباب گشت جگر بے مے جگر گویم	وله	مرا جگر بده آن باده جگر گون ده
گفتی بداغ خاص مکرم کنم ترا	وله	این وعده را امید وفاست گر کنی
داغ گشتم از دیر رفتن تو	وله	داغ دیگر که دیر می آئی
سگ تو باشم و خاک در تو شوم حکمیم	وله	غلام حکم توام تا چه حکم فرمائی
بیا که بر همه خوبان شهنشاه توئی	وله	چو غنچه در صف گل صاحب کلاه توئی
ز دست تو بکه نالم ز نام حکم ترا ست	وله	ز تو سوی که گریزم گریزگاه توئی

امیر حسن صاحب ترجمہ نے ایک مختصر مثنوی سلطان علاء الدین کی مدح میں لکھی تھی

من ابیاته

بیا اے گہر جوئے دریائے غیب	ز در هر چه داری برون کن ز جیب
چو آئی درین بندگی بنده وش	ز هر در چه باشد ترا پیشکش
طبق از ورق در از نظم خواه	درے در طبق نه بیا پیش شاه
زہے گلشن ملک را نو نهال	برآورده حضرت ذو الجلال
روان کرده از بہر میدان خویش	روان کرده از بہر احسان خویش

زخورشید بر آسمان گوی زر	زر از ریختن ور زمین جوی زر
برائی و برایت براه فراشتن	تراختم شد مملکت داشتن
تو ئی بر خلافت بحق مستتاب	ییمن الخلافہ ازان شد خطاب
فریدون اگر کین کشید از دو مار	تو از صد فریدون بر آری دمار

حاکم - حکیم بیگ خان لاہوری

حاکم تخلص - حکیم بیگ خان نام ہے - آپ شادمان خان اوزبک کے فرزند ہیں - قاضی میر یوسف ہراتی کے دختر زادے - شادمان خان عالمگیری زمانہ میں بلخ سے ہند میں آئے - بادشاہی منصبداروں کے زمرہ میں شریک کئے گئے منصب ہفتصدی سے پنجہزاری تک ترقی کی - فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے عہد میں منصب پنجہزاری و نوبت و نقارہ سے سربلند و ممتاز تھے - اور لاہور میں سکونت پذیر تھے حکیم بیگ خان بھی فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد میں منصب و خانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تھام لیا کشمیر و دہلی میں سیاحی کی - اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا - اولاً خود صاحب ترجمہ و شیخ نور العین واقف بٹالوی باہم ملکے دکن روانہ ہوئے - ۲۹ تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۷۴ ہجری میں اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے - آزاد آپکی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے - مہمانداری بطور شائستہ ادا کی - ایک ہفتہ تک دونوں عزیز آزاد کے پاس مہمان تھے - ایک ہفتہ کے بعد دونوں بزرگ بندر سورت روانہ ہوئے - واقف بندر سورت میں بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب تب جمعہ جہاز مین سوار ہوکے روانہ ہوگیا مع الخیر والعافیہ حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فائز المرام ہوکے سورت مین مراجعت کی بتاریخ ۵ جمادی الاولی ۱۱۷۵ھ ہجری مین حاکم و انف اورنگ آباد مین داخل ہوئے آزاد دونون اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ شعرا لکھا۔ اور اس تذکرہ مین اُن شعرا کو درج کیا جنکو دیکھا۔ تذکرہ کا نام تحفۃ المجالس تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اسکا نام مردم دیدہ رکھنا چاہئے تاکہ اسم بامسمیٰ ہوجائے۔ اور اسمین یہ نام ہی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرارداد ہوا۔ حاکم نے تکملہ نسخہ مین یہہ قطعہ منظوم کیا ہے

نسخہ تازہ کردہ ام تالیف	کہ ازو تازہ شد روانِ سخن
نام او کردہ مردم دیدہ	آنکہ بودہ است رازدانِ سخن
اسم سامی او غلام علی است	سرو آزاد بوستانِ سخن
غیر او دیگرے بملک دکن	نیست باللہ قدردانِ سخن
او و بد داد معنی و لفظم	او بود رمزدانِ سخن

جب حاکم تارک الدنیا ہوا تب سے شاہ عبدالحکیم ملقب ہوا۔ تاریخ ۹ شوال ۱۱۷۵ھ ہجری مین اورنگ آباد سے بطریق سیر حیدرآباد گیا۔ سیر کرکے ۱۹ تاریخ ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا دوسری تاریخ ربیع الاول ۱۱۷۶ھ ہجری مین حاکم و واقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا رستہ خوفناک تھا۔ احتیاطاً برار و چندپور کا رستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً رستہ مین ایک واقعہ پیش آیا اورنگ آباد و بالاپور کے درمیان رہزنون نے دونون اعزہ کا مال و اسباب لوٹ لئے۔ خیر گذری کہ

جان سلامت رہی۔ آخر دونوں اعزہ بمصیبت تمام بالاپور برار مین پہنچے۔ وہان سے
ایک خط قاصد کے ہاتھہ سے آزاد بلگرامی کے پاس بہیجا اور اپنا تمام واقعہ لکھا۔
آزاد نے تہوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خرچ کافی نہین تہا۔ بالاپور سے
کہولاپور پہنچ گئے۔ پہر آزاد کے پاس ایک آدمی بہیجا۔ آزاد نے اسوقت خرچ
کافی بہیجدیا۔ دونون کہولاپور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر و العافیہ
وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خاصپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور سے ایک خط آزاد کی خدمت
مین بہیجا۔ اور لکھا کہ ہم بتاریخ دوم شوال سنہ حال مع الخیر وطن مالوفہ پہنچے۔
اعزہ و اقارب عیال و اطفال کو مع الخیر و العافیہ پائے۔ تمام کے دیکھنے سے دل کو سرور
اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اسیطرح اعزہ نے بہی ہمارے دیکھنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت
واقف بہی خیر و خوبی کیساتہہ اپنے وطن مالوفہ بٹالہ مین پہنچ گئے۔ تم کلامہ۔

حاکم کو بلند شاہ آفرین لاہوری سے تہا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے ؎

حاکم نداشتم سر و سامان فکر و شعر ۔۔۔۔ از فیض آفرین بسخن آشنا شدم

حاکم خوش طبع و خوش مزاج و ظریف تہا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی ختنہ کی
تاریخ کہی۔ کہ ختنۂ ملا زادہ کہ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حاکم نے مجھہ سے
مکرر ذکر کیا کہ مین اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس اس غرض سے لیگیا
کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کرین اور کلام کے حسن و قبح سے مطلع فرمائین۔ اولا انکار
فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بہیجا۔ جو
کچھہ خیال مین آیا حاشیہ پر لکھدیا۔ والہ سنہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکھا فوراً
ایک رسالہ مسمی بہ جواب شافی لکھا۔ آرزو کے اعتراضات فضول تہے۔ آرزو و حاکم کی

خوش اخلاصی تحسین و آفرین کے لائق ہے - باوجود منافستہ شاعری دونون مین بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تہا - آرزو مجمع النفائس مین حاکم کی تعریف کرتا ہے اور حاکم بہی مردم دیدہ مین آرزو کو نیکی کے ساتہہ یاد کرتا ہے - شعرا مین اس قسم کا خلوص کم دیکہا گیا - متقدمین علما و فضلا مین بہی باہم مسائل حکمیہ و فقہیہ مین مناظرے و مباحثے ہوتے تہے بایں ہمہ اگر بحث و تکرار رسا ناقلما کرتے تہے لیکن ان کے قلوب کدورت و کینہ سے صاف پاک ہوتے تہے باہم برادرانہ تعلق رکہتے تہے کبہی ایک دوسرے کی مذمت نہین کرتا تہا - چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی - و علامہ سعدالدین تفتازانی امیر تیمور گورگان کے پاس تہے ایکروز دونون بتقریب شکار بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے - سید کا عالم شباب تہا - اور تفتازانی کا عالم پیری و ضعیفی بادشاہ نے سید کے لئے گہوڑا تیز و چالاک وپیر بزرگ کے لئے لاغر و ضعیف تجویز کیا القصہ امیر و دونون بزرگ گہوڑون پر سوار ہوکے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے راحت افزا مین جولانی کرنے لگے - سید کا بادپا آگے بڑہتا تہا نہایت خوشی سے اچہلتا کودتا تہا - اور ملائے ضعیف کا سست قدم آہستہ آہستہ قدم اٹہاتا تہا - پیچہے پیچہے چلتا تہا - تیمور کبہی گہوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تہا کبہی عقب مین تفتازانی کے پاس آتا تہا - تیمور نے امتحانا کہ دونون بزرگون مین باہم خلوص ہے یا کینہ کہ اولا تفتازانی سے آہستہ کہا دیکہو کہ جرجانی کسقدر غرور و تکبر سے گہوڑا دوڑا رہا ہے - تقدم و تاخر مین پاس ادب نہین کرتا ہے - تفتازانی نے امیر سے کہا غرور ہے نہ تکبر - سید جرجانی عالم فاضل بہتر ہے - فرماتا تہا جبکا نظیر نادر ہے گہوڑا خوش ہورہا ہے جوش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجہہ ایسا عالم فاضل جبکا مثل معدوم ہے

سوار ہے۔ اے بادشاہ گھوڑا جسقدر فخر کرے اُسکا فخر بجا ہے۔ پھر میر تیمور سید کے
پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکھیے تفتازانی سُست قدم و پست دم یابو پر آہستہ
آہستہ بروبا بروبا کہتے ہوئے آرہا ہے۔ سید نے فرمایا اے بادشاہ علاّمہ کا یابو
سست قدم نہین ہے نہ علاّمہ سست ہین۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے
امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علاّمہ جامع العلوم و الفنون حاوی الحواشی و المتون
ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علاّمہ کی ذات گران بار ہو گئی ہے گران باری ایسی
کہ اسپ قوی بھی متحمل نہین ہو سکتا ہے بناءً علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونون فاضلون
کے خلوص و صفائے قلب سے واقف ہو کے بہت خوش ہوا۔ دونون کو خلعت و انعام سے
سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکریہ نہایت عاجزی و نیازمندی سے ادا کیا۔ کہ میرے زمانہ
مین ایسے علما باصفا ہین۔ فی زماننا علما و مشائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے
گزارش کی ضرورت نہین۔ ہر ایک انا و لاغیری کا دم بھرتا ہے۔ اور مدعی نیکی و ہنر کو
ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کا علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔
میرے نزدیک علما کی یہہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ وجہ یہہ ہے کہ ہر ایک ناقص العلم
ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کبھی نمائش کی پیروی نکرتا۔ اور انا و لاغیری کا مدعی نہ بنتا
اللہ جلشانہ ہم تمام کو اخلاص و اخلاق کے رستہ پر لائے۔

اب مین جواب شافی سے دو ایک مثالین گزارش کرتا ہون

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے ؎

چنین گر بیتوام ز چشم حیران دود میخیزد	غلط سازند مردم بعد ازین روزن گلخن

خان آرزو اعتراض کرتا ہے اروزن گلخن سے اگر در گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چاک کہتی ہے اسکو روزن نہین کہہ سکتے۔ اگر اس سے دودکش ہندی مراد ہے تو
وہ بھی بمعنی روزن گلخن نہین آیا ہے۔
وارستہ جواب دیتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ مین آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول
شاہد حال ہے ؎

چو لالہ روزن گلخن بود گریبانم	ازین چہ سود کہ در باغ گشتہ اند مرا

دودکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ
فارسی ہے۔ طاہر نصیر آبادی جو کبھی ہند مین نہین آیا۔ اُس نے اپنی نثر مسمّی خواب و خیال
مین لکھا ہے "از دود عود دماغش پریشان می شد؛ در دودکش حمام منقاش دام
صاحب ابراہیم شاہی نے لکھا کہ دودکش۔ باورچیخانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہین
مثال ثانی حاکم ؎

گل کردہ تا ز مشرق دل مطلع گر	خورشید شد ز شرم برنگ سہا گرہ

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شد۔ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب دیتا ہے کہ
مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے ؎

طوفان گرہ شدہ است مرا در دل تنور	تا مہر شرم بر لب اظہار ماندہ است

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہین ہے۔ گل رعنا کے مولف نے اس مقام مین دو سرا شعر
دیوان صائب سے نظیراً پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے گرہ زدن آفتاب مانوس ہے ؎

آہ سردے از لب سرکش کہ می گردد بلند	آفتابے در تہ دل چون سحر دارد گرہ

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے
اسی قدر پر اکتفا کیا۔

شاہ عبد الحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت صحبت و اتحاد رکھتا تہا۔ مرہم بیدہ
مین آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

ز سد محنت و غربت نمود آزادم ۔ در غلام علی شد مرا علی قاپی

علی قاپی صفاہان مین دولتخانہ صوفیہ کے سامنے ایک دروازہ کا نام ہے۔ قاپی
ترکی مین دروازہ کو کہتے ہین۔ یہہ دروازہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے نام پر
بنوایا گیا۔ اور قرارداد ہوا تہا کہ جو کوئی اس دروازہ سے داخل ہو جائے آزاد و مامون
ہوتا ہے۔ اگرچہ گناہگار واجب القتل ہو۔ گویا یہہ دروازہ دارالامن تہا۔ دروازہ کو
کو کعبہ کا حکم دئے۔ گل رعنا کے مولف لچھمی نرائن نے لکھا کہ نور العین واقف
لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم ۱۱۸۲ ہجری ملتان سے آیا اس سے
معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر مین نواب سربلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے
مراجعت کیوقت مقام ٹھٹھہ مین حاکم بعارضہ پیچش فوت ہوئے وہان دفن کیا گیا
یہہ واقعہ ۱۱۷۹ ہجری مین واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کئے جاتے ہین۔

من اشعاره

بابروی نماید ترک چشمش کج کلاہیہا	وله	کہ می نازند دائم بربروت خود سپاہیہا
ہر کہ با دیوانگان پیوست ایمن از بلاست	وله	نیست بیم ورزد ہرگز خانۂ زنجیر را
نمایم گر با سکندر کتاب سینۂ خود را	وله	شمارد فرد باطل صفحۂ آئینۂ خود را
بود در فقر لب بستن ز حرف مدعا واجب		کنم از موئے چینی خرقۂ پشمینۂ خود را
بر نامہان بیازند از حرص نقد جان را	وله	دونا سنان شمارند بینند چو سنان را
صاحب سخن نہ بیند عیب از ضرر ز کثرت		افزونی نقطہ شد آسیب زبان بان را

کار من تنها ز درد دل نه می سوزد همان گذشت
نیست معلوم که جا داد ز ما دل شدگان
مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گذاشت
شد نقد عمر صرف در بند آن شکر فروش
نی بخار آتشی و نی باد خزان کرد بگل
به گلستان ندهم گوشهٔ زندانی را
ملائمت کند ار سختی فلک با من
تا نگردد کهنه داغ عشق کی بخشد فروغ
بی تعلق تر بود چالاکتر در راه دوست
نه بدرد آشنائی نه بعشق راه دارد
ز من باشد بعالم خاندان کفر و دین روشن
زنده در گور همچو می سوزم
ناقهٔ لیلی بصحرا رفت تا ان ای گردباد
خاکم نساخت سوختگان را هوائی ابر
هلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز
اهل دولت نیز اظهار پریشانی کنند
در دل خیال چشم تو دائم بگردشی است
در شادی و غم همدم تو با تو شریک است
بتان همه شکر بوسی نه زهر دشنامی

در روا گر این است می باید مرا از جان گذشت
اینقدر هست که در کوی تو غوغائی هست
داغ عشق بلاله دامن صحرا بما رسید
در کیسه زر نماند چه سودا بما رسید
انچه با بلبل من حسرت بیباکی کرد
بکن روا م برای خدا مرا آزاد
زری که آب شود کی بغم محک دارد
شمع کم پرتو دهد چون تازه روشن میشود
با برهنه هر که گردید است بهتر می شود
بیچکاره آید این دل که کسی نگاه دارد
دلم شمعی است کاندر کعبه و بتخانه می سوزد
همچو اخگر بزیر خاکستر
می بری گر مشت خاک ما هم از پی زود باش
عالم بیک نسیم دگرگون شود چو شمع
دهد بگوشه ابرو جواب ته خاک
با وجود زر لباس پاره در بر داشت گل
مانند آن مریض که حجامی کنند بدل
کی خنده بیک لب کنی و گریه بیک چشم
هزار شکر که شرمندهٔ شما شدم

سوخت برق جلوہ آن شمع قد تا پیکرم	چشم قمری می شود آئینہ از خاکسترم
دل دیوانہ ام شاید بتقریبے بیاساید	بیا از زلف وشبہا بخود افسانۂ دارم
بزیر خون مرا یا زدام کن آزاد	بیا برائے خدا کن ازین دو کار یکے
ظہور کون زنیرنگ وحادث است	ہزار رنگ برآید گل و بہار یکے

حیاتی - کاشی مرزا حیاتی

حیاتی تخلص ۔ مرزا حیاتی نام کاشانی الاصل تھا۔ میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ مین لکھا کہ شاعر شیرین ابیات و میر آب چشمہ حیات ہے۔ ابتدا مین سقائی تخلص کرتا تھا۔ الحاد و زندقہ کیطرف مائل رہتا تھا ملاحدہ و زنادیق کی مصاحبت مین ایسی ترقی کی تھی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تھا۔ عاشقانہ مزاج رکھتا تھا۔ ایک صراف کے لڑکے حسین پر فریفتہ ہو کے اُسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا۔ مدت دراز تک وہان ملاحدہ کے ساتھہ ہم نوالہ وہم پیالہ رہا۔ اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ والحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضور مین لیگئے۔ تمام حسب الحکم شاہی ہمراہ ارباب و مقید ہوئے۔ تقریبا دو سال تک شکنجہ حبس عذاب مین گرفتار رہے۔ حیاتی بھی انکے ساتھہ رنج و بلا مین مبتلا رہا۔ دو سال کے بعد شکنجہ قید سے رہائی پاکے شیراز گیا دو سال تک وہان بسر کیا۔ پھر سنہ ۹۸۶ نوسو چھیاسی ہجری مین اپنے وطن مالوفہ کاشان مین پہنچا۔ الحاد و زندقہ سے توبہ کی۔ دین نبوی کا حلقہ بگوش بنا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد کاشان سے بطریق سیر دکن مین آیا۔ اور احمد نگر مین نظام بحری کی ملازمت مین رہا۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ کسی مقرب مصاحب نے جہانگیر بادشاہ ہند کے

حضور مین حیاتی کی تعریف کی۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور اسکی طلبی کا حکم صادر فرمایا۔ حیاتی احمدنگر سے حسب الحکم درگاہ بادشاہ مین حاضر ہوا۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز۔ و خلعت و انعام سے سربلند۔ سنہ ۱۰۱۹ ہجری مین تغلق نامہ مولفہ امیرخسرو بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا۔ بادشاہ مثنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوا۔ لیکن کتاب ناقص تھی ایک داستان اُسمین سے مفقود تھا۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقودہ کے نظم کرنے پر مامور کئے گئے۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا۔ اُن تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زر سُرخ و سفید مین وزن کرین۔ حیاتی تولا گیا وزن و سنگ مین چھہ خریطہ ترازو کے پلڑے مین آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر شامل تھا۔ یہ تمام زر سفید و سُرخ حیاتی کو دیا گیا۔ حیاتی مالامال ہوگیا سعیدائے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہو هذہ ؎

چون حیاتی را بزر سنجید شاہنشاہ عصر	بادشاہ عادل گستر شاہ گردون اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
بہر تاریخش بروئے کفۂ میزان چرخ	شاعر سنجیدۂ شاہی رقم زد روزگار

کسی تذکرہ مین آپکا سنہ وفات کا ذکر نہین دیکھا گیا۔ تقریباً آپکا انتقال سنہ ۱۰۵۳ ہجری مین ہوا۔ والعلم بحقیقۃ الحال عند اللہ۔

من بوارق طبعہ

فغان کہ رنجش جانان بآن مقام رسید	کہ ہر کہ کرد گنہ از من انتقام کشید
خاک کوئے تو ز سیل فترہ پر نم کردیم	تا غبار رہتو از رہگذر ما نرسد
در بلائے عاشقی دل یاریٔ من میکند	جان فدائے او کہ جانب داریٔ من میکند

در دل من درد افزودی مگوئی مثال — آتشے در جانم افکندی می گوئی مسوز

می نمایم شاد خود را گرچہ می میرم جو رہ — تا نباید رحم در خاطر جفا کار مرا

بہر شوخی گو نداند دوستی در اصل حقیقت — خلق را با خود جیاقی از چہ دشمن کردہ

بے لعل تو گر خون رود از چشم تر من — شادم کہ نباید دگرے در نظر من

ترسم کہ شود یار بجز غیر شود شاد — اے باد مکن جانب آن کو خبر من

حافظ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی حسب الطلب محمود شاہ بہمنی دکن مین آنیکے لئے مستعد ہوے تہے بہمنی نے زاد وراحلہ کے لئے دس ہزار ہُن جو مساوی بتیس ہزار روپیہ سکہ انگریزی ہوتے ہین بہیجدیا تہا اور آپ جہاز پر سوار ہوے کہ یکایک باد مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہرمز مین جہاز سے اُترکے بہ بہانہ ملاقات یاران مقام لار مین چلے گئے۔ اور دکن کا ارادہ فسخ کردیا اور ایک غزل لکہکے میر فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل مین مذکور کیا جاتا ہے بناءً علیہ ایسا ہی مولانا جلال الدین دوانی و مولانا عبد الرحمن جامی کو بہی خواجہ محمود گاوان نے مدرسۂ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تہا لیکن یہہ بزرگ بسبب ضعیفی و فاصلہ بعیدہ نہین آئے۔ معذرت نامہ بہیجدیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکہا۔ دوانی نے ہیاکل النور کی شرح لکہی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا۔ اگرچہ علمائے ثلاثہ دکن مین نہین آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہوگئے تہے۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے معذور ہوگئے

دکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بناءً علیہ انکا ذکر تذکرہ شعرائے دکن میں کرنا واجب ہوا

ھوھفدہ

حافظ تخلص - خواجہ حافظ نام شمس الدین لقب ہے۔ آپکے والد خواجہ بہاءالدین تاجر پیشہ تھے۔ تاجروں میں بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تھے۔ آپکے والد نے جب اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ تب کئی فرزند لڑکے اور لڑکیاں وارث چھوڑ گئے بعد ازاں تمام مال و اسباب باہم وارثوں میں تقسیم ہوگیا۔ جو کچھہ مال و اسباب و زمین کو ملا تھا تھوڑی ہی مدت میں خورد و برد ہوگیا۔ اور تمام اعزہ پراگندہ ہوگئے۔ صرف خواجہ صاحب کی والدہ رہگئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خوردسالی ماں کے سایہ آغوش میں رہگئے۔ جو کچھہ ذخیرہ موروثی پاس تھا اُس سے گذراوقات کرتے رہے۔ چند روز میں پاس کا سرمایہ صرف ہوگیا درجہ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقوں کی نوبت آئی۔ ماں نے آپ کو کسی صاحب مال کے پاس رکھدیا کہ وہ آپسے اپنا کام لیتا رہے اور آپکو کھانا و پارچہ دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد وہاں سے ترک تعلق کرکے کسی نان بائی کے پاس خمیر بنانے وغیرہ کاموں پر مقرر ہوئے رات کو خمیر بنانیکا کام کرتے تھے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تھے۔ آپ سن شعور کو پہنچ گئے تھے کہ آپکے دل میں پڑہنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ میں داخل ہوکے پڑہنے لگے۔ آپ کو جو کچھہ اجرت ملتی تھی اُسکے تین حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ والدہ کو دوسرا اُستاد کو تیسرا فقراکو دیتے تھے۔ چند مدت میں کتب عربیہ فارسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بھی حفظ کرلیا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تھی سخن سنجی سے مناسبت واقع ہوی تھی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپکے اشعار بعض درست و بعض نادرست ہوتے تھے۔ آپ لیرانہ مشاعروں میں جاتے تھے بید ترک

اپنے کلام کو سُناتے تھے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے
تھے۔ آپ کچھہ پروا نہین کرتے تھے۔ لوگ آپکو جلسون مین بلاتے خوش طبعی و دل لگی سے
لطف و مزہ اُٹھاتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت و استعداد ایسی بڑہ گئی کہ لوگ
آپ کے کلام کو سنکے حیران ہوتے تھے۔ پھر آپکی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف آفاق مین
پھیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بھیجنے لگے
اُسوقت شاہ ابو اسحق انجو شیراز مین حکمرانی کرتا تھا۔ عالم فاضل تھا۔ علما و شعرا کا
بڑا قدردان تھا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ آپ بھی اُسکے احسان مند تھے۔ اکثر
اشعار مین اسکی مدح سرائی فرماتے ہین۔ اسیطرح اور بھی بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کی
قدر کرتے رہے۔ جب تیمور نے سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہوگیا تو اُسوقت
تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کو بزور شمشیر
مسخر کیا۔ اور ہزارہا بنی آدم کو تسخیر کے معرکون مین تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ
معمورہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہین۔ آپنے فوراً جواب مین کہا کہ انہین
بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہیدست و مفلس ہوگیا ہون فقر و فاقہ مین بسر کرتا ہون
تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپکو شاہانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد
بن اویس جو جامع کمالات تھا آپکو بغداد مین بلایا آپکو شیراز کی سیرابی و شادابی نے شیراز سے
نکلنے نہین دیا۔ آپ سیرگاہ مصلّی و رکنا آباد کی پر فضا میدان پر فریفتہ تھے۔ چنانچہ آپ
فرماتے ہین ؎ نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر * نسیم باد مصلّے و آب رکنا باد
آخر آپ بغداد نہین گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس بھیجدی۔ جسکا مطلع یہہ ہے
؎ احمد اللہ علی معدلۃ السلطان * احمد شیخ اویس حسن ایلخانی * الخ

اسیطرح سلطان محمود شاہ بہمنی جو دکن مین حکمرانی کر رہا تہا - عالم و فاضل تہا - شعر و شاعری کا فریفتہ - شعرائے عرب و عجم کے لئے مزد قدم و شست بہر حسب دستور بہمنیہ مقرر کیا تہا کہ جو شاعر عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہُن دیا جائے - ہفت اقلیم وغیرہ تذکرہ نویسون نے لکہا کہ آپکو بہی دکن کی سیر کا شوق ہوا - مگر یہہ شوق خیالی تہا - میر فضل اللہ انجو شاگرد علامہ سعد الدین تفتازانی کو جو محمود کے دربار کا صدر تہا آپکے خیال کی خبر پہنچی تو میر نے ایک ہزار ہُن آپکے لئے زاد و راحلہ بہیجکر آپکو تشریف آوری کے بابت لکہا آپنے زر مرسلہ سے کچہہ رقم ادائے قرض مین صرف کی - اور کچہہ اعزہ و اقربا کو دی - اور باقی رقم سے زاد و راحلہ کا سامان مہیا کر کے شیراز سے نکلے - اور مقام لاہور مین پہنچے - وہان ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسکا مال و اسباب رہزنون نے لوٹ لیا تہا - آپنے بقیہ زاد و راحلہ اُسکو دیدیا - اور خود تہیدست ہوگئے - اور متردد ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہئے - وہان اتفاقاً خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گازرونی تاجرون سے ملاقات ہوئی - دونون ہندوستان آرہے تہے - دونون از روئے ہمدردی آپکے اخراجات کے کفیل ہوئے آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہرمز مین آیا تہا سوار ہوئے - سوء اتفاق سے طوفانی ہوا چلنے لگی - آپ گہبرائے - اور جہاز سے اُتر گئے - اور اہل جہاز سے کہا کہ مین لا مین بعض احباب سے ملکر آتا ہون - چلدئے - اور یہہ غزل لکہکے شاہ فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی - غزل یہہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد	بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است	کلاہ دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد
بکوئے میفروشانش بجامے بر نمی گیرند	زہے سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوئے زر — غلط کردم کہ یک موجش بہ صد من زر نمی ارزد

فضل اللہ نے آپکی یہہ غزل محمود شاہ کی خدمت میں پیش کی اور تمام واقعہ مذکورۃ الصدر کا ماجرا بیان کیا۔ بہمنی نے سنکے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہاں تشریف نہیں لائے لیکن دکن کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تھے موانع کی وجہ سے نہیں آئے ہم کو حضرت کی خدمت کرنی چاہئے۔ حکم دیا کہ ایک ہزار ہن نقد و دیگر مصنوعات ہند خرید کے ملا محمد قاسم مشہدی کے ہمراہ روانہ کریں حسب الحکم میر فضل اللہ انجو نے ملا مشہدی کو مع زر نقد و تحفہائے ہندی حضرت خواجہ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔

سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے بھی خواجہ صاحب کو بلایا تھا اور ایک مصرع طرح کا بھیجا تھا۔ وہ یہہ ہے ؎ ساقی حدیث سرو و گل لالہ می رود آپ نے اسطرح پر غزل لکھکے بھیجی۔

ساقی حدیث سرو و گل لالہ می رود	وین بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین	غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

خواجہ صاحب نے ۷۹۳ ہجری میں اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ آپ نے زندگی میں مصلیٰ و رکن آباد کی آب ہوا و میدان پر فضا مرغوب و محبوب تھا۔ اسلئے مصلیٰ کے ایک ٹیلہ پر دفن کئے گئے۔ اور کسی ادیب مورخ نے آپ کی وفات کی تاریخ خاک مصلیٰ کہی اسمیں ازروئے حساب جمل ایک عدد کی کمی ہے۔ بہارستان کے مولف نے لکھا کہ میرزا محمد معمائی صدر بابری نے آپکا مقبرہ بنوادیا۔ اور اسپر بیشمار زر خرچ کیا۔ چنانچہ اتبک موجود ہے زیارتگاہ ہے اور آپکے مقبرہ کی وجہ سے اس مقام کا نام حافظیہ مشہور ہو گیا ہے

ہفتہ مین بروز پنجشنبہ لوگ زیارت و سیر کے لئے وہان جاتے ہین - آپکی زیارت کرتے ہین قبر پر حسن اعتقاد سے چادر و پہول چڑہاتے ہین - عمدہ عمدہ کہانے پکاتے ہین - کہاتے پیتے ہین اور غربا کو بہی کہلاتے پلاتے ہین - دن تمام وہان بسر کرتے ہین ہمیشہ پنجشنبہ کو آپکے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم ہنا ہے - ارباب حاجت حسن ارادت سے اعانت طلب کرتے ہین - آپ کو خدا تعالی نے حیات و ممات مین قبولیت عامہ نصیب کی مشائخ برہانپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب اولاد تہے - آپکے صاحبزادے شاہ نعمان بہاؤ الدین ہندوستان آئے - اور مقام برہانپور و اسیر مین سکونت پذیر رہے آخر مقام برہانپور مین فوت ہوئے - مقام نعلچہ جو اسیر و برہانپور کے درمیان واقع ہے مدفون ہوئے - خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپکا مرید تہا - آپ جب کبہی آگرہ یا دہلی جاتے تہے تب خواجہ کو اپنا جانشین کرکے جاتے تہے - انتہی کلامہ

آپ کی علمی لیاقت کی کیفیت اگرچہ تذکرہ نویسون نے مفصل نہین لکہی - لیکن آپ کے کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل و ادیب کامل تہے - نظم و نثر عربی و فارسی لکہنے پر قدرت کاملہ و ملکۂ تامہ رکہتے تہے - دیوان مین اکثر اشعار عربی موجود ہین اور جا بجا عربی جملے مذکور ہین - حافظ قرآن تہے - اور قرآن کو خوب سمجہتے تہے - عربی و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تہے - آزادانہ رہتے تہے - رند مشرب تہے دنیا و مافیہا سے دور متوکل علی اللہ تہے اور ماحضر و ماحصل پر قانع و صابر تہے - آز پرست و فقر فروش نہین تہے - تونگرانہ زندگی بسر کرتے تہے - سروسہی کی طرح آزاد رہتے تہے سلاطین و امرا سے کم ملتے تہے - لیکن امرا و سلاطین آپ سے حسن عقیدت رکہتے تہے اور آپکی ملازمت و خدمت کے مستدعی ہوتے تہے - چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی استدعائے قدوم کا ذکر

صدر مین مذکور ہو چکا ہے اب عادہ کی ضرورت نہین۔ آپ غزل گوئی مین استاد مانے جاتے ہین۔ بیشک آپکی غزلین سوز وگداز۔ و فراق و وصال اور معشوق کے خد و خال۔ و شراب کباب نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و رندی و دنیا کی بیوفائی اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہا مضامین پر شامل ہوتی ہین۔ اور آپ ان مضامین کو غزلون مین ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب و ترکیب دیتے ہین کہ سامعین وجد کرتے ہین۔ اور حال سے بیحال و خودی سے بیخود ہو جاتے ہین۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشفاق تھے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج رند مشرب صوفی مذہب تھے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تھے۔ شراب محبت کی نشہ مین ہمیشہ مست رہتے تھے مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہین کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے سلاطین وقت آپکی خدمت مین ہزارہا روپئے اعانتہً بھیجتے تھے۔ آپ تمام نائے نوشش مین صرف کر دیتے تھے۔ فقرا و احباب اعزہ کو بھی عطا فرماتے تھے۔ چونکہ آپکا کلام جامع اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہین حسب اتفاق و موقع فال مین ایسا شعر برآمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالبًا صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش ہو جاتی ہے۔ بنا ءً علیہ آپکا لقب لسان الغیب مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ مین بھی وجہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔

آپکا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نو آموزان صغیر و کبیر واقف ہین یہان زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہین ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہون۔ تاکہ یہہ تذکرہ کلام سراسر الہام سے محروم نہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

ده روزه مهر گردون افسانه ایست و افسون
نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا

ایصاحب کرامت شکرانه سلامت
روزے تفقدی کن درویش بینوا را

در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

آئینه سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند
در رقص حالت آرد پیران پارسا را

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی
کاین کیمیائے هستی قارون کند گدا را

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند
ساقی بده بشارت پیران پارسا را

وله

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت
کنار آب رکناباد و گلگشت مصلا را

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو
که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانا که از جان دوستتر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

وله

شب از مطرب که دل خوش باد وی را
شنیدم ناله جانسوز نے را

چنان در جان من سوزش اثر کرد
که بے رقت ندیدم هیچ شے را

حریفی بد مرا ساقی که هردم
ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را

حماک الله من شر النوائب
جزاک الله فی دارین خیرا

چو بیخود گشت حافظ کی شمارد — بیک جو مملکت کاؤس کی را

وله

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — که سر بکوه و بیابان تو داده‌ ما را

شکر فروش که عمرش دراز باد چرا — تفقدی نکند طوطی شکرخا را

غرور حسن اجازت مگر نداد ای گل — که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر — به بند و دام نگیرند مرغ دانا را

ندانم از چه سبب رنگ آشنائی نیست — سهی قدان سیه چشم ماه سیما را

در آسمان چه عجب گر ز گفته حافظ — سماع زهره برقص آورد مسیحا را

وله

می دمد صبح و کله بسته سحاب — الصبوح الصبوح یا اصحاب

می چکد ژاله بر رخ لاله — المدام المدام یا احباب

چون سکندر حیات اگر طلبی — لب لعل نگار را دریاب

وله

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است — وگر بقهر برانی درون ما صاف است

بیان وصف تو گفتن نه حد امکانست — چرا که وصف تو بیرون ز حد اوصاف است

وله

حسن تو همیشه در فزون باد — رویت همه سال لاله‌گون باد

هر کس که بهجر تو نسازد — از حلقهٔ وصل تو برون باد

وله

این چه شوریست که در دور قمر می‌بینم — همه آفاق پر از فتنه و شر می‌بینم

هر کسی روزبهی می طلبد از ایام — مشکل آنست که هر روز بتر می‌بینم

ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است — قوت دانا همه از خون جگر می‌بینم

اسپ تازی شده مجروح بزیر پالان — طوق زرین همه در گردن خر می‌بینم

وله

دلبر جانان من برد دل و جان من — برد دل و جان من دلبر جانان من

ازلب جانان من زنده شود جان من — زنده شود جان من ازلب جانان من

وله

از خون دل نوشتم نزدیک یار نامه — اِنّی رَأیتُ دَهرًا من هجرکَ القیامَهْ

هرچند کازمودم ازوے نبود سودم — مَنْ جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدامَهْ

عاشق مخور غم وصل خواہی — خون بایدت خورد درگاہ و بیگاہ

ردیف خا

خلیل ۔ مرزا خلیل خان لاری

خلیل تخلص ۔ مرزا خلیل خان نام ۔ آپ عبدالرزاق خان لاری بادشاہی کے فرزند ہین ۔ عبدالرزاق رکن السلطنت و رکن اعظم بادشاہی تہے ۔ یہہ وہی عبدالرزاق ہین جو گولکنڈہ کے معرکہ مین شمشیر بکف ہوکے عالمگیری فوج کو درہم برہم کرتا تہا ۔ بڑا بہادر و دلیر تہا ۔ عالمگیر آپکی دلیری و بہادری دیکہہ کے فریفتہ ہوتا تہا ۔ سپہ سالارون کو تاکید کی جسطرح ممکن ہو لاری کو زندہ گرفتار کرکے لاؤ ۔ لاری معرکہ مین بہاپنے زخمون سے خستہ شکستہ ہو رہا تہا ۔ آخر عالمگیری سپاہ نے اسکو زندہ گرفتار کرکے لائے ۔

عالمگیر نے لاری سے اپنی ملازمت کی درخواست کی ۔ لاری نے قبول نہین کیا ۔ کہا مین بادشاہ کا نمک خوار ہون نوکری کرونگا تو اُسیکی کرونگا ۔ ہرچند کہ کہا گیا قبول نہین کیا عالمگیر نے اسکا علاج جراحان ہوشیار سے کرایا ۔ زخمون سے صحت پائی ۔ عالمگیر سے وطن جانیکی رخصت طلب کی عالمگیر نے رخصت منظور کی ۔ اور جاتے وقت یہہ کہا کہ آپ وطن سے ایکہزار لاری سپہ مقرر کرکے بہیجدو ۔ لاری نے وطن سے اپنے فرزند عبدالکریم خان کو مع ایکہزار لاری ملازم کرکے بہیجدئے ۔ خلیل خان صاحب جمع اسی بزرگ کی اولاد مین ہین ۔ تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکہا کہ فی زمانا خلیل خان زمانہ کی گردش سے

نہایت پریشان حال تھے مشکل سے زندگی بسر کرتے رہے۔ حیدرآباد مین سکونت پذیر تھے انہی کلامہ۔ آپکو شعر و شاعری سے مناسبت ہے۔ موزون الطبع تھے فارسی و ہندی مین اشعار موزون فرماتے تھے۔

من اشعارہ

خوش آمدے و خوش آمد مرا خوش آمد تو
ہزار بار بمنت کنم خوش آمد تو

بدان خوش آمد لہائے ماہمہ این است
خدا نصیب کند انچہ ہست خوش آمد تو

ز دل خوشی تو ما دل خوشیم و خرم و شاد
خوش آمد ہمہ لہا ست در خوشامد تو

ترا ہر انچہ خوش آمد ہمان خوش آمد ماست
خوشیم ما و خوش آمد ہمان خوش آمد تو

خلیل سکہ خوش آمد خوش آمد تو مرا
خوش آمدم بود ہر لحظہ در خوش آمد تو

آخر آپنے حیدرآباد مین اس جہان فانی سے دار عقبی کیطرف رحلت کی۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

سید مظفر مدار المہام ابوالحسن تانا شاہ کے فرزند کا نام بھی خلیل خان تھا۔ بعض تذکرہ نویسون نے دونون مین فرق نہین کیا۔ واقع مین خلیل خان دونون تھے۔ ایک خلیل خان لاری دوسرا خلیل خان ماثر ندرانی ہے۔

ماثر ندرانی عالمگیری منصبدارون مین ملازم ہوگیا اور لاری حیدرآباد ہی مین رہا۔ عالمگیر کی ملازمت مثل جد و پدر پسند نہین کی۔ اور یہی کہتا تھا کہ ہم مدت تک تانا شاہ کے نمکخوار رہے۔ اب ہماری ہمت و غیرت اس بات کو قبول نہین کرتی کہ ہمارا آقا قید خانہ مین رہے اور ہم آقا کے مخالف کی نوکری کرین۔ ہمارے نزدیک ایسی نوکری سے بیکاری مین بسر کرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ سوائے غزل مرقوم الصدر کے کچھ اشعار دستیاب نہین ہوئے۔

زمانہ ماضیہ مین اہل دکن وضعداری و وفاشعاری - دلیری و دلاوری مین مشہور و معروف تھے - اور خود کو آصفیائے نامدار کے خانہ زاد سمجھتے تھے - جان نثاری مین بہر مو فرق نہین کرتے تھے - میدان معرکہ مین پس پا ہونیکو ننگ عار جانتے تھے - عہد و پیمان و قول و قرار مین راست باز و ثابت قدم ہوتے تھے - اُن کے قول و قرار کی ایسی وقعت تھی جہان مخالف سرکش کی درخواست پر قول بھیجا - فوراً قول بھیجتے ہی سرکش مخالف دست بستہ مع عیال و اطفال حاضر ہو جاتا تھا -

خواجگی - خواجہ باباخان بخاری

خواجگی تخلص - خواجہ باباخان نام - آپ کی نسب کا سلسلہ خواجہ احمد مشہور بہ مخدوم اعظم اور آپکے حسب کا رشتہ خواجہ احرار قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے - آپکے بزرگان سلف ولایت ما وراء النہر مین مشہور تھے - پیری مریدی کا سلسلہ آپکے خاندان مین جاری تھا - بخارا و بلخ وغیرہ بلاد کے حکام و غیر حکام آپ سے حسن عقیدت رکھتے تھے - قبائل اُزبک ترک آپکے غلام درم ناخریدہ تھے - آپ کی تربیت و تعلیم بخارا کے مدارس مین علمائے کرام سے ہوئی - جب آپ علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تب آپ کو بخارا مین شیخ الاسلامی کا خطاب ملا - آپ جامع فضائل و کمالات تھے - بتقریب حج و زیارت حرمین شریفین بخارا سے برآمد ہوئے حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فارغ ہو کے وطن مالوفہ مراجعت کر رہے تھے - کہ آپ بطریق سیر دکن مین آئے - عالیجناب نواب آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن سے ملے - نواب صاحب نے آپکی بہت خاطر و مدارت کی اور آپکی مہمانی و دلداری مین ایک دقیقہ فرو گذاشت نہین فرمایا - مہمان عزیز کو

عزت وشان سے رکھا۔ اور آپکے خاندانی اعزاز وعظمت کا لحاظ کرکے خاص ہی
دختر نیک اختر کو جو نواب ناصر جنگ شہید کی ہمشیرہ حقیقی تھی۔ آپ سے منسوب کرکے
شان وتجمل کے ساتھہ شادی کردی۔ اور آپ کو منصب مناسب وجاگیر سے سرفراز فرمایا
چونکہ آپ دنیاوی امور سے متنفر وتارک تھے۔ کوئی خدمت سرکاری نہین لی۔ جامع العلوم
تھے۔ درس وتدریس مین مصروف رہتے تھے۔ اور طلبہ کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے
باوجود علوم وفنون آپکے دل مین شعر وشاعری کا ولولہ بھی موجزن تھا۔ کبھی کبھی
شاعری کے میدان مین بھی سبقت فرماتے تھے۔ جو کچھہ موزون فرماتے تھے۔ سنجیدہ
وپسندیدہ ہوتا تھا۔ صاحب دیوان تھے۔ اب مین آپکے اشعار تحفۃ الشعرا سے
ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون

من اشعارہ

از نقطہ چو خال عنبرین دادہ نشان	ولہ	زیر و زبرش از دو صف مژگانست
دل را کہ بجز عشق سروکارے نیست	ولہ	ہیچ است کہ در غم رخ یارے نیست
چون دیدہ اعمی است تہی از بینش		آن دیدہ کہ در حیرت داری نیست
اے ہرزہ تلاش عافیت دادہ دست	ولہ	اے بیہودہ گفت وگوے آرام پرست
از خوان فلک عبث چہ روزی طلبی		کز عیب سانند ترا دست بدست
بر صفحہ رویش کہ خط ریحانش	ولہ	از مشک نوشتہ آیت قرآنست
برق آہم گر چنین انجم افشانی میکند	ولہ	گردش موج ہوا را چرخ ثانی میکند
شستنے آن خم ابرو باساقی نہانیست		ماہ نو عمریست مشق ناتوانی میکند
ہر سحرگہ از گل خورشید جامش بکف است		ہر صبح از فیض بیداری جوانی میکند

در عدم از قرب یارش خوش فراغے داشتم
اشک عنا ر نہی ساز و رہا دل از کنار

خواجگی کج طینتان را نیست نصیب سخن
شور عشق و شکر حسن بہم بیختہ اند

نازم آن گوہر و دندان لب شیرین را
خواجگی گشتم غبار از ناتوانیہائی عشق

اے از گل رخسار تو آئینہ در چمن
خورشید ز مہر عارضت تاب گرفت

وله
مرگ را نزدیک ما زندگانی می کند
ورنہ صد جوش بہار از گل فشانی می کند
خامشی اینجا چارۂ نابینائی می کند

وله
قرص خورشید رخت را نمکین بیختہ اند
شکر و شیر لطافت بہم آمیختہ اند

وله
می کند خالی نسیمی گر وزد از جام را

وله
گل بردہ طراوت از رخت در گلشن
چندانکہ ز پرتوش جہان شد روشن

آخر آپنے حیدرآباد دکن مین انتقال حقیقی فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی تاریخ وفات نہین لکھی۔ نہ آپکے مدفن کا پتا بتلایا۔ آپ حیدرآباد کی زمین مین مدفون ہین۔ یہہ تمام تذکرہ متفرق تذکرون سے لکھا گیا ہے۔ جہانتک پتا ملتا ہے اس کی تلاش مین کوشش کی جاتی ہے۔

خوب - شیخ غلام حسین برہانپوری

خوب تخلص - شیخ غلام حسین نام - آپ گہانسی میان برہانپوری کے ہمشیرزادہ ہین۔ فضائل و کمالات کے زیور سے آراستہ تھے۔ خوش خلق و نیک محضر تھے۔ فارسی و عربی مین بقدر ضرورت استعداد رکھتے تھے۔ نظم و نثر لکھنے پر قادر تھے۔ آپکو شعر و شاعری کے ساتھہ بھی دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ عالیجناب نواب ناصر جنگ شہید کے منصبدارون مین ملازم تھے۔ نواب کی شہادت کے بعد نوکری و منصب سے دست بردار ہوکے

وطن مالوفہ برہانپور چلے گئے تھے۔ تا مرگ وطن ہی مین سکونت پذیر رہے تحفۃ الشعرا وغیرہ تذکرہ نویسون نے آپکے وفات کی تاریخ و سنہ نہین لکھا۔ آپکا عرف نام میان خوب تھا۔ لوگ خوبن کہنے لگے۔ اسیطرح آپکا تخلص بھی خوبن ہو گیا۔ فقیر مولف نے بھی تذکرہ نویسون کیطرح خوبن ہی لکھدیا جیسا کہ شیخ کو شیخن و کلو کو کلن کہتے ہین

من اشعارہ

موج داری در طپش از آب میخواہیم ما — پارۂ بینائی از سیماب میخواہیم ما

عذر مجنون خواست زنجیر کہ در بام فتاد — آہ از دیوانگان آداب میخواہیم ما

در تحیر اشک با خونین دلان متوجہ نیست — نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

مدعا وابستہ چشم عنایات شماست — حیف آن امری کہ از اسباب میخواہیم ما

دارم عشق نوجوان امداد با پیرانہ سر — بادۂ گلرنگ در مہتاب می خواہیم ما

وله

در لباس سلطنت خواہیم رنگ فقر ہم — راحت بیخوابی از گرداب میخواہیم ما

بے تو در شہر دلہا عشرت آئینہ بست — نور از مہرت بود شمع شبستان مرا

با لباس سرمہ در چشم خوبان میرم — تا بود برمن نگہ برگشتہ مژگان مرا

وله

از دلش کن محو یارب یاد نسیان مرا — تنگی از خاطر شکستیہائے پیمان مرا

وله

آنہا کہ زلف یار مکرر نوشتہ اند — ہر سطر این مسودہ ابتر نوشتہ اند

وله

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد — شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد

صندلی رنگ نیے گرد سر دربان دارد — وار و ہم گرد سر ما بہ تمنا گردد

وله

اگر گویم کہ چنین ابروست ابرو کمان من — رسد گر سر چشمش بیشود خاطر نشان من

وله

چو موشد ناتوان دیوانۂ زلف گرہ گیرش — تو آن از سایۂ سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چه سان از پردهٔ حسنش چهر بکشاید | بتان چون کلک مانی یکقلم شد صرف تصویرش

مستزاد

سازی تو حنا بہانہ در خون لطیم ✣ اے داغ نگاہ
بر سمرفی گلے و ما داغ شنویم ✣ خورشید پناہ
این مسئلہ از کدام ملت یارب ✣ از بہر کردی
تسبیح رقیب و ما زیاد تو رویم ✣ سبحان اللہ

خواجہ۔ خواجہ ایوب مخاطب بہ جمیل بیگ خان اورنگ آبادی

خواجہ تخلص۔ خواجہ ایوب نام جمیل بیگ خان خطاب۔ آپ جمیل بیگ خان مرحوم عالمگیری کے پوتے ہین۔ مرحوم میر عالمگیری عہد مین خان جہان بہادر کوکلتاش کے ہمراہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ چھاونی کی وجہ سے متوطن ہو گئے۔ اورنگ آباد مین جمیل پورہ آپکا آباد کیا ہوا یادگار باقی ہے اور ایک مسجد بزرگ بھی آپکی بنائی ہوئی موجود ہے۔ مرحوم کے والد خان خواجہ محمد ذاکر مشائخ کابل سے تھے۔ پیری مریدی کا خاندانی موروثی پیشہ تھا۔ اکثر قوم مغل کلتہ ری آپکے مرید و معتقد تھے۔

خواجہ ایوب انقلاب زمانہ کی وجہ سے عالم بیکاری مین نہایت پریشانی و بیقراری سے زندگی بسر کرتے تھے۔ گذراوقات کیلئے کوئی ذریعہ معاش نہین تھا۔ بزرگون کا جو سرمایہ ذخیرہ تھا وہ سب رفتہ رفتہ صرف ہوگیا تھا۔ تلاش معاش کے جویا تھے کہ نواب عضدالدولہ عوض خان بہادر صوبہ دکن نے صوبہ داری دکن کی نیابت و بیضاپور کی قلعداری پر مامور فرمایا۔ منصب و جاگیر بھی عطا کیا۔ آپ دونون خدمتون کا انجام

واہتمام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ ملک کی بہبودی مین سعی و کوشش فرماتے رہے سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے رہے۔ آخر بندگان حضور آصفجاہ نے قدردانی و جوہرشناسی سے آپکو بارکی صوبہ داری پر مقرر فرمایا۔ مدت تک برابر رہین رہے۔ آپ شجاع و بہادر تھے۔ مستقل مزاج و ثابت قدم و تجربہ کار خوش کردار و خوش رفتار۔ اور دوست باز دوست نواز تھے۔ رقص و سرود و مجلس سماع کے شائق تھے۔ مجلس سرود و رقص مین کثرت رقت و وروسے زار زار روتے تھے۔ گھنٹون عالم سکوت مین مستغرق ہوتے تھے نواب عضدالدولہ بہادر و حضور زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ آپ سلف کے یادگار ہین آخر آپنے خدمت ملازمت ترک کی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ آپکی زندگی کا آخر حصہ بخیر ہوا۔ آپ موزون الطبع و ذہین و فہیم تھے۔ شعر فارسی مین کبھی کبھی فکر کرتے تھے کلام بلاغت و فصاحت سے خالی نہین ہے ہم اشعار ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہین۔

من اشعارہ

دل می طپد از ذوق ندانم خبری کیست		رنگم پرواز چہرہ درین رہگذری کیست
مد نظر سیر کنان قبلہ نما گشت		پرواز نگہ از اثر بال و پرے کیست
بسوخت ز آتش شوق تو جان تن باقیست	ولہ	بسان شمع بسوزند و پیرہن باقیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت		ہنوز در کفنش بوئے سوختن باقیست
چراغ راہ ندارم بہ بزم سوختگان		مدام پرتو حسنت در انجمن باقیست
رسید تیر نگاہت بدل شتاب شد		ہزار ریختہ کردند دوختن باقیست
بناز بر سر مقتول خود بیا ظالم ببین		کہ کفنش از آہ زیستن باقیست
ز شبنم نگہم دادہ آب بر رخ گل	ولہ	بہار گشتم و در برگ گل چو بو رفتم

گہر فشان شدہ اشکم ز چشم بہر نثار		بپائے بوس تو ہر دم بآبرو رفتم
ز گرمیٔ نگہت چون نخویش آب شدم		برائے آن لب لعل تو در سبو رفتم
صدائے قلقل مینا شنیدہ مست شدند	ولہ	کسے چگونہ چشید قطرۂ ایاغ ترا
از سیہروی زمانہ مرا درد سر شدہ	ولہ	صندل موافقت بسر من نمی کند

آخر آپ نے ۱۱۹۷ھ ہجری مین اس دار ناپائدار سے عالم بقا مین رحلت کی اور شہر اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔

خاکی۔ حیدر بیگ بدخشانی الاصل

خاکی تخلص۔ حیدر بیگ نام بدخشانی الاصل ہے۔ آپکے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ مین وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر مین ملازم ہوئے۔ خاکی کی ولادت ہند مین واقع ہوئی نشو نما بھی ہند کی آب ہوا مین پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی مین استعداد حاصل کرنیکی بعد شعر گوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ سپاہ پیشہ تھے ہند سے نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دکن مین وارد ہوکے محمد وفادار خان داروغہ باورچیخانہ سرکار فیض آثار بخشی بیگم صاحبہ کی خدمت مین ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیم النسا بادشاہزادی مصر کا قصہ جو فارسی مین تھا اوسکو اردو زبان مین نظم کیا۔ قصہ مذکور ہمکو ۱۲۱۶ھ ہجری کا لکھا ہوا دستخطی سید عبد النبی خان مرثیہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم اسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ خاکی کا انتقال ۱۲۵۷ھ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق بھی سیکھین اگر اُستاد ہو کوئی	دل تو ہی بتا دے تجھے گر ہو کوئی

من قصہ علیم النسا

الٰہی ترا مجھکو کون دیدار دے	مجھے دین اسلام کا پیار دے
تری ذات عالی ہے حیّ قدیم	جو تیری کرے یاد ہے مستقیم
محمد نبی صاحب تخت و تاج	رکھا انکے سر پر شفاعت کا تاج
نبی و علی دونون ہین پاک ذات	اُنہی کی شفاعت سے سبکی نجات
یہ قصہ جو تہا فارسی مین سب	لکھا فارسی کو بین ہندی مین اب
اگر کوئی پڑہیگا یہہ قصہ کو لا	و لے ایک ہے عرض سب سے مرا
تو کچھہ نا کہے اُسکو خامی پر جا	بہر حال خاکی کو دیوے دعا

اس قصہ مین ایکسو سوال ہے۔ سوالات عالم عناصر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت ہین ایک فاضل عبد العلیم ہندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب و غریب ہے رسالۂ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف مزہ آتا ہے۔

خلیل اصالت خان حیدرآبادی

خلیل تخلص۔ اصالت خان نام۔ آپ سید مظفر یار زندرائی جو ابو الحسن تانا شاہ والی دکن کے وزیر تھے فرزند ہین۔ آپکی ولادت باسعادت حیدرآباد دکن مین ہوئی۔ اور نشو و نما بھی دکن ہی کی زمین مین ہوا۔ سن شعور کے بعد علما و فضلا کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین۔ جامع فضائل و فواضل ہوئے۔ ہمعصرون مین لائق و فائق شمار کئے گئے۔ سرکاری خدمات پر مقرر تھے۔ مدت تک والد ماجد سایۂ عاطفت مین

سرکاری کاموں کو اچھی طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر ۱۰۹۳ھ ہجری مین والد ماجد کے ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت مین پہنچے۔ بادشاہی منصبداروں مین شریک ہوئے۔ موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ۱۱۱۵ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ خدا غریق رحمت کرے۔ آپ کے نتائج طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعارہ

قطرۂ خورشید را حکم چکیدن نہ دہم	تشنہ لب عشق را ذوق چشیدن نہ دہم

خان۔ محمدی خان دکنی

خان تخلص۔ محمدی خان نام آپکا اصلی وطن و مولد حیدر آباد دکن ہے۔ آپ عالم شباب مین فارسی مین بقدر ضرورت لیاقت حاصل کرکے شہر مین کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ وطن سے دل برخاستہ ہوکر دلی مین گئے۔ سپاہ پیشہ تھے وہان کسی محکمہ مین ملازم ہو گئے۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلی ہی مین سکونت اختیار کرلی۔ شعر گوئی کا شوق تھا وہان نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ۱۲۵۱ھ ہجری کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست و صاف و بامحاورہ ہوتا ہے۔ آپکے انتقال کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی۔ مگر تقریباً ۱۲۶۵ھ مین راہی عدم ہوئے

من اشعارہ

یاد جسوقت تری آتی ہے	مجکو ہچکی وہین لگ جاتی ہے

خاص۔ شاہ خاص حیدر آبادی

خاص تخلص ۔ شاہ خاص نام ۔ آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے والد شاہ خاموش صاحب اول جو آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین اندرون شہر چادر گھاٹ کے متصل سکونت پذیر تہے ۔ درویش فانی و فقیر حقانی تہے ۔ متوکل علی اللہ و قانع آپ بہی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تہے ۔ والد ماجد کے مرید و خلیفہ ۔ آپ کی شکل و صورت درویشانہ تہی ۔ جُبّہ و دستار مشائخانہ پہنتے تہے خوش مزاج و پاکیزہ طینت تہے مزاج مین محبت الٰہی کا جوش ور دلمین شعر گوئی کا خروش تہا ۔ شعر عمدہ کہتے تہے ۔ نازک مزاج و عالی دماغ تہے ۔ آپ نے ۱۲۷۴ ہجری کے قریب فوت ہوئے ۔ آپکے دوسرے بہائی مسمی طٰہٰ بہی شاعر تہے ۔ ہجو گوئی مین کمال رکہتے تہے ۔ مہاراجہ بہادر نے دو روپیہ یومیہ مقرر کردیا تہا

من اشعارہ

گلاب سے تازہ گال اُسکے کلی سا نازک دہن گلابی	تمام قد نونہال رنگین قبا سراپا چمن گلابی

ردیف الدال

درگاہ ۔ درگاہ قلیخان سالارجنگ

درگاہ تخلص ۔ درگاہ قلیخان سالارجنگ نام ۔ آپکے کان نور لہا نور الوس مشہدی سے تہے ۔ آپکے جد اعلی خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ مین علی مردان خان گورنر قندہار کے ہمراہ تہے ۔ علی مردان خان نے شاہ صفی کی ناقدردانی کی وجہ سے نوکری ترک کرکے شاہ جہان بادشاہ ہند کی خدمت مین آنیکا ارادہ کیا ۔ تشریف آوری سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ مین بہیجا ۔ خاندان قلیخان غرہ جمادی الآخر

سنہ ۱۰۸۱ ہجری مین درگاہ بادشاہی مین آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی
خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان پہارہ تاریخ رجب سنہ مذکور
کو بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدردانی سے صوبہ داری
کشمیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس رکھا۔ خاندان قلیخان کے انتقال
کے بعد اُن کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب و جاگیر
ضلع ٹھٹھہ مین مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی سرسامانی بھی منصب و جاگیر کا
ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے
منصبدارون مین شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن مین آیا۔ پھر چند روز کے بعد
ہند مین مراجعت کی اور وہان فوت ہوا۔ پھر اُنکا خلف الصدق نوروز قلیخان
دارو ار ضلع بیجاپور کی قلعداری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعداری کا اہتمام
کرتا رہا۔ پھر وہین فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان ثانی منصب و جاگیر
سے سرفراز ہوکر منصبداران متعینہ اورنگ آباد مین شریک ہوا۔ شاہ عالم خلد منزل
کے زمانہ مین سنگمنیر کی وقایع نگاری اور ضلاع کی فوجداری پر سربلند ہوا۔
نواب آصفجاہ نے اپنے زمانہ مین اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد
بالائے گھاٹ فردا پور جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکی تعمیر و آبادی
آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اُسوقت میر عمارت تھے۔ آپکے خلف الصدق نواب
درگاہ قلیخان ثانی سالار جنگ صاحب ترجمہ کی ولادت اُنیسوین تاریخ رجب ۱۱۲۰ ہجری
سنگمنیر مین واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد مین کہتا ہے ؎

شد سال مولدش ز روئے الہام   درگاہ قلی زخاندان والا

نشو نما کے بعد جب آپنے چودوین سال مین قدم رکہا سرکار آصفجاہ نے منصب وجاگیر سے سرفراز فرمایا بیس برس کی عمر مین پناہم کاب کیا اکثر حضوری خدمتین آپکے تفویض تہین - آپ خدمات کا اہتمام نہایت دیانت و امانت سے فرماتے رہے جب تک زندہ رہے حضور آصفجاہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے حضور کے سفر دلی مین جو ہنگامہ نادرشاہی مین ہوا تہا آپ ہمرکاب تہے - مدۃ العمر سرکاری خدمات و آقا کی تابعداری مین جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد مین بہی ممتاز اقران و محسود جہان رہے نواب میر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ مین منصب شش ہزاری اور مومن الدولہ خطاب و رنگ آباد کی صوبہ داری سے سربلند و نامور ہوئے - خوب انتظام بندوبست کرتے رہے - جب ریاست دکن کا انتظام نواب آصفجاہ ثانی کے متعلق ہوا اسوقت آپ ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب و مؤتمن الملک خطاب سے معزز ہوئے - اور سواری عماری ہاتی و جہالر کی اجازت ملی - اسوقت حضوری دستور تہا کہ کوئی امیر بغیر اجازت حضور عماری پر سوار نہین ہوسکتا تہا - اب بہی دکن مین وہی دستور جاری ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ مین خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے آصفجاہ ثانی آپکو بہت چاہتے تہے - اور نہایت عزیز رکہتے تہے جس زمانہ مین کہ راجہ بہادر دریائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفجاہ ثانی اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے - اور چہاونی کے لئے خجستہ بنیاد ہی کو تجویز فرمایا - حضور بہی شہر مین مقیم ہوئے - بندگان عالی کثرت عنایت و رحمت سے آپکے محلات مین رونق افروز ہوئے - چند روز رہے - آپنے آقائے نامدار کی نہایت شایان

وشوکت سے مہمانداری کی ہر روز جشن نوروز تہا۔ سامان عیش جلوہ افروز تہا۔ علی ہذا القیاس رات کی بہی یہی کیفیت ہتی تہی رات کیا تہی شب برات تہی جب حضور بندگانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔

بعدازان گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپ غرہ رجب ۱۱۷۹ ہجری مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تہے آپکی معزولی سے عام شہر مین رنج والم تہا گہر گہر شور وماتم تہا۔ اس حالت مین عام کا آپکے ساتہہ ہمدردی وافسوس کرنا اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ بانتہا دادار وامانت ومنصف تہے اور یہہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلق مجسم وصلح کل تہے۔ نہین تو ایسی حالت معزولی مین عرف عام رواج کے موافق کوئی ہمدردی نہین کرتا بلکہ لعن وطعن کرتے ہین۔ آپ پنجم ذیحجہ سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد جاگیر مین تجمل وشان کے ساتہہ روانہ ہوئے۔ روانگی کیوقت مجمع عام تہا عمائد شہر ومشائخ وفضلا بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپکو نہایت حسرت ورنج سے رخصت فرمایا۔ فقرا وغربا کا ہجوم تہا شور وغل تہا۔ آپکے احسانات یاد کرتے تہے اور کہتے تہے کہ شہر سے اگر ہزار آدمی چلے جائین تو کچہہ غم نہین ہوتا اور نہ شہر کی آبادی مین بہی کمی ہوتی مگر اس مربی داتا کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے آپ خوش مزاج وخوش خلق تہے منصف وعادل۔ کریم باذل تہے۔ شگفتہ طبع وزندہ دل۔ دلاوری مین دلیر وبیدل تہے۔ رعیت پروری وغربا نوازی مین بے نظیر تہے۔ ملکی ومالی تدابیر مین روشن ضمیر تہے۔ طلاقت بیانی وسخندانی مین بے مثل

انشا پردازی و تاریخ دانی مین بے بدل۔ آپکی حاضر جوابی اور بداہتہ بیانی مشہور تہی۔ طبیعت کی تیزی نور علیٰ نور تہی۔ آپ وقت کے پابند تہے آپکا وقت کاموں سے معمور رہتا تہا۔ وقت کی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپکی ظاہری شان و شوکت و حشمت کی شان بہی قابل دید تہی اور آپکی سواری بڑی تکلف و تجمل سے نکلتی تہی۔ دو تین سو سوار حبشی و عرب و دکہنی جلو مین ہمرکاب ہتے تہے۔ سواری کے آگے چند عرب و پیچہے الغوزہ بجاتے ہوئے گاتے تہے۔ اچہلتے کودتے تہے۔ سواری کے دیکہنے سے لطف آتا تہا۔ امارت و ریاست کا تماشا نظر آتا تہا۔ اور رعایا کے دلون مین رعب و خوف ہوتا تہا۔ کوئی مفسد و باغی فساد و بغاوت نہین کرنے پاتا تہا۔

آپ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی مین یکتا تہے۔ آپکے لطائف و ظرائف اکثر مشہور ہین منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکہتے ہین کہ اون کے دیکہنے سے لطف اوٹہائین۔ کہتے ہین کہ جناب شاہ علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تہی مجلس منعقد مین شہر کے تمام امرا و مشائخ حاضر تہے۔ اور اُس مجمع مین جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی و شاہ محمود صاحب و نواب خاندوران صاحب جم و نواب شجیع الدولہ مجتمع تہے۔ اُسوقت حسب دستور طرفین یعنی داماد و عروس کے وکلا قاضی صاحب کے سامنے آئے۔ خواجہ دکہو نامی بنات فروش عروس کے طرف سے وکیل ہوکر آیا۔ خاندوران کا قلیخان دریگا نے کہا۔ آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہین۔ حاضرین مجلس اس لطیفہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی۔ و بمعنی پارچہ پشمی۔

لطیفہ دیگر ایک روز شاہ علی صاحب نے نواب صاحب سے کہا کہ ہم غیرون کیلئے فقط دنیا کی دعا کرتے ہین مگر آپکے لئے دین و دنیا دونون کی دعا چاہتے ہین۔

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہون اور دنیا کی دعا کا مقام بیت الخلا۔ کیونکہ
وہ مقام قضاء حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد مین کئے مرتبہ جاتے ہین۔
شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت الخلا مین کئے بار شاہ صاحب نے کہا
ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا مین جناب الٰہی مین دعا کرتا ہون کہ حضرت
کو پیچش ہو تاکہ آپ بیت الخلا مین بار بار جائین اور دنیا کی دعا بہت کرین
شاہ صاحب و حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔
لطیفہ دیگر چند نوملازمین کی درخواستین نواب صاحب کی خدمت مین پیش ہوئین
نواب صاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ بلا کر اسکی حیثیت کے لائق تنخواہ مقرر کرکے
دستخط فرماتے تھے۔ اونمین دو لڑکے کم سن تھے۔ نواب صاحب نے ایک کی درخواست
پر لفظ با موزرو لکھا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیگر لکھا۔ وہ دونون کم سن
لڑکے لچھمی نرائن پیشکار کی خدمت مین گئے (یعنے سیکہے ۱۲)۔ پیشکار نے دونون درخواستونکا
نقشے لکھوایا۔ اور نواب صاحب کی خدمت مین دونون کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل
یہہ دونون منظور ہوئے۔ پیشکار نے عرض کیا جسکی فرد پر آموزرد دستخط تہا وہ آج
سیکہکر آیا ہے۔ اور دوسرا جسکی فرد پر دیگر ہے مین نہین سمجھتا ہون کہ دیگر سے
وقت مراد ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ نواب صاحب نے پیشکار کی تقریر سے تبسم فرمایا
اور دونون کو نوکر رکھہ لیا۔
لطیفہ دیگر۔ دلی مین آپ نواب آصفجاہ کے ہمراہ تھے۔ دربار مین نادر شاہ نے
محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جائین گے اُسوقت آپنے یعنی درگاہ قلیخان نے
آہستہ نواب کے کان مین کہا کہ النادر کالمعدوم۔ نواب آصفجاہ بہادر آپکے

لطیفۂ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعرا دوست و علما پرست تھے۔ قدردان و جوہر شناس۔ ہر مہینہ مین دو تین عام جلسے اپنے باغ دلکشا مین منعقد فرماتے تھے۔ اور اُن بزرگون کو جو لائق صحبت ہوتے تھے بلاتے تھے۔ اور ہر روز آپکے دولتخانہ پر ہم شربان خاص کا جلسہ رہتا تھا۔ اور آپکی مجلس مین تکلف نہین ہوتا تھا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو و شگفتہ جبین ملتے تھے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات و دیہات کے شائق تھے اورنگ آباد مین اکثر عمارات آپکی یادگار ہین۔ باغ دلکشا اورنگ آباد مین جنوبی جانب آپکا بنایا ہوا ہے سنہ ۱۱۶۷ الہجری مین ایک نہر کہدوائے اور باغ مین لائے۔ اور باغ مین ایک کشادہ حوض بنوایا۔ حوض کی وجہ سے باغ سیراب و تازہ رہتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اُسکی تاریخ لکھی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجاہ	مورد عاطفات ربانی
نہر آب حیات جاری کرد	خضر آنرا کند نگہبانی
کامیاب از زلال احسانش	مردم شہر و بیابانی
کرد این نہر را روان در باغ	تازہ شد آب و رنگ بستانی
کند حوض وسیع در بستان	کہ توان گفت کوثر ثانی
این عمل امتیاز خاصی یافت	از قبول جناب سبحانی
سال تاریخ او طلب کردم	گفت دل نہر خان دورانی ۱۱۶۷ھ

آپ موزون الطبع تھے۔ سخن فہم و سخندان تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے

اور ہندی مین مراثی حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے مراثے بہت ہی خوب کہتے تھے۔ چند اشعار مندرجۂ ذیل آپکے طبعزاد ہین۔ ایکروز میر آزاد بلگرامی نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر ٭ صبا بلطف بگو آن غزال رعنارا ٭ کہ سر بکوہ وبیابان تو دادہ مارا ٭ طرح کی اور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن بہار رعنارا	کہ داد بوئے تو سرمایۂ جنون مارا

اُسیوقت نواب خان دوران خان بہادر نے بھی فی الفور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن جنون تمنّارا	بہار آمد و سرسبز کرد صحرا را

لچھمی نرائن مولف گل رعنا نے بھی حسب خواہش نواب صاحب موزون کیا ؎

فزود جلوۂ او سیل گریہ مارا	طلوع ماہ کند بیش آب دریا را

نوابصاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپکی بحالی کا سامان موجود ہوگیا تھا۔ یکایک آپ ۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ مین مرض بہرسام سے نظام آباد مین فوت ہوئے۔ وہان سے نعش مبارک کو اورنگ آباد مین لائے اپنے والد ماجد کے مقبرہ مین جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کیوقت عمائد شہر ومشائخ وفقرا جمع ہوئے۔ شور وغوغا برپا تھا قیامت تھی۔ میر علی رشد آ جینی نے مادۂ تاریخ مین ایک مصرع لکھا ؎ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ٭ اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع مین تاریخ صوری و معنوی لکھی ؎

یکہزار و یکصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

مین آپ کی اولاد و شجرۂ خاندان کو گزارش کرتا ہون

اولاد نواب موصوف

حنیف الدینخان بانی سرائے اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے
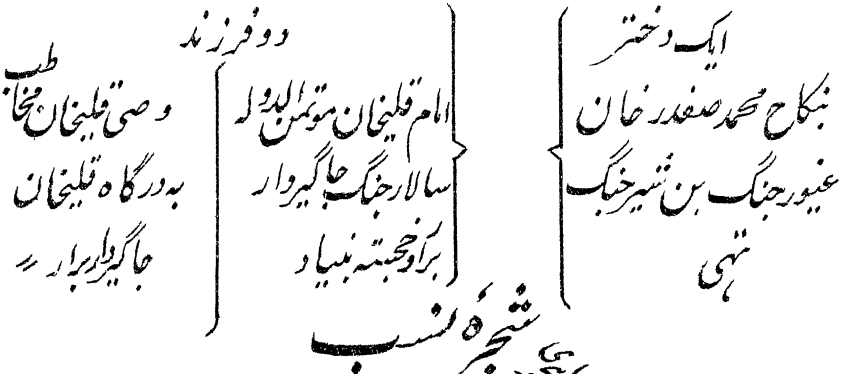
ایک دختر
بنکاح محمد صفدر خان
غیور جنگ بن شیر جنگ
تھی

دو فرزند

امام قلیخان مؤتمن الدولہ
سالار جنگ جاگیردار
برار و خجستہ بنیاد

وصی قلیخان مخاطب
بہ درگاہ قلیخان
جاگیردار برار

شجرۂ نسب

اشتعمی بیت سنیمید ۱۱۵۱ ہجری

خاندان قلیخان ذو القدر از ترکان بور بور الوس خانان سیاہ خیمہ نواحی مشہد مقدس

درگاہ قلی خان اول

نوروز قلیخان قلعدار دھاروا ڑ بیجاپور — متعنی

خاندان قلیخان دوم نظام آباد کی تعمیر آپ کے اہتمام سے ہوئی

درگاہ قلیخان ثانی المتولد ۱۱۲۲ ہجری بمقام سنگمنیر دکن

دختر

دو پسر

نواب سالار جنگ مرحوم اول کی ننھیال کا سلسلہ آپ سے منتہی ہوتا ہے۔
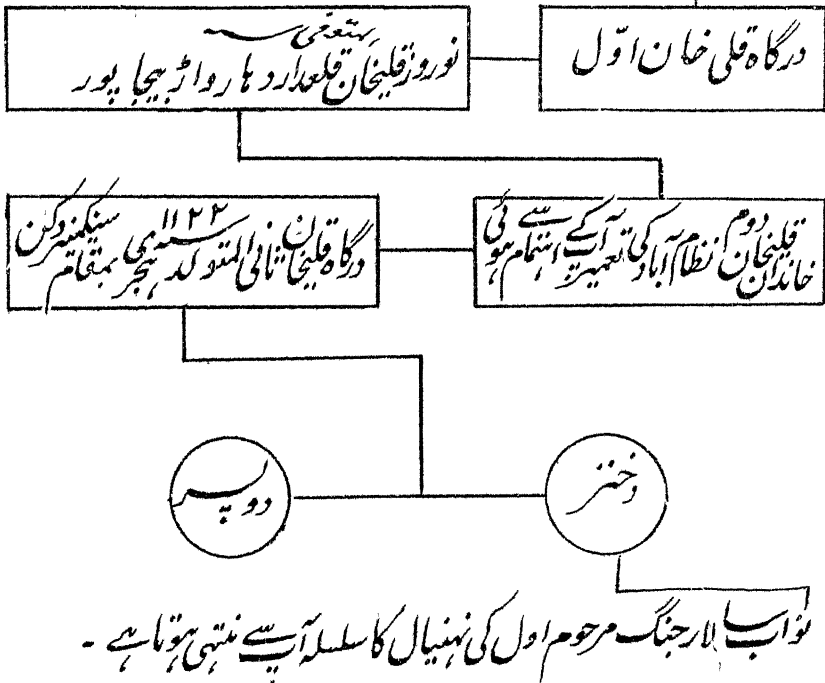
جب سنہ ۱۱۴۶ ہجری مین وزارت خان اورنگ آبادی کو غفران پناہ عالیجناب آصفجاہ اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا۔ احباب نے جوش خوشی سے تاریخین کہین۔ آپنے بھی دو بیتین تاریخی موزون کی۔ ہرایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخرین ایک عدد زائد ہے۔ **ھوھذا**

شد بحکم نو بزم نورانی	با مصابیح فضل یزدانی
از برائے صلاح خلق اللہ	بازرونق گرفت دیوانی

گل رعنا کے مولف نے آپکے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات والکمالات تھے مولف کا قول مبالغہ سے مبرا ہے خوشامد و تملق کے دہبے سے معرا ہے **ھوھذا** درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ موتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ امیرے بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ غنچۂ تصویررا در محفل رنگینش ہوائے شگفتگی در سر و طوطی خوش صفیررا از بیان شیرینش منقار در شکر بلبل ہزار دستان مستفید طلاوت زبانش۔ و گل شگفتہ جبین دریوزہ گرچہرہ خندانش۔ چرب نرمی او دل سنگ راموم می ساخت۔ و تالیف قلوب او احبا و اعدا را در دام می انداخت۔ ضمیر منیرش در بدیہہ بیانی بازار آئینہ می شکست و ذات والا صفاتش در بزم افروزی بالادست شمع می نشست۔ صولتش شیر نرہ را آب می نمود۔ و نشجاعتش گوئے سبقت از رستم دستان می ربود الخ انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شرک محض ست گمان من تو	من و تو نیست میان من تو
معاشرا نہ سوالے بدوستان داریم	برائے ما و شما این ہوا چہ بیجا ہد

نگاهش دیده صهبا آفریدند
قدش دیدند طوبی آفریدند

بعالم ریخت اشکم رنگ طوفان
ز جیب قطره دریا آفریدند

وله

می چکد رنگ بهار از خامه‌ام
وصف رخسار که انشا می‌کند

حکم آصف این غزل را تازه کرد
کار ها را کار فرما می‌کند

وله

کسیکه در صدد وصف آن دهن باشد
چو شخص هیچمدان در پی سخن باشد

وله

بآغوشم آید آن دلدار افواهی چنین باشد
خدا اگر راست آرد دولت و جاهی چنین باشد

چه منتهاست بر دل از صبا گر نکهت زلفش
حیات تازه می‌بخشد هواهائی چنین باشد

مصفا ساختم بهر قدومش حضرت دل را
برای شاه والا جاه درگاهی چنین باشد

وله

سوای حیدر کرار شاه مردان کیست
که ذوالفقار باو داد حق نبی دختر

وله

دلم را فرقت آن نا مسلمان ساخت سیپاره
نمود از هم جدا اجزای قرآنی که من دارم

وله

گر و بیم شما ز حجر طاقت
ای صبر بما چه کار داری

باکی نبود ز تیغ اعدا
گر صاحب ذوالفقار داری

وله

نوروز که روز سعد عشرت افزاست
مولای جهان تخت خلافت آراست

از مقدم گل نماند آثار خزان
سالی که نکو است از بهارش پیداست

وله

کونین شد ایجاد برای ایشان
حاشا که کسی رسد بجای ایشان

اسرار نبوت اند اولاد علی
درگاه فلکی است خاکپای ایشان

دانش میر رضی مشهدی

دانش تخلص - میر رضی رضوی نام ہے - آپ میر ابو تراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپکے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بھی بمصداق الولد سر لابیہ ہوشیار و ہونہار تھا کتب ابتدائی والد ماجد سے پڑھین اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام کین۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد حرمین شریفین کی زیارت و حج کا ارادہ کیا جب حرمین پہنچا تو ایک مثنوی کعبہ کی تعریف مین لکھی۔ منہ ۲ اشعار ہ

ز خوبی کعبہ معشوق جہانست	نشاط دلربائی درجبانست
بروئے تو نیازان در کشادہ	چہ معشوقانہ خود را جلوہ داد
جمالش عذر خواہ زحمت دشت	بگرد آن تواضع پیتوان گشت

ایسا ہی روضۂ منورہ کی صفت مین بھی کہتا ہے۔

ہمایون قبہ سرکوب افلاک	بہشت بے گمان عالم خاک
زحق بیگانگان را آشنا ساز	چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش فلک را دست کوتاہ	نمایان تا بعرش از سایہ اش راہ

حج و زیارت سے مشرف ہوکے مشہد مین آیا۔ ہندوستان مین باپ سے ملنے کا شوق دل مین شعلہ زن تھا۔ چنانچہ ہند کے شوق مین کہتا ہے ؎

راہ دور ہند پا بست وطن اردمرا — چون حنا شب ہے میان رفتن بہندوستان خوش است

آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوتے ہی ایران و ہند کے جانے مین تردد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے ؎

پریشان خاطرے باہم بگل داشت	میان ہند و ایرانم دو دل داشت
حجر را در بغل پنہان کشیدم	در آن آئینہ روئے کار دیدم
جلا چون از سوادش دیدہ دادم	سیہ رنگی ہند آمد بیادم

پدر کہ گرزمین روانش تازه بادا | دران گلشن بلند آوازه بادا
نشاط آباد غربت بود جائش | فضائے ہند باغ دلکشائش
شد از تحریک آن سرگشتہ بلبل | سواد ہند بر من سایۂ گل
حقیقت را بلند آوازه کردم | نمک با لعل سبزان تازه کردم
نگہ را حسن گندم گون نصیبت | چو طوطی سبز در ایران غریبت
گہر را قدر در خاکِ مرادش | محک بخت آزمایان را سوادش
سوادِ دیدنش سرمایۂ نور | بمردم پروری چون دیده مشہور
زبس سبزست نخل بوستانش | پرِ طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فصل خوبہائے ایام | ہوا بردار از سرم فکر سرانجام

پہر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد مین وارد ہند ہوا۔ اور پدر بزرگوار کی ملازمت سے کامیاب۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ در عہد شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید الخ اور خزانۂ عامرہ مین لکھتے ہین کہ در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان بہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید الخ تحریر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند مین باپ کے ہمراہ آیا۔ تحریر دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہانی عہد مین آیا۔ اور باپ سے ملا یعنے اسکا باپ پہلے سے ہند مین موجود تہا۔ تحریر ثانی درست و صحیح۔ تحریر اول مین تردد ہوتا ہے۔ شاید سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی۔ والا میر صاحب سے ایسا تضاد واقع نہین ہوتا والعلم عند اللہ۔ ماہ شعبان سنہ ۱۰۶۵ ہجری مین ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا دو ہزار روپیہ صلہ پایا۔ قصیدہ کا مطلع یہہ ہے ؎

بخوان بلند کہ تفسیر آیۂ کرم ست	خطے کہ از کف دست مبارکش پیداست

چند روز شاہزادہ دارا شکوہ کی ملازمت مین رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و الطاف سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شاہزادے نے میر رضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک لاکہہ روپیہ عطا کیا۔ وہ شعر یہہ ہے ؎

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار	قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہہ ہے ؎

موسم آن کہ ابر تر چمن پرورہ شود	نکہت گل مایۂ شور جنون در سر شود
تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار	قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود
نالۂ بلبل نہان در پردہ برگ گل ست	بیدما غم کاش این یک پردہ نازکتر شود
تا بذوق گریۂ مستی درین بزم آمدیم	مے بدہ ساقی بقدر آنکہ چشمی تر شود
راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق	در میان انجمن پروانہ خاکستر شود

دار الخلافہ مین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعرائے وقت نے اسکے جواب مین موزون کئے۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے یہہ بیت موزون کی ؎

سلطنت سہل ست خود را آشنائی فقر کن	قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

انتہی کلامہ۔ میر دانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ مین شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتھہ رہا۔ اور وہان سے ابتدائے جلوس عالمگیری حیدر آباد دکن مین آیا۔ سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین اعزاز و اکرام سے باریاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک معتبر و معتمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپکے ملنے سے بہت خوش ہوتا تہا۔ آپکی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تہا۔ آپ دربار قطب شاہی کے

رونق تھے۔ تذکرہ نویسون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد ماجد میر ابو تراب فطرت تخلص جو حیدرآباد مین سکونت پذیر تھے۔ اور قطب شاہی سلاطین کے سایہ پرورده تھے۔ سنہ ۱۰۶۰ ہجری مین فوت ہوئے اور میر مومن استر آبادی کے دائرہ مین دفن کئے گئے۔ آپکی لوح مزار پر یہہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کیوقت موزون کی تھی لکھی ہوی ہے۔ خود مولف فقیر نے بھی سنہ ۱۲۸۶ ہجری مین دیکھا تھا

رباعی فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد	نواخت بمہر و خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درو می گنجید	اکنون ز تنزدو نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت مین میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق مین کہی مرقوم ہے ؎

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم کہ چو عیسی بفلک بر شده	آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد اللہ قطب شاه نے میر رضی دانش صاحب ترجمہ کو اپنے طرف سے نائب مقرر کرکے سنہ ۱۰۷۰ ہجری مین مشہد مقدس کو روانہ کیا۔ تاکہ روضہ رضویہ مین بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار تبریزی وظیفہ مقرر کردیا تا بزندگی سلطان اسکو پہنچتا رہا۔ فقیر مولف نے تقرر سالیانہ کا فرمان عبد العلی طالقانی میر منشی قطب شاه کی انشاء طالقانی مین جو میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تھی دیکھا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ وہ انشا موسٰی ندی کی حیدرآباد کی طغیانی واقع سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوئی کاش اگر موجود ہوتی تو بجنسہ یہان فرمان کو نقل کرتا۔ آخر میر رضی دانش نے سنہ ۱۰۷۶ ہجری مین

رحلت کی۔ اب مین متفرق تذکرون سے آپکے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین ملاحظہ کرین **ھوھذہ**

زبسکہ مشق سخن ساخت ناتوان ما را　　گداخت ہمچو قلم مغز استخوان ما را

نشد کہ بوسہ بپائے ہدف چو تیر دہیم　　گذشت عمر بخمیازۂ کمان ما را

ولہ

ذخیرۂ بدل از چشم اشکبار نماند　　شکست شیشۂ سیماب در کنار مرا

ولہ

غنیمت دان بہشت روئے گندم گون در محشر　　کہ فردوس طاعت محراب ابرو میدہد ما را

ولہ

بوئے گل شد فیض بخش آہوش وقت و ہیچو ست　　یکنفس بگذار در سیر چمن تنہا مرا

ولہ

چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم　　ہمچو طفلان اول ست و خواب می آید مرا

ولہ

لب تشنہ تیغم بگو قاتل ما را　　کو آب کہ شیرینی جان زد دل ما را

ولہ

وعدۂ ہم صحبتان رفتہ روز محشر است　　دیر می آید قیامت گشت تنہائی مرا

فصل گل ست جوش بہار سخن مرا　　گل کرد ہمچو غنچہ زبان در دہن مرا

تا بسا ز درین بزم نسبتے داریم　　خوش اند اہل نشاط از ضعیف نالیہا

عینکے باید مرا از شیشۂ می ساختن　　تا توانم خواند در پیری خط پیمانہ را

در رہ انتظار چو مژگان نشستہ ایم　　بر آستان خانۂ ما جائے ما بس است

بر دیدۂ آلودہ ہمچو نم صف مژگان　　چون حلقۂ ماتم بر دور شہید ست

گر ز ابرو جبین کشاید در دم بسمل بس است　　خون بہائے کشتۂ ما خندۂ قاتل بس است

دست گل چین قتل عام لالہ و گل میکند　　باغبان در پائے گلچین مست خواب افتادہ است

مردم رنجور ما روز وصل　　گریہ شادی عرق صحت است

وصل یاران چون دہد دلتنگیے می بدنماست　　گریہ شادی کم ز باران روز عید نیست

مرا که خندهٔ گل سر بدرد می آرد
دماغ گریهٔ بلبل درین بهار کجاست

وله

آبروی دودمان تاک هم برباد رفت
دختر رز را عسس صد بار بامستان گرفت

وله

ما و بلبل عرض چاک سینه میکردیم دوش
ناز پرورد گلستان زخم خاری هم نداشت

وله

صفحهٔ دشت بامداد رفیقان طی کند
چون قلم بی دو سه یاری بسفر نتوان رفت

وله

گشاده روی خوبان در آخر حسن است
در چمن همه جا موسم خزان باز است

وله

سینه صافان را غم صحبت کشان باید ز خود
آب می بالد ز زان بازی که بر روش پل است

وله

هر روز کامیاب ز روی چو ماه دوست
آئینه وز نامهٔ چرخ نگاه اوست

وله

گر سرمه لاف نسبت مژگان زند بجاست
از خاک برگرفتهٔ چشم سیاه اوست

وله

در بزم کنم سیر که جائی دگرم نیست
از حلقه برون چون قدح می سفرم نیست

وله

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت
روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

وله

چسان بینم که می را محتسب بر خاک میریزد
که می لرزد دلم بر سنگی اگر از تاک میریزد

وله

در آن وادی که من باشم آبادی نمی باشد
سیاهی میکند از دور کاهی چشم آهوی

وله

بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت
دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود

وله

کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمیخواهد
خورم گر آب شیرینی بیاد کوهکن آید

وله

نوبهار است هوا مایهٔ عشرت دارد
صفت رندی ست که می دارد و فرصت دارد

ای هما از سر ما خاکنشینان بگذر
سایهٔ بال تو بدنامی دولت دارد

وله

چسان از قدر این صیاد آزادی هوس باشد
که پرواز بلندم تا لب بام قفس باشد

وله

پرده بر عیب خود از دامن صحرا پوشد
هر که از سلسلهٔ اهل جنون رسوا شد

وله

دولت فصل خزان گر خار جوش گل برد
بگیر آئینه در کف تا بهار رفته برگردد

وله
چگونه بار به منزل برد مسافر اشک — که رهزنی بکمین همچو آستین باشد

وله
تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود — مهر بالب بر لب قاصد بجای نامه زد
درد دلی بکاغذ ابری رقم زنیم — شاید که پی بدیده گریان ما برد

وله
نمیدانم چه صیادی که زیر تیغ آهو را — چو چشم دلبران در زیر ابرو خواب می آید

وله
دل از حسن جوانی داشت آرامی ندانستم — که این یوسف چو پیری کهنه گرگی در کمین دارد

وله
مرد دانا به هنر زبده اقران گردد — میوه رنگین چو شد از برگ نمایان گردد
نیستم ایمن اگر زحشمت مرا دل میدهد — صید را صیاد آبی وقت بسمل میدهد
دگر زلف سیاهش در پی تاراج ایمان شد — بفکر رهزنی افتد سیاهی چون پریشان شد
شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است — بلبلان شیون بگرد کشته گلچین کنید
گر آه ندارم بجگر شکر از من — بر دامن آئینه غبارے نه نشیند
بی تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد — گو بتعظیم نسیم گل غبارے بر نخیزد
میتوان در پرتو روشن دلانم یافتن — جلوه گاه من چو عکس آئینه آبست و بس
پس از وفات که یادت کند بجز غم خویش — چو خون مرده سیه پوش شو بماتم خویش
تنگ بر بی بهتران دور فلک کی گردد — از قفس زود رسته شو بلبل خاموش خلاص
باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان می شوم — جا اگر با هم چه بود در غنچه پنهان میشوم
صبح دیدم شبنمی بر برگ گل غلطان بناز — یادم آمد طفلی و دامان مادر سوختنم
ز ساقی باده میگیرم بپای تاک میریزم — ندارم فکر خود میخانه را آباد می سازم
در کفم از باد دستی آر نمیگیرد قرار — جامه در رنگینامی پاره چون گل میکنم
قلم سنبل شود گر حرف گیسوی تو بنویسم — خطم صورت کند پیدا اگر روی تو بنویسم

غم و شادی و میان ما گردان و مدار ما کن
نشان آب حیاتم چه میدہی اے خضر
سیه بختم از مژگان سیاہان
بامید وصالت در شب ہجر
اگر میخواہی مرادت از چمن حاصل شود
درین رنگین چمن چون لاله زار
بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم

لبی کم از قدح عادت بدرد و صاف بینا کن
کجاست سرمه ز دیده ہا نہان گشتن
ندیدیم راستی زین کج کلاہان
نمی خواہم چو خون بیگناہان
بلبلے را از قفس در جوش گل آزاد کن
غریبیم در میان ہمنشینان
گلگشت باغ آئینه تنہا چه می کنی

دانش ـ میرزا اور علی

دانش تخلص ـ میرزا اور علی نام ـ آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدق ہیں ـ آپکے والد ماجد علم و فضل کے زیور سے آراستہ ـ خوش اخلاقی کے پیرایہ سے پیراستہ تھے ـ شعر و شاعری کے میدان میں بھی سابق قدم ـ سید تخلص فرماتے تھے عجم سے مہاراجہ چندولال کے عہد وزارت میں حیدرآباد دکن وارد ہوئے ـ مہاراج کے شعرائے درباری میں ملازم ہوگئے ـ نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک شعرا کے زمرے میں منصب مناسب پاتے رہے ـ نواب مرحوم نے آپکو بلحاظ لیاقت و فضیلت اپنے برادرزادے یعنی نواب سالار جنگ مرحوم اول کی تعلیم و تکلم فارسی کیلئے مقرر فرمایا ـ علاوہ منصب حسن سلوک بیحد فرماتے تھے ـ پس دانش صاحب اثر جمہ کے والد نواب کے دولتخانہ پر مدة العمر وابستہ رہے ـ نواب مختار الملک بہادر بھی استاد کا بہت اعزاز کرتے تھے ـ آخر ۱۲۸۵ھ ہجری میں کربلائے معلی گئے ـ چند روز کے بعد وہان سے

بہشت برین روانہ ہوئے۔ دانش صاحب ترجمہ حیدرآبادی المولد ہے انکی ولادت ۱۲۴۴ ہجری
مین ہوئی۔ لیکن آپنے تربیت و تعلیم والد ماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق
الولد سر لابیہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و تکلم مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے
شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ منشی ذی استعداد ہین۔ انشا پردازی مین ملکہ کاملہ
رکھنے مین ناظم و ناثر ہین۔ شعر و شاعری کے فریفتہ۔ آپکو تلمذ جناب ناجی صاحب سے
ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و حلاوت سے بھرا ہوا۔ آپ فارسی
و اردو دونون زبانون مین کلام موزون فرماتے ہین۔ جو کچھہ آپکا طبع زاد ہوتا ہے لطف و
مزہ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا آپ خطاط و شمشیرباز ہین۔ خط نستعلیق
و شفیعائی مین جواہر رقم و عطارد قلم ہین۔ خوب لکھتے ہین اور خطاطی کے فن کو علماً
و عملاً جانتے ہین۔ شمشیربازی یعنے بنوٹ مین بھی مشہور ہین اس فن مین آپ کو
محمد وزارت علی صاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زماننا شہر مین استاد کے
قائم مقام ہین۔ اکثر شائقین فن آپسے مستفید ہوتے ہین۔ آپ سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ
کے منصبدارون مین ایکسو تین روپیہ ماہوار پاتے ہین۔ نواب سالار جنگ بہادر حال کے
ادب موزون مین شمار کئے جاتے ہین۔ اور کتبخانہ سالارجنگی کی نگرانی بھی آپ ہی کے
متعلق ہے۔ آپنے کتبخانہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے رکھا ہے۔ اور کتبخانہ کی
فہرست بھی مرتب کی ہے غرض موصوف الیہ کتبخانہ کی درستی و نگرانی عمدہ طرح سے
کرتے ہین۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت مین نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے
ملتے ہین خدائے تعالی آپکو خوش و خرم رکھے۔ اب مین آپکے نتائج طبع ہفت بند
نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھتا ہون۔

السلام اے بارگاہت مہبط روح الامین
بانی بنیاد عرفان دار حکمت شہر علم
چیست حور آسمان وکیست حور اے جہان
سر انگشت تو برده از ید بیضا سبق
لب کشاید چون بہ نعت و لکنت روح القدس

خسرو کون و مکان محبوب رب العالمین
قبلۂ ارباب ایمان کعبۂ اہل یقین
آن زمہر تو ہستین واین زمہر تو حسین
چہ خور شید داری گویا در آستین
آیدش از پردۂ قدرت صدائے آفرین

ولہ

ہمایون دولت و اقبال ہمائے ظل سبحانی
نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران
امیرونکا سر تسلیم جہک جاتا ہے یہان دائم
ہوا وہ سرور دوران جسے حضرت نے دی عزت
امیری کبیری کا تفاخر ملگیا اسکو

جہان کی ہے بنا جبتک ہے قائم جہانبانی
رئیس خسرو ملک دکن اسکندر ثانی
ادب سے آکے رکہتے ہین در اقدس پہ پیشانی
بنا وہ ہمسر شاہان عطا کی جسکو دیوانی
دیا ہے جس کو آپ نے حکم ملکس رانی

داغ - نواب مرزا خان دہلوی

داغ تخلص - مرزا خان نام - آپ نواب شمس الدینخان برادر نواب ضیاءالدین بہادر والی لوہارو کے خلف الصدق ہین - آپ کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی - ابھی آپ خورد سال تھے کہ ۱۲۵۲ھ ہجری مین والد کا انتقال ہوگیا - آپ یتیم ہوگئے - چونکہ آپکی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد بادشاہ دہلی کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تھا - اس لئے آپکی والدہ صاحبہ بادشاہی محل مین رہتی تہین - اور آپ بھی والدہ کے ساتھ محل مین پرورش پاتے تھے - رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر مین بقدر ضرورت فارسی
و اردو مین استعداد حاصل کرلی۔ عالم شباب کا ابتدا تہا۔ طبیعت مین چستی و چالاکی
موجزن تہی شعر و شاعری کے ساتہہ دلچسپی تہی آپ شاعری کے میدان مین بڑہنے لگے
جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت مین اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیعہد بہادر
نے دیکہا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق
سے آپکی سفارش کی۔ ولیعہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی
اصلاح فرماتے تہے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند ہی روز
مین استاد کے تلامذہ مین ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے
اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب صہبائی و صابر وغیرہم سے داد سخن و تحسین پاتے تہے
ولیعہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوگئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ مین
ہند کے غدر کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ دہلی سے رام پور آگئے۔ نواب یوسف علیخان والی
رام پور کے پاس رہے۔ نواب آپکے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد
نواب کلب علیخان بہادر نے بہی آپکے ساتہہ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکہا
اور آپکو کارخانجات کا معتمد و مہتمم کیا۔ آپ تا بزندگی نواب کی خدمت مین نہایت آرام و آسائش
سے بسر کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی مین حرمین شریفین کی زیارت و حج سے
بہی مشرف ہوکر آئے اور وطن مالوفہ گئے۔ پہر وہان رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بہی
اس زمانہ مین عالم فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہوئے۔ آپ وہان سے برداشتہ خاطر
ہوکے دلی آئے۔ پہر ۱۳۰۵ہجری مین حیدرآباد دکن آئے۔ بذریعہ راجہ گردہاری پرشاد
باقی تخلص حضور مین باریاب ہوئے۔ آپنے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیحضرت بندگانعالی

خلد اللہ ملکہ سنکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ مین پڑے رہے۔ بلحاظ
ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تھے۔ غیبت کے زمانہ مین اعلیحضرت نے یاد فرمایا۔
نواب داور الملک کے ذریعہ سے آپکو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدرآباد آئے۔ اور استقلال کے
ساتھہ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد ۱۳۰۸ھ ہجری مین ایک فرمان واجب الاذعان
مع ایک غزل مہرشدہ آپکے پاس پہنچا۔ آپنے اُسیوقت غزل کو دیکھہ کے
واپس بھیجدی اور حسب الطلب دربار مین حاضر ہوکے نذر دی۔ اعلیحضرت نے آپکی
بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپکی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپکے لئے
۱۳۰۹ھ ہجری مین چارسو پچاس روپیہ ماہوار بلا خدمت بصیغہ منصب مقرر فرمایا
اور ساتھہ ہی حکم بھی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوری سے آج تک کی
کل تنخواہ دیجائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چارسو پچاس روپیہ ماہانہ چھکڑون
پر لدی ہوئی داغ کے مکان پہ پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکھتے ہی فارغ البال
ہوئے۔ پھر ۱۳۱۱ھ ہجری مین جشن سالگرہ کی تقریب مین خانی و بہادری و جنگ
ودولہ و ملک کے خطاب سے یعنے ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
و منصب چار ہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ ہجری
مین ایکہزار روپیہ وظیفہ ماہانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپکو وقتاً فوقتاً صلات
و انعامات ملتے رہتے ہین۔ آخر آپنے ۱۳۲۲ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی
مین رحلت کی۔ آپکی عمر ستر برس سے زیادہ تہی۔ اعضا قوی درست تھے۔ صورت
و شکل سے معلوم ہوتا تہا کہ چہل سالہ ہین۔ آپکا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمۂ زلال ہے۔ سامعین سننے سے لطف وغیرہ

آپکی عمر متوسط تھی لیکن طبیعت مین جوانی کا ولولہ موجود تھا۔ زندہ دل پاکیزہ منزل تھے۔ کلمۃ الخیر کے گویا صلح کے جویا تھے۔ درویش دوست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد دواوین ہین۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ فریاد داغ یہہ تینون مطبوع ہوچکے ہین۔ آپکے یہان ہزارہا شاگرد ہین۔ اکثر آپکے چشمہ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہین اب مین چند ہی اشعار آپکے دواوین سے گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الہندی

توجو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا

ولہ

ناوک ابھی ہے شست مین صیاد کے مگر
اٹھتے ہین انگلیان وہ نشانہ اڑا دیا

ولہ

ہے سارا خون کے چھینٹون سے پیرہن گلزار
ترے شہید کا لاشہ بہار سے اٹھا

ولہ

غضب ہے جنبش دل آیا کہین انجان وہ بنکر
کہان آیا کدھر آیا کیون آیا یہہ کب آیا

ولہ

یون آنکھ اٹھی کرکے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہوکے کچھ ارشاد رہگیا

ولہ

کبھی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

ولہ

داغ کو چین ہی نہین آتا
جب تک اس سے برا بھلا نہ سنے

ولہ

یہہ بھی طرز خرام ہوتی ہے
ساری دنیا تمام ہوتی ہے

ولہ

دم آخر تو کچھ مری سنلو
آج صحبت تمام ہوتی ہے

ملاتے ہو اسیکو خاک مین جو دل سے ملتا ہے
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان
ہم آج خوب روئے گلے ملکے داغ سے

میری فریاد دوسرا نہ سنے
تم سنو اے بتو خدا نہ سنے

دوستی کیا اسیکو کہتے ہین		آشنا کی جو آشنا نہ ہوئے

دولت ۔ میر دولت علی آسیری

دولت تخلص ۔ میر دولت علی نام ۔ مظہر علیشاہ خطاب ۔ آپکا مسقط الراس اسیر ہے بمقتضائے آب خورش ۱۱۷۵ ہجری مین شہر اورنگ آباد وارد ہوا ۔ مدت تک شہر مین سکونت پذیر رہا ۔ شعرا و علما سے ملتا رہا ۔ یحییٰ ائن صاحب تخلص اورنگ آبادی سے نہایت ربط و اتحاد پیدا کیا تہا ۔ اکثر اوقات اپنی فرودگاہ سے صاحب کے دولتخانہ پر آمد و رفت کرتا تہا ۔ ریختہ مین اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے ۔ چنانچہ ایک مقام مین کہتا ہے ؎ نقش ہے دلپہ میرے مصرعہ صاحب ۔ کیا ہوا بات ہماری جو زمانے بہر اڑ ۔ پہر اورنگ آباد سے برہانپور مین آیا ۔ رخصت کیوقت بدا ہتہً صاحب کے حق مین ایک مصرعہ موزون کیا ؎ دولت کو دل سے اپنے صاحب نہ بہول جانا وطن مین پہنچکر مدت تک زندہ رہا آخر ۱۲۰۱ ہجری مین فوت ہوا ۔

شاعر ذہین و خوش فکر تہا ۔ نازک خیال و رنگین مزاج تہا ۔ احباب کے ساتہہ خوش صحبت و خوش اخلاق تہا ۔ آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے ۔ ایہام و تلازم شعریہ سے پاک ۔ سیدھا سادہ کلام ہے ۔

من اشعارہ الہندی

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بہرنا سب بلبلون سے اول ہمکو تو ذبح کرنا یارو قسم ہے تمکو کہین جستجو کرو	وله	گر صبح ہے تو یہہ ہے اور شام ہے تو یہہ ہے صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہہ ہے قاتل مرے کو مجہہ سے ذرہ روبرو کرو

چاہو نماز حضرت گل کی ادا کرو
اُس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو

ہمکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے
لب و رخسار اور قد و قامت

مجالس مین نہ جا یار سے تجہ رخ کی تجلی
اسلام سے نہین مقصد اور کفر سے نہین مطلب

سوتا تہا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا
خوف ہے مجکو مبادا کہ دیوانے ہوئے

جائے نامی کی مین اُس پا کیتین بہیجونگا
اس غم کی کشمکش مین روتے ہی عمر گذری

ولہ

اے بلبلو تم اشک سے اول وضو کرو
لازم ہے اُسکو خاک سے خم یا سبو کرو

اے زاہد و بہشت کی تم آرزو کرو
دیکہہ سب غنچے مسکراتے ہین

ولہ

ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ
منظور مرے دلکو ہے جلوۂ جانانہ

کیا عالم بہار خدا نے دکہا دیا
صورت اُسکی نہ زلیخا کو دکہا نا بہزاد

کہینچ تصویر کو دولت کے لے آنا بہزاد
کیا یاد مین کرونگا خوبی سے اس جہانکو

دانا نصیر الدین خان

دانا تخلص - نصیر الدین خان نام - آپ جمال الدین کے بہائی ہین - بہادر بادشاہ کے زمانہ مین آپ منعم خان خانخانان کے مصاحب تہے - صحیح النسب تہے آپکا مولد ومنشا اورنگ آباد تہا - آپ فضائل وفواضل سے آراستہ تہے - کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تہے - شعر گوئی کا شوق تہا - خوب مرغوب فرماتے تہے - اشعار کے دیکہنے سے آپکی لیاقت واستعداد معلوم ہوتی ہے - آپکا کلام آپکی لیاقت واستعداد کا محضر ہے - آپکو سرکار سے صوبہ برار مین تہوڑی جاگیر تہی - آپ جاگیر کے تعلق کی وجہ سے بلدہ ایلچپور برار مین سکونت پذیر ہوئے - اور جاگیر سے جو کچہہ حاصل

اُس مین زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسب و خاندان کا حال اور آپکی ولادت و وفات کی بھی تاریخ نہین لکھی۔

من اشعارہ

صراحی سجدہ ام ساغر پرستم تا چہ پیش آید
بہر سو میروم از خویش مستم تا چہ پیش آید

ولہ

حسن نشاط کرد گل ہمچو بہار ہر طرف
چون گل سہر میدہد شیشہ و جام و نای و دف

ولہ

حیرت برق حسن یار بسکہ زگریہ جوش زد
قطرۂ اشک شد ہ برمژہ چون در نجف

پیر مغان باعتقاد میکدہ را چو در کشاد
ساغر می بکف نہاد و گفت بنوش و لاتخف

ور تو کسے کہ نیست نیست نقاش جاودان
غیر تو ہر کہ ہست ہست بمعرض تلف

با تو مراست آرزو خواب فراموش خود
سینہ بسینہ و بر دو دست بدست کف بکف

آصف عہد اے نصیر یافت زروح جوا فیض
طالع اگر مدد کند و انمش آرم بکف

نمیرسد بخدا نشہ بجائے شراب
چہ جائے بناک وچہ افیون شراب وائے شراب

آپکا انتقال بھی تقریباً ۱۱۸۵ھ ہجری مین ہوا۔

درسی۔ سید محمد درویش براری

درسی تخلص۔ سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سورجی انجن گانون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہین۔ ع مکانست من عرصہ سورجی۔ کہ ہرگز ندانم طریقہ کجی۔ دیارست موزون بصوبہ برار۔ چو آب ہوایش طراوت دیار۔ بہشت است ثانی بآب ہوا۔ ہوا روز در روز خوش ہینوا۔ آپ سید صحیح النسب والحسب تھے آپکا نشو و نما برار کی آب ہوا مین ہوا۔ تربیت و پرورش ہین کی غذا سے ہوئی آپنے

نشوونما کے بعد وہان کے علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعر گوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشاپردازی و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونون فن مین کامل ہوئے۔ ہمعصرن مین منشئی بیمثل و شاعر بیبدل شمار کئے گئے۔ آپ فارسی کی نظم و نثر لکھنے مین اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ بادشاہی منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عضدالدولہ صوبہ برار کے مصاحب تھے اور گلندار خان اسدخانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ مین زندہ تھے۔ آپنے ایک کتاب مسمی نادر پسند نواب صاحب موصوف کے فرمانے سے لکھی۔ کتاب مین وزیرزادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے تالیف کتاب کی تاریخ ۱۱۳۳ھ ہجری ہے ؎

بسن یکہزار و صد و سہ سی	ہمایون در آن روزہائے بسے
مرتب شد این نامۂ نامور	چنین کاخ پرداختم در دہر

آپ صاحب دیوان ہین دیوان مختصر ہے۔ کلام بامحاورہ و سلیس ہے۔ عبارت صاف و شستہ ہے۔ استعارہ و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و حسن و جمال کے بیان مین مبالغہ و تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ کلام مین تشبیہ و مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہہ کلام کا نمک ہے کسی شاعر کا کلام اس رنگ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ نواب صاحب موصوف اور خانصاحب آپکے حال پر زیادہ مہربان تھے۔ اور ہمیشہ حسن سلوک سے دستگیری کرتے تھے۔ آپ خوشحال و فارغ البال تھے۔ آپ اکثر اوقات نواب صاحب اور خانصاحب کی مدح مین صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپنے دونون کی تعریف مین دو غزلین لکھی وہ ہم

ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ آخر آپکا انتقال ۱۲۸۵ھ ہجری مین ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ بمدح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناس رحم دل نواب عیوض خان
ہمیشہ مد نظر بر صواب عیوض خان

دلیل شرح حدیث در ہدبرہ انصاف
مراد حاجتیان از حساب عیوض خان

امیر نور رتبہ دارد جلوس چون خورشید
منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان

کہ فیض بخشی فریاد رس ستم یابان
خدا نگہبان باشد بآب عیوض خان

سخن کاہی ز آگاہ دل بگو درسی
کہ بر زبر ست بجہان جناب عیوض خان

بمدح گلزار خان

از کمال بندگی مطلوب شد گلزار خان
شد رقم روز ازل طالع اسد گلزار خان

در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگمان
در طریقے و ہین شناسی میرسد گلزار خان

زین شمیم پاکیزہ ہا مقبول درواربن شد
حسن خوبی خود بعالم می کند گلزار خان

از سحاب ابر الطاف الٰہی سبز تر
این نہال تازہ دانم بشگفد گلزار خان

عالی ہمت چنان چون ثانی حاتم زمان
بیکس و محتاج را ملجائے شد گلزار خان

یا الٰہی در دو عالم نام آوازش بلند
بر تر از اوصاف کن بد آباد گلزار خان

از دعائے جملہ یاران ہم سخن آن سعی دل
اسم در ہر دو جہان بالا شود گلزار خان

در سیا شیرین سخن در ہر مکان آگاہ دل
ایزد از غیب لستما باشد مدد گلزار خان

من اشعارہ الفارسی

ساغرم پر نور کن ساقی بیا ساقی بیا
پر غم و درہ را دور کن ساقی بیا ساقی بیا

کشور شیرین سخن آباد حمدش در سیا
در سخن منصور کن ساقی بیا ساقی بیا

برویم دل تمام براہ خیال دوست	حاصل شود بہ تنہم خاصۂ کمال دوست
اینہا عیش نماید نثار زر دارید	ہم غذا اہل دلان غم بفکرمی ببینیم
ساقی بسیار جام پر از بادۂ مستی	بادۂ مستی تو بدہ بادۂ مستی

داؤد - میرزا داؤد اورنگ آبادی

داؤد تخلص - میرزا داؤد نام - آپکے بزرگ عالمگیری زمانہ مین بلخ سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے ۔ بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے - آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی - اسی سرزمین مین نشو ونما پایا - علما و فضلا کی صحبت مین لیاقت و قابلیت پیدا کی - شعرگوئی کے میدان مین قدم رکھا - چندہی روز مین ہمعصرون سے بڑھ گیا ریختہ مین ولی کا تتبع کرتا ہے - آپکے کلام سے شکربیانی و نازک خیالی ظاہر ہے آپ غزل کو مشاعرہ مین خوش الحانی سے پڑہتے تہے - آپکی لحن داؤدی سے مشاعرہ مین ایک لطف و مزہ ہوتا تہا یاران ہم صحبت کو سرور ہوتا تہا - آپ ولی کی کرامت کے قائل تہے اور اسکو اپنا استاد سمجہتے تہے - چنانچہ کہتا ہے ؎

سند یوبس ہے تجہے مصرع ولی داؤد — کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام مین لکہتا ہے ؎

کہتے ہین سب اہل سخن اس شعر کو سنکر — تجہ طبع مین داؤد کا اثر آیا

لچہمی نراین صاحب اورنگ آبادی تذکرہ چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مجکو آپکے صاحبزادہ میرزا جمال اللہ عشق تخلص سے معلوم ہوا کہ آپکی وفات سنہ ۱۱۶۹ ہجری مین واقع ہوئی - فقیر نے آپکی تاریخ لکہی ؎ بلبل گلزار معنی طوطی رنگین زبان

ازغم آبادجہان بگذشت چون تیراز کمان + مصرع تاریخ فوتش گفت بامن ہاتفے - گوبرفتہ میرزا داؤد فانی ازجہان - انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان ہین آپکی دیوان ہین کم وبیش تخمیناً پانسو اشعار ہین - ہم آپ کے چند اشعار آبدار ذیل مین لکہے ہین -

جناب میر محمد تقی میرنے نکات الشعرا مین لکہا کہ میرزا داؤد تخلص شاگرد سید یعنی مولوی سید عبد العلی عزلت - اور صرف ایک شعر آپکا طبعزاد لکہا باقی حال کی نسبت فرمایا کہ تحقیقاً معلوم نہین ہوا - میر صاحب نے جسقدر لکہا یہہ بہی پایۂ تحقیق سے دور ہے - داؤد عزلت کا شاگرد نہین تہا - اور صاحب گلشن بیخار نے لکہا کہ داؤد شعرار متقدمین سے ہے - مین خیال کرتا ہون کہ تذکرہ نویس سابق زمانہ مین تحقیقات کی طرف توجہ نہین کرتے تہے جو کچہہ سنتے تہے اُسکو لکہہ دیتے تہے - اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیان کرتے ہین - اور تذکرہ مین صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہین - ولادت و وفات اور اُن کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بہی نہین لکہتے - واقع مین انہین چیزون کی ضرورت ہے - ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ مین انہین باتون پر زیادہ زور دیا ہے - کتب قدیمہ اور بیاضہاے دیرینہ سے ان باتون کو جمع کیا ہے اور ہر ایک شاعر کے حال مین لکہا ہے - فانظروا نصف لاتکن من المکابرین -

من اشعارہ الہندی

عزیزان خواب مین دیکہا ہون آج اس سرو قامت کو — ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سرفرازی کا

وله

سند ہے اہل دل کو بساط زمین کا فرش — ہے بے ریا کو بوسے ریا نقش بوریا

وله

مجہے طومار لکہنا ہے وو زلف عنبرین معشوق کا — قلم کیون نا کرون اے باغبان شاخ شنبو کا

قانون شفا نطق مین ہے یار کے موجود — وله — ایدل نہو محتاج طبیبان کی دوا کا

ہوا ہے ابر گریان دیکھہ میری چشم گریان کو — وله — پڑا ہے شور دریا مین مرے اشک جاری کا

لالہ رو کو دیکھکر لالہ کا پھول — وله — داغ دل کے ہات دکہلانے لگا

عاقبت اُس سنگدل کے جور سے — دل کا مینا پر شکست آنے لگا

ہجر مین دلبر کے ابر چشم آج — اشک کا برسات برسانے لگا

تجہ خیال زلف کے ہو پیچ مین — مو بمو دل آج بل کہانے لگا

سرمہ لگانے مین کہتا ہے یون وہ دلبر — وله — عشاق مجھطا پر اب تو تیا کرو لگا

مجہ بزم مین رقیب عبث سرکشی نکر — وله — شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجہ سوز آہ کا

جس بوستان مین وہ گل رخسار ہوویگا — وله — بلبل بہار گل ستی بیزار ہوویگا

بجا ہے محتسب کے سر اوپر آج — وله — مجھے اب پہوڑنا پہر میگا مٹکا

اُس صنم کے خیال ابرو نی — وله — ناتوان مجھکو جیون ہلال کیا

یہ جام چشم مست جسے دکہا گئے — وله — تا حشر اُسکو ہوش سے اُسکے بہلا گئے

دانہ دکہا کے خال کا جسکو دیو چاٹ — آخر کو دام زلف مین اُسکو پہنسا گئے

دیکھہ تجہ چشم کا کید ورہ — وله — دل کے نشین نشئہ شراب ہوا

لکھتا ہون جب سے تجہ لب شیرین کی صفت سون — مجہ ہات تہہ مین ناہان سے قلم نیشکر ہوا

آیا ہے بر مین جب ستی وہ صندلی قبا — واکو دسون رفع مرا درد سر ہوا

نین سبنلا کے داغ تیرے مکہہ پر اے صنم — وله — آئینہ تجہ جمال کا جوہر ہوا

دیکھہ کر خط سبز کو تیرے — وله — تہا شرابی تو سبز پوش ہوا

کاش ہم جوئے خون مین ہوتے غرق — وله — جب حسین علی شہید ہوا

جب سون کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا — وله — یکبارگی دکہا کے جہب عاشق کا من ہرا

آتش عشق سون تری جل جل — وله — دل ہوا دل ہوا کباب ہوا

رنگ کا غار ہوا ہے فاختہ — وله — جب لکہون سرو قد کی تین مکتوب

دیکہہ تیرے لبون پہ رنگ مسی — وله — چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات

دل پہ خون میرا برنگ حنا — لیگیا گلبدن ہاتون ہات

دست رنگین کو دیکہکر تیرے — رنگ مہندی چہپا ہے پاتون پات

ہر جا ہے ہر گل سون کفن اسکو ہو نصیب — جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبا کے ہات

کہتے ہین عاشقان مرا حال دیکہہ کر — شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات

کیونکر سپہر چاندنی کر نیکو نکلے وہ صنم — وله — دیکہنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہین

مجہہ پر سون بوئے مے اگر آوے عجب نہین — وله — اُس چشم پرخمار کو دیکہا ہون خواب مین

کرامت عارہ گل جانمن عشاق بیکل سے — وله — جو اپنی گل سے بیکل ہے اُسے کیا کام ہے گل سے

مرا احوال چشم یار سے پوچہہ — وله — حقیقت درد کی بیمار سے پوچہہ

میرے حال پریشان کی حقیقت — صنم کے زلف کے ہر تار سے پوچہہ

میرے ہر یک صدائے آہ کا پیچ — وله — سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچہہ

تیمم اسکا اون کے وضو کرنے سے افضل ہے — کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفی کی یاد سٹی — مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

زر ودینا ہے تاو سونے کو — شوخ زرگر پسر مین کیا فن ہے

ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین — مجہے اس چار ابرو کی قسم ہے

اے زاہدان اٹہاؤ جبین کو زمین سے — جو سرنوشت ہے اُسے کن کا تلک مٹاؤ گے

گلبدن ہنستا ہے مجہ رونیکو دیکہہ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آیا کیونہ یاد علی مین رہون مدام
روز ازل سے دل ہے مرتضی نگر

شاہ خیبر کشا کی یا دستی
دل مرا شاہ گڈہ ہوا یارو

یاد کرنے سے گلرخان کے سدا
گلشن آباد دل ہو امیرا

ہے شراب و کباب و فصل بہار
کوئی اسوقت مین پیالا دو

زرگر اب مجہہ سے زرگری مت کر
بہاؤ نبلا شتاب سونے کا

زلف دلبر سے مجکو سودا ہے
لوگ کہتے ہین تجکو سودا ہے

یہہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعرا مین لکہا ہے ۔

دردمند ۔ محمد فقیہ اودگیری

دردمند تخلص ۔ محمد فقیہ نام ۔ آپ شرفائے اودگیر سے ہین ۔ آپکی ولادت ۱۱۳۶ ہجری مین مقام اودگیر توابع محمد آباد بیدر مین واقع ہوئی ۔ آپ صغر سنی مین والد ماجد کے ہمراہ دار الخلافہ شاہجہان آباد مین پہنچے ۔ سن شعور کے زمانہ مین علما و فضلا کی خدمت مین کتب متداولہ پڑہنے لگے ۔ آپنے شاہ ولی اللہ نبیرہ شاہ گل وحدت تخلص سہرندی کے ظل عاطفت مین سکونت اختیار کی ۔ اور آپکی خدمت بابرکت مین مستفید ہونے لگے شاہ گل آپ کو ہونہار دیکہہ کے توجہ و دلدہی سے تعلیم فرماتے تہے ۔ و تہذیب اخلاق و صفائے باطن کے طرف بہی راغب کرتے تہے ۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی برکت سے روز بروز درجۂ اوج پر عروج کر رہے تہے ۔ کہ آپکے والد ماجد نے دنیائے سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی ۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا ۔

حضرت میرزا جان جانان مظہر قدس سرہ نے آپکو اپنے سایۂ عاطفت مین لیا۔ تربیت
و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہوئے۔ اور فن
سخن مین بہی درجۂ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ مین مشہور ہوئے۔ چنانچہ میرزا صاحب
آپکے حق مین فرماتے ہین ؎

مظہر مباش غافل از احوال دردمند — لعلیست این کہ در گرہ روزگار نیست

آپ فارسی اردو مین کلام موزون فرماتے ہین آپکا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے
صاحب دل آپکے کلام کو سنکر وجد و حال مین مست ہوتے ہین۔ آپکا ساقی نامہ
ریختہ مین مشہور ہے۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکہتے ہین کہ فقیر و فقیہ دردمند
کے درمیان غائبانہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے
فی الحال بنگالہ تشریف لیگئے ہین۔ ناظم بنگالہ کے پاس رہتے ہین آپکے اشعار فقیر آزاد کو
دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفۃ الشعرا و گل رعنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے
کہ آپ صاحب دیوان تہے آپکا دیوان فی زماننا نادر الوجود ہے۔ آپکا سنہ وفات
تحقیقاً معلوم نہین ہوا۔ آپ تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۷ہجری مین فوت ہوئے
یا سنہ ۱۲۰۵ ہجری مین۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

بزخم خویش از ان کوہکن نمک بیز ست — کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز ست

درکوئے می فروش نماند آبرو مرا — لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا

جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمر ہا — بودہ است بر مراد تو مرگ آرزو مرا

از فیض تو اے شافع روز محشر — ہر روز بود عید غدیر دیگر

	رباعی	
چون جام بود چشم امیدم در حشر		بر دست اے ساقی حوض کوثر
یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی		وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رہت بجا کم افتاد		اول بائست انچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہالکرن اورنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہالکرن نام - اورنگ آبادی المولد ہے - لچھمی نراین چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مین لالہ صاحب سے بتوسل محمد ایوب اورنگ آبادی کے ملا جنہین ظریف مزاج و رنگین طبع پایا - خوش صحبت و خوش خلاق ہین - ملاقات کے بعد وہ بھی میرے غریب خانہ پر آئے - پہر تو فیما بین مین رابطہ محبت و اتحاد قائم ہوا - وہ میرے پاس آتے تھے - اور مین اُن کے پاس جاتا تہا - لالہ صاحب پیشتر رفعت تخلص کرتے تھے - اور اُن کے والد کا تخلص لالہ تہا - مین نے اُن سے بمناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسب نہین آپ داغ تخلص اختیار کیجئے - داغ لالہ کے مناسب ہے - میرے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا سے لالہ را نازم کہ او با داغ میرو یدز خاک ؛ خاک باد ابر سر عشقی کہ باداغ مین نرا و نیست - انتہی کلامہ - داغ نازک خیال و شیرین مقال ہے تازہ تازہ مضامین موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے ۱۱۷۵ہ ہجری مین زندہ تہا ۱۲۰۰ہ ہجری مین فوت ہوا - آپکا کلام اکثر ریختہ مین دیکہا گیا - فارسی کلام کہین دستیاب نہین ہوا - شاید آپ کو زیادہ دلچسپی ریختہ سے ہوگی -

من اشعارہ الہندی

دوڑتے تجہہ رہ مین میرے منوالے	داغ نہ تاک سے پاؤن مین پڑہہ ہین چہالے

انتظاری سے تیری اے پر کیفیت		دیدۂ نرگس فتّان ہین بہرے ہین جالے

بجھی نراُن کہتے ہین کہ بجائے پر کیفیت نسرین رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

ہات مت ڈال ہیان پانو نہین اپنے سر کے	ولہ	تاک بیٹھی ہین ہٹائے ہین ہر کے پالے
دیکھکر داغ سیہ دست حنائی ہین سجن		لالہ رویون کی جہان بیچ ہہو دل کالے
دل ہوج دردسر سے پژمردہ جیون کلی ہے	ولہ	شاید سخن کے سر پر دستار صندلی ہے

دارا - خواجہ بہاء الدین حیدر آبادی

دارا تخلص - خواجہ بہاء الدین خان نام - عظام جنگ بہادر خطاب - آپ خواجہ یسین علیخان بہادر مرحوم کے خلف الصدق ہین مشاہیر امراء حیدر آباد دکن سے ہین - سن شعور کے بعد فارسی عربی مین ضروری استعداد و لیاقت حاصل کرکے شعر گوئی کی طرف توجہ کی - خواجہ محمد مرتضیٰ خان بقا لکھنوی سے سخن کی صلاح لینے لگے ہے استاد کی توجہ سے آپکے کلام مین درستی و شستگی آگئی - اور آپکی قوت ناطقہ بڑہ گئی کلام پختہ و شائستہ ہوگیا - ۱۳۱۱ ہجری مین استاد کا انتقال ہوگیا - آپکو سخت رنج و ملال ہوا - اُسوقت سے آپنے کسی سے اصلاح نہین لی - اصلاح کی ضرورت بہی نہین تہی - خود ہی زود طبیعت و فکر رسا سے کہتے ہین سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے طرز کلام سے خوبی نمایان ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مطبوع ہوگیا ہے فقیر مولف کے دیکہنے مین نہین آیا - ہم کو چند اشعار متفرق گلدستون سے ملے ہین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - اسوقت آپکی عمر قریب چالیس ہو گی - شگفتہ جبین و خوش خلق ہین - خاندانی شرافت چہرہ سے عیان ہے - آپ جناب قاور الدولہ

نور الحسنین صاحب مرحوم کے فرزندارون مین سے ہین۔ اللہ تعالی آفات آسمانی سے انکو محفوظ رکہے

من اشعاره الہندی

فراق مین تیرے یہہ حال ہوگیا دل کا
کہ لوگ روتے ہین سن سنکے ماجرا دلکا

بہرے ہین سینۂ عاشق مین جسنے تین کیا کیا
صنم برائے خدا اسنے مدعا دلکا

پہڑک ہی جاتے ہین دلبر شعر دار ایسے
کلام اسکا بڑہاتا ہے ولولا دلکا

یون کہو کسدن نکالیگا خدا اُس پیچ سے
دل ہمارا شانۂ زلف معنبر ہوگیا

تم تو ہو مشہور دارا جہانمین پارسا
دل تمہارا مائل اُس کافر پہ کیونکر ہوگیا

نغمہ سرائی وان تو رہی بزم غیر مین
اور یان رہا زبان پہ نالا تمام شب

شب جان پر بنی رہی گیسو کی یاد مین
چہاتی پہ لوٹتا رہا کالا تمام شب

دبیر۔ لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص۔ دولہ رائے نام۔ وطن اصلی برہانپور ہے۔ لالہ خوشحال چند تخلص فرحت کا برادرزادہ ہے۔ دفتر انشا پردازی کا فرد فریدہ و جریدۂ سخن دانی کا دبیر بے نظیر تہا۔ ناظم و ناثر شاعر خوش کلام تہا۔ تاریخ دانی مین استاد و تاریخ آصفی نہایت عمدہ تالیف کی۔ خاندان آصفیہ و امراء عالیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے صاحب گل رعنا مین لکہتا ہے کہ فی الحال یعنی سنہ ۱۲۱۷ ہجری مین وطن سے اورنگ آباد مین آیا ہے۔ مجہہ سے ملاقات کی لائق و خوش اخلاق ہے۔ تم کلامہ۔

آخر سنہ ۱۲۲۵ ہجری مین وطن مالوفہ برہانپور مین فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

ولہ	
نہ ہر انسان ہنر دارد ندارد	نہ ہر دریا گہر دارد ندارد
میانش را نشانی نیست پیدا	کہ می گوید کمر دارد ندارد
بوقت جولان جنون دشت بیابان مددے	نہ فلک تنگ بود وسعت امکان مددے
می طپد زخمی نہیر نگہش بر سر خاک	تیغ ابرو مددے خنجر مژگان مددے
سینہ ام سوختہ داغ تپ مہجوری دوست	آہ سرد مددے دیدہ گریان مددے

دوست سید خواجہ حیدر آبادی

دوست تخلص - سید خواجہ نام - آپ سید حیات حیدر آبادی کے فرزند ہیں - زیرک و ذکی الطبع ہیں خلیق و لئیق خوش باش و اہل معاش ہیں - شعر و شاعری کے میدان مین چست و چالاک ہین - شیخ فدا حسین مشہور لکہنوی کے شاگرد - آپکی عمر تقریبًا پینتالیس برس کی ہوگی - آپ صاحب دیوان ہین - آپکا دیوان مسمی گلزار حیات مطبوع ہوگیا ہے - آپکا کلام مطبوع خاص و عام ہے - سلیس و با محاورہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح و سالم رکھے -

من اشعارہ الہندی

خال مشکین نہین اس ابروئے خمدار کے پاس	ڈہال بہی رکہی ہے سفاک نے تلوار کے پاس
قبلہ سے کبہی قبلہ نما پہر نہین سکتا	پہرتی ہے اودہر آنکہہ پہرتے ہین جدہر آپ
ناصح سنی ہوئین ہین جنانکی حکایتین	جاتا ہے کون کوچۂ جانان کو چہوڑ کر
منعم عبث ہے دولت دنیا پہ یہہ غرور	جاتا ہے ایکدن سر و سامان کو چہوڑ کر

خوب رخسار و لب لعلین کا نظارہ رہا	ہم حلب ہوتے ہوئے آئے بدخشاں کی طرف

ردیف ذال

ذکا - میر اولاد محمد خان

ذکا تخلص - میر اولاد محمد خان نام - میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہین - آپکی ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ھ ہجری مین بلگرام مین واقع ہوئی - خود ذکا نے عالم جوانی مین اپنی تاریخ ولادت کہی ہے

روزے کہ نمود بندہ را حق ایجاد	اولاد محمد پدرم نام نہاد
گفتم تاریخ خویشتن را من خود	در ماہ رجب تولد ما رو داد

نشو و نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب مین ۱۱۷۲ھ ہجری مین بلگرام سے اورنگ آباد مین جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت مین آئے - جس روز آپ اورنگ آباد مین پہنچے اُس روز غرۂ شعبان سنہ مذکور تہا - پانچ برس کامل میر صاحب کے سایۂ عاطفت مین رہے علوم عربیہ فنون ادبیہ مین کمال استعداد حاصل کر کے عازم بلگرام ہوئے بلگرام مین دو برس گذرے پہر حسب الطلب میر آزاد مع سید امیر حیدر بن میر نور الحسنین بن میر آزاد اورنگ آباد مین آئے - نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی خدمت مین باریاب ہوئے منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے ۱۱۷۷ھ ہجری مین گل زمین دکن مین رونق افزا تہے - اور میر آزاد کی خدمت مین رہتے تہے - چنانچہ ایک مقطع مین فرماتے ہین ہے

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا	اُستاد ما و قبلۂ ما افتخار ما

جناب میر آزاد نے آپکی خواہش سے تذکرہ خزانہ عامرہ تالیف کیا پچیسویں تاریخ ماہ محرم ۱۱۸۲ہجری میں تقریب سیر عازم حیدرآباد ہوئے ۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی جو حیدرآباد میں تھے اون کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے ۔

لچھمی نرائن گلرعنا میں لکھتے ہیں کہ میرزکا و میر عزلت فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب جلسہ رہتا تھا سب یاران ہم صحبت خوشی خرمی سے باہم ملتے تھے ۔ ایکروز میر عبدالعلی عزلت نے آپکے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایک ذات پر درست نہیں ہے اولاد محمد کی جگہہ ولد محمد ہونا چاہیئے ۔ مین نے ایک عرضی میر صاحب کی جناب میں بھیجی اور آپ سے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اسکے جواب میں لکھا کہ علم بدیع مین ایک صنعت جسکا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے ۔ اور یہہ صنعت شرح بدیعیہ ابن حجہ اور انوار الربیع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی مین مذکور ہے صنعت کا مطلب یہہ ہے کہ کل کا اطلاق جز پر تعظیماً کرنے مین اسی قسم سے ہے ۔ آیہ کریمہ اِنَّ اِبرٰاھِیمَ کَانَ اُمَّةً اس آیہ مین مفسرین کہتے ہین کہ ابراہیم اکیلا تھا ۔ مگر اُمۃ کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تھا ۔ اور متنبی شاعر ایک شعر مین ممدوح کو باعتبار اوصاف کثیرہ اَنتَ الخَلائِق کہتا ہے ۔ اور فارسی مین بھی ضرب المثل ہے ۔ یک آشنائے بامزہ یک عالم آشنا ہے ۔ ایسا ہی اولاد محمد کے نام مین کہ ایک ولد بمنزلہ اولاد کثیرہ ہے انتہی کلامہ ۔ میان عزلت حضرت کا جواب سنکے اعتراض سے باز آئے ۔

جناب زکا شاعر خوش فکر و باریک نظر تھے مجلس سخن کے جلوہ افروز تھے آپکے مضامین رنگین دل افروز تھے آپ حسن خلق کے گلستان شیرین نوا کے

مبادا در بزم خود هرگاه یار آئینه را   وله   دور نتواند نمودن از کنار آئینه را

معلوم شد که حسن بود مهربان عشق   وله   هر ذره را برور کشد در بر آفتاب

پنجه از شوخی بدامانت زدن منظور نیست   وله   ورنه در دست ما ضعیفان اینقدر کم زور نیست

بر شکست دل کمر بستن نمی زیبد ترا   وله   جام من ظرف سفالی چینی فغفور نیست

سایهٔ زلف بتان یارب نصیب او مباد   گل زمین هند را هر کس که گوید خوب نیست

وادی عشق ز راشک و آه هم   وله   طرفه خوش آب هوا افتاده است

دیدهٔ رفتن پروانه میان آتش   وله   حال دل سوخته محتاج بیان این همه نیست

در طلاطات ز دل بفلک شور میرود   وله   آوازه رانالی شب دور میرود

ز جلادا ز برای عبرت بدخواه میبرد   وله   بقربانگاه خود نم فی سبیل الله میبرد

الهی نفاق ما و او امشب هم افتد   وله   فدای زلف مشکین دل شود مسرور قدم افتد

کار دل مجروح سرانجام توان کرد   وله   قابل و سته مرحم دگر انعام توان کرد

همین خیال بدل بار بار می آید   وله   که بی تو زندگی من چکاره می آید

چو آن نسیم که از لاله زار می آید   وله   نفس برون ز دل داغدار می آید

از پی برون دل آمده یکدم باش   وله   باز تقریب چنین کار کجا می افتد

بر سر ترنیم از دست مبارک جانان   وله   گل فشاندن چون میسر شود خاری چند

بدست کج کلاهان چون زمام ما افتد   وله   هزار طشت خرابی ز بام ما افتد

ز لطف طبع ذکا شاد میشوی باالله   بسهو گر گذری از نو بر بلگرام ما افتد

چه قدر خانهٔ چشم و دلم بلند افتاده   وله   مباد طفل سرشکم ازین دو منزله افتد

نگاه نرگس مخمور را اعتباری نیست   وله   چو رفت نشه ز سر این کرم نخواهد ماند

نمی گویم که شمعی با چراغ رهبر دامان بر — بجای هر دو خاری بر مزارم زبیابان در

وله

کشید آخر مرا هم جذبهٔ گل جانب گلشن — صبا این مژده دلخواه سوی عندلیبان بر

وله

خیال یار بدل رنج می کشد صد رنگ — فراخ حوصله عاجز بود ز خانهٔ تنگ

وله

چنین که کشور دل فتح کرده می آید — مسلم است بدانش خطاب نصرت جنگ

وله

گرفت موی سیاه مرا سفید بها — رسید بر سر هندوستان سپاه فرنگ

وله

تا ز عیسی نفسان ناتوانم بر دوشت — به که از مرگ کنم چارهٔ بیماری دل

وله

گر رسی تیغ بکف از سر جانان برخیزم — پیش پای تو نشینم ز جهان برخیزم

وله

نه من اوج فلک از عالم ایجاد میخواهم — فضای پشت بامم ز جهان آباد میخواهم

چو قفل بسته که ز نوک سوزن باز میگردد — گشاد کار دل از نشتر فصاد میخواهم

حریف وحشیم چون گردباد دامن صحرا — غبار هستی موهوم را برباد میخواهم

وله

شبی که یاد تو ای شوخ ماه پاره کنم — برون ز دیدهٔ گریان خود ستاره کنم

وله

سپهر سلطنت و ظل هما بقدر میدانم — ز بینی گر میسر می شود در سایهٔ تاکم

وله

نسیم جانفزا از جانب آن گل نمی آید — نمیدانم چرا از خاطر عاطر فراموشم

وله

چه ضرور بنده پرور برقیب ساز کردن — ز بخود ز شکوهٔ من شب و روز باز کردن

وله

تا ندید آب بگل اشک روان من و تو — بلبل خلاص ضرور است میان من و تو

وله

تا بسوز و گشته خود را بداغ تازه — بر مزار بیجرا فزوده چراغ تازه

وله

محبت در دل و کرد جا آهسته آهسته — نشست آخر بکرسی کار ما آهسته آهسته

زبان تیشهٔ فرهاد شیرین کار میگوید — توان بر کند از جا کوه را آهسته آهسته

چو زلف او تمنا از خدای خود همین دارم — که طالع در شب تارم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل باخیل کبوتر سر کند بازی ‏— وله — که سیر جانه با مرغ دل بے پر کند بازی
بابیضے که ریزد گرد بربالائے خود فیلے ‏— سبیه مست جنون باخاک راهش سر کند بازی

من اشعاره الهندی

یاقوت لب سے گہڑی موج تبسم مین نمایان — بسملونکا خون ہے بازنگ پان سیج کہہ
جنون کے ہات کیا مین کہو دل سخت حیران ہے — وله — گریبان کہ چکا ہون اندر آگئے ہے بے دامان ہے
تجہے واجب ہے جانا عرس مین اپنی شہیدون کے — سنا ہون مین کہ انکا آج صندل کل چراغان ہے
رہا گر آستان پر آکے مین عقیدت سے — تکلف برطرف سرکار کا کیا ہمین نقصان ہے
لگے کیونکہ نہ دل کنج قفس مین عندلیبونکا — جہان مین آج کل آباد گرکچہہ ہے تو زندان ہے
نہین لازم ہے دینا ہات سے شیوہ ترحم کا — ہوی واقع ذکا سے کچہہ اگر تقصیر انسان ہے
کہیو آہستہ صبا جاکے تو اک کان کے بیچ — وله — بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ
نہ کچہہ بے طاقتی پر لگی ظالم صبح و شام آیا — وله — خدا جانے اسے منظور کیا تہا جو مدام آیا
فغان سے ایکدم تو باغ مین خاموش رہ بلبل — وله — نہین سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا
محبت ہے بجا دل ہر کسو کے — وله — کہ ہے یہہ آشنا سب ہر دو کے
رہا بر رنگ نگین قید نام مین پابند — وله — جہان مین گیا ہو عنقا دگر نشان ہے گیا
ضرر پہنچے اوسکو بہطرح کا آہ بلبل سے — وله — کہو جا گل کو اب ہنسنے سے باز آوے
غم اب تختا ہے دل چہوڑ دیو خواہ بچاو — پر اتنا چاہتا ہون پہر خدا یہ دن نہ دکہلاوے
نرم ہو جاویگا آخر ابرونکا تیغ ناب — دہر کے آتش سے سر ان کمانونکو پیچہیڑ
کام آوینگے کسی دن صدقے جائینگے ترے — خانہ دولت اپنے جانون کو پیچہیڑ
کیون نہ دیوے طالع شہرت خدا مجکو ز کا — عالم ایجاد مین جون کیمیا نایاب ہون

جہان کے میکدے مین بتدن ہم ساقی ہو — زبان پر اسکے نکلے آبلے جس نے کہ مے پی ہو

ٹھہرنیکا نہین دل مرا ہائے رے ہمون کے — جو کچھ کہ گل اسکے حق مین حکم فرمایا ہے سچ ہو

وله

خدا کے واسطے مت چوکنا دلکی نشانی پر — بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑی ہے کمان تونے

وله

مبادا دوست دشمن کچھ زبان اپنی کہہ بیٹھے — نہین ہے خوشنما بہت مین ہندوستان ساری

وله

کھلے بندون نکل آیا تھا گھر سے آج کہتے ہین — نہ تھا مین ورنہ ہوتا دیکھ خوبی قدموزون کی

مجھے اس سایہ گستر کی تواضع یاد آتی ہے — جہان خم دیکھتا ہون مین چمن مین بید مجنون کی

بے طرح گل کے جگر کو چاک کرتی ہے شبنم — کہینچتا ہے کسقدر ہمسایہ بھی رنج کے سات

من چمنستان شعرا

دیوانہ ہو چلا ہون شہر سے صحرا کو اے لڑکو — کبھی ہرگز نکرنا جسکو جو تدبیر آتی ہو

دل ہے بد مجھ سے دو تنخواہ فرمان کے سات — حیف ہے آقا ہو خوش جان فشانو کر کے سات

چاہتا ہون نہ کہہ دیون جیو شمع حال اپنی کہین — یہہ بھی کچھ ہے زندگی گذری جو درد سر کے سات

دو پتھر جسکے لگتے پھوٹ جا سر خون نکل آوے — نہان رکھا ہی ہے حق مین سنگ آستان تونے

خدا کیواسطے مت چوکنا دل کی نشانی کو — بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑے ہے کمان تونے

ذکا فرمانبری امر مین بیعذر بندہ ہے — مگر اس سخن کا کر لیا ہے امتحان تونے

ذکا ـ دوارکا پرشاد فتحپوری

ذکا تخلص ـ دوارکا پرشاد نام ـ آپکا وطن فتح پور ہسوہ ہے ـ آپکے آبا و اجداد سرکار انگریزی مین خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہین ـ آپ انگریزی فارسی مین لائق ہین ـ ذکی الطبع اور خوش فکر ہین ـ مزاج مین بردباری خاکساری ہے ـ ہر خاص عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہین۔ ملنے والون کو آپکی ملاقات سے حظ و لطف آتا ہے۔ انسانیت و آدمیت کی مصداق ہین۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی۔ آپ سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے۔ مطبع ہزار داستان کے اڈیٹر ہوئے۔ جب تک آپ مطبع مین رہے اخبار رونق پر تہا۔ عمدہ عمدہ مضامین آپکے طبعزاد مطبوع ہوتے تہے۔ ناظرین حظ و لطف اوٹہاتے تہے۔ پہر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہو گئے۔ آپکے جدا ہونے کے بعد اخبار بہی موقوف ہو گیا۔ گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تہے۔ اب ہمکو معلوم نہین کہ آپ یہان ہین یا وطن مالوفہ گئے۔ آدمی لائق ہین جہان ہین اللہ تعالی اُنکو خوش رکہے۔ آپ شاعری مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہے۔

من اشعارہ الہندی

بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو دیکہکر
یہ چار دن بہار کے ہین پہر ہی خزان

سکتا اگر ہمین ہے تو اسکا عجب نہین
کہبرائے کیون ہو دل مین جو گزرا ہون بند مین

وہان تو غیر سے شغل شراب ہتا ہے
شب وصال بہی باقی نہین ہے لذت وصل

ولہ

سکتے مین ہمٹر ہے قدر جانانکو دیکہکر
اترانہ عندلیب گلستان کو دیکہکر

حیران ہے آئینہ رخ جانان کو دیکہکر
یوسف کو خوف کچہہ نہو زندان کو دیکہکر

تب الم سے یہان دل کباب ہتا ہے
اُدہر حجاب اِدہر اضطراب ہتا ہے

ذکا۔ محمد حبیب اللہ مدراسی

ذکا تخلص محمد حبیب اللہ نام۔ آپ مدراسی الاصل ہین۔ آپکا مسقط الراس مدراس ہے

آپکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں ہوئی۔ نشو و نما کے زمانہ میں اعزہ و اقارب آپ کی
صورت و سیرت کو دیکھ کے کہتے کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ آپکے چہرے مہرے سے ہوشمندی
و چستی بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تھی۔ واقع میں جسطرح آپکو قیافہ سے گمان
کرتے تھے۔ اسیطرح برآمد ہوئے۔ اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا۔ آپ نے
سن شعور کے زمانہ میں مدارس کے علما سے فارسی عربی میں کتب متداولہ ختم کیں
عربی میں بقدر ضرورت استعداد رکھتے تھے۔ فارسی کے منشی بیمثل تھے۔ آپکی فارسی
اہل زبان کی طرح بامحاورہ تھی۔ تلفظ و لہجہ میں خاص اہل پارس معلوم ہوتے تھے۔
آپکی تحریر فاضلانہ بامحاورہ ہوتی تھی۔ نظم و نثر خوب لکھتے تھے۔ شاعری میں
استاد سخن مانے جاتے تھے۔ ابتدائے شاعری میں سید مہدی ثاقب سے اصلاح لیتے
تھے۔ ثاقب کے بعد اپنا کلام سید مرتضی بینش کو دکھلاتے تھے۔ جب حیدرآباد میں
آئے حافظ میر شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے۔ آخر میں اسد اللہ خان غالب
دہلوی کی خدمت میں اپنا کلام بھیجتے تھے۔ اور اصلاح کلام کے مستدعی ہوتے تھے۔
غالب آپکی لیاقت و شاعری کی تعریف کرتا تھا۔ آپکے کلام دلاویز و نزاکت آمیز کو
دیکھکے پھڑک جاتا تھا۔ آپ پرگو تھے۔ ہجو کہنے میں فرد فرید تھے۔ جب کسی امیر یا فقیر سے
ناخوش ہوتے تو فوراً اسکی ہجو کہدیتے۔ کسی سے خوف و خطر نہیں کرتے تھے۔ آپ
ظریف الطبع و لطیف المزاج تھے۔ محفل احباب میں آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تھے
آپکی ذات سے محفل کو رونق ہوتی تھی۔ آپکا کلام بامحاورہ ہے۔ قدما کے کلام سے
مساوی ہوتا ہے۔ آپکی لیاقت و استعداد کا اندازہ کلام سے ہوتا ہے۔ آپکی نظم و نثر اگر
دیکھنا مطلوب ہے تو خانش و حماش میں دیکھو۔ اسی کتاب کی تقریظ خود غالب نے

لکھی ہے۔ آپکا کلام سامعین کے دلون پر جادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ ۱۲۶۲ھ ہجری مین مدراس سے شہر حیدرآباد مین آئے۔ تلاش معاش مین ہمہ تن مصروف ہوئے۔ منشی خانہ مین مددگار رہے۔ پھر صدر محاسب کی خدمت مین میر منشی ہوئے۔ بعد ازان نواب سالار جنگ بہادر کی جاگیرات مین عامل ہوئے۔ آخر عمر مین ناگر کرنول کے سوم تعلقدار ہوگئے۔ اسیطرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپنے ۱۲۹۱ھ ہجری مین اس دار ناپائدار سے عالم بقا رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی ظرافت و خوش طبعی و بذلہ سنجی و ہجوگوئی دکن مین مشہور ہے۔ آپکے اشعار ہجویہ اکثر زبان زد عوام و خواص ہین مین اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب و تہذیب کتاب مین نقل کرنا پسند نہین کرتا ہون اور اپنی زبان کو فضول و لغویات سے آلودہ کرنا مکروہ جانتا ہون۔ آپکے دو صاحبزادے یادگار پدر بزرگوار ہین۔ ایک مولوی محمد میران صاحب دوم مولوی محمد اسد اللہ صاحب دونون بزرگ لائق و فائق ہین۔ ہر ایک عربی و فارسی مین مہارت کاملہ رکھتا ہے اور ہر ایک کی طبیعت شعر و شاعری موروثی کے ساتھہ مناسب ہے کبھی کبھی موزون فرماتے ہین۔ دلچسپی و خوبی سے خالی نہین ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میران صاحب سے مجکو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق و محبت پرور ہین۔ اکثر اوقات غریب خانہ پر تشریف لاتے تھے اور ملاقات سے مسرور کرتے تھے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہین ہوئی۔ دونون بھائی صدر دفتر محاسبی مین ملازم ہین۔ مین نے سنا کہ مولوی میران صاحب ملازمت سے الگ ہوگئے ہین اور وظیفہ پا رہے ہین۔ دونو بھائی نکو کار خدمت گذار سرکار ہین۔

اب مین حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ اسوقت میرے پاس آپکا دیوان موجود نہین ہے لیکن گلدستون و مختصر تذکرون سے ماخوذ کرکے نقل کرتا ہون

تاکہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نہ رہے۔

من اشعارہ الفارسی

زکوئے او و ہمت قاصد انشانے چند
ہمی تپیند بہر گوشہ نیم جانے چند

نشستہ اند بکوئے بلاکشانے چند
کہ میکشند بجائے نفس فغانے چند

دماغ کار ندارم بعشق ورنہ ز کار
زرود دل فکنم طرح آسمانے چند

ولہ

دل برد کہ برد و لستان برد
دل بود از آن او ازان برد

ہجران تو طاقت و توان برد
فریاد کہ مایہ فغان برد

دست تو ز ہر کہ خواست جان برد
از دست تو جان نمی توان برد

صبر و دل و دین کہ جمع کردیم
عشقت آمد یگان یگان برد

دل در خور نقد بوسہ اش بود
صد حیف کہ این نداد و آن برد

ولہ

غم نیست گر ز دیدہ دشمن فتادہ ام
گوئی کہ من بقصد فتادن فتادہ ام

برخاستن بہ حشر ہم آسان نبودہ است
با این فتادنے کہ ز کامن فتادہ ام

ولہ

نہ پائے آن کہ بکوئے بت سفر توان کردن
نہ رائے اینکہ ازان در گذر توان کردن

خدا نکردہ خدا گر شوی چہ خواہی کرد
نہ آن بتے کہ ز قہرت حذر توان کردن

ولہ

میخورم سیلئے دربان کسے
می برم نالہ بہ ایوان کسے

ذہنی۔ ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص۔ ملا حیدر نام۔ کاشانی الاصل ہے۔ سید شریف النسب تھا جامع علم و ادب شاعر خوش فکر و شیرین کلام تھا۔ وطن مالوفہ سے بطور سیر ہندوستان میں

بیجاپور دکن میں علی عادل شاہ کے زمانہ میں آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل مناصب میں مقرر ہوا۔ مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت میں رہا۔ بیجاپور کو وطن بنا لیا تھا ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا۔ قمار بازی میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قماربازی میں برباد کر دیا۔ باوجود منصب و آمدنی انعام و صلہ مفلس و تہیدست رہتا تھا۔ آخر بیجاپور ہی میں فوت ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات نہیں لکھا۔ ہر چند کہ تذکروں میں تلاش کیا گیا پتا نہیں ملا۔ اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ **ھو ھذہ**

غم چہ شد سایۂ فلک ساےنشین من بودم	ہر کجا پائے ستم رفت زمین من بودم
دست در دامان شعلہ فتنہ زن گریبانی بدر	خجلت عشق ست بے چاک گریبان بستن

ذہین ۔ روپ نرائن

ذہین تخلص۔ روپ نرائن نام۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا حقیقی بھائی ہے۔ چوتھی تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۱۹۲ ہجری شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوا۔ نشو ونما کے بعد شہر میں علما و فضلا کی صحبت میں تعلیم پائی۔ فارسی عربی میں لیاقت پیدا کی موزون الطبع تھا شاعری کا شوق دل میں پر جوش تھا۔ شعر کی مشق شروع کی حضرت آزاد و میر دکا سے اصلاح لینے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کی۔ امیر الممالک آصف الدولہ مرحوم نے منصب سے سرفراز فرمایا۔ صیغہ منصب میں دولے چند نام سے مشہور ہوا آخر سنہ ۱۲۲۳ ہجری میں فوت ہوا۔ **من اشعارہ**

جو دستش کند رنگین حنا آہستہ آہستہ	کند پرواز رنگ از روئے ما آہستہ آہستہ

خداوندا اگر بیمار شد از دوری این رہ
ہمچو قمری در جہان شاد یم ما
یاد ما تصویر جانان می کشد
چہرۂ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب
اشتیاق دیدن رویت جگر خون کرد و سوخت
انتظارت میکشد امشب ہمین از حد فزون
افسوس از دولت دیدار تو دورم

کہ از کویش رسد باد صبا آہستہ آہستہ
باوجود طوق آزاد یم ما
ولہ
عشق می داند کہ بہزاد یم ما
صبحدم چون چشم وا کردم برآمد آفتاب
ولہ
اے بقربانت روم یکدم بزن آن از نقاب
گر تو فرمائی کرم بہتر بود اے ماہتاب
تقدیر چنین بود قضا را چکند کس

حرف الرا المہملہ

رازی میر عسکری المخاطب بعاقل خان خوافی

رازی تخلص۔ میر عسکری نام عاقل خان خطاب۔ سادات خواف۔ عالمگیری امراسے مین بادشاہی عنایت سے دلی کی صوبہ داری پر منفرد و ممتاز تہا۔ دیر تک خدمت صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تہا۔ خوش مزاج و خلیق تہا۔ امیر دادگستر و رعیت پرور تہا۔ صوفی المشرب زندہ دل تہا۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکھتا ہے کہ مرزا بیدل نے رازی کی صحبت مین تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر پڑہتا تہا تب رازی احسنت و تحسین کرتا تہا۔ مرزا اٹہکر تسلیم بجالاتا تہا۔ یہہ تسلیم از روئے بزرگی تہی نہ بوجہ بارت رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور مین آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری راز الٰہی برہانپوری المتوفی ۱۵ ماہ شعبان سنہ ۱۰۸۳ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع و خوش فکر و خوش خیال و صاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیات ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہر و ماہ   ہم وزن مثنوی مولانا روم۔ و رسالہ امواج خوبی و قصہ راجہ رتن سین پدماوت مسمی شمع و پروانہ و مثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر ۱۱۰۸ ہجری دہلی مین فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل اُس کے مرثیہ مین لکھی غزل کے ہر ایک مصرع سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات ۱۱۰۰ ہجری لکھی۔ اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہیے۔

وائے پیوند سخن سنجان نماند   تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند
مجمع استاد بے شیرازہ ماند   عہد سے جہجاہ عاقلان نماند

من اشعارہ الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

رازہا در جہان بروے زمین   نے زرتن ماند و نے علاء الدین
نی پدم ماند نے جمال پدم   برد با خود زرتن خیال پدم
لیکن از عشق داستانے ماند   زان وفا پیشگان نشانے چند
اے بسا چون رتن بہندوستان   آمد و رفت نیست نام و نشان
ہشتصد سال شد ز عشق رتن   لیکن این داستان نگشت کہن
در ہمہ حال نغمۂ عشاق   سخت پیچیدہ است در نہ طاق
بلکہ نہ طاق پردۂ عشق ست   زانکہ بنیاد کردۂ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کردم من این ہنگامہ بنیاد   کہ دل شاگرد بود و عشق استاد
زلوح ہندوی این نسخہ راز   بنقش فارسی شد جلوہ پرداز

شنیدم نالۂ چند از دل ریش		بود در عہدۂ ہندی کم و بیش
نباشد این مثل پوشیدہ از عقل		کہ کفرے نیست ہرگز کفر را نقل
اگر نیک و بد آوردم فراہم		نہ در گلبن گل و خارست باہم
گلم وردست یاران باد دستہ		بجانم باد خار من شکستہ
ز طبعم راست گر خارست و گر گل		بباغ خویش گویا نم چو بلبل
تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم	ولہ	مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات الشعرا کا مولف افضل خان اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار مین کمی بیشی کر کے درست کر دیتا ہے چنانچہ رازی کے شعر کو ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ٭ ہجر کہ دشوار بود آہ چہ آسان گرفت ٭ سرخوش اسطرح درست کرتا ہے ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ٭ ہجر کہ دشوار بود بار چہ آسان گرفت ٭ انتہی کلامہ

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ میر عسکری سادات خواف و عمدہ خوانین عالمگیری سے تہا۔ عالمگیر کے شاہزادگی کے زمانہ مین ایک خاص پرستار فوت ہوئی تہی۔ متوفیہ کی جدائی کا شاہزادہ کے دل پر سخت صدمہ گذر رہا تہا۔ پس شاہزادہ اس سوز و گداز مین دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت مین عرض کیا کہ باوجود رنج و ملال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شاہزادہ نے اس بیت کی طرف اشارہ کیا ؎

نالہائے خانگی دل را تسلی بخش نیست ٭ در بیابان می توان فریاد خاطر خواہ کرد

اسیوقت عاقل خان نے اپنی طبع زاد یہہ بیت پڑہی۔

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ٭ ہجر تو دشوار بود یار چہ آسان گرفت

بیت کے سننے سے بادشاہ کے دل مین بہت رقت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑھوا کے سنا
اور یاد کر لیا۔ اور پوچھا کہ یہہ کسکی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہہ ایسے شخص کی ہے
کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہونا پسند نہین کرتا ہے مسکرایا۔ اور
رازی کی تربیت و ترقی کو مد نظر رکھا چند ہی روز مین منصب چار ہزاری کو پہنچا دیا۔
سفر دکن کے وقت صوبہ داری شاہجہان آباد پر مامور فرمایا۔
آپکا دیوان شگوفہائے معانی دلنشین و گلہائے مضامین رنگین سے نمونہ گلزار پر بہار ہے
ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہین ہے۔ فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہے
کہین عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہین معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہین صوفیائے کرام کا
وجد و حال ہے۔ کہین وحدت الوجود ماہیت ہویت کی قیل و قال ہے۔ آپکے اشعار سے
ثابت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرب تہے۔ آپکو خاص فن تصوف سے دلچسپی تہی۔ درویش پرست
و فقرا دوست تہے۔ اکثر طلبہ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے تہے۔ آپ طلبہ کے ساتھہ حسن
سلوک فرماتے تہے۔ آپکو شعر و شاعری و مذاکرۂ علمی سے دلاویزی تہی۔ بنا علیہ آپکے پاس
علما و شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ آپ شعرا و علما کے انجمن کے آفتاب روشن تہے۔ اور تمام
شعرا و علما بہی آپکی محفل کی رونق تہے۔ آپکے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ
اسقدر بیشمار ہین کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب مین آپکے بوارق
طبع کو بطور نمونہ گذارش کرتا ہون تاکہ ناظرین مطالعہ معنوی سے محروم نہین

من اشعارہ الفارسی

خشک کنم ز سوز دل دیدۂ اشکبار را	چند در آب افکنم آئینۂ نگار را
قبلۂ مست میکند خانۂ میفروش را	آنکہ بکعبہ می برد سالک ہوشیار را

چند غم جهان خوری دل چه نهی برین چمن
باد خزان ورپی ست جلوهٔ این بهار را

بست گره ز خون دل نافهٔ آهوی یمن
تا بگشاد آن غزال طرهٔ مشکبار را

وله

سرمست جام نیست دل جرعه نوش ما
مستی ماست از نگه می فروش ما

وله

سر چو کشیدم ز جیب عشق گرفت
پا چو کشادم ز بند راه بیابان گرفت

هر که بکف جام دید دولت جمشید یافت
هر که ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت

وله

سالها شد که دلم معتکف روی تو بود
روی چون قبله نما از همه سو سوی تو بود

در جهان هیچ دل از وسوسه آزاد نماند
مگر آن دل که اسیر خم گیسوی تو بود

هر گل تازه که بشگفت سحر رنگ تو داشت
غنچهٔ نافه چو بشگفت پر از بوی تو بود

سامری کیست که جان در تن گوساله دهد
ساحری چیست همه فتنهٔ جادوی تو بود

کشتهٔ غمزهٔ تو نیست همین رازی بس
بس مسلمان بستم کشتهٔ هندوی تو بود

وله

اے حسن ترا هر دم صد جلوه نقاب اندر
صد موج زند دریا هر لحظه حباب اندر

درد تو مرا در سر چون روح بود در تن
سوز تو در اشک من چون بوی گلاب اندر

تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان
می پیچم و می کاهم چون رشته بتاب اندر

احوال دل رازی گفتند درین مصرع
در کارم و بیکارم چون مد بحساب اندر

وله

عشق از معموره میخواند بویرانی مرا
عاشق ویرانه کرد این کنج پنهانی مرا

من همی سازم بتو هر چند میسوزی دلم
دل نمی رنجد ز تو هر چند رنجانی مرا

از نظر پنهانی و درد تو در دل آشکار
آشکارا می کند این درد پنهانی مرا

راز۔ میر میران اصفهانی اورنگ آبادی

راز تخلص۔ میر میران نام۔ آپ علی مردان خان اصفهانی کے خلف الصدق ہیں

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرخ سیر والی ہند کی خدمت مین ایلچی ہوکر آئے۔ مراتب اعلی پر پہنچے۔ چند روز دلی مین رہے پھر نواب آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت مین دکن مین وارد ہوئے۔ نواب صاحب نے آپکی بڑی قدردانی کی۔ منصب و خطاب سے سرفراز فرمایا آپ نواب صاحب کے سایہ عاطفت مین زندگی نہایت خوشحالی و فارغبالی سے بسر کرتے رہے۔ دکن کے امرا مین معزز و مکرم تھے۔ پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروغہ ہوئے۔ تازندگی نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے۔ نواب آصفجاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ عاقبۃ الامر نواب سراج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپکو بلایا۔ آپ انکار کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف عازم ہوئے۔ بکایک اجل پہنچ گئی چھبیس(۲۶) تاریخ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ مچھلی بندر مین جہان فانی سے عالم بقا کیطرف روانہ ہوئے آپ کی نعش مچھلی بندر سے اورنگ آباد لائے۔ بیرون شہر آپکے باغ خاص مین دفن کئے لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

نوازش خان را زآن نکتہ پرداز چو نام خود ازین عالم نہان شد
[illegible] ہاتف سال تاریخ ندا آمد گلگشت جہان رفت

گل رعنا مین لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ آپ سخن سنج و شعر فہم تھے۔ آپنے ایکروز غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس مین فقیر کی اس بیت پر

رسید بادشاہان را نوید خوشحالی کہ آمد ابر سیہ مدظلہ العالی

اعتراض کیا کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے بلکہ ابر سفید ترشح کرتا ہے۔ شرابخوار ابر سفید کو چاہتے ہین کہ اس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے۔ پس لفظ ابر سیہ شرابخوارون کی خواہش کے مخالف ہے۔ اور ابر سیاہ کی سند چاہی۔ فقیر نے

کلام ہے۔ انتہی کلامہ۔ جب اس اعتراض کی خبر مجکو معلوم ہوئی۔ مین نے جواب مین لکھا۔ ابر کو لفظ سیہ سے مقید کرنا بلحاظ رعایت و مناسبت ظل ہے۔ اور جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے محض غلط ہے۔ دیکھو سکندرنامہ مین نظامی گنجوی لکھتا ہے ؎ بہنگام سختی مشو ناامید۔ کہ ابر سیہ بارد آب سفید۔ ازعزرا صائب

طاعت کند رشک ندمت گناہ را ‌‌ ‌ ریزش سفید می کند ابر سیاہ را

صائب کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہین برستا ہے ؎

گرچہ می گویند باران نیست در ابر سفید ‌ ‌ ازطراوت می چکد از پرتو مہتاب آب

یہہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ شرابخوارون کے خلاف مزاج ہے۔ بلکہ شرابخوار مطلق ابر کے خواہان ہوتے ہین سفید ہو یا سیاہ * انتہی ما فی گلرعنا۔

آپ خوش مزاج و لائق تھے۔ اشعار موزون کرتے تھے مگر اصلاح طلب ہوتے تھے۔ لیاقت سے زیادہ کے مدعی تھے تا بزندگی اصلاح نہین لی۔ میر آزاد بلگرامی کے دوستون مین سے تھے ان کے فوت ہونیکے بعد چند اجزا جنمین ان کے اشعار تھے میر صاحب کو ملے میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کردئے۔ مرحوم کی صحبت و آشنائی کا حق مرنیکے بعد ادا کر دیا۔ اور ریختہ بھی کہتے تھے۔ ریختہ مین تخلص بہید کرتے تھے۔ مگر بہت ہی کم کہتے تھے۔

من اشعارہ الفارسی

صفحہ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگہا ‌ ‌ بسکہ می بارد برنج او ازنزاکت رنگہا

آرد اگر با ئینہ رو خود پرست ‌ ‌ واند درست حال دل ناشکست ما

زخاک کربلا پوشان لباس فاخری یابند ‌ ‌ بررنگ رشتہ تسبیح چشم ناتوانم را

اے عزیزان نقد جان حاضر کنید ‌ ‌ یوسفی در کاروان داریم ما

نگر آمد برون از کان حیا امشب — وله — که چون آئینه لبریز است از جوهر هوا امشب

بدانکه روز و شب بجهان دار رسیده است — وله — فانوس آسمان چو تو شمعی ندیده است

باد صبا شمرده بکویش قدم گذار — وله — انجا ز طبع گل دل هر خار نازک است

اگرچه روز مرا تیره ساخت گیسویت — وله — تمام عمر خوشش همچو من پریشان است

عقیق دل چو مرا گشت مهر نام علی — هزار بار به از خاتم سلیمان است

صبح بے گل رو نوائے ما یه داغ گل سرخ — وله — خار گردید بچشم همه باغ گل سرخ

فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن — که برافروخته شد باز چراغ گل سرخ

بکوئے یار ندانم چسان رسیده شود — وله — مگر چو اشک براهش ز سر دویده شود

زگریه هائے بافراط خویش می ترسم — مباد زقدر داغ تو آب دیده شود

اگر از پردهٔ آن شور قیامت سر برآرد — وله — ز محشر بیشتر هنگامهٔ محشر برون آرد

ز غفلت عمر ما باشد که با عشرت همآغوشیم — وله — بپاے غم که گردد بستر راحت فراموشم

از سوز نوائے شمع بتان سوخت و باغم — وله — برگیر ز خاکستر پروانه سراغم

چون کمان رفته ام بقربانت — وله — وقت پیری جوانئی کردم

تا خیال قامت آن سرو رعنا کرده ایم — وله — عالم بالا بزیر پا تماشا کرده ایم

غیر نرگس کے برون آید گلے از خاک ما — بسکه یاد ساغران چشم شهلا بوده ایم

بسکه برداشت لاله داغ زمن — گشت هر لاله باغ باغ زمن

چنین که روز من از داغ هجر تیره تر است — بحیرتم که گذرد شام من چسان بے تو

محرمان شوق را ابروئے طاقت قبله گاه — دیدهٔ قربانیان را کوئے نازت عیدگاه

کیم من ناتوان صیدے بدام غم گرفتارے — بدرد و داغ شادی حیات خویش بیزارے

خواہد بہ بزم یار اگر جا کند کسے	رباعی	مانند شمع گریہ شبہا کند کسے
آنرا کہ خیال زلف خوبان باشد		روز شب و ہمیشہ یکسان باشد
آشفتگیش چو مو بود عین مراد		از جمع شدن دلش پریشان باشد

لچھمی نراین صاحب اورنگ آبادی چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ جناب نواب میر میران المخاطب بنوازش خان۔ فارسی ہندی دونون زبان مین شعرگوئی کرتے ہین۔ میر تقی نے لکہا کہ آپکا تخلص بہید ہے۔ اور فتح علیخان نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ آپکا تخلص میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین ایک رقعہ بہیجا۔ اور نوابصاحب نے جواب بہیجا۔

جواب رقعہ۔ کہ اینجانب را صاحب سخنان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ وحالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ ور این فن نیست۔ وست روزبالا نام این گمنام سید عبد الحسین است والد مرحوم نظر براو نام ملقب بمیر میران نمودہ۔ تخلص فارسی چون راز فراز یافتہ۔ لہذا دو سہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص بہید ترقیم یافت و میر تقی میر دو بیت کہ نوشتہ اند از حضرت است۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را چمنستان شعرا موسوم نمودہ ام انصاف باید نمود کہ کار خار در چمنستان ہست یا نہ اگر ہست اشعارم را باید داخل نمود۔ واگر نیست خیر انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

دیکہی صبا نے شاہد گل کا مسکرانا	ولہ	سیکہی ہے ان لبان سے گل کی کلی کہلانا
دیکہا ہے دل نے جب سے بادام اس نین کا	ولہ	ہر صبح و شام کرنا شکرانیکا دوگانا
کوئی گر زلف تیری خواب مین یک شب دیکہے	ولہ	اُس بیچارے کی سبھی عمر پریشان گذری

ملاحت جب سخن کی تجھ لب شور سین ٹپکی
لگے تجھ شعلہ جو کا تیر کاری جسکو اے ظالم
از سر کو تو جا نا سمجھے جا نا مشکل
چڑھا کس مرتبہ پر جگمین منصور
کڑ کنا بجلی کا تم یہ نہ سمجھو
تمامی عمر دل بیکل رہا ہے
پھری اس باغ دلکو دیکھ لالہ
آہ گر باغ مین وہ سرو خرامان گذرے
ہے آتش غم سے ہنوز درونی مین مرے

ولہ
بجائے می نمک سر واتہ انگور سے ٹپکی
بجائی خون شرر اس زخم کے ناسور سین ٹپکی

ولہ
جاؤن تو خوو سے مگر جان پھر انا مشکل
یہہ ملک عشق کی سرداریان ہین
جنون کی شوق کے گلکاریان ہین
یہ بیچارہ دکھون مین پل رہا ہے
دل و پرداغ دے کر جل رہا ہے
اشک قمری کا گلستان مین طوفان گذرے
ناوک ناز تیرا دلستی سوزان گذرے

رنگین ۔ نورالدین علیخان

رنگین تخلص ۔ نورالدین علیخان نام ۔ آپ ضیاء الدین حسین خان صاحب الصدر دکن کے صاحبزادہ تھے ۔ اور قاضی کریم الدینخان قاضی بلدہ اورنگ آباد کے داماد تھے آپکے والد ماجدکو صدارت کے سوائے سرکار بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خانسامانی کی خدمت بھی تھی ۔ آپ نہایت لائق و مستعد تھے ۔ والد کے فوت ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاء الدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز رہے شاعر رنگین طبع ظریف المزاج تھے ۔ نیک سیرت ستودہ عادت تھے ۔ حریفان ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تھے ۔ عزیزدل تھے ذکی الطبع و تیز فہم تھے ۔ شعرگوئی مین عمدہ مہارت و لیاقت رکھتے تھے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہین۔ دیکھنے اور سننے سے لطف آتا ہے آپکا انتقال ۱۱۷۲ہجری مین ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چہ شد دور م خبرہائے تو قاصد رسید اینجا
زما مپرس حال گریبان و آستین
کم کردہ ام بیاد خطش دست و پای خویش
ہم رعشہ دست رہ ہوش گشت و ہم نفس
افشان بجوان آل شدہ رنگین قبائی ما

ولہ

تو با آئینہ گشتی گرم صحبت دل طپید اینجا
داریم ہمو دیدہ گریبان و آستین
دارم گل بنفشہ بدامان و آستین
میرانیم این مگس بگس را و آستین
از ما مپرس حال گریبان و آستین

بیجہی نرائن چمنستان شعرا مین لکہتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتہہ مناسب نہین تہی۔ مثنوی مین صاحب کمال تہا۔ روضۃ الشہدا کو بطور وقائع نظم کرنے نہین پایا کہ عین عالم شباب مین ۱۱۷۲ہجری مین فوت ہوا۔ میر عبد الفادر مہربان اورنگ آبادی نے تاریخ وفات لکہی ہے

از جہان رفت جان رنگینی | نتوان یافت مرزائی چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف | با اجل رفت از جہان رنگین
۱۱۷۲

غرابت تاریخ مرحوم

یہہ بات مسلم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہین مرتا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ کے حدوث مین اتفاقاً یہہ ضرورت واقع ہوئی کہ ایکروز سب یاران ہم مشرب مجلس مین بیٹہے تہے۔ یکایک رنگین کے مرنیکی خبر معلوم ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ کسی نے نہین تو ایسے جوان کا یکبیک فوت ہونا تعجبات سے ہے۔ اس مجلس مین

مہربانان حاضر تھے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ؎ با جل فت از جہان رنگین
جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم و کاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پھر مہربان نے
ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے۔ اور لچھمی نرائن لکھتا ہے کہ
تذکرۂ چمنستان شعرا کے اتمام کے بعد رنگین کے خادمون کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین
۲۴ جمادی الآخر ۱۱۷۰ھ ہجری مین روز جمعہ بلدۂ ایلچپور مین فوت ہوا ہے۔ تو
فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ؎

سخن سنج معنی گزین خان رنگین	چو شد بہر گلگشت گلزار عقبیٰ
ندا داد ہاتف پے سال فوتش	بمرگ مفاجات او شد ز دنیا

۱۱۷۰

من اشعار الہندی

نہین ہے آواز سے خالی یہہ بستان میرا	کرتا ہے صدا یہہ سلسلہ نالان میرا
سنتے نہین جو تیرا موسم خط میرے یہ	دام مین ہو کے نہین ہے یہہ سلیمان میرا
رشتۂ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل	بے سبب چاک نہین ہے یہ گریبان میرا

مناظرہ رنگین و مہربان

میر عبد القادر مہربان قاضی دولت آباد ابتدا مین رنگین تخلص کرتے تھے
ایک روز مجلس مشاعرہ مین ایک غزل پڑھی جسکا مطلع یہہ ہے ؎

خمارم بر نیاید منت صہبا کشیدنہا	زفیض چشمۂ نازم سرخوش بیخود طپیدنہا

یاران ہم مشرب نے غزل مذکور میر ضیاء الدین حسین خان رنگین سے سنی تھی۔ مہربان کو
سرقہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرقہ کے لئے
مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ مین نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کر کے

نہیں پڑا۔ اس فساد کا منشا اشتراک تخلص کے سبب تھا۔ مجلس برخاست ہونیکا خان رنگین نے مہربان کی خدمت میں رنگین تخلص ترک کرنیکی نسبت ایک قطعہ منظوم لکھا وہ یہ ہے

برادراز تو چشم عنایتی دارم	زبارگاہ تو امید راحتی دارم
کہ باب تخلص رنگین من ہمین بگذار	زاشتراک تخلص دل است فگار
ترا کہ قدرت چندین ہزار مضمون است	زآب و تاب کلام تو جملہ مشحون است
اگر تو خواستہ باشی تخلصت بسیار	کہ لفظہا بجناب تو می دہند ہزار
شنیدہ ام کہ در ایام سابق استادان	نمودہ اند عنایت تمامی دیوان
عجیب نیست ز اشفاق عام انمخدوم	کہ از تخلص من برکشی تو دست لزوم
ہمین بس است مرا از رحمت الطاف	دل مرا کن از ین دغدغہ صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزلوں کے مقاطع کی تبدیل و تحریف میں سخت محنت پڑی۔ پھر میر آزاد بلگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزلوں میں تخلص مہربان کی گنجایش نہیں ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہیں۔

روشن۔ قاضی محمد صالح

روشن تخلص۔ محمد صالح نام تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکھا کہ آپکے بزرگان سلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جمبوسر تعلقہ بھروچ میں سکونت پذیر تھے۔ اور خدمت قضا پر مامور تھے۔ آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ہوئی۔ اور وہین کی آب وہوا میں پرورش پائی نشو ونما کے بعد عالم عقل وشعور میں آپنے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت میں

کتب درسیہ سے فارغ ہوکے فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین بندر سورت کی قضا پر مامور ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تھے۔ چند سال اسی خدمت پر مامور رہے۔ قضاء کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارستان کے مولف نے لکھا کہ آپ نواب آصفجاہ اول کے آخر عہد مین بندر مذکورہ سے حیدرآباد دکن مین آئے اور حضور کی ملازمت مین باریاب ہوئے۔ امیدوار تھے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہوجائین لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت نہ دی کہ کامیاب ہوجائین آخر آپنے ۱۱۴۷ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی شعر موزون فرماتے تھے۔ آپکا کلام نہایت متین و شستہ ہوتا تھا

من اشعارہ الفارسی

نیارد دید رنج ہمنشین دل اہل صحبت	وله	اگر بر حرف زنی دستے بشو را ز جلاجل
بہر کہ آئینہ اغبار روئے داد	وله	بغیر خویش کسے در میان نمی بیند
راحت بیجا سراسر رنج بود	وله	پائے چون خوابید صاحب بستر است
بادہ چون جان زین شیشہ بدن ریختنہ		تخت را بگذارید کہ خون ریختہ
احتیاج ہیچ دام نیست در تسخیر ما		وحشی حرف فہم و خاموشی بود زنجیر ما
چہ بیخودی چکد امشب مرا ز چشم تر بانم		مگر کج کردہ پیمانہ لبریز ہجان را
رسیر گلشن بعشرت کشیدہ دامانم		چو بوئے گل بہوائے کسے پریشانم

رسا۔ جان مرزا حیدرآبادی

رسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطاب تھا۔ سادات حسینی ہمدان سے ہین

آپکے نسب کا سلسلہ سید علی ہمدانی سے پہنچتا ہے۔ آپکے اجداد مین میر شاہ طاہر
اکبر بادشاہ کے زمانہ مین وارد ہوئے۔ بادشاہ ہند نے آپکی بڑی قدر و منزلت کی
چند مدت کے بعد دکن مین آئے۔ سلاطین دکن نے بھی آپکی تشریف آوری کو نعمت عظمی
و غنیمت کبری جانکر بڑی عزت و آبرو کی۔ آپکی آل و اولاد گجرات احمد آباد مین متوطن
ہوئے۔ اور ارباب فضل و کمال کے مرجع ہوئے۔ مشائخ کے طریقہ پر قائم تھے۔ اکبر بادشاہ نے
چند مواضع جاگیر مقرر کر دئے تھے۔ اُسکی آمدنی کو محتاج مین صرف کرتے تھے۔ بادشاہ
اسلام کی دعاگوئی اور خلائق کی ہدایت مین زندگی بسر کرتے تھے۔

آپکے والد ماجد سید میر جان عالمگیری زمانہ مین ارباب مناصب کے زمرہ مین تھے۔ خدمات
عمدہ پر ممتاز و سرفراز۔ علوم متعارفہ و فنون عربیہ ادبیہ سے واقف و ماہر تھے۔ مرزا جان کا
مولد حیدر آباد دکن ہے۔ اور نشو و نما نواب آصفجاہ بہادر کے لشکر مین پایا۔ کتب درسیہ
کی تحصیل اور علم ادب کی تکمیل والد ماجد کی خدمت مین کی تھی۔ عالم فاضل و ادیب کامل
تھے۔ افضل قاقشال تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ ابتدا مین نواب شجاعت خان
بہادر صوبہ دار برار کی ہمرکاب تھے۔ نواب کی عالی ہمتی سے اُس مقام برار مین زندگی
فراغت و آبرو سے بسر کرتے تھے۔ آصفجاہ بہادر کے آخر عہد مین دار الانشا مین
موسوی خان جرات کی جگہہ میر منشی ہوئے۔ حضور آصفجاہ کے خاص مقربے مین
داخل ہوئے۔ دلی کے سفر مین حضور آصفجاہ کے ہمرکاب تھے۔ اکابر و مشاہیر دلی سے
مستفید ہوئے۔ اور شعرا کی صحبت سے بھی فیضیاب۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت
خلوص و محبت سے ملتے تھے۔ اکثر اوقات علمی مباحثے و مناظرے باہم ہوا کرتے تھے
ایکروز میرزا نے میر صاحب کے اس شعر مین ۵ آزاد از سواد سخن سرہی مژہ +

صدبار گر نگہ زدہ باز کن لحاظ * اعتراض کیا کہ نگہ زدن نہین سنا گیا۔ سند دیجیے
میر صاحب نے فی الفور نظامی کا شعر شیرین خسرو سے پیش کیا ؎
نگہ چون بر جمال نازنین زد گلہ بر آسمان سر بر زمین زد
فرمایا آج یہہ فائدہ مجکو آپکی برکت سے حاصل ہوا۔ کیا منصف مزاج و حق پسند تھے
کہ سنتے ہی تسلیم کیا اور اپنی لاعلمی کے مقر و معترف ہوئے۔ فی زماننا کے ملاؤن سے
ہوتے تو کبھی تسلیم نکرتے۔ بیفائدہ شور غل مچاتے۔ مقابل کے قول حق کی تسلیم کو
کسر شان سے سمجھتے۔ حالانکہ واقع مین تسلیم حق کی شان ایسی بلند ہے کہ آسمان ہفتم
سے برتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش سلیقہ و خوش طریقہ ہے۔ سخندان سنجیدہ و شاعر پسندیدہ۔ موروث مہذب
رنگین صحبت ستودہ سیرت ناظم و ناثر تھے۔ نثر خوب لکھتے تھے۔ نثر کیا لکھتے تھے
گویا موتی رولتے تھے۔ و نظم بھی خوب کہتے تھے۔ آپکے اشعار لالی آبدار ہین۔
سخن گوئی و شعر فہمی مین یگانہ زمانہ تھے۔ آپ آخر عمر مین دار الانشا سے محکمہ
کروڑگیری بلدہ حیدرآباد مین منتقل ہوئے۔ آپ اس عہدہ پر زمانہ وفات تک مامور
رہے۔ آپ خلق مجسم تھے۔ اسوجہ سے اہل شہر آپکو عزیز دل سمجھتے تھے۔ آپ رعایا کے
ساتھہ نیک خلق و لطف سے ملتے تھے۔ عوام کی تالیف قلوب مین بہت ہی مستعد
و سرگرم رہتے تھے۔ آخر آپ ۱۲۷۴ہجری مین شہر حیدرآباد مین فوت ہوئے۔ میرزا داد
نے رحلت کی تاریخ کہی ؎

شیرازۂ نظم میرزا خان	ہم شہر بفکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰہی
	۱۲۷۴ھ

من اشعاره الفارسی

تا جلوهٔ تو مد نظر می شود مرا | تار نگاه سلک گهر می شود مرا
یارا ز نظر رفته زمین گیر می شوم | روز وداع درد کمر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم بیکسی | گاهی رفیق دیدهٔ تر می شود مرا
ما را ز ساز خاک محبت سرشته اند | بر جان و دل شکست اثر می شود مرا

وله

خون چکاند از دیده ام نظارهٔ دست حیا | آن کف پا میرود شاید بگلگشت حنا

وله

جرات پابوسم آخر انتقام خود کشید | رنگ ما نگرفت پایش را بنگشت حنا

وله

از غم هر کس بدل فریاد می آید مرا | شیشه بر جا شکند دل یاد می آید مرا

وله

رحم کن ای باغبان تقصیر در گلشن | که ما را از رگ گل کرده زنجیر در گلشن
زبیم نازکیهای قلم چون بید میلرزد | مصور گر کشد بر برگ گل تصویر در گلشن
چه لازم عندلیبان شکوه سنج باغبان بودن | بسر برد این بهار آخر بهر تقدیر در گلشن

وله

در رقص آمد آن قیامت ایجاد | چون شعله بلند شد ز دلها فریاد
می آید و میرود خدا خیر کند | این برق بخرمن که خواهد افتاد

وله

در گلشن دهر بسکه تاب داغم | چون لاله اسیر پیچ و تاب داغم
کیفیت حال من تماشا دارد | چون مصرع شمع انتخاب داغم

وله

چشمت بپیاله مستی ما را ندیده است | زلفت دراز دستی ما را ندیده است
بسیار بلا خطه پیمانه می دهد | ساقی هنوز مستی ما را ندیده است

از گل رعنا و سرو آزاد

خود را ز تنگی قفس آزاد میکنم | این مشت پر تواضع صیاد می کنم

در سراپردهٔ دل هر نفس آوازی هست | که درین خانه نهان خانه براندازی هست

وله

ترسم اگر نبرش ز هجوم نارسائی | بخیال آستانش من و مشق جبهه سائی

وله

که برد پیام ما را بحریم خوش نگاهان | رقمی نموده آهم بدو شه مصرع هوائی

بگلشن دل پر داغ سیرها دارم | معاشران چمن انتظار من مبرید

نمی توان بفلک طرح اختلاط انداخت | مرا ز صحبت این سفله ننگ می آید

خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است | بلبل ما در قفس هم میکند یاد وطن

روشن - محمد روشن خان حیدرآبادی

روشن تخلص - محمد روشن خان نام - آپکا وطن اصلی حیدرآباد دکن ہے - ذی استعداد ولائق تھے - طبیعت مین چستی وچالاکی تھی - جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین اقران وامثال سے سائق وفائق تھے - کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے - ہر ایک شعر و مصرع سے ملاحت و عذوبت عیان ہے ہمکو آپکے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملگئے - اُسمین سے چند اشعار ہدیۂ ناظرین کرتے ہین - آپ سنہ ۱۳ تیرہ سو ہجری کی ابتدا مین زندہ تھے سنہ ۱۳۴۰ ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا - ہمکو آپ کی تاریخ مین شک ہے - اور آپکا حال بھی پوری طور سے معلوم نہین ہوا - مگر آپکا اسقدر حال و تخلص کا نشان دیتا آپکے اُسی دیوان کے دو ورق سے جسقدر معلوم ہوا گذارش کیا گیا - چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُس دیوان کے دو ورق سے یہہ روشنی دکھلائی - **ہو ہذہ**

صلح کو یکدم مین پھر کرتا ہے جنگ | وہ گل رعنا عجائب ہے دو رنگ

اُس کے آگے بلہوس چھوڑے ہوس
دیکھہ کر سختی تری روشن اُپر
خدا کیواسطے آے گل باغ شباب دل
اگر کوئی طفل ہو خط اُسکو لے یارہ نو بر جاے
نکوئی رمساز رکہتا ہے نکوئی ہمراز رکہتا ہے
دل سنگین پہ اُسکے جا اثر کر کچھہ خدا سے ڈر
جلایا تلملایا تڑپھڑایا بات کیا آیا
دیکھو غماز نترکان کے دیکھو فن ساز چشمان کے
گریبان چاک کر روشن دیوانا ہو کہان جاوے
برنگ گل گریبان چاک ہے دل
پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
بُرا ہے یا بہلا ہے کچھہ تو ہے گا
سدا رہتا ہے مست ولا اُبالی
علاج اُسکا اے روشن کیا کرون مین
کر مجکو ہو نہال رہے نو نہال مل
خط دار لب کو دیکھے یاقوت دو رنگ ہے
ہے چلبل مین آج مرا دل اسے چنچل
اتنا نہ کم نما ہو سکیگا کہا ہی کر
روشن سکے نہ سیجتے کوٹہ مین شمع رو اگر

وله
ہر نگہ ظالم کی ہے تیغ فرنگ
ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ

وله
لے آیا ہون تیری خاطر تیز کباب دل
چلا ہون آج مکتب کو بغل مین لے کتاب دل
خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
ستم کرنا ہے مجہہ کیا آتا اے اضطراب دل
قیامت مین اے ظالم تو کیا دیگا جواب دل
یہی ہے انتخاب دل یہی ہے انتخاب دل
جکڑ زنجیر مین رکہتا ہے اُسکو پیچ تاب دل

وله
جیون شبنم دیدہ نمناک ہے دل
کہ جی دینے مین کیا چالاک ہے دل
میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
مرا یا بیخود و بیباک ہے دل
کبہو خوش ہے کبہو غمناک ہے دل

وله
اپنا غلام ہو جو ایسا صاحب جمال مل
کیا خوشنما ہوا ہے دم سے لعل دل
ہین دلبری مین روز ترے خط و خال مین
یک لحظہ میرے ساتھہ اے ابرو ہلال مل
عشاق جیون پتنگ کرین جان و حال مل

وله

بتون کے گہر طرف زنّار کو لانیکا کیا حاصل
مسلمانون کو بتخانے مین لیجانیکا کیا حاصل

دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جانے
اے جان آئینہ کو آئینہ دکھلانیکا کیا حاصل

لیجا تو جوہر معنی کو کوئی جوہر شناس کے آگے
ارے روشن آئینہ نہ ہے کو دکھانیکا کیا حاصل

وله

پاس پاتے ہین ترے پہلو نہین ہم
پوچھتے ہین اُن کو مقبولون مین ہم

اب رقیبون کے اوپر لاحول ہے ہیچ
دیکھہ نہین سکتے تجھے غولونہین ہم

عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر
بھول گئے ہین بیٹھہ کر پہلونہین ہم

ہاتھہ سے مژگان کے جا سکتے نہین
کیا کرین اب سول مین سولون مین ہم

تاکہ ہووین نقش پا اُس شوخ کے
روشن اب مل جاینگے دھولونہین ہم

وله

پیار نہین پاتے ہین اب پیارونہین ہم
یاریان نہین دیکھتے یارون مین ہم

ملی خلافت عشق کی فرہاد سے
تکیہ باندھا غم کے کوہسارونہین ہم

غنچۂ دل کیون نہووے باغ باغ
دلبری دیکھین ہین دلدارونہین ہم

اب خدا جانے بچین یا نین بچین
ہین ترے آنکھون کے بیمارونہین ہم

کہین نظر آوے بت جادو فروش
ڈھونڈتے پھرتے ہین بازارونہین ہم

رفیقی آملی

رفیقی تخلص - آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے بستعد و لایق طالب علم تہا - فارسی انشا پردازی و فن معما و تاریخ مین مہارت کامل رکہتا تہا - وطن سے حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا - حج و زیارت سے فارغ ہوکر اکبری زمانہ مین ملک دکن مین آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور مین بسر کیا - قطب شاہیہ و عادلشاہیہ سلاطین کی مدایح مین

قصائد لکھے پھر اکبری دربار میں پہنچا - بارگاہ اکبری میں ملازم ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے
سنہ وفات کی نسبت کچھہ نہیں لکھا -

من اشعارہ

بستم برخت پردہ چشم نگران را	تا چشم بروئے تو نبیند دگران را
زخم شمشیر جفائے تو بہم بستم	تا ازو چاشنی درد تو بیرون نرود

رونق - عارف اللہ خان برہانپوری

رونق تخلص - عارف اللہ خان نام - آپ حافظ محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہیں
حافظ صاحب معہ صوفہ نواب والاجاہ کے عہد میں برہانپور سے مدراس میں آئے - اور
سکونت پذیر ہوئے - نواب کی سرکار میں ملازم ہوگئے سنہ ۱۱۹۲ ہجری میں رونق مدراس
میں پیدا ہوئے - اوائل سن شعور میں کتب درسیہ عربیہ مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی حاجی
محمد مقیم صاحب کی خدمت میں تمام کیں - کتب متداولہ فارسیہ علام محی الدین المتخلص
بہ عجز سے پڑہیں - طبع موزوں فکر رسا رکہتے تہے - سخن کی صلاح مولانا آگاہ سے
لیتے تہے - مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی المتخلص بکوکب کے ہم صحبت رہے - آپ کو
محاورات فارسی کی تحقیقات میں نہایت ہی دلچسپی تہی رات دن اسی تلاش میں مصروف
رہتے تہے - بیس برس کی عمر میں نواب عمدۃ الامرا بہادر کے ملازم ہوئے - امیر الملک تاج الامرا
کی خدمت میں متعین ہوئے - عمدۃ الامرا کے انتقال کے بعد مدراس سے کڑپا کرنول میں
پہنچے - مدت تک سر طامسن گورنر مدراس کی سرکار میں منشی گری کی خدمت پر مامور رہے
پہر بسبب کشش آب و دانہ حیدر آباد دکن میں آئے - زمانہ دراز تک شہر میں رہے حیدر آباد

بدر اس مین آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر سنہ ۱۲۶۶ ہجری مین عزم جزم کیا کہ غربت کی شام سے جدا ہو کر صبح وطن مین آرام لینا چاہئے۔ پس مشاعرہ اعظم مین شریک ہوئے اقسام سخن مین خوب استعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل مین شعر فی البدیہہ کہتے تھے آخر بسبب ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکر الٰہی مین مشغول ہوئے مزاج مین آزادی تھی زندانہ روش مین زندگی بسر کرتے ہے۔ آخر حیدر آباد مین فوت ہوئے سنہ وفات کو کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ ہم بھی مجبوراً انہین تذکرہ نویسوں کی پیروی کرتے ہین ھو ھذا

طبع آزادان شود وارستہ از بند خطر
در گذشتن آتش و آب ست یکسان سایہ را

در بیابان ہمسری با کوہ دارد چہرہ پشت
بر لب دریا نشیمی کرد لرزان سایہ را

بعد قتلم آن ستمگر بیوفائی سنگدل
پا نہد بر سینہ و گوید کہ دشمن زیر پا

نیست کس در جا نگدازی مثل آن نا ہت قدم
شمع میداند کہ آخر ہست مدفن زیر پا

رخ تو در نظر آئینہ دار می آید
بہ سادگی چہ قدر از تو کار می آید

سر آراسا وے فرصت ندارم
کہ آغاز مرا انجام کردند

کریما نرا عجب تسخیر دلہاست
خطوط دست احسان دام کردند

با آتشین نفسان نتوان ہمزبان شدن
کم می کند تجلی خود ماہ در سحر

متاع سود و زیان بار خاطرست اینجا
چو کرد غافلہ کاروان ہم برخیز

ہوس سر و قدت بعد فنا ہم نرود
قمری می کنم اینجا در خاکستر خویش

کے با ساقی دہم از دست دامان فراق
بعد ازین دست من و چاک گریبان فراق

شد بکوی او وطن ما از فیض چشم زار
بار ہمت ہا بسر داریم از گرداب تنگ

گرہ شنود چو طبا شیر اشک در مژہ ام	اگر بفرقت آن نے سوار گریہ کنم
ربطی چو گوہرت مرا با گریستن	ہستی من چو اشک بود تا گریستن
شوخی مکن نسیم بزلف نگارمن	فہمیدہ نہ قدم بشب تار اندکے

رائے - کنول کشن

رائے تخلص - رائے کنول کشن نام - قوم کایتہ - آپکا اصلی وطن پنجاب ہے آپکے والد بہرہ مند خان عالمگیری کے دولتخانہ مین عمدہ خدمت پر مامور تھے - آپ پنجاب سے دکن مین آئے - نواب آصفجاہ مرحوم کی سرکار مین خانساما ن کے پیشکار تھے مدت تک سرکار موصوف کی خدمت مین سرفراز رہے سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین معروف حسین خان بہادر خانساماں آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیشکاری پر مامور ہوئے - صاحب مردم دیدہ اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین جبتک فقیر اورنگ آباد دکن مین رہا تب تک معزالیہ فقیر سے محبت و اخلاص کے ساتھہ ملتے تھے - صاحب دانش و خوش خلق و متدین تھے - کبھی کبھی شعر کی فکر کرتے ہین - باوجود کم فرصتی جو کچھہ کہتے ہین خوب کہتے ہین - نواب نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی نے ماہ شوال سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین قلعہ ٔ ملدرک کو فتح کیا - آپنے اسکی تاریخ کہی

آورد ہاتف مژدہ از فتح ملدرک سترگ   دو روہ بود با ہفت و یک از ماہ شوال بزرگ

ثانی مصرع مین سنہ ۱۱۷۵ ہجری برآمد ہوتے ہین - انتہی کلامہ سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین آپکی وفات واقع ہوئی - آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے ہمکو نہین ملا اسوجہ سے صرف اسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا -

رضا - محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص - محمد رضا بیگ نام - قوم مغل چغتائی برلاس سے تھے - آپکے جد بزرگوار بدخشان سے ہند مین آئے - آپکے والد دلی مین پیدا ہوئے تھے - جد بزرگوار کا انتقال دلی مین ہوا - والد با جد عالمگیر کے آخر عہد مین وارد دکن ہوئے - بادشاہی ملازم ہوئے شہر اورنگ آباد مین متعین تھے - محمد رضا کی ولادت شہر مذکور مین واقع ہوئی - اور اسی شہر مین تعلیم و تربیت بھی پائی - کتب درسیہ فارسیہ فضلا و علما کے خدمت مین نہایت تحقیق سے حاصل کین بہت خود طالب علم ہوئے - طبع موزون و فکر رسا سے موصوف تھے - شعرگوئی شروع کی - شاہ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے آپکا کلام شیرین و رنگین ہے - لچھمی نرائن چمنستان مین لکھتے ہین کہ مینے تالیف کتاب کے وقت ایک رقعہ اشعار کی طلب مین آپکی خدمت مین بھیجا - آپنے رقعہ کا جواب نظم مین یا لکھکر بھیجا ؎ یار کا جور و ستم کیون نہ مین برداشت کرون + اس سے آئندہ مجھے چشم کرم باقی ہے + بعد مرنے کے رہونگا مین کفن مین بیتاب + بسکہ سینے مین رضا یار کا غم باقی ہے + انتہی کلامہ -

من اشعارہ الہندی

ہے کسقدر میرا خود نمود رنگ
آئینہ اس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ

چھپاؤ مت دو رخ بے نقاب ہوئے مین
نہین رہا ہے کہین آفتاب پردے مین

رکھا ہون الفت ساقی کو اسطرح سے نہان
کہ جسطرح سے ہے کوئی شراب پردے مین

کار دنیا کیجئے یا فکر عقبی کیجئے
عمر کا عرصہ بہت تنگ اسمین کیا کیجئے

گرچہ ہمکو جلوۂ دیدار کی طاقت نہین
ایکدم جو کچھ کہ ہونا ہو تماشا کیجئے

اے رضا نہین تمناؤن سے دل بالکل تہا
عشق کی راہ مین تسلیم و رضا لازم ہے

رنگین۔ لعل چند اورنگ آبادی

رنگین تخلص۔ لعل چند نام۔ قوم کایتہ۔ اورنگ آبادی المولد ہے۔ رنگین مزاج و خوش گفتار تھا۔ شروع جوانی مین لہو و لعب و عیش طرب مین مشغول رہتا تھا۔ آزادانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ آخر سنبھل گیا۔ اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا۔ معاش و قوت بسری کی فکر پیدا ہوئی۔ پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا۔ شاہ ساحی اورنگ آبادی کے خدمت مین حاضر ہونے لگا۔ چند روز استفادہ کیا۔ طبع موزون و فکر رسا رکہتا تھا۔ ریختہ مین شعرگوئی شروع کی۔ اور شاہ ساحی سے اصلاح لینے لگا۔ تہوڑے ہی زمانہ مین شاعر یکتا ہوگیا۔ لچھمی نرائن شفیق کا معاصر ہے۔ آپکا انتقال ۱۱۹۵ھ ہجری مین ہوا۔

من اشعارہ الہندی

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن مین آوے
سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن مین آوے

ناصحون کی بہی نصیحت نہین اب اسکو قبول
بات کرتا ہے وہی اُسکے جو من مین آوے

زاغ کو کبک کی رفتار نہین آنے کی
بوالہوس کو کبہو عشق کے فن مین آوے

جسکے نین ہو یگی خواہش سخنِ رنگین کی
ہند سے نہین ہے عجب گر وہ دکن مین آوے

عشق مین کوئی نہین آج میرے آئے گا
کہ گرفتار ہون مین سلسلۂ تمکین کا

کام مین اپنے ہون سرگرم نہین کسی سے کام
ہجو سے دق نہین مشتاق نہین تحسین کا

راز۔ نوازش خان اورنگ آبادی

راز تخلص۔ نوازش خان نام۔ ایرانی الاصل ہین۔ آپکے والد جد علی مردان خان محمد فرخ سیر کے

زمانہ مین شاہ ایران کیطرف سے سفیر ہوکر آئے تہے۔ شاہ جہان آباد مین چندروز رہے
پہر دلّی سے دکن مین رونق افزا ہوئے۔ بندگان آصفجاہ کی خدمت مین پہنچے۔
عنایت و رحمت شاہی سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ پہر بعارضہ طبعی فوت ہوئے۔ آپکے
خلف الصدق میان راز نوازش خان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اورنگ آباد کی خدمت
داروغگی پر مامور ہوئے۔ جوان صالح متقی و پرہیزگار تہے۔ موزون الطبع و شعر فہم
تہے۔ زور طبیعت سے شعر کی فکر کرتے تہے۔ آپکا کلام بامزہ ہے۔ تازہ تازہ مضامین
سے شگفتہ وخندان ہے۔ کم گو تہے۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ رفتہ رفتہ تمام اشعار
کا مجموعہ ہوگیا۔ ایک مختصر دیوان بنگیا۔ صاحب دیوان مشہور ہین۔ آپکا انتقال
سنہ ۱۱۸۷ ہجری مین ہوا۔

من اشعار الفارسی

در بزم تو تاز پا نشستم چون کرد بشوق پابوسی از بہارش گلے نچید رقیب	چون نقش بدر عانشستم در کوے تو جا بجا نشستم خار شد آن چنان کہ می باید

ربط - بالا پرشاد حیدر آبادی

ربط تخلص - بالا پرشاد نام - آپکے بزرگ مشاہیر لکہنو سے تہے۔ آپکی ولادت
بہی شہر لکہنو مین واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد کتب فارسیہ استادون سے تمام کین
تحریر و تقریر مین عمدہ لیاقت حاصل کی۔ شعر گوئی کا نہایت ہی شوق تہا طبیعت
چستی و چالاکی مین جولانی کر رہی تہی۔ دماغ مین نازک خیالی جوش مار رہی تہی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپکے اشعار اوائل ہی مین سنجیدہ و برجستہ ہونے لگے چند روز کی مشق مین پختگی و شستگی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے۔ راجہ خوشحال چند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب کی وہ منصب مناسب پر بھی مقرر ہو گئے۔ آپ شعر و سخن کے شیفتہ تھے۔ حیدرآباد سے بغرض ملاقات شعراء ہند لکھنو روانہ ہوئے۔ وہان شعراء معاصرین سے ملے مشاعرہ مین شریک ہوئے۔ شعرا کی طرح پر غزلین موزون کئے۔ مجمع شعرا مین اپنا کلام پڑھا اور سب کو سنایا۔ سب نے پسند اور آپکو مواہیر سے وثیقہ اسناد کا مرحمت کیا کہ آپ سن شباب مین فرید زمانہ ہین۔ اور آپکے اشعار فرائد ہین۔ آپ خوش کلام جادو بیان تھے۔ آپکے اشعار مین مضامین و لگداز ہوتے ہین۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت و سخاوت تھے آخر سنہ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپ حیدرآباد مین ایسے جمے کہ مر کر اُٹھے۔

من اشعارہ الہندی

ہائے توان و صبر گئے و لگے ساتھ ساتھ
تب مجکو یار کہتے تھے مرنا سہج نہین
قاتل سے اب کوئی نہین کہتا کہ دو قدم
سر سے کفن لپیٹے ہوئے پہرتے ہین ربط
کر نخل تمنا کو ہمارے ثمر آوے
تصویر اگر شمع رسالت کی لکہون مین
طوفان مرے اشکو نکا اگر پہر پر آوے

ولہ

محفل اُٹھی ہے صاحب محفل کے ساتھ ساتھ
کچھ دن پہرا تو کیجئے قاتل کے ساتھ ساتھ
تو بھی تو چل جنازہ بسمل کے ساتھ ساتھ
مرنیکے اشتیاق مین قاتل کے ساتھ ساتھ
شمشیر کا پہل پہول سپر کا نظر آوے
خامہ سے نکل جلوۂ شق القمر آوے
کر رون مثل نوح کی کشتی نظر آوے

یون تو یونہی صحیح منکر ہین مرے قتل سے آپ	سرخی پنجۂ نازک کو حنا کہتے ہین
وہ جو خنجر مرے مژگان کیطرح ہے پر خون	یہہ جو دامن پہ ہین چھینٹے اسے کیا کہتے ہین

رضا۔ محمد رضا خان مدراسی

رضا تخلص۔ محمد رضا خان نام۔ آپ نواب حسین دوست خان رئیس و جاگیردار قلعہ اولکنڈہ مدراس کے فرزند ہین آپکے جد بزرگ نواب شمشیر الدولہ مبارز جنگ چندا صاحب کے فرزند تھے۔ چندا صاحب کرناٹک کے والی رئیس تھے۔ آپ فن شعرگوئی مین مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد ہین۔ آپ فارسی اردو دونون زبان مین شعر کہتے ہین۔ اور آپ استاد کی طرح مرثیہ گوئی مین بھی بے نظیر ہین۔ آپکا اکثر کلام گلدستون اور اخبارات مین مطبوع ہوتا ہے۔ مشہور و معروف ہے آپکی عمر بیالیس برس کی ہوگی۔ نیک طینت و پسندیدہ سیرت ہین۔ خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار ہین۔ طال اللہ بقاہ۔ ہم کو یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ آپ مدراس مین سکونت پذیر ہین یا لکھنؤ مین۔

من اشعارہ الہندی

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا		منقلب کسقدر زمانہ ہوا
ہم اُسی بیوفا پہ مرتے ہین		جسکا وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
سفاک کی گلی مین تھا خون تا کمر رواں	ولہ	تقدیر نے دکھائی نئی کربلا مجھے

من اشعارہ الفارسی

شورش محشر فتد گر شبے غوغا کنم	تازہ قیامت شود صبح چو بالا کنم

نیست جنونم چنان خواہش لیلا کنم		شرب من دگر و شرب مجنون دگر

راز۔ مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص۔ مولوی احسان الحق نام۔ دہلوی الاصل ہین۔ مدت سے حیدر آباد دکن مین متوطن ہین۔ سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پاتے ہین۔ عالم فاضل ہین شعرگوئی مین بھی ہوشیار و چالاک ہین حکیم نواب مرزا احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ شعر خوب کہتے ہین۔ کلام سنجیدہ ہوتا ہے۔ آپ خوش طبع و خوش فکر ہین۔ پاکیزہ طبیعت و پسندیدہ سیرت ہین۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند خدا و رسول کے اوامر و نواہی پر کاربند ہین۔ خدا تعالی آپکو خوش خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

بلبلو سایہ پڑا کس کے گل رخسار کا	رنگ آیا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا
کیا اطبا دم بخود کیون ہو نہ عیسی بھی یہان	ہو نہ جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا
گرمئ بازار یوسف کی کہان تھی اسقدر	اک جہان دل دیکے طالب ہے ترے دیدار کا
یہ صدا پازیب کی جھنکار سے آتی ہے صاف	فتنہ محشر بھی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا۔ محمد وجیہ الدین خان حیدرآبادی

رسا تخلص۔ محمد وجیہ الدین نام۔ آپ محمد بہاء الدین خان حیدرآبادی کے فرزند ہین۔ فارسی نوشت خواند مین ہوشیار و مستعد ہین۔ ذہین و فطین ہین سخن سنجی و شعرگوئی ہین خوش کلام و شیرین بیان ہین۔ آپنے ڈاکٹر احمد حسین صاحب

مائل سے مشق کی ہے۔ مزاج میں شاعرانہ شوخی و ظرافت ہے۔ شگفتہ جبین
خندان رو ہیں۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق ہیں بارک اللہ فی عمرہ۔
فی الحال آپکی عمر قیاساً چھبیس برس کی ہوگی۔ معلوم نہیں آپ کس محکمہ میں ملازم ہیں

من اشعارہ الہندی

گر تجکو رسا یار کے دیدار کا ہے شوق	ولہ	آنکھوں میں عینک خوش رشید وقمر ہے آج
وقت آرائش نگہ پڑتے ہی مضطر ہو گیا		خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا
ہان جواب وصل کی تکرار دیتی ہے مزا		آپکا انکار بھی قند مکرر ہو گیا
ذرہ ہائے خاک بھی زنجیر جوہر بن گئے		نقش پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید۔ محمد شکر اللہ خان لکھنوی

رشید تخلص محمد شکر اللہ نام۔ آپ لکھنو کے مشاہیر شرفا سے ہیں۔ امامیہ مسلک
ہین علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیراستہ ہیں۔ شاعر خوش بیان
و شیرین زبان ہیں۔ آپکو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے۔ آپ استاد کے ہمقدم ہیں و
مرثیہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہیں۔ اور ایسی خوبی سے پڑھتے ہیں کہ سننے والے
نہایت محظوظ ہوتے ہیں۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً ساٹھہ برس کی ہوگی۔ آپ کسی
زبردست توسل و ذریعہ کی وجہ سے مدار المہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے۔ آپ
لکھنو سے حیدرآباد میں آئے۔ اور اورنگ آباد صوبہ دکن میں تحصیلداری کی خدمت
پر مامور ہوئے۔ معلوم نہیں فی الحال کس ضلع اور تعلقہ میں ہیں جہان ہوں اللہ تعالی
اُن کو خوش حال رکھے۔

من اشعارہ الہندی

کیجئے نہ امتحان مرا غیرون کے سامنے
مارا ہے تیغ ناز نے اک شوخ چشم کے
رفتار ناز سے کہین محشر بپا نہو
بوئے وفا کچھ آتی ہے اے غیرت چمن
ساقی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب
تصویر یار نے مجھے عامل بنا دیا

ولہ

فرمائے تو رکھدون کلیجہ نکال کے
بہائے ہون زخم دلپہ زبان غزال کے
او ترک رکھہ زمین پہ قدم دیکھہ بھال کے
دل ہے سپکا یا گل تصویر ہاتھہ مین
جام سوال ہے فلک پیر ہاتھہ مین
الفت کا نقش ہے پئے تسخیر ہاتھہ مین

رضا حسین رضا لکھنوی

رضا تخلص - رضا حسین نام - آپ شیخ مہدی علی لکھنوی کے خلف الصدق ہین آپکے بزرگ شاہان دلی کے زمانہ مین معزز و مکرم رہے - عہدہائے جلیلہ پر مامور رہے اور لکھنو مین بھی نواب شجاع الدولہ کے عہد مین عزت و آبرو سے بسر کرتے رہے - آپ عالم شباب مین مولوی ہادی علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبد الغفور سے کتب درسیہ تحصیل کین مستعد و لائق ہین - اور شعر گوئی مین جناب سیر لکھنوی کے شاگرد ہین - چند سال سے حیدرآباد مین رونق افزا ہین وکالت کرتے ہین - خوش مزاج و ظریف الطبع ہین - آپکا کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے - اسوقت آپکی عمر تخمینًا چالیس برس کی ہوگی مجھے اسبات کا پتا نہین ملا کہ صاحب ترجمہ حیدرآباد مین کس محکمہ مین ملازم ہین - صرف اسقدر جانتا ہون کہ شاعر لائق ہین اور میرا اسقدر جاننا بھی گلدستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے -

رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر میں
قیامت کی تری تھی میکشوں کے دامن تر میں

خیال عارض جانان نہیں اس پردہ تر میں
حریر شعلہ کا پیوند ہے پانی کی چادر میں

وہ مرغ خوشنوا ہوں ایک عالم سننے آتا ہے
رہا کرتا ہے جب سے رات دن صیاد کے گھر سے

انہیں کے منہ کا لقمہ تو غیر ہوتا ہے
جو مثل آسیا آٹھوں پہر پستے ہیں چکر میں

رضا اب چادر گل بھی نہیں ہے انکی تربت پر
لدے رہتے تھے جو نازک بدن پھولوں کی زیور میں

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق تخلص ۔ باقر حسن خان نام ۔ آپکا مسقط الراس قصبہ او دگیر ضلع مدراس ہے ۔ آپ معززین نوائط سے ہیں ۔ آپ عربی و فارسی میں استعداد کامل رکھتے تھے ۔ فارسی کی نظم و نثر لکھنے میں فرد فرید شمار کئے جاتے تھے ۔ آپکو تلمذ مولوی باقر آگاہ سے تھا ۔ آپکا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا ہے ۔ نواب اعظم جاہ بہادر کی مصاحبت تھی ۔ نواب صاحب آپکی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تھے ۔ آپ نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال و فارغ بال تھے ۔ جب تک زندہ رہے خوش خرم رہے ۔ تذکرہ گلدستہ کرناٹک آپ کی تالیف سے ہے ۔ شعر و شاعری کے فریفتہ تھے ۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴۷ ہجری میں اس دار فانی سے عالم آخرت میں روانہ ہوئے ۔

من اشعارہ الفارسی

بزاری عرض مطلب کن اجابت گر ہوس داری
اثرہا در گرہ باشد دعائے وقت باران را

ہمیں ادائے تو تنہا نہ آفت جان ست
بہ پردہ چشم ترا فتنہ ہائے پنہان ست

از تماشائے جہالت چہ بلا جوشد اشک
حشر طفلان شود آنجا کہ تماشا باشد

من ازین ساغر سرشار ببیہ مست شدم	کرد بیہوش مرا گردش چشم سیہش

راقم - محمد حسین قادری

راقم تخلص - محمد حسین نام مشرباً قادری - آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہین - آپکی ولادت سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس مدراس ہے - آپ سنہ شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے - مفتی بدر الدولہ بہادر کی خدمت مین تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے - آپکو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین واقف و ابو طیب خان والا و شائق کی خدمت مین مشق کلام کی - اساتذہ کی توجہ و اصلاح سے شاعر کامل ہوئے - آپکا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے لطافت و فصاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - شائقین کو مطالعہ سے لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپکا سنہ وفات معلوم نہین ہوا -

من اشعارہ الفارسی

شکست مستئی چشمت ایاغ آئینہ را	گداخت شعلۂ رویت دماغ آئینہ را
نگاہ کن کلف ماہ و داغ آئینہ را	زجور چیچ پرستند خوبرویان ہم
نگہ بدیدۂ من رعشہ وار میگردد	بسان خط شعاعی زتاب مہر رخت

رام - لالہ رام پرشاد

رام تخلص - لالہ رام پرشاد نام - قوم کایتھ سکسینہ - ساکن برہانپور - شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تہا - کلام صاف و پاکیزہ کہتا تہا - معانی تازہ کو ایجاد کرتا تہا - سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین فوت ہوا - من کلامہ

آہ حسرت می کشد از رشک ما باد صبا		از دم ما غنچہ در تصویر خندان می شود

راغب میر مبارک اللہ خان

راغب تخلص - میر مبارک اللہ خان نام - بلخی الاصل ہین - آپکے بزرگان سلف قصبۂ امام علاقہ بلخ مین متوطن تھے - آپکے جد امجد سید معصوم خان دادا سید عبید اللہ خان وطن مالوفہ سے حضرت آصفجاہ اوّل کے عہد مین حیدرآباد دکن مین آئے - حضور کی ملازمت سے مشرف ہوئے - حضور آصفجاہ نے آپکو منصب مناسب سے سرفراز کرکے اپنی مصاحبت مین رکھا - حضور کی زندگی تک خوش رہے - صاحب ترجمہ کے والد ماجد سید عاصم خان بہادر مبارز جنگ حیدرآباد سے نواب امیر الہند والاجاہ محمد علیخان بہادر کی خدمت مین مدراس گئے - نواب نے آپکی بہت خاطرداری و مدارات کی اور معزز خدمت پر مامور فرمایا - آپکے والد ماجد حسن خدمت کے ذریعہ سے درجہ مدار المہامی پر پہنچ گئے - بہادری جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے - زمین مدراس مین عنب صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین واقع ہوئی - آپنے سن شعور کے بعد اساتذہ بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کین تحصیل و تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعر گوئی کے طرف مائل ہوئے - چند روز کی مشق مین کلام سنجیدہ موزون فرمانے لگے - آپکے کلام سے نقادان سخن محظوظ ہوتے تھے - آپکی رنگین بیانی و شیرین معانی کی تعریف کرتے تھے - آپکے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایان ہوتی تھی - آپکی سنہ وفات کی تاریخ معلوم نہین ہوئی - آپکی تالیفات سے ایک ساقی نامہ - دوم فراق نامہ سوم دیوان ہین - اب مین آپکے چند اشعار گزارش کرتا ہون **ھو ھذا**

چون گل نرگس نمی آید بہم مژگان ما — وله — در تلاش کیست یارب دیدۂ حیران ما

آتش عشق کباب شعلہ زد در جان ما — شعلہ ہا دارد کباب آسا دل بریان ما

در چمن گر دم چو غنچہ نکہت گفتار او — وله — باز بان لال شد سر در گریبان غنچہ را

ہلاے عید قربان ناز تیغ ابرویش بدم — وله — برنگ نیم بسمل میکنم مشق طپیدن ہا

زبس وارستم از سودائے عشق لاابالی را — وله — رگ برق از طپیدن کردہ ام تار نہالی را

چون شاخ گل پیالہ بکف باش در بہار — وله — دستے کہ بے می است کم از پشت خار نیست

راغب عروج مجال لب کشائی نماند — وله — من چگویم فکر نقش سرمہ در کام ریخت

کس نکند بیکسی وقفہ پہلوے من آہ — وله — ناوک او ہم از دلم برق صفت گذار کرد

چسان شہید ترا از طپش امان باشد — وله — تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد

حصار عافیت پسند و قالین چہ جوئی — وله — من از عزلت بنقش بوریائے خود زرہ پوشیم

انچہ در یک جام صہبا دیدہ ام در بزم یار — وله — سالہا باید کہ بیند در طلسم جام جم

اقبیت کار و بار بہار از غبار من — وله — بیہودہ نیست رستن گل از مزار من

از اضطراب خود آرام یافتم راغب — وله — بسان جنبش گہوارہ شد طپیدن من

در رہ جانگداز عشق چو شمع — وله — گرم رفتار باش تا باشی

گشت از مضمون خط روشن مرا — وله — گلرخان دارند حسن عارضی

حرف السین المہملہ

سراج - سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج تخلص - سید سراج الدین نام - آپ سادات حسینی خاندان مشائخ سے تھے - تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہر میں پائی - آپنے اپنا حال منتخب دیوان کے

دیباچہ مین لکھا ہے ہم اُسکا ترجمہ بجنسہ لکھتے ہین۔ اور اُس منتخب کا نام بھی (منتخب دیوانہا) ہے ۱۲۹۹ھ
یہہ فقیر بارہ برس کی عمر مین جوش جذبہ وغلبہ شوق سے سات برس تک برہنہ تن
وبرہنہ سر رہا۔ اکثر اوقات عالم بیخودی مین حضرت شاہ برہان الدین غریب دولت آبادی
کے روضہ کے اطراف مین گھومتا تھا۔ اسی دور و طواف مین رات دن بسر کرتا تھا
اور اسی حالت مستی مین اکثر اشعار فارسی زبان سے بر آمد ہوتے تھے۔ مگر تحریر کے
دائرہ مین نہین آتے تھے۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تھا تو لکھہ لیتا تھا
کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم وبزرگ دیوان مرتب ہو جاتا۔ اور اُنکے
دیکھنے سے عالم کو تعجب ہوتا۔ اور اُن کو الہامات سے تصور کرتے۔ پھر مدت مذکورہ کے
بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبدالرحمن چشتی المتوفی ۱۲۶۱ھ ہجری کی خدمت مین
پہنچا۔ حسن ارادت سے مرید ہوا۔ اُن دنون مین بپاس خاطر عزیزی عبدالرسول خانصاحب
جو فقیر کے برادر طریقت تھے اکثر اشعار ریختہ زبان مین لکھے گئے۔ خانصاحب نے
جواہر متفرق کو جو تخمیناً پانچ ہزار اشعار تھے۔ حرف تہجی مین ترتیب دیا۔ اور کامل
دیوان شائقین کی خدمت مین پہنچا۔ شہر مین دیوان کی شہرت ہوئی۔ پھر فقیر نے
بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی۔ اور مرشد کے حکم سے شعر گوئی ترک کی۔
اسوقت سترواں سال ہے کہ اسوقت تک ایک فرد بھی نہین لکھی انتہیٰ کلامہ۔
چمنستان وتحفۃ الشعرا کے مولفین نے لکھا کہ جناب سراج صاحب زود گذار فقیر کامل
تھے۔ مقبول درگاہ دنیا۔ مسافر دوست غریب نواز تھے۔ گوشہ نشین وخلوت گزین
پاکیزہ دل وپاکیزہ دین تھے۔ مزاج مین تواضع وخاکساری اس درجہ تھی کہ ہر کس وناکس
کے سامنے جھکے جاتے تھے۔ بلکہ روح ونفس بکہ تھے۔ بوڑھون مین بوڑھے جوانون مین

جوان بچوں میں بچے بنتے تھے۔ نہایت خوشی ہنسی سے ملتے تھے۔ اہل دکن کیا امیر کیا
فقیر سب آپکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ جناب میر صاحب نے نکات الشعرا میں
لکھا کہ سید سراج سید حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خداداد
تھی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہیں لی آپ خدا کے شاگرد تھے۔ آپنے کلام کو اُس خوبی
و خوش اسلوبی سے ترکیب پاک اُستادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ و معانی
تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے لطف مزہ آتا ہے۔ ولی اورنگ آبادی
کے بعد شعر ریختہ کا بازار آپ ہی کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعر و سخن کا افسردہ چمن تازہ دم ہوا
آپ کی سخن کا آوازہ اطراف دکن میں عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ رتبہ پایا
کہ خاص و عام کے نزدیک قبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعر گوئی میں بھی شعرا کی مجلس میں
روشن چراغ۔ خوش کلام و عالی دماغ تھے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور
ہر ایک شعر میں لطف و خوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی و زبان کی درستی نے وہ رنگ
دکھایا کہ اہل زبان بول اٹھتے کہ یہہ ایرانی الاصل ہے۔ دیکھو کلام بھی زبان حال سے
کہہ رہا ہے کہ یہہ بزرگ ہندی الاصل نہیں ہے۔ آپ دونوں زبان میں صاحب دیوان
ہیں۔ فقیر صوفی کو نہایت تلاش و جستجو سے ہندی دیوان کامل ملا ہے۔ افسوس کہ فارسی
دیوان نہیں ملا مگر منتخب اشعار ملے ہیں لیکن وہ بھی موسی ندی کی طغیانی میں گل گل کے دھو گئے
ہیں ہم آپکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھیں گے۔

شاعری

آپکا کلام بھی ولی کیطرح الہام و ذو معانی الفاظ سے پاک و صاف ہے۔ سیدھا سادا بیان
ہے تکلف و بناوٹ کا نشان نہیں۔ اکثر غزلوں میں حسن و عشق کے کرشمے و معشوق
کے غمزے ہیں۔ خط و خال کے سبزے لب و رخسار کے مطلع ہیں۔ دیکھنے سے گلزار کی

طرز کلام

سیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑھنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار مین توحید و معرفت کا نقشہ اور بعض مین محویت کا تماشا ہے۔ جو عارف ہین اُن کے مطالعہ سے بیتاب و بیخود ہوتے ہین۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہین۔

چمنستان کے مولف نے لکھا کہ سراج دکنی ریختہ گوئی مین ولی کا قائم مقام تہا۔ اس ملک مین استادی کے رتبہ کو پہنچا تہا۔ ولی نے اس چمن مین جو کچھ پودے جمائے تہے اور جو کچھ سبزے لگائے تہے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و شاداب کیا۔ خوب پہولے اور پہلے۔ اہل دکن نے کمال رغبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹھائے۔

ولی کے بعد دکن مین سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گہیر لیا اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار مین انہین کے اشعار کی چمک دمک تہی اور کوچہ و بازار مین انہی کی خوشبو لپک رہی تہی۔ شہر مین کوئی محفل ایسی نہ تہی جسمین آپ نہون۔ ہر ایک محفل مین آپ ہی صدر ہوتے تہے۔ مشائخ و علما آپکی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تہے۔ ہفتہ مین ایک روز محفل سماع فرماتے تہے۔ اُسمین شہر کے اکثر علما و مشائخ جمع ہوتے تہے۔ قوال و گوئے آپکی غزلین سناتے تہے۔ کبہی سامعین کو رُلاتے کبہی لٹاتے تہے۔ کوئی وجد و حال مین تڑپتا تہا۔ کوئی وحدت کی دریا مین ڈوبتا تہا۔ صوفیائے کرام لطف و مزہ پاتے تہے آنکہون سے آنسو بہاتے تہے۔ مجلس مین آپکا وہ رعب و داب تہا کہ سب اہل مجلس با ادب عالم سکوت مین ہوتے تہے۔ سانس لینا بہی خلاف ادب سمجہتے تہے۔ آپکی نظر و توجہ مین وہ جلال و اثر تہا جس پر توجہ کرتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تہا اور جسپر ہاتہہ رکہتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تہا۔ بڑے صاحب کمال و صاحب دل اور قوال تہے

جو کچھ پاس ہوتا تھا یا نذرانہ آتا تھا وہ سب قوالون کے نذر ہوتا تھا۔ زندہ دل نواک سیرت پاک طینت تھے۔ زندگی توکل قناعت پر بسر کرتے تھے تا بمرگ کسی سے سائل نہین ہوئے۔ دنیا و مافیہا کے طرف مائل ہوئے۔ اکثر امرا آپ کی خدمت کرتے تھے آپ کو کسی کی پروا نہ تھی۔ اسوقت دکن مین آپکے معاصرین مین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب افتخار دولت آبادی و ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی محمد فقیہ دردمند اودگیری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جرأت اورنگ آبادی و عبدالقادر سامی اورنگ آبادی و عارف الدینخان عاجز۔ و موسوی خان فطرت خافی خان۔ و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی و میر اولاد محمد ذکا بلگرامی وغیرہ شعرا و علما و مشائخ تھے۔ خود مشاعرے و جلسے حریفان ہم مشرب کے ہوتے تھے۔ آپ باوجود گوشہ نشینی بزرگون کے اعراس و شعرا کے مشاعرون مین ضرور شریک ہوتے تھے اگرچہ درویشی کے بعد شعر گوئی ترک کردی تھی مگر کبھی کبھی یاران ہم جلسہ کے اصرار سے کہدیتے تھے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تھے۔ غور و فکر کی ترازو مین خوب تولتے تھے۔ نقاد سخن تھے۔ منصف مزاج و حق پسند تھے۔ سخن سنجیدہ و کلام پسندہ کی داد دیتے تھے۔ شعرا کے دلون کو باغ باغ کردیتے تھے۔ جناب آزاد بلگرامی و میر اولاد محمد بلگرامی و لچھمی نرائن اورنگ آبادی سے نہایت ہی محبت رکھتے تھے آپنے ۱۱۶۱ھ ہجری مین اساتذہ کے دواوین فارسی کا منتخب بنایا۔ اسمین متقدمین و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب مین شعرا کے نام حروف تہجی پر لکھے اور ردیف کی رعایت بھی کی ہے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکھا۔ مجموعہ ضخیم ہے اسمین کئی ہزار اشعار ہین۔ منتخب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد سخن تھے

معاصرین شعرا و علما

ذکر کتاب منتخب الدواوین

کھرے اور کھوٹے کو خوب پرکھتے تھے۔ دواوین مین جو اشعار جاندار تھے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تھے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے پسندیدہ ہے بخ جو اشعار جاندار تھے انتخاب کئے جو نوادر وجواہر تھے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے للّٰہ درّہ۔ صاحب چمنستان نے لکھا کہ آپنے ۱۱۷۳ھ ہجری مین ایک مثنوی مسمّی بہ بوستان خیال لکھی اسکی اکہتر ہزار ساٹھہ ابیات ہین مثنوی ریختہ زبان مین ہے۔ آپنے اُسمین جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے مین نہایت ہی پرسوز ہی کی۔ گل و بلبل کا فسانہ ہے۔ گل پہ بلبل دیوانہ ہے۔ ان دونون کا قصہ ہے کہین گل کے ناز و انداز ہین کہین بلبل کے سوز و گداز ہین۔ کہین نالہ جان خراش کے جولانیان کہین شب فراق کی طولانیان ہین۔ غرض یہہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق و معشوق کے حالات کا نقشا ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

خوش عقیدہ۔ سنن و فرائض کے پابند تھے۔ ائمہ دین کے اقوال و افعال پرکاربند پیر و مرشد سے نہایت ہی خلوص ارادت رکھتے تھے۔ فنافی الشیخ کے مرتبہ مین تھے آپکا شعر شاہد حال ہے

اے سراج اپنی خودی کو بیخودی مین محو کر یار کا دیدار پا کر اے سراج	شغل جاری کہہ ہر ایکدم مین ہوالرحمان کا شکر رحمان کرکے تو واصل ہوا

آپنے بہی تعلّی و تفاخر مین غزلون کے مقطعون مین شعراء سلف و خلف کی پیروی کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکہتے ہین ھو ھذا

نہین رہا سخن آبدار کا موتی	سراج طبع کے سب جوہران کو رول چکا

وہ شکرین لب گوش دل سے تمام سنگریزہ کو — کہا یہ میٹھی بچن سے مجکو سراج شیرین کلام سنا

تجھ بنا اے سراج بعد ولی کے — کوئی صاحب سخن نہین دیکھا

ریختہ سراج آرزوئے قند نہین — شعر تیرا ہے جیون نبات لذیذ

شاید کہ بعد مرگ کرین یاد خاص عام — مشہور ہین سراج کا شیرین سخن ہنوز

سراج از بس اک نئے اشعار رنگین یا — مثال گل ہر ایک طبع کو مرغوب تا ہے

ایکروز آپنے پچھی نرائن شفیق اورنگ آبادی سے آزاد بلگرامی کے شعر مین سے

صد رنگ حشمت است پری از آئینہ — دلہا چرا ارادہ تسخیر می کند

رم کردن پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بیت سند پیش کی سے

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ — او نرمد جام اگر ز آئینہ می رمد پری

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج ہمکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتھی تاریخ شوال یوم جمعہ ۱۱۷۷ گیارہ سے ستہتر ہجری مین آپکی ہستی کا چراغ ہوائے نیستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپکی تجہیز و تکفین کے لئے شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اُٹھائے عظمت و شان سے چوک کی مسجد مین لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز مین دو ڈہائی ہزار آدمی تھے۔ مقبرہ مین دفن کئے گئے۔ شعرا و معاصرین نے آپ کی رحلت کی تاریخین لکھی ہین۔ ازانجملہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھی سے

شمع شعرا سراج خوش فکر — در ماتم او سخن سیہ پوش

تاریخ وفات او خرد گفت — ہے ہے مصباح بند خاموش

۱۱۷۷

میر اولاد محمد ذکا بلگرامی نزیل اورنگ آبادی نے کہی سے

چراغِ دودهٔ آلِ عبا سراج الدین
که بود روشن از و محفل سخندانی
نمود چارم شوال وصبح آدینه
بشمع انجمن عمر دامن افشانی
ز تیره بزم جهان فنا بدار بقا
فروغ ناصیهٔ خویش کرد ارزانی
کشید شعلهٔ تاریخ سر ز طبع ذکا
سراج بزم ارم نموده نورانی

طبع زاد لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی سے

سیّد حق پرست معنی سنج
که از و یافت شعر حسن رواج
سال فوتش شفیق کرد رقم
رو بر جنان نمود شاه سراج

اب ہم یہاں سے اُن کے اشعار آبدار لکھتے ہیں۔

من اشعاره الفارسی

جلوهٔ دوست سر از پرده کشیدم دیدم
آنچه از نغمهٔ عشاق شنیدم دیدم
گل بیرنگ حقیقت که بدامانم بود
همچو اشک از مژهٔ خویش چکیدم دیدم
دانه سان ریشهٔ سرسبزی من دامن بود
خاک گردیدم از خاک دمیدم دیدم

ولہ

کار خونین جگران قابل تحسین کردند
مژهٔ اشک فشان پنجهٔ گلچین کردند
تا بدانند که حیران پری روی بود
قبر دیوانه ام از آئینهٔ سنگین کردند
بوسهٔ چند هوس دارم ازین لب شکران
گر تبسم دهن آئینهٔ شیرین کردند

ولہ

شوق من با سر خار که گلبازی کرد
چون قد یار من شیوهٔ طنازی کرد
حیرت دیده خبر دار ز حالم بکشد
پر بپان آئینه را آئینه غمازی کرد
هر که از سیر گلستان جمالش گل چید
آفرین بر نکتهٔ بلبل شیرازی کرد

ولہ

روی او از می گلگون عرق افشان شده است
در پری خانه آئینه چراغان شده است

گل بسر دارد هوا از سیر چمن می آید — وله — چشم بد دور که امروز گلستان شده است

ابروی کج تو دلم کسی بپا شود — وله — نشنیده ام که گوشت ز ناخن جدا شود

رنگ گل بوی سخن دارد ولیکن شعله خوست — وله — لاله سان در سینه دارم داغ نافرمانیش

نور ایمان نیست شمع معرفت اظهار را — قشقه کفرست داغ سجده بر پیشانیش

سبزه صحن چمن خار کف پای من است — وله — سایه پرور در خط پشت لب بام تو ام

بینم شهم وصل و محو خیالم می کند — وله — شکر لله نیستم شرمنده روی کسی

طرفه باشد در خزان شور نوا شب خیر باد — دیده در خواب بلبل ای گل روی کسی

سخن کز دهن تنگ تو بیرون آید — وله — نکهت غنچه تصویر عدم میدانم

چون چراغ سحر از جان شده ام بی سراج — دامن افشاندن او عین کرم میدانم

سینه صافان تلاش خودنمائی نیستند — وله — بیغرض در خانه آئینه می آئیم ما

دل چو در وصف دهن تنگ تو می کرد رقم — وله — زیر مشق از ورق دیده عنقا میکرد

نماز عشق ادا گر نیست عاشق را — وله — خوشم که دست ز جان شستم و وضو کردم

بیگانه است زین چمن سر بسر خزان — وله — هر کس چو غنچه پاس دم آشنا است

هر صید دیده ام ز صیاد دام کند — صیاد ما ز صید بطرز رم آشنا است

جان دادن زخم بین جگران بی نصیبیست — وله — از گوشه ابروی تو ایما شده است

شد سراپای من از خط شعاعی روشن — وله — هر سر مو به تنم خامه تصویر که بود

آتشی در دل ما سوخته افتاد سراج — وله — باز سیماب ز خاکستر اکسیر چکید

ای آنکه بهار گلشن امکانی — رباعی — در پرده نهان بصورت انسانی

با ذات احد توئی صفات احد — جان را بدنی و هم بدن را جانی

اے آنکه بخویشتن گرفتاری تو	وله	بیجاست که در تلاش دیداری تو
کے جلوهٔ مهر بر تو پرتو فکند		تا در کف سایهٔ دیواری تو
تا بوالهوس عشق پریشان شده است	وله	از کردهٔ خویشتن پشیمان شده است
آن شوخ بجز مهرهٔ جم مهر نخرید		بے سودهٔ لخت دل چه ارزان شده است
مردم و در دل تمنائے گل و شمشاد ماند	وله	تا قیامت سنبل بر گردن صیاد ماند
جوهری دانسته بودم قدر دل نشناختی	وله	آخر لعل گران قیمت نمک انداختی
ترا که آئینه از هر جلوه در کار است	وله	دلم هر آئینه مشکن زیان سرکار است
دلم که تازه اسیر غم تو شد رحمی		جوان قابل و اصلش ز شهر دیدار است

من اشعاره الهندی

یاد رکھہ یا دل خون گشتہ کہ جون تکمۂ لعل	وله	جامہ زیبوں کے گریبان کا گلوگیر ہو
ہوا ہے دست بیعت خان وادی مین ترے غم کے	وله	رہیگا سلسلہ آنسوؤنکا جاری روز محشر تک
مجھ نگین داغ دل پر نقش ہے حرف وفا	وله	عشق کے امت مین ہون مہر نبوت کی قسم
بہار ساقی ہے بزم گلشن مین مطرب نا چمن شرابی	وله	پیالہ گل سبز شیشہ شراب بو اور گل گلابی
شعر رنگین کے غزالونکو کیا صید سراج	وله	رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم خیال
کافر ہوا ہون رشتۂ زنار کی قسم	وله	تجھ زلف حلقہ وار کے ہر تار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصل نین علاج		اُسکی ادا کی نرگس بیمار کی قسم
اُس گلبدن کی کاکل پر پیچ کا جمال		زنار مجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم
تیرے بھوؤن کی یاد نے ٹکڑے کیا ہے دل		ہے ذو الفقار حیدر کرار کی قسم
دل ہے مثال بلبل و پروانہ شوقمند		اُس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم

ورش دکہا کے آتش غم کو مرے بجہا
ورکار گر ضیا ہے تجہے آنکہون پر رکہہ قدم
اس گلبدن کے شوق سے گلشن مین اے سراج
اُس سبز خط کی یاد اگر دل مین لائے
نہین حقیقت مین حسن و عشق جدا
آہ سوزان سے میرے دامن صحرا مین سراج
ڈورے نہین ہین سرخ ترے چشم مست مین
بیخطی مین عیان ہے سبزۂ خط
تیرے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط
زندگانی درد سر ہے یار بن
خبر تحیر عشق سن جنون رہا نہ پری رہی
شہ بیخودی نے عطا مجہے لباس برہنگی کیا
نے ہے بنوا تیرے جدائی کی صبحدم

مین تشنہ لب ہون گلشن دیدار کی قسم
ہے تجکو میرے دیدۂ خونبار کی قسم
گلزار لالہ زار ہے گلزار کی قسم
لخت جگر تراش زمرد بنائے
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد
قبر مجنون پہ چراغان نہوا تہا سو ہوا
شاید چڑہا ہے خون کسی بیگناہ کا
میرے عارض مین بسکہ دمانی ہے
خبر ہی ہے اثر دود آہ کسکا ہے
کوئی بیمار ہے سر کو آکے جہاڑے
نہ تو مین رہا نہ تو تو رہا جو رہی سو بیخبری رہی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنون کی پردہ دری رہی
گلے مین بلبلون کے موج رنگ گل کی ہیلی ہے

سالم - محمد کرم بخش

سالم تخلص - محمد کرم بخش نام ہے - آپ فاروقی الاصل ہین - آپکی نسب کا سلسلہ بتیس واسطے سے حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم سے منتہی ہوتا ہے - پرگنہ پاتری پرجو اورنگ آباد سے ساٹھ کوس فاصلہ پر ہے - خدمت قضا پر مامور تھے - خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے - آخر آصفجاہ ثانی کے عہد مین معزول ہوئے - بحالی خدمت کیلیے

شہر حیدرآباد مین آئے۔ مقالات غرائب کا مولف لکہتا ہے کہ نواب صمصام الملک بہادر صارم کے دربار مین فقیر سے ملاقات ہوتی ہے مجہہ سے اتحاد دلی رکہتے ہین۔ آپ علم عربی مین مہارت رکہتے ہین فارسی مین بہی لائق ہین۔ خوش خلق کشادہ رو بدیہہ گو سخن شناس معنی رس ہین۔ مین نے تذکرہ مقالات غرائب آپ ہی کی تحریک سے لکہا قاضی صاحب مسودات کے صاف کرنے مین مدد ہی فرماتے تہے۔ خدا تعالے ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ آپکو تلمذ میر اولاد محمد خان ذکا سے تہا۔ آپ کی طبیعت شعرگوئی مین برق تہی۔ کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تہا۔ نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا اور آپکی ولادت معلوم نہین ہوی نہ سنہ وفات کا پتا ملا

من اشعارہ الفارسی

او نہ از سوئے چمن گلدستہ می آرد بدست
صد دل بلبل شکست و بستہ می آرد بدست

بعد مردن ہم نوائم گشت دامن گیر او
از مزارم بجائے سبزہ خار آید برون

گدامی شعلہ رو زد در دلم یارب قدم رنگین
کہ میریزد سر شکت من چو خون از چشم نم رنگین

نہم جائے صدف برگ گل و شنگرف تر سازم
بوصف لالہ روئے کہ کنم حرفے رقم رنگین

بہر صید دل بہر نہجیکہ می آئی خوش است
رسم شوخی تحفہ طرز حجاب تحفہ

من اشعارہ الہندی

تن شیرین پہ چپیاں جسنے دیکہا ہے جوڑا
اسی دم کوہکن سا تیشۂ حسرت سے سر پھوڑا

کنارے زلف کے نزدیک کیا بل کہا کے گرتے ہین
کہ کالے ناگ نے گویا الٹ کر کے چلے چہوڑا

گذر گئی عمر سب خوش قامتوں کے ٹہوکرین کہاتے
ہمارا سر بہی سالم ہے گویا اس باٹ کا روڑا

خاک میری سب بیابان سے اڑا اے گردباد
ان غزالوں کی مجہے پہر نقش پا آوینگے یاد

خوبرو ہونکو نہیں پردیس مین ہرگز اعتبار
دیکھیے رہتا ہے قاتل کسطرح خنجر بکف

کس بت طامع سے آخر پتیا سوئے ہے تجھے
تجھے تو ہے عبث کیون نیم بسمل کر گیا قاتل

بچے کسطرح جو ویسے ابرو کا ہو مارا
زیب دیتا ہے زری جوڑا سنہری رنگ پر

اس حنائی دست پر دیکھا ہون الم و ست بنار

ولہ
در صدف کے قید سے نکلے پہ پاتا ہے وقار

ولہ
ایک مین ہون سو تو آوے ہے رہا ہون سر بکف
ہر سحر دیکھا تو آتا ہے لیے تو زر بکف

ولہ
نہ جیتا ہون نہ پورا مر چکا یہہ کیا قاتل
کہین بہی تیغ زہر آلود کا زخمی جیا قاتل

ولہ
شعلہ رویون سے مناسب ہے رکہے پاس راہ
کر دیا ہے پنجہ مرجان سے کیا الماس راہ

سالک ـ مرزا سالک یزدی

سالک تخلص ـ مرزا سالک نام ـ یزدی الاصل ہے ـ شاعر خوش مقال و نازک خیال تہا ـ آزادانہ مشرب تہا درویشانہ زندگی بسر کرتا تہا ـ مدت تک عراق و فارس مین سفر کرتا رہا ـ اور وہان سے ہند مین وارد ہوا ـ حیدر آباد دکن مین عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین پہنچا ـ قطب شاہ نے سالک کی بڑی عزت کی اور منصب مناسب مقرر کر دیا چند مدت تک خوش خرم رہا ـ جب قوم مغل بوجہ فساد حیدر آباد سے نکالی گئی ـ اسوقت بیچارہ سالک بہی بقصور اپنی قوم کے ساتہہ نکالا گیا ـ وہان سے نکلا ـ دلی مین آیا شاہجہانی ملازمت مین شریک ہوا ـ مدۃ العمر بادشاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر ۱۰۸۱ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا ـ دہلی مین مدفون ہوا ـ

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرو آزاد مین لکہتے ہین کہ سالک کا کلام شستہ و ہموار ہے لطافت و خوبی سے خالی نہین ہے ـ اور یہہ بہی نقل کیا کہ حکیم رکنا کاشی کہتا تہا

که اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکھیں اور ساالک کا یہہ شعر مندرجۂ ذیل کو دوسری طرف اور مجکو ممیز قرار دیں تو مین ساالک کے شعر کو تمام پر ترجیح دونگا وہ یہہ ہے ؎

از بس بدشت کردہ ام آشفتہ نالہا
چون زلف لبران شدہ شاخ غزالہا

انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شکست شیشۂ خاطر ز ساغرم پیداست		چو لالہ داغ دل از کاسۂ سرم پیداست
جواب نامۂ من غیر ناامیدی نیست		ز دست سودن بال کبوترم پیداست
در ہوائے عشق پروردم دل دیوانہ را	ولہ	چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
ناخن توفیق بکشاید گرہ از کار ما	ولہ	چون رگ سنگ است محکم بر کمر زنار ما
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود	ولہ	کوزۂ نو یکدو روزی سرد سازد آب را
دشت جنون کوہ بلا را خریدہ ام	ولہ	فہرست بر قبالۂ من داغ لالہا
در دور رخت زلف بصد قیمت جانست	ولہ	دیوانہ ز بس پر شدہ زنجیر گرانست
ز برق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا را	ولہ	باشک تلخ می گویم جواب شور دریا را
نوا بے نالۂ نے می رسد بغارت ہوش	ولہ	تو برق تازی این نے سوار دریاب
در خور خرج بود دخل دیوان قضا	ولہ	نرود تا نفسے کے نفسے می آید
زبان ہرزہ درایان توان بستن نیست	ولہ	کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد
از دو عالم گوشۂ چشم بتان ما را بس است	ولہ	تیرہ بختان را چو داغ لالہ یک گل جا بس است
نہ تنہا گردباد از شوق او بیتاب میگردد	ولہ	کہ مستی می کند بحر و بگرداب می گردد

سبقت - لالہ سکھراج لکھنوی

سبقت تخلص - لالہ سکھراج نام - وطن لکھنو - قوم کایتھ انایہ سے تھا - لالہ صاحب کے بزرگان سلف عمدۃ الملک اسد خان وزیر اعظم عالمگیری کی سرکار مین معززخدمات پر مقرر تھے - سبقت عالم جوانی مین علما و فضلا کی خدمت مین تحصیل و کسب علوم مین مشغول ہوا - چند مدت مین کتب درسیہ سے فارغ ہو کر شاعری کیطرف مائل ہوا - کلام موزون کرتا تھا اور میرزا بیدل سے اصلاح لیتا تھا - میرزا اصلاح کیوقت فرماتے تھے کہ سبقت تمام ہنود پر سبقت کہتا ہے - رفتہ رفتہ ایسا شاعر ہوا کہ معاصرین نے اُسکو لائق شعرا کے گروہ مین شمار کیا -

سید اسد اللہ خان معروف نواب اولیا عمہ زادہ قطب الملک بارہہ کے سرکار مین ملازم تھا اولاً چند روز میر سلطانی کا کام انجام دیتا رہا - بعد مین خدمت دیوانی پر مامور ہوا - دکن کے محاربات مین امیر الامرا حسین علیخان بارہہ کے لشکر مین تھا - اکثر نمایان کام کئے - جب امیر الامرا نے داود خان پنی پر برہانپور مین فتح پائی - فتحنامہ نظم مین منظوم کر کے پیش کیا - تقریباً اُسکی ساٹھہ سو ابیات ہون گے - بادشاہ نے پانصدی منصب اور انعام سے سرفراز فرمایا - سادات بارہہ کے بربادی کے بعد صوبہ مالوا مین بصیغہ جمعداری بسر کرتا تھا - اُسکے ماتحت مین سو سوار تھے - لالہ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکھتا ہے کہ فقیر اوائل جوانی سے آپکی خدمت مین نیاز رکھتا ہے - اور آپ سے تلمذ حاصل کیا ہم عمری کیوجہ سے بے تکلفانہ صحبت کرتا تھا - انتہی کلامہ

آخر ماہ شعبان ۱۱۳۸ ہجری مین صوبہ مالوا مین راجہ گردہر بہادر ناگر گجراتی کی خدمت

وملازمت مین تہا۔ راجہ اُسکے ساتہہ حسن سلوک کرتا تہا۔ ایکروز سپاہ نے تنخواہ کی بابتہ راجہ سے تکرار کی۔ باہم بحث وتکرار مین تیر وتفنگ کی نوبت پہنچی۔ چنانچہ سبقت کا تیر راجہ کے ہاتہہ پر پہنچا۔ راجہ زخمی ہوا۔ سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی۔ باقی بیگانگان افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق رہا۔ رفاقت کا حق پورا ادا کیا۔ سبقت نے مع رفقا خوب مقابلہ کیا۔ آخر ضرب تیر سے زمین پر گرا۔ اسیر ودستگیر ہوا۔ راجہ گردہر نے اُسکو قتل کیا۔ حکیم چندندرت نے اوسکی تاریخ ایک سال کے تفاوت سے کہی ۵
ہادی سکہراج زما سبقت کرد۔ اور منشی لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے مصرع تاریخ کو درست کیا۔ برابر عدد برآمد ہوتے ہین ۵ کرد سکہراج زما سبقت ہے اُسکا کلیات ضخیم تہا تخمیناً دس ہزار ابیات تہین۔ اسی معرکہ مین تلف ہوگیا۔ تذکرہ خوش گو سے چند ابیات نقل کی جاتی ہین

من اشعارہ از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سواد چمن	کہ دارد زنامم خدا سر سخن
چہ معنی کہ در نسخہ ام صرف نیست	برنگینی حرف شنجرف نیست
کجا شاعری معنی اندیشۂ	بتلمیذ سے حق خرد پیشۂ
خرد پیشہ ام حرف حق میزنم	نقاب سے زتحقیق شق میزنم

بیان کرم امیر الامرا

در اقلیم و آفاق افتاد شور	کہ خورشید بر ظلمت آورده زور
سپاه از شمار کواکب فزون	چو مریخ تیغ آب داده بخون
چہ گویم کہ حیرت شبیخون زده ست	بصحرا فلک خیمه بیرون زده است

مخالف دے چشم عبرت کشاد — که سنّی در عرصهٔ دیوار قلعه فتاد
تو گفتی که معراج حق رو نمود — در آسمان بر پیمبر گشود

چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تھا۔ بحر مین نہین آسکتا تھا۔ مگر بسکتہ اس حسن ادا سے ادا کیا۔ ٥

بنامش که شیر حق از آلهی است — ادب سکته معذور اسد اللهی است
چو نوبت بعالم علیخان رسید — ظفر آفرین آفرین خوان رسید
ببالای فیل آن جوان غیور — نمایان چو رمز تجلی ز طور

از غزلیات

مده تکلیف حمی آن دلبر گیسو مسلسل را — که هم درد سر شد بر جبین تعویذ صندل را
بیادت از کتاب دل کجا حرفی بود ظالم — لطیفه خوانده بودی بین گلستان باب اول را
بفقر آمادگان هرگز نسازد ننگ رسوائی — بگو با تاج تا پوشد همان بیسر کل را
کلفت انجامیم ویرانی چه و تعمیر چیست — ولہ — گر ز مستی گر نباشد خاک دامنگیر چیست
عبرتی آخر ز طفلی جز گناهت کار نیست — خون مادر خورده ای غافل ز خود تقصیر چیست
چه خون در دل قمری نکرده ظالم — ولہ — بباغ رفتی و شمشاد و سرو قد برجاست
هر که نظاره بران مصحف رخساره کند — ولہ — یاد گیرد سبق بوسه و تکرار کند
او بفکر من است و من فانیم — ولہ — بندگی هم خدای حی دارد
چو نقش پا بسر کوی انتظار کسی — ولہ — نشسته ام که شوم خاک رهگذار کسی
مرا چو رشتهٔ رگ جان بجوش می پیچید — خدا نکرده که افتد گره بکار کسی
شد از خطوط شعاع این سخن مبرهن — که هست در دل خورشید خار خار کسی

زرنگ باختن یار سخت حیرانم
خدنگ او ز بالطف ناشستہ بیرون رفت

ببزم وصل بتان بہ کہ شمع سان سبقت
بسکہ محو سعی بیجا حاصل بود اندیشہ ام

چون تصویر از بساط وہم چیدم بزم بیرنگی
خموشی ساز آرام است ناکسے ہرزہ نالیہا

ہدایت یکطرف ترسم کہ صحبت ہا اثر دارد
اے از نگہ کرم تو بیناے داغ

تو چشم زخس پوشی و خس ہم بیجا
برنگ آئینہ شد گرد و چار کسے

سہی قدان بنشینند در کنار کسے
کنیم نقد دل و جان خود نثار کسے

در دو بدن شد برنگ موج قطع ریشہ ام
فشاندم دامن ہستی بقدر گردش رنگی

شنیدہ ام بقدر از پردہ گوش گر ہنگی
بود شیخ عصا در دست من سبقت کہن ہنگی

دید تو زکوری لت داو سراغ
میلے ست کہ شد سرمہ کش چشم چراغ

سجّاد۔ میر سجاد علیخان بہادر حیدرآبادی

سجّاد تخلص۔ میر سجّاد علیخان بہادر نام۔ آپ مشاہیر امراء حیدرآباد سے تھے۔ شاہیار الملک سے آپکی قرابت قریبہ ہے۔ آپ بیگن پلی کے جاگیرداروں میں سے ہیں آپ نے فارسی میں عمدہ لیاقت و استعداد حاصل کی تھی انشاپردازی و سخن طرازی میں بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے۔ کلام صاف و شستہ ہوتا تھا۔ مہاراجہ بہادر چندولعل نے آپکو بندگانعالی سے سو روپیہ ماہوار مقرر کرایا۔ خانی و بہادری کا خطاب دلوایا۔ آپ خوش طبع و خوش فکر تھے۔ صاحب ہمت و سخاوت تھے۔ مہمان نواز و آشنا پرور تھے۔ آخر آپ ۱۲۶۰ ہجری میں بہشت بریں کو روانہ ہوئے۔ آپ میر عباس علیخان بہادر متخلص کافی کے بھائی حقیقی تھے۔

من اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب ابر سے مشک
تا حشر منفعل ہے اپنی خطا سے مشک

آوے اگر اُسکے کوچہ گیسوئے باغ مین
ٹپکے بجائے دانۂ شبنم قبا سے مشک

ہے جو مریض خال و خط یار سے مسیح
بہتر ہے اوسکے حق مین تمہاری دوا سے مشک

ولہ

فقط سرو چمن شکل سنان ہے مجکو
اژدہا بن ترے ہر نہر روان ہے مجکو

گر نہوئے تو بہار عین خزان ہے مجکو
نکہت تختہ گل موج دخان ہے مجکو

ساکن کوچہ جانان کو چمن سے کیا کام
باب جنت دہن شیر زیان ہے مجکو

ناصحا مغز خراشی تو عبث کرتا ہے
پند سننے کی ترے تاب کہان ہے مجکو

سوز۔ میان عالم خان

سوز تخلص۔ میان عالم خان نام۔ واقع مین آپکی نسب کا سلسلہ شیر شاہ سے منتہی ہوتا ہے۔ لیکن مصلحتہً آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اور خود کو سور ہی مشہور کیا۔ عالمگیری زمانہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوئے۔ چند مدت کے بعد تارک الدنیا ہو گئے۔ بلدۂ اورنگ آباد مین گوشہ نشینی اختیار کی۔ مدت العمر عبادت آلہی مین ہمہ تن مصروف رہے۔ گوشہ نشینی کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے۔ امرا و سلاطین کی صحبت مین قبولیت کا مرتبہ پایا۔ بہادری و دلیری مین مشہور تھے۔ تلاش معاش سے دست بردار ہو کے کسی امیر یا فقیر کے پاس نہین جاتے تھے۔ جب تک زندہ رہے آب و تاب عزت و آبرو کے ساتھہ رہے۔ چونکہ طبیعت مین شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ آپکا انتقال ۱۱۰۹ھ ہجری مین ہوا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ مین مدفون ہوئے ۔ من اشعارہ

مرا گنجفہ بازی بود نظر بازی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ میکند ورق آفتاب آئینہ را

سخن ۔ سید محمد خان بہادر اصفہانی

سخن تخلص ۔ سید محمد خان نام ۔ اصفہانی المولد ہے ۔ شاعر خوش کلام و شیرین بیان تھا ۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تھا ۔ خلیق و لئیق تھا ۔ یاران ہم مشرب کے ساتھہ خوش صحبت تھا ۔ اصفہان سے شہر مچھلی بندر مین پہنچا ۔ تجارت کرنے لگا ۔ شہر مذکور سے مدراس مین آیا نواب امیر الامرا بہادر والی مدراس کی ملازمت مین مشرف ہوا اور خطاب خانی سے ممتاز ۔ پھر چند روز کے بعد والاجاہی زمانہ مین دیوانخانہ کا داروغہ ہوا ۔ اور بہادری کے خطاب سے سرفراز ۔ حیدر آباد دکن مین بطریق سیر آیا ہے ۔ صاحب دیوان ہے دیوان مختصر ہے اسمین چند قصائد و غزلین ہین ۔ آخر ۱۲۱۶ھ ہجری مین سخن گوئی سے خاموش ہوا یعنی فوت ہوا ۔

من اشعارہ الفارسی

بدل خار نے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا
ازین خواری بعالم اعتباری کردہ ام پیدا

اشک خونین ز سراپردۂ دل
میرسد موسم گلکاریہاست

در شب ہجر خیال رخ دوست
سر زند دیدۂ بیداریہاست

آسمان ہرگز دل اہل وفا را خوش نکرد
کار او در بیوفائی چون دل آزارمن

ساقیا فصل گل آمد عندلیبان خوش است
می کشان را روئی گل با نغمۂ مستان خوش است

حسرت دوریت از دیدۂ من خواب ربود
اینقدر رشد کہ بہ خمیازہ ہم آغوشم کرد

بلبل آنکہ ترا نغمہ سرا کرد مرا
نازار رخصت بیدا و مدہ اے طناز
شکوہ از دست تو ہر جا نتوانم کرد

در چمن قمری آن سرو قبا پوشم کرد
کہ دل سوختہ آہنگ میدن دارد
زاری من ببر کو تو دیدن وارد

سعدی

سعدی تخلص - شعراء دکن سے مشہور ہے۔ اسکی زبان روز مرہ دکن سے آشنا۔ دکنی لب و لہجہ اسکے کلام سے ظاہر ہے۔ اسکا مرقد خاندیس مین برہانپور کے قریب جوار مین مشہور ہے۔ صاحب نکات الشعرا نے اسکے دو تین اشعار لکھے ہین۔ انکے سوائے کوئی اور نہین ملے۔ ہم بہی نکات الشعرا سے انہین اشعار کو نقل کرتے ہین۔ بعض تذکرہ نویسون نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکھدیا۔ انہون نے بڑی غلطی کی

من اشعارہ الہندی

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا ہور دکھ دیا
دونین کے گہر مین بہون رو رو نچو دلکو بہرون
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ

تم یہہ کیا ہم وہ کیا ایسی بہلی یہہ ریت ہے
ہیس سنگ کوئیت ہرن ہیا نچا و میت ہے
در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

سید - سید علیخان

سید تخلص - سید علیخان نام - جواہر رقم خان خطاب - سید صحیح النسب ایرانی الاصل تہا فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پردازی و نظم و نثر مین بلند پرواز تہا - سخن سنجی و نکتہ گوئی و شعر مین نہایت ہی ہوشیار و چالاک تہا - آپکا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہین ہوتا تہا

خوش نویسی مین استاد تھا اکثر خطوط حسن خوبی کے ساتھہ لکھتا تھا - عالمگیر نامہ مین ولایت سے ہند مین وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا - اکثر مضامین شاہی اسی بزرگ کے قلم سے لکھائے جاتے تھے - بادشاہ نے خوشخطی کیوجہ جواہر رقم خان کے خطاب سے ممتاز فرمایا تھا - اکثر اوقات بادشاہی مسودات کو بیضہ کرتا تھا ۱۰۸۶ھ ہجری مین فوت ہوا - اورنگ آباد دکن مین دفن ہوا - **من اشعارہ**

من آن مرغم کہ نومی در ہر قفس دارم ۔ صفیری می کشم تا نعرہ واری نفس دارم

سرخوش - محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص - محمد علیم الزمان نام - آپ مولوی شیخ وجیہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہین - فارسی عربی مین مستعد طالب العلم ہین تکمیل کی فکر کر رہے تھے کہ شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا تکمیل کتب کی فکر جاتی رہی - بندش و تلاش معانی کی فکر کرنے لگے - آپ امیر احمد امیر لکھنوی سے مشق کرتے رہے - رفتہ رفتہ آپکا کلام پاکیزہ و شستہ ہونے لگا - آپ جو کچھہ کہتے ہین اُسمین شستگی و پختگی نظر آتی ہے ۱۳۰۰ھ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تھے - چند مدت تلاش معاش مین متردد رہے آخر عدالت مالگذاری مین صیغہ دار ہوگئے تھے - چند مدت کے بعد عازم ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون -

من اشعارہ الہندی

قضا ہی ہوگئی مقتل مین مضطرب سرخوش	اگر نہ تھا تو تمھین کچھہ اضطراب نہ تھا
ایک پہلو مین پری ایک طرف حور رہے	ایک طرف نار رہے ایکطرف نور رہے

کرلین گے دہر ہی میں صنم کو تلاش ہم	لین گے نہ جا کے کعبہ میں احسان خلیل کا

سخی - میر خیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میر خیرات علیخان نام - آپ میر امیر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہیں آپکے بزرگ امرا حیدر آباد سے ہیں - نواب روشن الدولہ بہادر مغفور نے آپکو اپنا متبنی کیا تہا - آپ حضور بندگانعالی کے منصبداروں میں شریک ہیں تہوڑی ماہوار یا بجاج پاتے ہیں - فارغ البال و خوش حال ہیں - آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی مرزا مستیا بیگ منتہی کے شعر گوئی میں شاگرد ہیں - خوش فکر و خوش گو کلام ہے -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن میں نہ بلبل کا نام تک باقی	دیا ہے حکم یہ گلچیں نے باغبانوں کو
یہہ آہ وہ ہے رکے گی کبہی رو کے سے	یہہ تیر وہ ہے کہ توڑے گا آسمانوں کو
اب آرزوئے رہائی نہیں رہی صیاد	قفس میں بہول گئے اپنے آشیانوں کو
اگر وصال نہیں تو خط و پیام سہی	برائے صبر دل بیقرار کچھہ تو ہو
مجہے ہے فکر سخن اسلئے سخی دل سے	جہان میں بعد فنا یادگار کچھہ تو ہو

سامی - سید عبد القادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد وطن ہے - سادات صحیح النسب تہے - آپکے جد بزرگوار سید فیض اللہ المخاطب بسید ہدایت اسدخان شاہجہان کے عہد میں جلیل القدر خدمات پر مامور تہے - اور عالمگیری زمانہ میں آخر عمر میں

اورنگ آباد دکن مین بادشاہی لشکر کے ہمرکاب آئے۔ محمد اعظم شاہ کی سرکار مین کتب خانہ وجواہر خانہ وخوشبو خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔ آپکے والد ما جد بھی اعظم شاہ کے بعد نوکری چھوڑکر فقیر ہوگئے۔ نواب مغفرت مآب کے زمانہ مین نہصدی منصب پر سرفراز تھے آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابھی آپ آغوش مادر مین تھے کہ والد بزرگوار نے رحلت کی۔ آپکا نشو ونما جد بزرگوار کے سایہ محبت مین ہوا۔ اور آپنے بقدر ضرورت تربیت وتعلیم بھی پائی۔ پھر جد بزرگوار بھی بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ عالم تنہائی مین رہے افسوس وحسرت کے سوائے کوئی یار وغمگسار نہ تھا۔ خانہ داری خاندان پرری کا بار آپکے سر پر پڑا۔ بامر مجبوری سر پر لیا جسقدر آفتین اور مصیبتین پیش آئین سہتے رہے زمانہ کی گردشون کو جھیلتے رہے۔ مگر باوجود ان مصائب وتکالیف آپکو علم کی تحصیل کا شوق تھا۔ دلمین ولولہ وجوش تھا۔ ہونہار تھے۔ جب گھر کے انتظام سے فرصت ملتی تب علما کی مجلس مین جاتے جہانتک ہوسکتا استفادہ حاصل کرتے۔ اسیطرح ایک زمانہ تک ملازمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہوکر علما کے سلسلے مین داخل ہوئے سرکاری منصب دار تھے گذراوقات کے لئے کافی ماہوار پاتے تھے۔ زیادہ کی ہوس نہین کی۔ قناعت گزین ہوئے۔ ماحصل پر شاکر وصابر رہے۔ موزون الطبع تھے جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین پیش قدمی کی اس میدان مین ایسی چستی وچالاکی سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ اور شاعری کو ایسی زیب وزینت دی کہ ہر ایک مجلس مین آپکی شاعری جلوہ افروز تھی۔ اور آپکے کلام کے چرچے گھر گھر ہونے لگے۔ نقادان سخن غور وفکر سے پڑھنے لگے۔ سبنے آپکو کھرا پایا۔ آپکی لیاقت واستعداد کو مان لیا۔ موجودہ شعرا مین ایسی شہرت پائی کہ استادی کے درجہ کو

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپکی شاگردی کے سلسلہ مین آئے اور درجہ کمال کو پائے۔
آپ شاعر پرگو خوش مزاج ظریف الطبع سلیم الوضع تھے۔ صاحب خلق خندان جبین
وشگفتہ رو تھے۔ صلح کل صاحب توکل مستغنی از چیزنا بکل تھے۔ درویش دوست
غریب آشنا حق شناس و حق نما تھے۔ آپکو قادریہ طریقہ مین بیعت و اجازت حاصل تھی
پیری مریدی کا طریقہ جاری تھا۔ آپ بافیض تھے۔ خلائق آپکی فیض نعمت سے فیضیاب
ہوتی تھی۔ ایک جہان آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتی تھی۔ آپکی خانقاہ کیا امیر و فقیر کیا
شاہ و وزیر سب کا مرجع تھی۔ حصول مآرب مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشق رسول اللہ صلعم
شائق فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیت و اہل اللہ کے مداح تھے۔ خدا کی راہ مین جان نثار اور
اُسکی محبت و عشق مین زار و نزار تھے۔ آپکی ہمدردی و رفاہ عام کا عام مین نام تھا۔
خلائق کی حاجت روائی آپکا کام تھا۔ اکثر شہر کے عمائد و امرا آپ کے مرید و معتقد تھے
جو کچھہ آپکی نظر مین آتا تھا سب فقرا و غربا پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ شہر مین آپکی خانقاہ
اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافرون کی فرودگاہ تھی۔ دونون مقام مین مسافرون کو گھر سے
زیادہ آرام ملتا تھا۔ آپ مہمان نواز و غریب پرور تھے۔ مہمان کی دلداری و غمخواری
کرتے تھے۔ جو مسافر طالب دنیا ہوتا اُسکی سعی سفارش کر کے ملازم کراتے تھے۔ جو طالب
خدا ہوتا تھا اُسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ آپ ہمیشہ سفارش کرتے
تھے۔ اور یہی آپکی عادت مستمرہ تھی۔ ایک دن ایک امیر سے کسی مسافر غریب کی سفارش
کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ آیندہ کسی کی سفارش نکرین عرض کیا کہ حضرت اسوقت
جسقدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور اقرار کیجئے کہ آیندہ کسیکے بارہ مین نہین کہون گا

اقرار مع الشرط ہونا چاہیئے۔ آپنے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ آیندہ جب سفارش کرون تو مجکو شہر بدر کر دینا۔ امیر بھی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے اُن کی سفارش کی۔ وہ سب آپکی بدولت نوکر ہوگئے۔ پھر چند روز تک خاموش رہے۔ اسی عرصہ مین چند بزرگ آپکی خدمت مین آئے اور گذارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچھہ تدبیر کیجئے۔ خدا و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبونکا کام آپکی عنایت سے حاصل ہوگا۔ آپنے فرمایا اچھا چلو۔ سب کو ساتھہ لئے اپنا بستر و بدنا بھی باندہ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین اپنے اقرار پر قائم ہون مجھے اُس سے انکار نہین۔ ان غریبون کا نام تختہ مین ثبت فرمایئے اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد و تیار ہے۔ بستر و بدنا دکھا دیا۔ امیر قدمون پر گر پڑا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہین رہیئے آج سے آپکو اجازت عام ہے ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہیئے۔ واہ رے امیر واہ رے فقیر دونون آفرین کے لائق ہین۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل مین کہتے ہین کہ اول کا زمانہ متبرک تھا۔ اور اہل زمانہ بھی بزرگ تھے۔ عوام کا یہہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہی ہے مگر نیکی و بدی سے بلحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹھیک و درست ہے۔ اہل زمانہ بھی اچھے ہین ہان اتنا فرق ہے اُسوقت کے لوگ نہایت عمدہ و درست تھے۔ اکثر کیا علما و کیا مشائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بھی کمتر مرد نیکو و خوشخو ہین۔ آجکل امرا مین بہ نسبت فقرا ملائکہ خصائل زیادہ نکلین گے۔ ہم اس موقع پر جو ایک واقعہ ہمارے وزیر باتدبیر امیر الامیر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ مدار المہام سرکار عالی کے پاس گذرا۔ وہ یہہ ہے کہ تھوڑے دن گذرے کہ حیدر آباد مین مشہور ہوا کہ وزارت بدلتی ہے کوئی دوسرا وزیر مقرر ہوتا ہے اس موہومی خبر سے عام کے دلون مین تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی امیر نے ایک درخواست

بچون کی منصب کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین پیش کی۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ
آپ جلد منظور کیجئے۔ نواب صاحب نے درخواست رکھہ لی۔ پھر صاحب درخواست نے
عرض کی۔ آپنے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کیجئے مین کردونگا
آخر بمصداق صاحب الغرض مجنون پھر عرض کیا جلدی نکرون تو کیا کرون نہین معلوم
کل کیا ہوتا ہے۔ شاید آپ نہ رہین۔ نواب صاحب خاموش ہوئے۔ اُس امیر کو کچھہ جواب نہین دیا
جو کچھہ کام تھا پورا کردیا۔ دیکھئے نواب صاحب کا کیا حلم و کیا رحم ہے کہ کچھہ نہین کہا اور
اُس غریب کا کام کردیا۔ فی زمانناہی ہمارے شہر مین اسی طرح کے بہت سے امرائے قدیم
موجود ہین جنکا خمیر ہمدردی غربا و فقرا ہے فقیر مولف نے ہر ایک کے حالات و عادات محبوب الانجمن
تذکرۂ امرا و زرائے دکن مین لکھے ہین۔ ابھی یہہ تذکرہ طبع نہین ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد
طبع ہوگا۔ چمنستان شعرا مین مرقوم ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۹۶ھ ہجری مین واقع ہوی
اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تھے۔ اور آپ نے ایک قصہ سرو شمشاد
کے بیان مین لکھا۔ اسکے اشعار چند ہزار تھے۔ اب وہ قصہ نادرالوجود ہے۔ پھر از سر نو
گیارہ سو بچھتر مین اُسکو تیار فرمایا۔ ہم اُسمین سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرینگے
آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے آپنے ایک سرو شمشاد کا قصہ لکھا۔ مثنوی کی
طرز پر تھا۔ کئی ہزار اسکے اشعار تھے۔ ایکوقت سوء اتفاق سے قصہ مفقود ہوگیا۔
آپ کو اُسکے تلف ہونیکا بہت رنج ہوا۔ پھر آپنے ۱۱۷۵ھ ہجری مین از سر نو قصہ کو تصنیف
فرمایا۔ آپکا کلام نہایت رنگین ہے۔ ایہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ سے
مملو ہے۔ الفاظ شستہ با معانی برجستہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے
مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔ اسیطرح آپکا دیوان بھی مضامین شیرین و معانی رنگین کا

چشمہ ہے۔ غزلہائے نمکین کبتہائے دلنشین و مخمسات و مستزاد و رباعیات و قطعات و قصائد لائق تحسین و آفرین کا کشکول ہے۔ آپکے اکثر قصائد خدا و رسول صلعم و اہل اللہ کے فضائل و مدایح مین ہین۔ چمنستان شعرا مین شفیق اورنگ آبادی لکہتے ہین کہ دکن مین اکثر اہل دکن آپکے معتقدین تہے۔ آپ اورنگ آباد حیدرآباد بیدر وارکاٹ و سورت و کوکن و برار مین دورہ فرماتے تہے۔ اور فقیر سے صحبت دلی رکہتے ہین۔ فیما بین مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی ۱۱۷۵ھ ہجری اورنگ آباد مین رونق افزا ہین۔ مین اکثر اوقات آپکی خدمت مین آمد و رفت کرتا ہون۔ اور آپ بہی کبہی کبہی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہین۔ انتہی کلامہ

آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تہے۔ روشن ضمیر و دستگیر تہے۔ اعانت و ہمدردی مین قصور نہین فرماتے تہے۔ آپکی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تہی۔ ہندو و مسلمان سے موافق تہے۔ صلح کل کا طریقہ مرغوب تہا۔ ہر ایک کو خوش رکہنا مطلوب تہا۔ دلجوئی و دلداری آپکا کام تہا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار مین آپکا نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

مین ناظرین کی خدمت مین نہایت افسوس کے ساتہہ گزارش کرتا ہون کہ آپ کا دیوان و قصہ سرو شمشاد میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تہا۔ میرا کتبخانہ ۱۳۲۶ھ ہجری مین موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگیا۔ صاحب ترجمہ کا دیوان و قصہ سرو شمشاد بہی کتبخانہ کے ساتہہ نذر آب و تلف ہوگئے۔ چونکہ مین نے آپکی سوانح عمری کے خاتمہ پر آپکے اشعار انتخابی نہین لکہے تہے۔ اسوقت اشعار کی بابت

بہت کچھہ پریشان ہوکے کتبخانہ آصفیہ و کتبخانہ مختاریہ میں دیوان و قصہ کو تلاش کیا۔ نہیں پایا۔ بامر لاچاری اشعار کے لکہنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان و قصہ کی تلاش میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اگر ملجائیں گے تو اسمیں سے آپکے نتائج طبع کو ضمیمہ میں لکہہ دونگا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

سالک۔ مرزا قربانعلی بیگ

سالک تخلص۔ مرزا قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مرزا عالم بیگ کے خلف الصدق ہیں۔ آپ مولداً حیدر آبادی مسکناً دہلوی تہے۔ لیکن آپکی تربیت و تعلیم دلی میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ الور کی ریاست میں خدمت و کالت پر متقرر تہے۔ چند مدت کے بعد الور سے قطع تعلق کر کے حیدر آباد دکن میں آئے صیغہ تعلیمات میں سررشتہ داری کی خدمت پر متعین ہوئے۔
آپکو اولاً تلمذ مومن خان دہلوی کی خدمت میں تہا۔ ثانیاً مرزا غالب کی خدمت میں مستفید ہوئے۔ ابتدا میں بمناسبت نام قربان تخلص کرتے تہے۔ آخر مرزا کی شاگردی میں سالک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن سنج و سخن فہم تہے۔ خوش مزاج و شگفتہ جبین شعر و شاعری کے فنون سے ماہر۔ و محاورات فارسی ہندی سے واقف۔ فلسفی مشرب۔ ہمدردی بہتری قوم کے خواہان ہوتے تہے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک رسالہ حیدر آباد میں شایع کیا۔ اسمیں اکثر مضامین مفید ہوتے تہے۔ اصل میں رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مولوی سید حسین صاحب المخاطب بہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات سابق تہے۔ اور ہمارے سالک صاحب

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تھے۔ رسالہ میں اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تھے۔ اگر وہ رسالہ ابتک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا افسوس ہماری مصلحین قوم نے اسکے بقا کا لحاظ نہیں کیا حیدرآباد میں ہر ایک چیز کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتھہ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر چند ہی روز میں اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقیر مولف کو بجز اسبات کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نمائش ہوتی ہے۔ اگر واقع میں نمائش ہو تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے ہان موجد کی سیقدر نمائش و شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی و جوانمردی وہ ہے جس کام کی ابتدا کرین اُسکو خوبی کے ساتھہ درجہ کمال کو پہنچائین۔ تاکہ قوم کے خاص عام اس سے مستفید ہو جائین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہے۔ آپکی رحلت ۱۲۹۱ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی عمر تخمیناً ساٹھہ پینسٹھہ برس کی تھی۔ باوجود ضعیفی مزاج مین چستی و چالاکی تھی۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تھے اُسکو پورا کرتے تھے۔ خوش خلاق و با مروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روئی کے ساتھہ ملتے تھے۔ خاص حیدرآباد مین آپکے اکثر تلامذہ موجود ہین۔ آپکا ایک فرزند محمد مرزا متخلص بہ عابد وظیفہ خوار سرکار عالی نظام موجود ہے۔

من اشعارہ الہندی

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا
تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین اپنا
رہے آشنائی فقط نام کی

خدا کو کر کے چلا تاہون نگاسبان اپنا
گویا ہمارے واسطے کچھہ بھی بنا تھا
وہ نام آشنائی زبان رہگیا

میرا ہوا آشیانہ اور آدھا جلا ہوا — بجھ بھی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا

وله
میں نکلتا تری محفل سے اکیلا اے کاش — غم یہ ہے ساتھ میرے غیر کا ارمان نکلا

وله
سالک جو کوئی عشق میں مجھکو برا کہے — تکتا ہوں منہ کو اور یہ کہتا ہوں ہاں درست

وله
مایوس و ناامید ہیں کیا مدعا سے ہم — کہتے ہیں اور کہتے ہیں کس التجا سے ہم
کاش اے سپہر تجھ سے ہی کہتے تو سہل تھیں — وہ خواہشیں کہ یہ کہتے ہیں اس بیوفا سے ہم
فرط نشاط وصل سے ہے ڈر کہ مر نہ جائیں — ذکر غم فراق ہے چھیڑیں بلا سے ہم

وله
تیرے کوچہ کی مجھپر راہ ہے تنگ — کہ آتا ہے نگاہ پاسبان میں

وله
طالب وصل پہ کہتے ہو یہ تکرار نہیں — خوش ہوں ان دو نفیوں میں اثبات ہی انکار نہیں

وله
شکر کیجے مگر افسردہ سے ہو کر کیجے — تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہیں

وله
لاغری سے نظر آتا کہیں نخچیر نہیں — تیر بہکے تو کماندار کی تقصیر نہیں
اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو — قتل کو آتے ہیں اور ہاتھ میں شمشیر نہیں

وله
وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو — اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو

وله
شکر کیجے کہ نہیں تاب تکلم مجھکو — ورنہ اسطرح بھی جو چاہو کہو تم مجھکو
اسکو دیکھو کہ وہ ہے مجھسے سوا گر دشمن — آسمان بنکے ستاتا نہ کہیں تم مجھکو
کوئی تو بات ہنسی کی نکلے — خندۂ صبح قیامت ہی سہی
جان ہی دیکے عشق میں گزری خیر — آگیا کچھ لیا دیا آگے
ہوں میں وہ صید کہ رویا کری صیاد مجھے — ہوں میں وہ کشتہ کہ پیٹا کری جلاد مجھے

آمادۂ ستم فلک و یار کینہ جو
پیغام موت کا مجھے اب جا بجا سے ہے

سرمد - حکیم سعید - المعروف بہ صوفی سرمد

سرمد تخلص - حکیم سعید نام - آپ اصل مین قبائل ارامنہ سے تھے تحصیل علوم سے فارغ ہونیکے بعد پیشہ تجارت مین مصروف ہوئے - تجارت کی وجہ عراق عرب و عجم مین اکثر اوقات سیاحت فرماتے تھے - چند مدت کاشان مین سکونت پذیر رہے - آپ کی طبیعت تصوّف و تعرف کیطرف مائل تھی - آپ سیاحت مین بزرگان بلاد و امصار سے ملتے تھے - ہر ایک بزرگ کی خدمت سے مستفید ہوتے تھے - بزرگان صاحبدل کی توجہ سے آپکے دل مین عشق و محبت کی آگ مشتعل ہوئی - پھر آپ کاشان سے برآمد ہوئے - سیر و سیاحت کرتے ہوئے شہر تتہ سندہ مین پہنچے - وہان ایک ہندو بچے پر جسکا نام ابھی چند تھا فریفتہ ہوئے - چنانچہ خود صوفی کہتا ہے ؎

نمیدانم درین چرخ کہن دیر خدائے من ابھی چندست یا غیر

اسی لڑکے کے عشق مین تمام مال و اسباب کو مساکین پر تقسیم کردیا - جو کچھہ میسر تھا کل لٹا دیا - بقدر ضرورت بھی کوئی چیز باقی نہین رکھی - یہانتک کہ جامہ پارچہ ستر عورت و بدن کیلئے بھی نہین رکھا برہنگی اختیار کی - آپکا لڑکے پر فریفتہ ہونا صادقانہ تھا لڑکے کے والدین نے آپ کی پارسائی و پاک طینتی دیکھہ کے چند روز آپ کو اپنے گھر مہمان رکھا آپ محبوب کے در پر پڑے رہتے تھے - ہر وقت محبوب کے دیدار و درشن مین محو رہتے تھے آپنے لڑکے کو توریت و زبور پڑہائی - لڑکے کو اپنی محبت کی کشش سے اپنے طرف کھینچ لیا - لڑکا آپ سے ایسا مانوس ہوگیا کہ تمام خویش و اقارب سے برخاستہ ہوکے آپکے ساتھہ ہی خاک نشین ہوگیا - بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ آپ مع ہندو بچہ تتہ سندہ سے

حیدرآباد دکن مین آئے۔ چند مدت قیام پذیر رہے۔ پھر یہان سے دارالخلافہ دہلی مین پہنچے۔ شاہزادہ دارا شکوہ جو فقرا کے طرف زیادہ مائل تہا آپ کو مصاحبت مین رکہا۔ اور اعلیحضرت قران ثانی کے خدمت مین صوفی کی تعریف و مدح کرتا تہا۔ اعلیحضرت قران ثانی نے ایکروز عنایت خان آشنا کو صوفی کے حالات دریافت کرنیکے لئے بہیجا۔ خان مذکور حال دریافت کرکے آیا۔ عرض کیا۔ اور یہہ بیت پڑہی ؎

بر سرمدبرہنہ کرامت تہمت است　　کشفے کہ ظاہر است ازو کشف عورت است

پس اسی اثنا مین زمانہ مین انقلاب پیدا ہوا۔ دارا شکوہ اسیر و قتل ہو گیا۔ اور ۱۰۶۹ ہجری مین اورنگزیب عالمگیر اورنگ نشین ہوا۔ صفحۂ عالم سے اکبری و جہانگیری رسوم محو ہوئے مراد بخشی و دارا شکوہی بدعتین مٹ گئین عالم گیر کے خوف و رعب سے تمام اہل بدعت و زندقہ مشرب توبہ و اصلاح کے طرف متوجہ ہوئے۔ اکثر دیوانے و برہنہ تن ہشیار و صاحب لباس ہو گئے۔ شرع و دین کا بازار گرم ہوا۔ لہو لعب کا چراغ بجہ گیا۔ حسب الحکم بادشاہ سنہ سوم عالمگیری مین قاضی عبد القوی صدر نے صوفی سرمد کو لباس کی تاکید کی۔ صوفی نے قبول نہین کیا۔ ہر چند کہ کہا گیا۔ راضی نہین ہوا۔ قاضی نے سوال کیا کہ آپ برہنہ کیون رہتے ہین۔ جواب دیا کہ شیطان قوی ہے۔ اور یہہ رباعی پڑہی ؎

خوش بالائے کرد چنین پست مرا	چشمے بدو جام برد از دست مرا
او در بغل منست و من در طلبش	دزدے عجبے برہنہ کردہ است مرا

قاضی مذکور صوفی کے جواب سے نہایت غضبناک ہوا۔ بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ عرض کیا کہ وہ واجب القتل ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ صوفی کو دربار مین حاضر کرین۔ تمام علما اس سے بحث کرین۔ اگر واجب القتل ثابت ہو جائے تو قتل کرین۔ حسب الحکم صوفی دربار مین

حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کہتے تھے کہ داراشکوہ بادشاہ ہوگا آپکا قول غلط ہوا۔ صوفی نے کہا غلط نہیں ہے وہ بادشاہ ہوگا۔ صوفی کا جواب مجذوبانہ تھا۔ پھر بادشاہ نے سوال کیا کہ کلمہ لا الہ پر زیادہ نہ کہنا کیا وجہ ہے۔ صوفی نے فرمایا۔ کہ مین ابھی نفی مین مستغرق ہون۔ نفی کے بعد اثبات ہے۔ پھر ستر عورت و توبہ کی بابت کہا گیا قبول نہین کیا۔ اور یہہ بیت پڑہی ؎

عمریست کہ آن جلوہ منصور کہن شد	من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آخر ملا عبد القوی نے باتفاق علما دلائل شرعی کے ساتھہ قتل کا فتوی تیار کیا۔ بادشاہ نے سرمد کے قتل کا حکم دیا۔ صوفی کو قتل گاہ مین لائے۔ اسوقت زبان سے یہہ بیت پڑہتا تھا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخے کہ با ما یار بود	قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

جب جلاد آیا تلوار کھینچ کے صوفی کے طرف متوجہ ہوا۔ صوفی جلاد کیطرف دیکھہ کے کہتا تھا تو جس صورت مین جلوہ نما ہوتا ہے مین تجکو پہچانتا ہون اور یہہ بیت پڑہی ؎

رسیدہ یار عریان تیغ ایندم	بہر رنگے کہ آئی می شناسم

اور یہہ بیت بھی پڑہی ؎

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم	دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

قتل کیلئے چاہتے تھے کہ دستور کے موافق اسکی آنکھین بند کرین۔ صوفی نے منع کیا۔ مردانہ سر تہ تیغ کیا۔ جلاد نے ایک ہی وار مین سر تن سے جدا کیا۔ کہتے ہین کہ سر تن سے جدا ہوئے وقت تین مرتبہ لا الہ کہا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۰۷۳ ہجری مین واقع ہوا۔ دہلی کی جامع مسجد کے مقابل مدفون کیا گیا۔ بزار و تبرک یہ مشہور ہے کہ صوفی کا سر جب تن سے جدا ہوا یہہ بیت

مقتول کے جسم بے سر نے اپنے انگشت دست کی قلم خون کی سیاہی سے یہہ شعر دیوار پر لکھا۔ میرے نزدیک یہہ الحاقی معلوم ہوتا ہے کسی معتبر تاریخ سے اس بات کا پتا نہیں ملتا شاید بخرق عادات سے ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال **هو هذا**

سر بر سر راہ تو فدا شد چہ بجا شد	این بار گران بود ادا شد چہ بجا شد

من رباعیات

سرمد غم عشق بو الہوس را ندہند		سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار		این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند
سرمد گلہ اختصار می باید کرد	ولہ	یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد		یا قطع نظر زیار می باید کرد
سرمد کہ ز جام عشق مستش کردند	ولہ	بالا بردند و بازپستش کردند
میخواست خدا پرستی و ہشیاری		مستش کردند و بت پرستش کردند
آنکو کہ سر حقیقتش باور شد	ولہ	خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ برشد احمد بفلک		سرمد گوید فلک باحمد در شد

بعض مورخین نے لکھا کہ یہی رباعی سرمد کے قتل کی باعث ہوئی اس لئے کہ اسکی اس سے معراج کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ رباعی

سرمد اگرش وفاست خود می آید	در آمدنش روا است خود می آید
بیہودہ چرا در پی او میگردی	بنشین اگر او خدا است خود می آید

سنجر۔ مرزا سنجر

سنجر تخلص۔ میرزا سنجر نام ہے۔ آپ میر حیدر معمائی کاشانی کے فرزند ہین۔

شعر و شاعری مین حیثیت چہارک تہا مضامین تازہ و معانی شگفتہ کا موجد تہا۔ مدت تک اکبری دربار مین پدر و پسر ملازم رہے۔ ہمیشہ بادشاہ و شاہزادون کی مدح مین قصائد منظوم کرتے تہے۔ خوب انعام و اکرام پاتے تہے۔ آخر ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کی خدمت مین آیا۔ اُسوقت شکستہ حال و پراگندہ بال تہا۔ عادل شاہ نے اسکے شکستہ حال کو لطف و کرم کے مومیائی سے درست فرمایا۔ ایک زمانہ تک خوش و خرم رہا اشعار مین اکثر زمانہ کی شکایت کرتا ہے۔ پس چند مدت کے بعد شاہ عباس ماضی کا فرمان مع خلعت فاخرہ اسکے نام سے صادر ہوا۔ لیکن فرمان کے وصول ہونے سے قبل یہان اسکی اجل کا فرمان پہنچ گیا۔ فوراً عالم بالا روانہ ہوا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

شہر حسن است بہر جانب بازار مرا — تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا

ولہ
نہ تاب دیدن و نی طاقت شکیبائی است — تو چون نقاب کشی چشم بر تماشائی است

ولہ
محققان کہ ز دریائے علم در جوشند — چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند

ولہ
آتش خرمن منی شبنم کشت دیگران — دوزخ من چرا شدی بہشت دیگران

ولہ
تو خود ناخواندہ اے شوق امشبم بر و بنرم او — نمیدانم کہ خواہد خواست فردا عذر غیرت را

ولہ
اے غم ہجر ہیش ازین جائے تو نیست در دلم — یا بگذر ازین سرا یا بنما قبالہ را

ولہ
با عجز شمنیم و حریفان زبون طلب — اے خون ما بگردن طبع غیور ما

ولہ
شرم باد از اہل مجلس سخن بیقدر را — تا یکے ناخواندہ آید چند لی رخصت رود

ولہ
برگ سبزی ہم نیاوردی ہے بیطالعی — از گلستانے کہ نرگس گل بدامن می کند

ولہ
جمعی کہ از تقرب او گفتگو کنند — ترسم خجل شوند اگر رو برو کنند

ما ہم بہ آرزوی شہادت رسیدہ ایم خوبان صواب نیست کہ فکر دیت کنند

وله

ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود بیروم طبع ترا ز بادہ مکدر نمی کنم

وله

الماس بدل انباشتم و منت کشم از خود من لذت این زخم بسوزن نہ پسندم

وله

اگر از دامن محمل کشیدم دست تابی بپای ناقہ افتادم بگرد ساربان گشتم

وله

امشب ای ہمسایہ او مہمان من از خود رفتہ ام گر کسی احوال من پرسد بگو در خانہ نیست

وله

مہر آید بتماشای تو با تیغ و ترنج گو بیا گر ہوس دست بریدن دارد

وله

مرا کہ سینہ زمین نمک فروشان است داغ سوزی مرہم بداغ من غلط است

وله

نیست در راہم آزادی این مرغ اسیر ورنہ صد مرتبہ گرداند بگرد سر خویش

وله

این زمان بی نسبتم سنجر و گرنہ پیش ازین دست من در زلف او گستاخ تر از شانہ بود

وله

میگذارد دگر نگاہ کرم در کارش کنم سخت محجوب است میخواہم کہ میخوانش کنم

وله

وقت است کہ چون صبح ببالین من آئی شمع سحرم یک دو نفس بیش ندارم

وله

ناخن زدہ است بوی گلی بر مشام ما ہان ای طبیب ہست علاج زکام ما

وله

یکشب چراغ خلوت ما می توان شدن تا کی چو صبح خندہ توان زد بشام ما

داغم نمک خشک شد و زخم بالماس آگہ کن ازین تجربہ مرہم طلبان را

حاجت روا نگشت مرا حاصل دو کون صرف چراغ مسجد و شمع مزار شد

سالک - سید غلام حسن القادری الرضائی

سالک تخلص - سید غلام حسن نام آپ سید شہاب الدین بن سید محمد اسحٰق قادری کے
خلف رشید ہیں - آپکی نسب کا سلسلہ حضرت سید عبدالرزاق فرزند دوم حضرت سید

محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد امجد بغداد سے ہند میں تشریف لائے۔ اولاً ملک دکن کیطرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ جنیر میں جو دکن کے مشہور قلعجات سے ہے سکونت پذیر ہوئے۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ آپکے اجداد اسلاف سے ایک بزرگ بطریق سیر سیاحت بغداد سے ہندوستان میں آئے۔ صوبہ پنجاب میں پہنچ کے پرگنہ بہرہ میں سکونت پذیر ہوئے خلائق کو ہدایت و ارشاد سے جہانگیری زمانہ تک سرفراز فرماتے رہے۔ اہل ہند جوق جوق حسن عقیدت سے دائرہ بیعت میں داخل ہوتے تہے۔ سالک صاحب ترجمہ کے جد امجد سید محمد اسحق قادری یتیم تہے۔ اور اپنے جد محمد یعقوب کی خدمت میں تربیت و تعلیم پاتے تہے۔ جد بزرگوار ہی یتیم کے مربی و سرپرست تہے۔ حسن اتفاق سے سید محمد یعقوب نے سیاحت عرب کا عزم بالجزم کیا۔ سید محمد اسحق بہی دادا کے ہمراہ بغداد شریف وغیرہ مقامات متبرکات میں گئے حج و زیارت روضہ منورہ و دیگر مقامات متبرکہ سے مشرف ہوئے۔ شاہجہانی زمانہ تک عرب میں رہے وہاں علم حدیث و فقہ و تفسیر سے فارغ التحصیل ہوئے پہر آپ عرب سے ۳۳ جلوس شاہجہانی میں ملک دکن میں وارد ہوئے۔ آپنے قلعہ جنیر میں سکونت اختیار کی۔ اشاعت اسلام و ہدایت دین میں مصروف ہوئے۔ مدۃ العمر اسی کام میں مشغول رہے۔ اکثر ہنود بت پرست آپکی ہدایت سے خدا پرست ہوئے۔ آخر آپنے سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں اس دار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ سالک صاحب ترجمہ کے والد حضرت شہاب الدین بہی عالم شباب میں عارضہ وبا سے فردوس بریں روانہ ہوئے۔ سالک والد کی رحلت کیوقت طفل شیرخوارہ تہے۔ جنیر میں نشو و نما پائے سن تمیز کو پہنچے اسوقت آپکو تحصیل علوم کا شوق دل میں متمکن ہوا۔ وطن سے برآمد ہو کے دار العلوم گجرات میں آئے

وہاں علمائے معاصرین کی خدمت مین تہوڑے زمانہ مین کتب درسیہ متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بموجب استعداد فطری و ذکاوت جبلی لائق و فائق ہوئے۔ اور حضرت شاہ علی رضا صاحب گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اور احمد آباد گجرات سے مع عیال و متعلقین شہر اورنگ آباد دکن مین آئے۔ اور خاص و عام کو فیض ہدایت سے مستفیض فرماتے تہے۔ اہل شہر امرا و خوانین آپکے ساتہہ حسن اعتقاد رکہتے تہے۔ آپکی خانقاہ غربا و فقرا کی فرودگاہ۔ اور امرا و وزرا کی سجدہ گاہ تہی۔ امیرالامرا حسین علیخان۔ و عضدالدولہ بہادر قسورہ جنگ و نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ و غیرہم آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ آپ فصیح اللسان بلیغ البیان تہے ذہین و فطین تہے۔ حکیم و واعظ تہے۔ وعظ و نصیحت مین فرد کامل تہے۔ سامعین معتقدین آپ کی جادو بیانی سے مسحور ہوجاتے تہے۔ اور مسائل و امر و نواہی سے واقف۔ آپ قوی الحافظہ تہے۔ قرآن شریف کو چہہ مہینہ کی مدت مین حفظ کرلیا۔ جس کے حفظ کی تاریخ یہہ ہے (حفظ حسن) ہر سال ستائیسوین تاریخ رمضان کو شبینہ قرآن ختم فرماتے تہے آپ صاحب التالیف و التصنیف تہے۔ آپکا دیوان مرتب شدہ ہے۔ اور آپنے ایک مثنوی مثل مثنوی مولوی روم لکہی ہے عربی و فارسی دونون زبان مین کامل مہارت رکہتے تہے اخلاق و عادات مین فرشتہ۔ و انسان برگزیدہ تہے۔ علم تصوف و تعرف مین فرد کامل تہے۔ فطرۃً آپکی طبیعت موزون تہی۔ اس لئے اقتضائے طبیعت کبہی کبہی پیرایہ ظہور سے جلوہ نما ہوجاتا ہے۔ جو کچہہ نتیجہ طبع مبارک ہوتا ہے برجستہ و شگفتہ ہوتا ہے۔ پژمردہ کو تازہ و مردہ کو زندہ کردیتا ہے۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سالک کی ولادت سنہ ۱۱۰۰ الہجری مین ہوئی۔ آپکا مولد و منشا احمد آباد گجرات ہے۔ اور آپکو بیعت حضرت شاہ علی رضا بن خواجہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ

گجرات احمد آباد سے اورنگ آباد مین آیا - اور یہان متوطن ہوا - آخر دوم تاریخ جمادی الاولی روز جمعہ قبل مغرب ۱۱۷۳ ہجری مین فوت ہوا - بروز شنبہ قریب مسجد و خانقاہ مین جو آپکی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے - چنانچہ مولف تذکرہ نے مرحوم کی تاریخ کہی ہو ھذہ

سیدی حضرت غلام حسن
در شہود اله مستغرق

بست رخت سفر ازین عالم
داد بزم بہشت را رونق

وقت تحریر خط بخرد و کلان
بر سر نامہ می نوشت سر حق

زین سبب سال و شفیق نوشت
عاشق حق بحق شدہ ملحق

من اشعارہ الفارسی

نثار پرواز د ماغم شب کہ سیراب بود
باد بان کشتی می چادر مہتاب بود

گردش چشم تو از بس ہنگامہ گرم کردہ است
پنبۂ بالین خوابم را چشم سیماب بود

نمی دانم کجا مین ماہ رو آمد در آغوشم
کہ چون ہالہ سراپا حلقۂ گرد و بر دوشم

کمان ابروی رنگین ادائے تا بہ بر آید
تمنا جوش چون قوس قزح یک عالم آغوشم

بسکہ در یاد قدش مصرعِ موزون ہنالی کردہ ام
مصرع ہر سرو گلشن شعر خالی کردہ ام

ہیچ ازین بہبود صفا و تازگی ہر حسن
شنبہ پشت پائش نقش قالی کردہ ام

مست و سرشار و بالا نشئہ جام لبت
بودہ ام از بوسہ کبری اعتدالی کردہ ام

اے بیا آرام جان جائے ترا مانند خواب
باد جو در مردم ندرو دیدہ خالی کردہ ام

خوردہ ام سالک فریب وعدہ و ردفائے بود وصل
سختہ کار عشق بودم خوش سالی کردہ ام

اے لالہ زار از گل داغ تو سینہا
رنگین پر از بہار زر و صفت سفینہا

یکرنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز	نگرفتہ رنگ عکس شخص آبگینہا

سپہری نظام شاہ ہجری

تذکرہ مجمع الفصحا مین لکہا۔ نظام شاہ نام۔ سپہر تخلص۔ منہ

خالت خلیل و چہرہ گلستان آتش است	خطت سیاہے کہ بامان آتش است
پیش رخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد	آتش پرست بین کہ حیران آتش است

باب الشین معجمہ

شوریدہ شیخ سلطان الدین برہانپوری

شوریدہ تخلص۔ شیخ سلطان الدین نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت و ذی استعداد تہا۔ خوشنویسی مین استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکہتا تہا۔ شعر گوئی و شعر فہمی مین مشہور تہا۔ ۱۱۷۵ہجری مین برہانپور سے اورنگ آباد مین آیا۔ چند مدت رہکر پہر وطن مالوفہ کو واپس گیا۔ لچہمی نرائن وغیرہ شعرا کا معاصر تہا اولاً سلطان تخلص کرتا تہا۔ پہر شہیر قرار دیا تہا آخر لچہمی نرائن اورنگ آبادی کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا۔ ۱۱۹۵ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

تذکرہ خزان و بہار کے مولف نے لکہا کہ آپکی مزاج مین ہمدردی قوم مرکوز تہی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکہہ کے مساجد و خوانق مین وقف کرکے رکہتے تہے۔ اور علما و طلبا کی خدمت کو فرض سمجہتے تہے۔ مہمان نوازی مین مشہور تہے۔ نقل ہے کہ ایکروز آپکے گہر ایک مہمان آیا۔ آپنے اُسکی مہمانداری کا اہتمام کیا۔ مہمان ایک رات نماز مغرب کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطرداری و مدارات کی

تمام رات دوست کے گھر پر بسر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ حسب عادت عشا کے
بعد دستر خوان بچھا کے کھانے کے خوان چنے ہوئے مہمان کے انتظار مین بیٹھے۔ اور
گھر کے تمام متعلقین بھی حضرت کے ساتھہ تھے۔ اکثر بھوکے پیاسے سو گئے۔ تمام رات
گذر گئی۔ صبح مہمان آیا۔ آپنے کشادہ روئی سے فرمایا۔ آپ شب کہان تھے ہم تمام
آپکے انتظار مین دستر خوان بچھائے ہوئے رہے مہمان آپکے قدمون پر گر پڑا اور معافی چاہی
حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کر کے فرمایا پروا نہین۔ بزرگان سلف
کی تہذیب و مساعدت آفرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہمکو سلف کے اخلاق و عادات سے
سبق لینا چاہئے۔ فی زماننا اس قسم کے اخلاق و عادات عنقا صفت ہین۔ خدا تعالے
ہمکو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کرین

من اشعارہ الہندی

یک رنگ مین کئی رنگ بتاتا ہے رنگیلا	ہر طرح من کی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
تجھ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول	مین خود ہی سے بیخود ہوا ایسا لکو گیا بھول
رنگین دا سے جب تو گیا باغ مین سجن	ہر نقش پا زمین پہ بنتے گل کے دستے تھے
چشم دریا سے کیون نہووے طوفانی	اشک باران ہنوز جاری ہے

شورش۔ مرزا محمد منعم نذرباری

شورش تخلص۔ مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشانی الاصل ہین۔ مرزا محمد اکبر
طپش کے برادر زادہ ہین۔ حضرت شاہ یٰسین صاحب نذرباری قادری کے مرید و متبنی
تھے۔ زندگی مجردانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچھہ تعلق نہین رکھتے تھے مزاج مین

عجز و انکساری تہی۔ علم موسیقی مین خوب ماہر تہے۔ اس فن مین متقدمین سلف سے
بڑہ گئے تہے۔ سنجیدہ طبع و پسندیدہ فکر شعر گوئی پر فریفتہ عم بزرگوار طپش سے
مشق کرتے تہے۔ چند ہی روز مین اُستاد سے ایسے بڑہ گئے کہ آخر طپش اپنا کلام
شورش کو دکہلاتے تہے۔ آپ درست کردار و وضعدار تہے۔ سن شعور سے تا عمر رنگ لباس
سرمئی زیب بدن فرماتے رہے کبہی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہین کی۔
آپکا کلام نادر الوجود ہے اُسکی وجہ یہہ ہے کہ آپ جو کچہہ کہتے تہے۔ اُن سب اشعار کو
چراغ کی نذر کردیتے تہے۔ طپش نے جو چند اشعار مخفی رکہہ لئے تہے وہی ہین۔ باقی کا
پتا نہین ملا۔ اکثر تذکرون مین ہی چند شعر دائر و سائر ہین۔ ہمنے بہی تذکرون سے نقل کئے ہین
آخر آپ سنہ ۱۲۷۰ ہجری مین فوت ہوئے۔ لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکہی

شاعر خوب میرزا منعم	سمت جنت کے جب گیا از غم
دل نے تاریخ کو کہا مجہ سے	مرگیا آہ شورش ہمدم ۱۲۷۰ھ

من اشعارہ الہندی

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا	بہروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا
جب ستی بہار ہے بر مین جامہ اُجلا و سبز	تب سے پایا گلستن مین سرو نے ایجاد سبز

شرافت۔ سید شریف الدین خان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدین خان نام۔ آپ کے جداد سادات موسویہ
نیشاپور سے ہین۔ آپکے اجداد مین سے ایک بزرگ ہند مین آئے۔ قصبہ کنتور ملک
اودہ مین متوطن ہوئے۔ قاضی محمود کنتوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپکے

اجداد میں تھے۔ آپ شش آب و دانہ اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ شہر کی خدمت احتساب پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت شاہ نظام الدین بلگرامی جو دکن کے مشاہیر مشائخ سے تھے۔ اُن کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ اور اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا۔ نہایت خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ سرکاری خدمت احتساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے۔ شہر کے مشائخ و امرا آپ سے نہایت ہی رضامند و شکر گزار تھے۔ آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے۔ حسن اتفاق میں بے مثل۔ مروت و سخاوت میں بے بدل تھے۔ فقرا دوست و غربا پرور تھے۔ شعر فہمی و انشا پردازی میں یگانہ۔ کبھی کبھی شعر بھی موزون فرماتے تھے۔ ایک کتاب غوث الصمدانی محبوب سبحانی کے مناقب میں لکھی۔ آپ سنہ ۱۱۷۵ہجری میں زندہ تھے۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ہجری بہشت بریں کو روانہ ہوئے۔

من اشعاره الہندی

میں روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا
کہ ہے مدنظر ہر کسکو آخر کام کاج اپنا

بگولے کو نہیں ہے سربلندی خاک بن گزر
سر پر سلطنت کیا چاہیے ہم خاکساروں کو

ہو گئی آنے سے تیری لکھے میخانہ میں دھوم
چشم میں جچتی ہے جیسی کیف کے آئینہ میں دھوم

وصل میں بھی نہیں ہے ہرگز چین بیتابونکو تیں
عشق سے ڈالا ہے دیکھو شمع پروانہ میں دھوم

ایک تیرے جلوہ حسن آراستی
شور کعبہ میں پڑا ہے اور بتخانہ میں دھوم

شہید - ملا باقر

شہید تخلص - ملا باقر نام - بقول مولف گل رعنا آپ طہرانی الاصل قوم ترک سے تھے

وبقول مولف گل عجائب اصفہانی الاصل آپکے جد بزرگوار طہران یا اصفہان سے ہند میں وارد ہوکر احمد آباد گجرات میں متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمد آباد میں ہوی۔ عالم شباب میں ضروری لیاقت واستعداد حاصل کرنیکے بعد نوکری اختیار کی چند مدت تک سلسلہ ملازمت میں رہا آخر نوکری ترک کرکے شہر اورنگ آباد میں آیا اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ چند روز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اور اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفر میں بندر ٹھٹھہ سندہ میں شیخ محمد علی حزین سے ملا شعرگوئی میں شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت وحج سے فارغ ہوکر اورنگ آباد میں واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گھر سے کبھی باہر نہیں آتا تھا۔

صاحب مردم دیدہ لکھتے ہیں فی الواقع میں نے اُسکو فقیر پایا۔ ہرچند کہ شیخ محمد علی حزین سے طرز درویشی اختیار کیا تھا۔ لیکن شیخ سے کچھہ نسبت نہیں رکھتا ہے۔ بزرگ ساختہ نظر آیا۔ عندالملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر باتین کین میں اُن کی خدمت میں صرف ایک ساعت بیٹھکر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔

لچھمی نراین گلرعنا میں لکھتے ہین کہ شہید سخن میں شیخ علی حزین کا شاگرد تھا۔ اور طریقہ سلوک شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل میں کہتا ہے ؎

درسخن حزین سوختہ آب رنگ معنی تصویر ماست

خط نسخ خوب لکھتا تھا۔ اورنگ آباد میں خانہ نشین تھا کبھی گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ آزاد بلگرامی سے محبت کہتا تھا۔ آزاد شاہ مسافر کے تکیہ میں رہتے تھے۔ اُسوقت شہید نے ایک رقعہ لکھا۔ سر رقعہ یہہ بیت تھی ؎

اے صبا بہر خدا کن گوش فریاد مرا یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد از ان زمانہ دراز گذرا کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پھر یہہ بیت آزاد کی خدمت مین بہیجی

ع میان اہل سخن سد آمد و رفت ہست * مگر سخن برود پھر باز دید سخن

پھر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور باہم خوش ہوئے۔ اور مین بہی ایکوقت شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید سخنور صاحبدل و درویش کامل تہا۔ تارک الدنیا۔ طالب فقر و فنا تہا۔ خوش گفتار و خوش کردار تہا۔ آخر الامر تاریخ رجب ۱۱۶۳ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن مین دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی

ع کرد رحلت مقیم گوشہ فقر تیز در فن شاعری ماہر
گفت تاریخ فوت او آزاد گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ لچھمی نرائن گل رعنا مین لکہتے ہین کہ آپکے اکثر اشعار اصلاح طلب تہے۔ جناب آزاد نے درست کئے۔ لیکن فقیر مولف نے طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو قلم انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب و اصلاح شدہ بہی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعاره الفارسی

الہی استقامت در شہادت دہ دل ما را
ہمیشہ سرخرو از خون ما کن قاتل ما را

ولہ

خبر صبا نیست درین گلشن ایجاد شہید
کہ بہ باد نفسے پھر ہوا خواہی ما

ولہ

مرا صحبت مدام آن نرگس بیمار می بخشد
چو مژگان بر نگردانم ازین دار الشفا خود را

سر تمکین او گردم نمی بیند بعجز من
مکرر گرچہ می بندم بپایش چون حنا خود را

ندارم بہتر از تسبیح دست آویز محشر
بصد رہ میرسانم تا شہید کربلا خود را

ای ماه تابان یک شبی همچون حبابان کن مرا   چون هاله گردم گرد تو بر خویش قربان کن مرا

گویند شهید تو همین با ناله و آه حزین   گر از شهیدان نیستم خاک شهیدان کن مرا

جان محبوس بتن بسکه تنگ است اینجا   نمی توان گفت که در قید فرنگ است اینجا

وله

از تو تا دور کرده اند مرا   زنده در گور کرده اند مرا

با دل سرد گرم می سوزم   شمع کافور کرده اند مرا

من کجا شوکت سلیمان کو   کمتر از مور کرده اند مرا

وله

جدا ز آتش لعل تو شد کباب شراب   بیا که چشم براه است از حباب شراب

خم سپهر تهی نیست از می مهرت   هنوز می چکد از چشم آفتاب شراب

وله

شهید راه رو کوی یار نازک است   آهسته پا گذار سر دار نازک است

دارم دلی که خود بخود آزرده می شود   مانند طبع یار چه بسیار نازک است

پژمرده می شود ز نسیم سخن شهید   از گل زیاده لعل لب یار نازک است

وله

کار دنیا همه ناساخته می باید رفت   همچو اشک از نظر انداخته می باید رفت

حسرتی بدتر ازین باز چه خواهد بودن   که ره کوی تو نشناخته می باید رفت

وله

مستی و بخت مرا کلک قضا توام ریخت   بلب یار رسیدیم سیاهی با قسمت

نه اشک برخ و نه آه در جگر باقیست   شده است زاد سفر آخر و سفر باقیست

وله

بیهوده دست بر سر خود عمرها زدم   کاری ز من نیامد و دستم ز کار ماند

وله

در خیالش رفته ام از خود خبردارش کنید   بخت من عمریست تا خوابیده بیدارش کنید

وله

از شکست دل صدا بیرون نیاید جز خدا   تا بود ممکن ز خود هرگز دلی را نشکند

وله

حاصل ز ندگانیم نیست بجز انفعال   همچو حباب میروم کیسه تهی و چشم تر

وله
مرا لیاقت این کو که با تو چهره شوم — همین بروی تو گردد و نگاه بس

وله
ز داغ من دل بلبل اگر بسوخت سزاست — برنگ گل زده ام آتشی بخانهٔ خویش

وله
غافل مشو چو شمع ز سوز دلت شهید — در خنده هم ملاحظه کن گریه های خویش

در جهان هرگز ندیدم هیچکس کمتر ز خویش — هر کرا من وا رسیدم یافتم بهتر ز خویش

زلف او خود را ز من تا میتواند می کشد — چون پریشانی که می بیند پریشان تر ز خویش

وله
ز خود بیخود شو و مستانه میرقص — بگرد شمع چون پروانه میرقص

وله
روشن سواد مردمک دیده می کند — هر لحظه مصحف رخ تو از غبار خط

وله
پی نیاز تو جان دگر بکف دارم — سرم چو شمع گر از تن جدا کنند چه باک

وله
جان من غم مخور از بی سر و سامانی دل — زیادگار سر زلفیست پریشانی دل

بره عشق تو در هر قدمی می ماند — پر تنگ آمده ام از دست گرانجانی دل

وله
در بحر زندگی چه سبک راه میروم — از خویشتن چو حباب بیک آه میروم

وله
چون حباب بی اعتبارم پایمال کیستم — من ندارم حیرتی خون حلال کیستم

وله
جا بچشم خویش میداد و ندا این مردم مرا — همچو نرگس پیش خود گر سیم و زر میداشتم

وله
از گدا کار گدا صورت نمیگیرد شهید — هر چه خواهی یافتن از شاه خواهی یافتن

وله
ز فرق تا بقدم از ادا نیی خالی — خمیر مایهٔ ناز است سرو قامت تو

وله
از بسکه داشت شوق در سر آئینه — چون جان کشید عکس ترا در بر آئینه

از وضع شیخ و برهمن از بس ملول شد — بر رخ کشید شقهٔ خاکستر آئینه

وله
قربان آن دمم که ز ابرو کمان کنی — مژگان خدنگ سازی و دل را نشان کنی

من اشعاره الهندی

بہار درد کو اس غنچۂ دلمین تو مخفی رکہہ
شہید اوراق ہستی جمع کر خونبہا پر تو
تو قانون عمل بار ست توڑ
شہید انفس کافر کیش کو مار

نکہرہ گل خرابی چہرہ راز نہان میرا
یہ رنگین ہیس سے شاید کہ لعل پارہ کو پہنچے
کمر طاعت سے خم چنگ ہو جا
حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

شریف ۔ مرزا شریف کاشانی

شریف تخلص ۔ مرزا شریف نام ۔ کاشانی الاصل ہے ۔ اوائل شباب مین علوم وفنون مین کمال حاصل کر کے فقیری اختیار کی ۔ اور سیاحت کا ارادہ کیا وطن سے نکل کر چند مدت ہرات و سیستان مین رہا ۔ عبداللہ خان ازبک نے سنہ ہجری مین ہرات کا محاصرہ کیا ۔ اسوقت ہرات سے فرار کر کے ہند مین آیا ۔ گولکنڈہ حیدرآباد دکن مین پہنچا ۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی خدمت مین تا عمر رہا ۔ قطب شاہ نے شریف کے لئے منصب عمدہ مقرر کر دیا تہا ۔ مدت تک خوشحال فارغ البال رہا آخر سنہ ہجری مین فوت ہوا ۔ گولکنڈہ مین مدفون ہے ۔

من اشعارہ الفارسی

چون نے زبسکہ سینہ تنگ از فغان پرست
حاشا کہ شریف در رہ عشق
خزان مباش کہ برگ برچمن سبزی

گر تا بروز حشر بنالم ہمان پرست
تا سر نہ نہد ز پا نہ نشیند
بہار باش کہ شاخ گلے ببار آرہی

بعقل کعبہ نوردم بعشق دیر نشین
چراغ ہر دو زیکقطرہ خون من سوزد

ششدر۔ عباس حسین خان حیدرآبادی

ششدر تخلص۔ نواب عباس حسین خان نام۔ آپ نواب میر عاشق حسین خان مرحوم کے فرزند ہین۔ آپ حیدرآباد دکن کے مشاہیر امرا سے ہین۔ نواب مختار الملک مرحوم کے قرابتدارون مین سے ہین۔ آپ فارسی مین لائق ہین اور عربی مین بھی صرف نحو سے واقف ہین۔ شعر گوئی مین کامل استاد۔ اور اس فن مین آپکے اکثر شاگرد ہین آپ کی ذات چشمۂ فیض ہے۔ آپ مولوی حافظ میر شمس الدین فیض المتوفی ۱۲۸۳ہجری کے شاگرد رشید ہین۔ اور حافظ مشتاق شاگرد میر درد سے بھی استفادہ کیا ہے آپ صاحب دیوان ہین۔ خوش مزاج و شگفتہ طبع ہین۔ ہمدرد قوم و مہمان نواز و دوست پرور ہین۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی۔ بارک اللہ فی عمرہ

من اشعارہ الہندی

طوفان اٹھا ہے خنجر قاتل کی آب کا
چشمہ ابل پڑے نہ کہین آفتاب کا

اغیار بوسۂ شیرین نہ پائین گے
یہ انگبین تو رزق نہوگا ذباب کا

ولہ

اللہ ری وحشتین تری مجنون کی آپ سے
جو آبلہ ہے آنکھ ہے جنگلی غزال کی

کیا کر سکے گا اس گل رعنا سے ہمسری
ہے گل کی پاس ایک قبا سرخ شال کی

ولہ

رقم کرتا ہون مین اوصاف گیسوے دوتا تیرے
قلم چٹکی مین رہ جاتا ہے دو زبان ہوکر

ہما کو جب ہوس ہوتی ہے اسکے دست بوسی کی
لپٹ جاتا ہے قوس یاس سے زاغ کمان ہوکر

ولہ

جامۂ گل پر نہ اتنا بھولنا اے عندلیب
ملگجی اتری ہوئی تن سے قبائے یار ہے

لب پہ لب ہنستا ہے ششدر خنجر زن سے مدام
منہ لگانا منع ہے جسکو وہ یہ مردا ہے

شیفتہ محمد کاظم حسین کنتوری

شیفتہ تخلص۔ محمد کاظم حسین نام۔ آپ مولوی خادم حسین مرحوم کنتوری کے فرزند ہین۔ صاحب علم و فضل ہین۔ شعر و سخن کے شیفتہ اور مضامین رنگین کے فریفتہ ہین آپکو ناسخ مرحوم کے خاندان سے تلمذ ہے۔ آپکا کلام صاف و شستہ ہے۔ مضامین کی بندش اور الفاظ کی نشست سے شستگی و پختگی نمایان ہے۔ آپکی ہر ایک شعر سے نزاکت و لطافت عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپکا ایک دیوان جو غزلیات عاشقانہ و رباعیات صوفیانہ پر شامل ہے۔ اور دوسرا دیوان قصائد نعتیہ مین ہے سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تھے۔ مدت تک مقیم رہے۔ اب معلوم نہین کہ فی الحال کہان ہین۔ یا یہین سرکار عالی نظام مین کسی خدمت پر مامور ہین۔ جہان ہو اللہ تعالی انکو خوش و خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

دیوانہ ترا صبح سے ٹکراتا ہے آج
ابرو سے کرین قتل وہ ہم آنکھ لڑا مین
حسن رخ دلدار پہ یون محو ہوئی ہے
خوشبوئے جان فزا جو تمہارے بدن مین ہے
پہولون نہین سمائے ہین غنچے سرور سے
ہے رنگ روز حشر کا فرقت کی رات مین
اے شیفتہ نماز ہے واجب کسوف کی

ولہ

ٹوٹین گئے ہی سیکڑون دیوارین و در آج
تلوار بڑی وہ لبہہ ہے بد نظر آج
پہرتی نظر آتی نہین آنکھون مین نظر آج
یہہ بو بہلا کہان سمن و نسترن مین ہے
آمد بہار کی جو دوبارہ چمن مین ہے
غربت کی شام صبح دیار وطن مین ہے
رخسار زلف مین ہے کہ سورج گہن مین ہے

شوق - غلام محمد حیدرآبادی

شوق تخلص - غلام محمد نام - آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے آباوا جداد کا اصلی وطن ملک یمن تہا یمن سے حیدرآباد مین آئے - اور سرکار عالی کی سپاہ مین ملازم ہوئے - خانی و بہادری کے خطاب سے ممتاز و سرفراز ہوئے - آپ بہی خاندانی اعزاز کے لحاظ سے مدار المہام سرکار عالی کی عدالت مین ملازم ہین - لائق وہوشیار ہین تخمیناً پینتالیس برس کی عمر ہوگی - شعروشاعری کے شیفتہ مضامین رنگین و تازہ کے فریفتہ ہین - فارسی و اردو دونون زبان مین کہتے ہین فارسی مین مولوی عبد العلی والہ اور اردو مین محمد سلطان عاقل دہلوی المتوفی ۱۳۰۳ ہجری کے شاگرد ہین - خوش مزاج و پسندیدہ سیرت ہین - میانہ قد و گندمی رنگ و چیچک رو ہین - اللہ تعالی خوش و خرم رکہے -

من اشعارہ الفارسی

آئینہ بند قصر تو جلوۂ عکس جا بجا
من ہمہ تن بحیرتم خانہ چنان مکین چنین

نام تو اے نگار من کندہ شدہ بلوح دل
آفرین بر نوشت من نقش چنان نگین چنین

گفتہ گم شدہ است دل یار ز زود لنگا بتے
شوق چہ آفت است این ہم چنان یقین چنین

من اشعارہ الہندی

بدر کامل تو ہوا عارض تابان نہوا
ماہ نو گہٹکے ہوا ابروئے جانان نہوا

لاکہون فتنے اٹہے ہنگامہ ہوا صور بپا
عرصۂ حشر مگر کوچۂ جانان نہوا

جلوہ افروز کوئی مہر یہان سے ہوتا
صبح کی طرح مرا چاک گریبان نہوا

قامت یار سے کیا سرو چمن کو نسبت	سامنے اُسکے وہ اک گام خراماں نہوا

شکیب ۔ نواب مرزا دہلوی

شکیب تخلص ۔ نواب مرزا نام ۔ آپ دلی کے باشندہ ہیں ۔ مدت سے حیدرآباد دکن میں آئے ہیں قانون دانی میں ہوشیار و لائق ہیں ۔ خوش طبع و شگفتہ جبین ہیں ۔ فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہے ۔ طبیعت میں ذکاوت و فطانت خداداد ہے ۔ شعرگوئی میں اولاً منشی محمد کاظم کنتوری کے شاگرد تھے ۔ ثانیاً حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کی خدمت میں مشق کرتے رہے ۔ اور کبھی کبھی محمد کاظم حسین شیفتہ سے بھی اصلاح لی ہے ۔ کلام دلچسپ مرغوب ہوتا ہے ۔

من اشعارہ الہندی

یوسف کی چاہ چھوٹی ممکن نہیں تھا یہ	زنجیر عشق کی تھی زلیخا کی پاؤں میں
لو خون آرزو بھی کیا ہے رقیب نے	مہندی لگا کے اُس گل رعنا کے پاؤں میں
کافی اُسکو سایۂ گیسو ہے آپکا	زنجیر ڈالئے گا نہ شیدا کے پاؤں میں
آتے ہی اُسکے دور ہوا کیوں مرض مرا	پنہاں نہ تھی شفا جو مسیحا کے پاؤں میں
کیوں اپنے پاؤں توڑکے بیٹھے ہوا ہے شکیب	خار الم چبھے ہیں تمنا کے پاؤں میں

شعلہ ۔ محمد عبدالوہاب خان مدراسی

شعلہ تخلص ۔ محمد عبدالوہاب خان نام ۔ نواب نعمت الملک رئیس مدراسی کے فرزند ۔ اور نواب عظیم جاہ رئیس ارکاٹ کے نواسہ ہیں سن شعور کے بعد آپنے

مدارس کے علماسے کتب درسیہ پڑھے ہیں۔ لائق و مستعد ہوئے۔ شعر و شاعری میں
شریف مدراس کے شاگرد خوش فکر خوش طبع ہیں۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت میں
ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ الفاظ سلیس و بامحاورہ ہوتے ہیں۔

من اشعارہ الہندی

پردیسے یہہ پیدا ہے کہ میخانہ ہے اسکا — سر آنکھہ سے ظاہر ہے کہ پیمانہ ہے اسکا
آبادی میں لگتا نہیں رہتا ہمارا دل — شاید کہ بیابان جنون خانہ ہے اسکا
اللہ رے اس شمع شب افروز کی گرمی — شعلہ کی طرح دیکھئے پروانہ ہے اسکا
پھر کیا ہے مجھے ہجر میں رونیکے سوا کام — زیبا ہے پس مرگ کفن آب روان کا
آنکھیں جو کھلی تہیں تو بس مرگ اُنہی نے — چہرے سے کفن میرے اٹھا کر وہیں ڈھانکا
سینہ کے چمن میں ہیں گل داغ شگفتہ — یہان دخل نہیں کچھہ خلش خار خزان کا

شادان۔ راجہ راجایان راجہ چندو لعل بہادر

شادان تخلص۔ چندو لعل نام۔ راجہ راجایان۔ و مہاراجہ بہادر خطاب ہے
خود مہاراجہ اپنی کتاب عشرت کدۂ آفاق میں لکھتے ہیں کہ میرے آبا و اجداد قوم کہتری
چہرہ دار الخلافہ لاہور میں متوطن تھے۔ شاہان متقدمین کے عہد میں خدمات مناسب پر
مامور رہے۔ اکبر بادشاہ ہند کے عہد تک ہمارے خاندان سے کوئی بزرگ وطن سے
برآمد نہیں ہوا۔ جب راجہ تودڑمل کتہری تن دن اکبر کے ملازموں میں نوکر ہوئے۔ درجۂ
وزارت کو پہنچے۔ پس راجہ مذکور نے وزارت کے زمانہ میں اپنے برادران قوم کو بلایا۔ ہر ایک کو
حسب لیاقت مناسب خدمت پر مقرر کرایا۔ چونکہ میرے بزرگوں و راجہ موصوف کے

درمیان علاوہ قومی تعلق قرابت سببی کا سلسلہ قائم تھا۔ بناءً علیہ راجہ صاحب نے میرے بزرگان سلف کو اپنے پاس بلایا۔ اور خدمات لائقہ پر مقرر فرمایا۔ تمام بزرگان سلف نسلاً بعد نسلٍ دہلی میں محمد شاہی زمانہ تک آرام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب حضرت نواب فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر عازم دکن ہوئے۔ اسوقت میرے جد اعلیٰ مول چند نے ایک معروضہ پیش کیا۔ اور اسمیں حضور کے ہمرکاب ہونیکی درخواست کی۔ نواب مغفرت مآب نے درخواست منظور کی۔ پس میرے جد اعلیٰ حضور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ انہی کلامہ مولف فقیر کو ہمراہی کی درخواست کی اصل کیفیت بجز نقل مہاراجہ صاحب ترجمہ کسی تاریخ آصفیہ سے معلوم نہیں ہوئی۔ عجب نہیں کہ یہہ روایت مہاراجہ بہادر کو سینہ بسینہ پہنچی ہوگی حضور سے دکن میں کامیابی و فیروزی کے بعد آپنے جد اعلیٰ کو حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مقرر فرمایا تا بہ زندگی تعلقداری کروڑگیری پر مامور رہے۔ جد اعلیٰ کے فوت ہوتے ہی مہاراجہ کے دادا انجہانی امرن مول چند کو تعلقہ کروڑگیری موروثی پر مقرر فرمایا پھر مہاراجہ کے جد نواب ناصر جنگ شہید کے ہمراہ سفر و حضر میں رہے۔ اور امیر الممالک نواب صلابت جنگ کے عہد میں بھی بدستور موروثی خدمت کروڑگیری پر آگئے۔ آپکے جد بزرگوار اپنے والد مرحوم کی طرح خدمت مفوضہ کا کام امانت و دیانت کے ساتھہ ادا کرتے رہے۔ آخر آصف جاہ ثانی کے عہد میں بسبب واقفیت دیوان لشکری ترک کرکے گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ چند مدت بیکاری گوشہ نشینی میں بسر کئے۔ جب رکن الدولہ بہادر دیوانی کی خدمت پر معین ہوئے تب راجہ صاحب کے جد بزرگوار کو بذریعہ شمشیر جنگ بہادر خدمت موروثی پر بحال و برقرار فرمایا۔ پھر آپکے جد بزرگوار چند ہی ایام کے بعد فوت ہوئے۔ مرحوم کے باقیات الصالحات پانچ فرزند مندرجہ ذیل تھے۔

اسمائے فرزندان لچھمی رام مرحوم

رائے نانک رام ۔ رائے نرائن داس ۔ رائے رگہناتہہ داس ۔ رائے بہوانی داس
رائے موہن لعل ۔ یہہ تمام لڑکے صاحب استعداد تھے ۔ ہر ایک منشی بے نظیر تہا ۔ حساب
وکتاب مین فرد فرید ۔ اور لاسرکار عالی کی عنایت وبندہ پروری سے نانک رام جو تمام
بہائیون مین بزرگ و لائق تہا ۔ تعلقہ موروثی مذکورہ سے سرفراز ہوا ۔ اٹھارہ برس تک
تعلقہ کا کام نہایت دیانت و امانت کے ساتہہ ادا کرتا رہا ۔ عیش پسند و عشرت دوست تہا
رات دن عیش و عشرت مین زندگی بسر کرتا تہا ۔ فیاض و فراخ دست تہا ۔ فقراپرست تہا
فقرائے اہل اسلام و اہل اصنام کی خدمت حسن اعتقاد سے بجالاتا تہا ۔ براہمہ و گوسائیون
وجوگیون کی زیادہ خدمت کرتا تہا ۔ ہنود کے متبرک مقامات یعنے جگناتہہ بالاجی
وبنارس ۔ وبندرابن ۔ وپراگ و گیا ۔ وغیرہا مین لنگرخانے وسدابرت قائم کرے
تہے ۔ لنگرخانون وغیرہ کے صرف کیلئے اٹھارہ لاکہہ روپیہ ساہوکارون کے نزدیک
جمع رکہہ دیا تہا ۔ جو نفع رقم سے حاصل ہوتا تہا خرچ کئے جاتا تہا ۔
صوفی مشرب علم دوست تہا علما و فقرا کی صحبت مین اکثر رہتا تہا ۔ تذکرۃ الاولیا و نفحات الانس
سنتا تہا ۔ اور پڑہتا تہا ۔

مہاراجہ صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین واقع ہوئی ۔ اعزہ و اقارب نے بہت
خوشی منائی ۔ تربیت و تعلیم دکن کی آب و ہوا مین ہوئی ۔ کسی مورخ نے صراحتاً یہہ نہین لکہا
کہ آپکا مسقط الراس و مولد و منشا کس خاص مقام مین ہوا مگر بزرگان سالخوردہ کی زبانی
سینہ بسینہ منقول ہے کہ آپکا مسقط الراس دارالسرور برہانپور ہے ۔ اور آپکی نشوونما بہی
بلدہ مذکور مین ہوئی آپکی والدہ ماجدہ مدت تک برہانپور مین تہے ۔ پہر نانک رام کے تعلقداری

کروڑگیری کے زمانہ مین بلدہ حیدرآباد مین آئے۔ چند سال کے بعد ۱۲۰۹ہجری مین فوت ہوئے۔ تمم النقل۔

مہاراجہ بہادر عشرت کدہ آفاق مین لکہتے ہین جب میرے والد ماجد نے دنیائے فانی سے عالم بقا رحلت کی اسوقت میری عمر دہ سالہ تہی۔ ہماری تربیت و تعلیم کے سرپرست عم بزرگ نانک رام ہوئے۔ اور ہمارے حال پر نہایت محبت و الفت رکہتے تہے۔ پدرانہ ہمارے ناز اٹہاتے تہے۔ ہم کو ایسے آرام و عیش سے رکہا کہ ہم باپ کو بہول گئے۔ ہم چچا ہی کو باپ سمجہتے تہے۔ انتہی کلامہ۔ آپ کی طبیعت فطرۃً چست و چالاک تہی۔ ابتدا ہی سے ہونہار معلوم ہوتے تہے۔ عم بزرگ کی تربیت و تعلیم سے عین عالم شباب مین فارغ التحصیل ہوئے تحریر و تقریر و حساب و کتاب مین لائق مانے گئے۔ اور آپ فارسی مین منشی بےمثل تہے۔ نثر و نظم کے لکہنے مین قوت مستحضرہ رکہتے تہے۔ عم بزرگ کی توجہ سے ملکی انتظامات کی مشق خوب حاصل کی تہی۔ آپکو انتظام امور کا عمدہ سلیقہ و بہتر ملکہ ہوگیا تہا۔ چچا کی زندگی مین کروڑگیری کے محکمہ مین کسیقدر کارآموزی کرتے تہے۔ یا کوئی نسیغہ مین مختارانہ کام فرماتے تہے جب آپکے عم بزرگ کے فوت ہونیکے بعد اُن کے لخت جگر لکپت رائے بجائے پدر بزرگ کروڑگیری کی خدمت موروثی پر مامور ہوئے۔ دو برس کروڑگیری کا کام انجام دیکے فوت ہوئے تب نواب اعتقاد الدولہ شمشیر جنگ بہادر ناظم بلدہ حیدرآباد کی سفارش سے مہاراجہ بہادر صاحب جمعہ خدمت موروثی کروڑگیری پر مقرر ہوئے۔ آپ کارمفوضہ کو ایک زمانہ دراز تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے ۱۲۱۳ہجری مین ارسطوجاہ کی توجہ سفارش سے راجہ بہادر خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اور ممالک مفبوضہ کرٹپہ و سدہوت و قلعہ گنجی کوٹہ کے انتظام کے لئے مع جمعیت سواران و تجمل و نشان ماہیرتبہ بہیجے گئے۔ اور خدمت کروڑگیری بہی

آپ ہی کے نام پر رہی۔ نیابتاً آپکے برادر حقیقی راجہ گوبند بخش کروڑگیری کا کام انجام دینے لگے۔ آپنے ممالک مفتوحہ کا انتظام عمدہ طرح سے کیا۔ اکثر باغیان سرکش کو خوب سزائے واجبی دیکے دائرہ اطاعت مین لاکے حلقہ بگوش بنایا۔ اور ملک کو سرکشون کے ہنگامۂ فساد سے پاک صاف کیا۔ رعایا کو بلا کی کے دلدل سے کنارہ عافیت پہ پہنچایا۔ اُسی زمانہ مین قحط سالی کے آثار نمایان تھے۔ غلہ کی قلت تھی آپنے فراہمی غلہ مین بے انتہا کوشش و جانکاہی کی بیحد غلہ جمع کردیا۔ آپ کی اس کوشش و عرقریزی سے حضور لامع النور بہت خوش ہوئے۔ ہر وقت بیحد نوازش و تلطف شاہانہ سے سرفراز و ممتاز فرمانے لگے۔ بعد ازین ۷ تاریخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ ہجری مین حضرت مغفرت مآب آصفجاہ ثانی بہشت برین روانہ ہوئے۔ حضور سکندرجاہ نظام الملک آصفجاہ ثالث تخت نشین ہوئے۔ اور اسطوجاہ مدارالمہام۔ ایک سال نہین گذرا کہ تاریخ ۲۸ ماہ محرم سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ راجہ اندر بہادر جو مدارالمہام کے پیشدست تھے انتظام کرنے لگے۔ مگر اس بار گران کے متحمل نہین ہو سکتے تھے۔ گورنر جنرل بہادر کی سفارش سے سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین میر عالم بہادر خلعت مدارالمہامی سے سرفراز ہوئے۔ اور مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ حسب سفارش صاحب عالیشان سدنہم صاحب رزیڈنٹ بہادر خدمت پیشکاری پر مامور ہوئے۔ اور میر عالم کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۲۳ ہجری مین منیرالملک بہادر داماد میر عالم عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ منیرالملک بہادر اگرچہ دیوان تھے لیکن ملکی و مالی مہمات کے مختار کل مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ تھے۔ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین سکندرجاہ بہادر کے عہد مبارک مین آپکو مہاراجہ بہادر خطاب ملا۔ اور سنہ ۱۲۳۷ ہجری مین ہفت ہزاری منصب ہفت ہزار سوار و پیادہ و نوبت۔ و گھڑیال و جواہر گران بہا

وجاگیر سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ اور ۱۲۴۵ھ ہجری مین ناصر الدولہ بہادر کے عہد مین
راجایان راجہ مہاراجہ چندو لعل بہادر خطاب سے سربلند ہوئے۔ حضرت غفران منزل
ناصر الدولہ بہادر آپکے حال پر بہت ہی نظر رحمت مبذول فرماتے تہے۔ اکثر تقریبات
مین خود راجہ صاحب کے مکان پر رونق افزا ہوتے تہے۔ راجہ صاحب کو اس ریاست مین
ایسا اقتدار و اختیار حاصل تہا کہ مقدمات مالی و ملکی و فوجداری خود ہی فیصل
کردیتے تہے۔ کوتوالی و عدالت کی پروا نہین فرماتے تہے۔ جسکو چاہتے تہے صاحب جاہ
وحشمت و ذی نقارہ و نوبت و جاگیردار کردیتے تہے۔ حیدرآباد مین قوم عرب و افاغنہ
وروہیلہ و سکہان نانک شاہیہ کا عروج آپ ہی کی توجہ و عنایت سے تہا۔
آپ سخی المزاج تہے۔ روز ازل مین قضا و قدر نے آپکا خمیر جود و کرم کے مادہ سے بنایا تہا
آپنے لاکہون روپیہ بلکہ کرڑون روپیہ فقرا و علما و مشائخ و براہمہ و صاحبان علم
وہنر وغیرہم پر تقسیم کردیا۔ آپکا معمول تہا علاوہ بذل و کرم روزانہ فقرا و مساکین کو نقد
دو ڈہائی ہزار روپیہ۔ اور چند پلے غلہ بہی تقسیم فرماتے تہے۔ اور خاص ہر دوشنبہ کو خود
تین ہزار روپیہ تقسیم فرماتے تہے۔ واقع مین یہہ سخاوت و بخشش ہماری سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ ہی کی تہی۔ اسلئے کہ اگر حضور مہاراجہ کو ایسا اقتدار و اختیار نہ دیتے تو اس
بذل و جود کا وجود عالم شہود مین جلوہ افروز نہ ہوتا۔ مہاراجہ کیا کرتے محدود آمدنی
مین حد سے باہر قدم نہین رکہہ سکتے۔ اور غفران منزل لاکہون روپیہ کے جواہر وقتاً
فوقتاً عنایت فرماتے تہے۔ مہاراجہ جواہر بے بہا و آمدنی جاگیرات و نذرانہ و پیشکشہا
کو بہی فقرا و مساکین کے حوالہ کردیتے تہے۔ ذخیرہ و گنجینہ نہین فرماتے تہے۔ سخاوت و کرم
کی بدولت آپنے ایسی نیکنامی و شہرت پائی کہ تمام دنیا مین مشہور ہوگئے۔ اور آپکی شہرت

سخاوت و قدردانی علم و ہنر نے برامکہ و اکاسرہ کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ جو کوئی مسافر نابلد و غریب نا آشنا شہر مین وارد ہوتا تھا۔ تو آپ کے چشمہ فیض سے سیراب و معدن جود سے کامیاب ہو کے جاتا تھا۔ آپ علم و ہنر کے نقاد تھے۔ ہر ایک کے کمال کو عقل کے ترازو مین تول کے امتحان کی کسوٹی پر خوب پرکھتے تھے۔ اور ہر ایک کے کمال کی داد دیتے تھے۔ حسب لیاقت انعام و صلہ و ماہوار وظیفہ سے سرفراز فرماتے تھے۔ آپ کے دربار مین پہنچنا کیا تھا؟ گویا اقبال کے درجہ پر عروج کرنا تھا۔ جو دربار مین باریاب ہوا فوراً کامیاب ہوا۔ کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا کہ باریاب شدہ محروم رہا ہو۔ اسیطرح ہمارے ظل اللہ حضور افضل الدولہ مرحوم کی باریابی بھی قطعی کامیابی تھی۔ مرحوم نے مقرر کر دیا تھا۔ جو باریاب ہوا اور اس سے تکلم کیا جائے تو اس باریافتہ کو ہزار روپیہ صلہ دیا جائے۔ تا بہ زندگی یہی طریقہ جاری رہا۔ باقی ظل اللہ مرحوم کے پورے حالات فقیر مولف نے محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین مفصل لکھے ہین ابھی یہہ حصہ طبع نہین ہوا ہے۔ زیر تجویز طبع ہے۔ انشاء اللہ تعالی بشرط زندگی زمانہ قریب مین جلوہ نما ہوگا۔

نقل بابت کرم و جود مہاراجہ

فقیر مولف نے پیران سن رسیدہ و سالخوردہ کی زبانی سنا کہ ایکوقت راجہ صاحب کے ملازم خادم نے یہہ مصرع پڑہا ع ترا دیدہ و حاتم را شنیدہ * فوراً خادم کو ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا۔ بعض نے روایت کی کہ لاکھ سے کم دیا تھا۔ ثانی قول صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ منقول ہے کہ ایکروز مہاراجہ عالم خوشی و سرور مین فرماتے تھے۔ کہ مجھے دنیا مین ایک آرزو باقی رہگئی۔ اگر وہ برآتی تو مین خدا کا شکر بجا لاتا۔ مقربین نے

دریافت کیا وہ آرزو کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ وہ یہہ ہے کہ مین چاہتا تہا کوئی سائل مجہہ سے ایک لاکہہ روپیہ طلب کرتا تو مین اُسکو دیتا۔ اور دلی آرزو بر کامیاب ہوتا

آپکی شعر و شاعری

آپ علم دوست تہے۔ اور شعر و شاعری کے میدان مین سبقت کر رہے تہے۔ شعرا و علما کی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپکے عہد مین ایران و ہندو سندہ کے اکثر شعرا آپکے دربار مین مجتمع تہے۔ تمام شعرا ماہوارہ و وظیفہ معقول پاتے تہے۔ شعرا کی ماہوارین معتدبہ ہوتی تہین کسی کی ہزار۔ کسی کی پانسو و دوسو و سو ہوتی تہی۔ یعنے ہزار سے زائد و سو سے کم نہین ہوتی۔ آپکے دربار مین تین سو شعرا سے زائد تہے۔ آپ مشاعرہ نصف شب کے بعد فرماتے تہے۔ آپ شعر فہم و سخن سنج کامل تہے۔ آپکا کلام نہایت سنجیدہ و مضامین شگفتہ و معانی پسندیدہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ کی ذات مجمع کمالات تہی آپ صاحب دیوان ہین آپکے تین دیوان ایک فارسی، اور ... اور ... اردو دیوان مطبوع ہوچکے ہین۔ آپ کو ہر ایک علم و فن سے دلچسپی تہی۔ آپ علما کی مجالست مین علم و فضل کا ذکر فرماتے تہے۔ اور علما سے متفرق مسائل تحقیق کرتے تہے۔ اور صوفیان کرام سے وحدت طریقت کے مسائل مین بحث و تکرار فرماتے تہے کبہی اولیاء عظام کے خرق عادت و کرامت کی بابت سوال فرماتے تہے۔ شعرا سے قافیہ و ردیف اور شعر کی خوبی و لطف و محاورہ و استعارہ کا تذکرہ۔ اور شعرائے متقدمین کے حالات کا چرچا ہوتا تہا۔ اور سماع کے وقت راگ و نغمہ و سرود و زمزمہ کا دور چلتا تہا۔

مورخین سے بزرگان سلف و خلف کے حالات و واقعات سنتے تہے۔ اسلاف کے نمایان کامون سے سبق لیتے تہے۔ اور اُن کے ظلم و ستم کے مضامین سے عبرت کرتے تہے۔ اور

منجمین سے ستارون کی گردش اور اُن کے آثار نحس و سعد کی بابت گفتگو فرماتے تھے
جس فن کا ماہر ہوتا تھا اُس سے اُسی فن کے متعلقات مین بحث و تلاش کرتے تھے
اسی بحث و تکرار اور باہمی اقرار و انکار مین دو ڈہائی ساعت گذر جاتی تہین۔ آخر جلسہ
برخاست کرکے دولتخانہ مین رونق افزا ہوتے تھے۔ اور بستر خواب پر لیٹ جاتے تھے
اور صبح اول ہی وقت بیدار ہوکے بدستور قدیم ورد و ظائف سے فارغ ہوکے امور ملکی
کے انتظام مین مشغول ہوتے تھے۔

آپ کے فرزند بالا پرشاد کی شادی کا ذکر

سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین آپ نے اپنے لخت جگر کی شادی کی تیاری کی۔ شادی کی تیاری مین
زر و جواہر۔ دینار و درم بےشمار خرچ کئے۔ شادی مین قسم قسم کے تکلف ہوئے۔ امراء وزراء
ریاست و خاص و عام مملکت کو جوڑے و توڑے تقسیم کئے گئے۔ تمام شہر آرائش و زیبائش
سے رشک ارم ہو گیا تھا۔ روشنی و آتش بازی کا وہ رنگ تھا کہ تمام شہر کے کوچہ و بازار
نمونہ گلزار ہو رہے تھے۔

تشریف آوری حضور ناصر الدولہ بہادر بمکان مہاراجہ بہ تقریب شادی

آپ کے فرزند کی شادی مین اعلیحضرت مع محلات مجلس نشاط مین رونق افزا ہوئے
محلات مین کمخواب و اطلس کا فرش بچھایا گیا تھا۔ جب حضور دولتخانہ مین تشریف لائے
مہاراجہ نے چند کشتیان جواہر و اشرفی سے بھری ہوئین اور متعدد کمخواب و اطلس کے
طاقے نذر گزرانے۔ حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔ مجلس نشاط مین بزنگ
نشست ہی۔ لولیان حوروش و پریزادان دلکش کا رقص و سرود و نوائے نغمہ و رود کو کھبا

وسنا ۔ پھر خوان نعمت پر آئے ۔ اقسام اقسام کے کہانے وطرح طرح کے حلوے و میوے مع ترتیب و حسن اسلوب سے چنے ہوئے تھے ۔ نوش و تناول فرما کے مبارکبادی خوشی کا اظہار فرمایا ۔ چند جواہر و خلعتہائے زرین مرحمت کئے ۔ مہاراجہ بہادر نیازمندانہ آداب و تسلیم بجالائے ۔ پھر حضور مع الخیر و دولتخانہ شاہی پر مراجعت کرکے آئے ۔ مہاراجہ نے تشریف آوری کی خوشی مین بیشمار دینار و درم غربا و فقرا کو دئے ۔ اور مہاراجہ نے امرا و عمرا کو بہی جوڑے دئے ۔ اور شعرا کو صلات و انعامات و تحائف نوادر عطا کئے ۔ شعرا نے قصائد تہنیت مین پیش کئے ۔ طوالت کیوجہ سے قلم انداز کیا

آپکے زمانہ کے عمارتین

آپنے متعدد مکانات خوشنما بنوائے ۔ محلسرا ۔ چینی خانہ ۔ آئینہ خانہ ۔ تصویر خانہ و بہجت محل وغیرہ مکانات قابل دید ہین ۔ اگرچہ مکانات پر فی زماننا اُس عہد کا عالم شباب نہین ہے لیکن اب بہی خوبی و خوشنمائی سے خالی نہین ہے ۔ فی زماننا کی عمارات سے بہتر معلوم ہوتی ہین ۔ سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین منیرالملک کے بعد اُن کے فرزند سراج الملک دیوان ہوئے ۔ پھر سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کوئی ایسی بات واقع ہوئی کہ مہاراجہ بہادر خدمت مفوضہ سے مستعفی ہوئے ۔ آپکا استعفا حضور مین پیش کیا گیا ۔ نواب ناصرالدولہ بہادر نے استعفا منظور فرمایا اور آپکے لئے تیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ۔ اور راجہ رام بخش بن راجہ گوبند بخش ۱۱ شعبان سنہ ۱۲۵۹ ہجری روز یکشنبہ خدمت پیشکاری سے سرفراز ہوئے آخر مہاراجہ بہادر نے ۷ تاریخ ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۱ ہجری روز سہ شنبہ بعمر ۸۲ سالہ بقول بعض ۸۶ سالہ اس دار فانی سے بعالم بقا روانہ ہوئے ۔ مہاراجہ بہادر پیشکاری عہدہ کو کم و بیش پچاس برس تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے ۔ دکن کی پیشکاری بمنزلہ

دیوانی تہی۔ آپ کو تالیف کا شوق تہا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسمی عشرت کدہ آفاق ہے آپنے کتاب مین اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکہا ہے۔ اور چند حکایتین مختلف المضامین بطور پند و نصایح لکہے ہین۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکہے ہین جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔

فقیر مولف نے آپکے حالات کتاب مذکور و دیگر تذکرون و تواریخ سے لکہے ہین۔

آپکے دربار مین مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تہے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابوتراب و مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا محمد فائض و حاجی محمد علی ساغر و میرزا محمد طاہر تہری۔ و حسین علیخان ایما۔ و حافظ تاج الدین مشتاق۔ و ذوالفقار علیخان صفا و میر عنایت علی و خواجہ ہمت علیخان ہمت و میرزا عابد بیگ خان طہور۔ و غلام ضامن اکرم۔ و میر مفتون و غیرہم تہے۔ گلزار معاصرین مین راجہ بالا پرشاد مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعرائے مشاہیر کا تذکرہ لکہا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شاعر کا حال و کلام اس تذکرہ مین گزارش کرتا ہے لہذا یہان اسما پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ ۱۲۳۴ ہجری

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار ہو کے عبادت الہی تا طلوع آفتاب	عبادت سے فارغ ہو چکے بعد فقرا کو طعام دوام تقسیم فرماتے تہے۔
خیرات سے فارغ ہو کے دربار مین حاضر ہوتے تہے۔	دربار سے مراجعت کر کے ملکی انتظام مین مشغول ہوتے تہے اسیوقت امرا و سپاہ کا سلام و مجرا بہی ہوتا تہا۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے	قیلولہ سے فارغ ہوکے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص و عام کی حاجت برداری فرماتے تھے۔
شام کیوقت ورد وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری امور مین مصروف رہتے تھے۔	نصف شب سے آخر شب تک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقد مسائل مشکلہ و سماع و سرود
آخر شب سے صبح کاذب تک آرام فرماتے تھے۔	

سرہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد جو سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ تک تھے

سرہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد دکن نے اپنے سکونت کے زمانہ (سنہ ۱۲۲۴ سے ۱۲۳۳ ہجری تک) مین مہاراجہ کی لائف لکھی ہے۔ فقیر اس سے مختصراً گزارش کرتا ہے **هو هذا**

صاحب بہادر لکھتے ہین کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ذہین فہیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے۔ سرکاری کام مین چست چالاک تھے۔ محنتی و جفاکش تھے۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے۔ صبح سے بارہ بجے رات تک مہمات سلطنت کے انتظام مین مصروف رہتے تھے۔ بارہ بجے رات کو مہمات سے فارغ ہوکے شعرا و علما کے ساتھ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے۔ شعرا اشعار شیرین و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ رغبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے۔ اسی گفتگو مین دو ڈھائی بج جاتے تھے پھر آپ جلسہ برخاست کرکے خوابگاہ مین آرام فرماتے تھے۔ آپ سرکارین یعنے سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیرخواہ تھے۔ اور سچے وفادار آپنے ملکی انتظامات مین اپنے عمر کا بڑا حصہ یعنے تیس برس صرف کئے۔ آپ ہی کے زمانہ مین اہم مہمات کا تصفیہ ہوا مثلاً آپ ہی کے

عہد مین مرہٹے پامال ہوئے۔ اور برار رکہوجی بہونسلہ کے لیا گیا۔ پنڈہارونکا فتنہ دور کیا گیا
آپ ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی وسرکار عالی نظام مین باہم
اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم رہے اور حکام انگریزی اہل دکن نے آپکو لائق تحسین
مانا انتہی کلامہ۔ واقعی مہاراجہ بہادر کی تعریف جسقدر کی جائے کم ہے۔ مہاراجہ کی
ذات جامع الصفات تہی اعظم الصفات یہہ تہی کہ سخی المزاج و فراخ دست تہے
آپکی داد دہش سے فقرا مالا مال تہے۔ اسی صفت کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کو مقبولیت
عامہ حاصل ہوئی۔ بعض حکمانے اس صفت مین مبالغتاً کہا ہے کہ یہہ صفت انسان
کے لئے ستار العیوب و غفار الذنوب ہے۔ اب مین آپکے دیوان فارسی و ہندی سے
اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ آپکے دونون دیوان مطبوع ہو چکے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

نہ چون بیداد گرے داد بود پیشۂ ما
بلکہ در ناز و نعم جان و دلم پر در دست
ما کہ در ذکر تو باشیم ہمین می خواہیم
قول سعدی است کہ در بیشۂ گمان خالی
شکر شادان بسجہ عنوان بقلم نظم کند
در کوئے تو یکدم گذر فتد مارا
تمام دولت دنیا نثار وے سازم
شبے ز لطف ہم آغوشم از شود دلبر
ز عشق ولولہ دارم بپائے می پوئیم

کہ پئی دفع ستم کار کند تیشۂ ما
تاب ہر رنگ بلا ر دکہ برد و شیشۂ ما
غیر یادت نبود در اندیشۂ ما
نبری شیر بود خفتہ درین بیشۂ ما
دائم از لطف تو مملواست رگ و ریشۂ ما

ولہ

بزیر پائے گزارم حصول دنیا را
اگر بدام من آرد غزال رعنا را
شب برات نمائیم تمام صحرا را
کہ کے بدست آرم وصال لیلی را

ز لطف دولت جاوید عمر شادان
قاصد مپرس تا بکجا می فرستمت
ابر است و سبزه زار درین موسم بهار
من شرح راز عشق چگونه بیان کنم
دست تو نازک است و دلم جوش میزند
چو بهر دل ربودن راه خود سوی وطن گیرد
بزلف تو گرفتارم نمی خواهم رها گشتن
ز لطف بی نهایت آنقدر مسرور شادانم
آنانکه راه دوست بما آشنا کنند
در راه دوست جان و دل خود فدا کنند
سیر چمن نمودم چون غنچه گل شدم
شادان مدام شاد بود در ثنای او
در چمن دست حریفانه که سنبل زو برد
این نسیم از چمن رفت بمن کرد گذر
دلبرم دارم زهی صنوبر
دارم هر دم خط غلامی
صنمی اگر بیاید به بهار خواهی آمد
نه قرار با تو باشد نه شکیب بی تو یکدم
قطره دریاست ولی دور افتاده است

کجا خیال که نامه برم مسیحا را

وله

در کوی یار بهر دعا می فرستمت
ای یار گلعذار قبا می فرستمت
ای پیک خوشخرام پیامی فرستمت
بهر نگار دست حنا می فرستمت

وله

مشام عالمی از زلف و بوی ختن گیرد
رقیبم را هوس باشد که خود راه من گیرد
هوس از فرحت من خاطر شاد من گیرد

وله

صد لطف و صد کرامت و احسانها کنند
آنها ز فخر خاک رهش توتیا کنند
هر برگ بهر دست تو رنگ حنا کنند
امیدوار اینکه مرادم عطا کنند

وله

هوش مینا ز ظریفان و سنه قلقل زو برد
پیرهن چاک بدست دگر گل زو برد

وله

زانرو جانم گداز دارد
دانی که دگر ایاز دارد

وله

قدمی اگر گزارد بشمار خواهی آمد
اگر از کشش نیائی بچکار خواهی آمد

وله

زهیچ گرداب تمنای دریا می کرد

موسم بهار است مرا میل بها — دل درین وقت خیال می و مینا می کرد

فصل نو رهبر شود با که بهر سو نهم — شکر بیجا آورم گوهر دل را نثار

وے که شادان شو از غیب بشارت آمد — فی الحقیقت کرمش بود که یما می کرد

وله

دستم که رسد بگردن یار — در چشم رقیب می خلد خار

پروانه که گرد شمع گردد — جانم شده مبتلائے دلدار

وله

دانی چه گویم من ترا ای جان جانان در بغل — باشی مدام اندر برم چون پاسبانان در بغل

قربان احسانت شوم کی می توانم شکر تو — شاها بر آن دارم عیان صد گونه احسان در بغل

وله

بیا در محفل ای جانان که در پایت سر اندازیم — اگر آئی پی جلوه براهت گوهر اندازیم

مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آرم — ندا از غیب می آید که اینجا لنگر اندازیم

وله

آن ماه شد سیر و سپهر بهار هم — ساقی پیاله آر و می غمگسار هم

دل را فراهیت چو سیماب روز و شب — یارب پیاله ده بمن و گلعذار هم

وله

سرِ من زیر پایت اوفتاده — دلم در ظل راهت ایستاده

زبان را کے بود یارائے وصفت — نگو شادان زیاده بر زیاده

وله

من نخواهم که تو با یاد من از یاد روی — بردلم جور روا داری و آزاد روی

ولوله شوق تو از جاده برون می آرد — مگہے دار نوا ایجاد تو ایجاد روی

من اشعاره الهندی

بنده هون نت جان سے مین اپنے صنم کا — سایہ ہے مرے سر پہ تو اسکے ہی قدم کا

خورشید مین ہے نور تری مہر و عطا سے — یہ وجہ ہے ہر ذره جو خورشید سے چمکا

شادان ہوں ہو واسطے مین صبح سے تا شام — بندے کو بھروسہ ہے ترے فضل و کرم کا

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا — بلبل نے قدم پھر نہ گلستان سے نکالا
صانع نے خط لب جو زمرد سا کیا سبز — کیا رنگ نیا لعل بدخشان سے نکالا
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی — نخوت کو اُسی نے سر یزدان سے نکالا

وله
چہرہ اسکا کیا کہون مین ہے وہ شعلہ نور کا — مین تو ہون عاشق اُسی معشوق رشک حور کا
نور تہا یا شعلہ تہا یا برق یا خورشید تہا — کچھ تو اے موسیٰ کہو کیا تہا وہ جلوہ طور کا

وله
صبح کو جو کچھ وہ کہتا تہا سراسر لاف تہا — کیون نہ آیا رات کو گر دلمین ہمسے صاف تہا
ہر کسی کو کسطرح معلوم ہو کہوٹا کہرا — جس نے پرکھا نقد دل خالص کو وہ صراف تہا

وله
حسن قامت کا بیان ہو کہ نزاکت اسکی — ہے گلستان مین بہلا سرو خرامان ایسا
نہین دیکہا ہے کہین اور نہ سنا ہے ہمنے — کیون نہ حیران رہین دیکھکے جانان ایسا

وله
آفرین اسکو محبت کی ثنا جس سے ہوئی — کیا پسندیدہ زمانے مین یہ اسلوب ہوا
یاد اللہ کی کرتا ہے جہان مین شادان — صوفیون مین وہ اسیواسطے محبوب ہوا

وله
آتا ہے کس دل سے بت نازنین مرا — کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مہ جبین مرا
اے دوستو مین کیا کہو کسکی تلاش ہے — مین ڈہونڈتا ہون یار ملے یان کہین مرا

وله
مثال ماہ پردے سے اگر دلدار ہو پیدا — زمین و آسمان سے روشنی اکبار ہو پیدا
اگر غواص ساحل پہ ہے تو ہاتہہ کیا آئے — ہزارون کہائے غوطے جب شناور ہوا ہویدا

وله
سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہے مرتبہ جس سے — مزہ جو کچھ تہا لے شادان وہ مین نے در سخن دیکہا

وله
کہتے ہین کرے ہے ذکر دل سے — ہر برگ درخت پر ہے جب
ہوتا ہے سرور سو طرح کا — طے ہوتے ہین سارے مرحلے جب
شادان تو سنا یار کو اک مطلع رنگین — گر آج کرے تجھسے وہ گفتار محبت

ہے کام یہان عاشق صادق کا وگرنہ　　اٹھتا ہے کسی سے یہہ بھلا بار محبت

وله

کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث　　ایمان ملا اسکو یہ قرآن کی باعث
ایمان دیا جان بھی کیون نہون ممنون　　انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث

وله

اگر ہو دیدۂ بینا تو ہر طرف دیکھے　　اسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر مین آج
میان عاشق و معشوق کہہ گیا شادان　　پڑا ہے رشتۂ محبت کا جون گھر مین آج

وله

دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج　　یہ خوشی ہے ملے وہ ہم سے آج
کر رہا ہے جو بات ہم سے آج　　دل ہے خوش اسکے اس کرم سے آج
باغبان خود لٹا رہا ہے دیکھہ　　بھر دے جھولی کو تو ثمر سے آج

وله

جامۂ یار کو کیا جامۂ گل سمجھا ہے　　خار کی طرح سے دامن دلدار نہ کھینچ
ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کرے　　رنج تو کھینچ مگر منت اغیار نہ کھینچ

وله

جگا دیتی ہے یکسر غافلون کو　　بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح
نہ دل سے ہو تو صرف مناجات　　دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح

وله

کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل مین مرے　　تو ڈھونڈتا ہے کہان کس نگر مین ہے وہ شوخ
بغل مین بچہ ہے اور شہر مین ڈھنڈورا ہے　　نہ ڈھونڈ اسکو کہ تیرے ہی بر مین ہے وہ شوخ

وله

اے مرے بادشاہ اسکندر　　تری دولت سدا رہے آباد
کیون نہ مداح ہو ترا دل سے　　کہ بدولت تری ہے شادان شاد
اس نے بھیجا ہے مجلوب کاغذ　　لطف سے لینے نے طلب کاغذ
دلکو جب تک نہ کچھہ علاقہ ہو　　کوئی لکھتا ہے بے سبب کاغذ

وله

یا الٰہی یہ دعا شادان کی ہے شام و سحر　　شاہ اسکندر رہے آباد تا دور قمر

بات مین ادنی کو وہ اعلی بنا دیتے ہین اب ‏ ‏ ہے شہنشاہ دکن کی بات مین ایسا اثر

وله

بہہ گنہگار سنا نام ترا ہے غفار ‏ ‏ حشر مین فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے ستار

وله

نحن اقرب سے یہ سمجھے کہ عجب بھول پڑی ‏ ‏ دلمین تو بستا ہے پر تجکو نہ دیکھا دلدار

تو ہر اک شے مین ہے اور پہر ہے منزہ سب سے ‏ ‏ کبھو شادان کو دکھاویگا تو اپنا دیدار

وله

منتظر ہون نہین آیا ہے مرا یار ہنوز ‏ ‏ کیون نہ خورشید ہوا آج نمودار ہنوز

پردہ غفلت کا مگر آنکہہ مین چھایا ہے تری ‏ ‏ تو جو ہوتا ہی نہین خواب سے ہشیار ہنوز

وله

جیسے کہ ڈہونڈتے ہو تم وہ ہی تمہارے پاس ‏ ‏ تمہارے پاس جو ہے ہے وہی ہمارے پاس

ترے بغیر گزرتی نہین ہماری رات ‏ ‏ اگر تو جان ہماری ہے آ ہمارے پاس

وله

کیون کرون کیون مین بار بار تلاش ‏ ‏ دل کو رہتی ہے تیری یار تلاش

وہ جو پنہان ہے سب کی آنکھون سے ‏ ‏ کب ملے ہے کرین ہزار تلاش

وله

کیا کرو ذکر سے ہے وقت سحر خاص ‏ ‏ مگر تجہپر پڑے اسکی نظر خاص

وله

رکھنا نہ زینہار تو اغیار سے غرض ‏ ‏ کیا کام دوسرے سے جو ہو یار سے غرض

غفلت زدون سے کام رکھے جہان مین ‏ ‏ رکھے غرض تو عاقل و ہشیار سے غرض

وله

کیونکر رہے نہ اسکو ہر انسان کی احتیاط ‏ ‏ رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط

لازم ہے اسکو ہووے جو دنیا مین ہوشمند ‏ ‏ رکھے ہر ایک خار سے دامان کی احتیاط

وله

کیون نہون سنکے ترے نام کو ہم محظوظ ‏ ‏ ایک مین ہی نہین محظوظ ہے عالم محظوظ

آرزو بس یہی شادان کی ہے کچھہ اور نہین ‏ ‏ ہم سے محظوظ ہو تو تجھسے ہین ہم محظوظ

وله

دلکو سمجھہ رہا ہون مین دلدار کی متاع ‏ ‏ اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع

حنظل کا جسطرح سے ثمر کام کا نہین ‏ ‏ جائے ہے رائگان جو ہے بیکار کی متاع

دیکھنے ہیں گرچہ ہے خوشتر اجی روئے چراغ
مغز کرتی ہے پریشان یار من بوئے چراغ

خوبرو معشوق پر شادان کا یون آتا ہی دل
جسطرح جائے پہنگا دوڑ کر سوئے چراغ

وله

شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
خبر عشق تہا نہ کوئی بہی فرہاد کی طرف

شادان وہان بہی گیا ہے حسینونکی انجمن
جاتے ہین لوگ کیون عدم آباد کیطرف

وله

اس سے اے باد صبا کہیو سلام عاشق
طول دے دیکے بیان کیجو پیام عاشق

وله

سبکدوش آپکو رکہنا ہے بہتر یار دنیا مین
نہین کوئی اٹہا سکتا جو پہنچا بار گردن تک

وله

کس طرح سے فدا نہو یہ دل
دل مرا تجہپہ ہو گیا مائل

کیون بہٹکتا ہے دربدر بیجا
ہو ہدایت اگر ملے کامل

وله

ہو کل کی خبر آج کسیکو نہین ممکن
کیا ہو نیکو ہے ہوویگا کیا کچہہ نہین معلوم

نیکی کا کوئی کام بن آیا نہین تجہہ سے
کیا ہوویگا انجام مرا کچہہ نہین معلوم

شادان طلب یار کچہہ آسان نہین ہے
ہم ڈہونڈین کہان اسکو پتا کچہہ نہین معلوم

وله

نہین معلوم مجکو مین کہ ہر ہون
تجہے دیکہا ہے جبسے بے خبر ہون

تو ہی غفار ہے مجرم ہون تیرا
خطا کیونکر نہو آخر بشر ہون

اجی بچہ بغلمین اور ڈہنڈورا
تجہے مین ڈہونڈہتا ادہر ادہر ہون

وله

خداوندا ترا فضل و کرم تجہپر کما ہی ہو
مرے دلکا جو مطلب ہے بخوبی یا الہی ہو

خدانے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح صادق کو
اثر رکہتی ہے اکثر جو دعائے صبح صادق ہو

دعا شادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الہی مین
کہ زمیندہ مرے آقا کے سر پر تاج شاہی ہو

وله

کیون نہ ذرات کرے خلق کی جہاندار رہی
سب ہین مہمان اسی کے وہ ہے صاحب خانہ

پردۂ چشم اٹہا دیدۂ تحقیق سے دیکہہ
جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہین بیگانہ

جدہر دیکھو اُدہر جلوہ ترا ہے — نہین خالی ہر اک شئے مین بھرا ہے
سو حد ہے تو یکتائی سے مت ٹل — نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے
برائی مین نہ رکھہ ہرگز قدم تو — بھلائی کر کہ آخر کو بھلا ہے
ہمین کیا کام ہے دونون جہان سے — ترا ملنا ہمارا مدعا ہے
سکندر شاہ تم دنیا مین دائم — رہو قائم ہماری یہ دعا ہے
ارے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے — کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے

شاد - راجہ کشن پرشاد

شاد تخلص - راجہ کشن پرشاد نام - راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر جی سی - آئی - ئی - یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے آپ راجہ ہری کشن بہادر کے فرزند اور راجہ نریندر بہادر کے نواسہ ہین - آپکی ولادت سنہ ۱۲۸۱ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی تربیت و نشو و نما یہان کی ہی آب و ہوا مین ہوئی - چونکہ راجہ نریندر بہادر لاولد تہے - آپ ہی گویا اُن کے فرزند تہے - جد بزرگوار نے آپکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا - آپنے نانا کی حسن توجہ سے فارسی عربی علمائے ادیب سے پڑہی - دونون زبان مین لائق ہوئے - مدرسہ عالیہ مین انگریزی زبان کی تکمیل کی - علاوہ این مرہٹی و تلنگی مین بہی لیاقت حاصل کی - خوشنویسی مین بہی ماہر ہوئے - جب آپنے عالم شباب مین قدم رکہا اُسوقت آپکے دل مین شعرگوئی و سخن سنجی کا ولولہ پیدا ہوا - طبیعت مین موزونی و جولانی مرکوز تہی شعلۂ جوالہ کیطرح عروج کرنے لگی - زور طبیعت و جولانی خداداد سے کلام موزون

کرنے لگے - جو کچھہ موزون فرماتے تھے - سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا - ابتدا مین رائے بچو لعل تمکین سے اصلاح لیتے رہے - کلام مین روز بروز شستگی و پختگی نظر آنے لگی - تھوڑی ہی مدت مین درجہ کمال کو پہنچ گئے - آپ شاعری مین متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ فرماتے رہے آخر آپنے اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت مین شاگردی کا شرف اور شاعری مین تکمیل کی سند حاصل کرکے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوئے آپکا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان مین ہوتا ہے آپکے ہر ایک شعر کے مضمون سے صوفیان کرام و مشائخ عظام وجد و حال مین رقص کرتے ہین اور عالم خودی سے بیخود ہوتے ہین - اور اپنی ہستی کو عین نیستی سمجھتے ہین - آپ صحیح فی المشرب صلح کل مذہب ہین اہل اللہ و اہل کمال کے طالب درویشی و خدا طلبی کے راغب ہین - آپکے نزدیک اہل اسلام و اہل صنام دونون آنکھون کی طرح مساوی ہین - ہر مین مساوات کا لحاظ فرماتے ہین - خوش اخلاقی مین مجسم اخلاق ہین - خوش اخلاقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک ادنی و اعلی آپسے براہ راست ملسکتا ہے - ہفتہ مین ایکروز آپکا دربار بارگاہ عام ہے کسیطرح کی روک ٹوک نہین ہے - آپ نہایت اخلاق سے ملتے ہین - حاضرین بار کی تالیف قلوب فرماتے ہین - جو دردمند ہو اسکو دوا سے جو محتاج ہو اسکو دینار و درم سے سرفراز فرماتے ہین - حاجتمند کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے - بعض شعرا و مولفین آپکے پاس گئے - اور آپسے درخواست کی کہ سرکار آب ہمارے دیوان یا رسالے کی تاریخ کہدیجئے یا تقریظ لکھدیجئے - آپ سائل کی درخواست منظور کرکے تاریخ و تقریظ لکھدیتے ہین - عذر و بہانہ نہین فرماتے - اس امر سے آپکی نیک نیتی و ہمدردی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ آپنے تاریخ و تقریظ لکھنے مین دریغ نہین کیا - آپ اس خیال سے

تقریظ و تاریخ لکھدیتے ہین کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلائق کی نظر مین معتبر ہو گی - بیچارہ غریب کو فائدہ ہو گا - آپ علما دوست و فقرا پرست ہین - دونون فریق کے بزرگون کو مرشد مانتے ہین آپ انگریزی و فارسی عربی مین استعداد کامل رکھتے ہین - تحریر و تقریر مین بے نظیر ہین - اہل زبان کے ساتھہ بے تکلف مکالمہ و مکاتبہ کرتے ہین - فقیر مولف نے آپکی فارسی نظم دیکھی ہے - نہایت ہی درست و بامحاورہ و رنگین بامزہ ہوتی ہے - عربی مین بھی لکھہ پڑہ سکتے ہین - اردو بھی آپکی اہل زبان کیطرح صاف و شستہ ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپ کے دونون دیوان ایک فارسی دوسرا اردو مطبوع ہو چکے ہین - فی الحال دواوین فارسی اردو کے علاوہ آپکا ایک دیوان مسمی بہ خمکدۂ رحمت مطبوع ہو چکا ہے - یہہ دیوان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت مین ہے - مین نے اُسکو شروع سے آخر تک دیکھا - آپکا کلام نعتیہ کے دیکھنے اور سننے سے دلمین جوش جمال محمدی صلعم و ولولۂ عشق جلال احمدی موجزن ہوتا ہے - اور آتش آرزوئے زیارت مدینہ آتشکدۂ دلمین مشتعل ہوتی ہے - بیساختہ دل بھی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندہنا - اور ناقۂ شوق پر کجاوہ رکھہ کے سفر کرنا یہہ جوش خروش ثابت کرتا ہے کہ آپکا کلام صدق دل سے ہے - اور اقرار لسانی بھی صداقت قلبی کا موئید ہے - ضرور ہے کہ مہاراجہ صاحبدل ہین - اور رموز باطنی کے عالم عامل ہین مین ایسی حالت مین مہاراجہ کو موحد کامل سے ملقب کرتا ہون اور مہاراجہ کا شعر تائید مین لکھتا ہون ؎

کافر نکھو شاد کو ہے عارف صوفی — شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ

میرے نزدیک اگر عارف و صوفی کے مقام مین عارف کامل کہین تو بیجا نہو گا -

آپکے ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایاں ہوتے ہین اور ہر ایک فقرہ و لفظ سے کنوز وحدانیت و معرفت عیان۔ آپکا کلام کیا ہے۔ دریائے معرفت ہے۔ یا بحر مواج حقیقت ہے۔ آپنے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی عجیب خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے گویا دریا کو کوزہ مین بھر دیا ہے۔ یا عالم اکبر کو عالم اصغر مین نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاکہ صفحۂ کاغذ پر ایسا کھینچا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکھا دیا۔ ہر ایک طالب مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھ لیتا ہے۔ ہمارے مہاراجہ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحد کامل ہین۔ اور نہ صرف مصلح کل کے سالک۔ فقرائے کملا کے پیر و حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہین۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گویا رہتے ہین۔ جہان پاتے ہین بمصداق خذما صفا اخذ فرماتے ہین۔ آپ قال کو دیکھتے ہین۔ من قال سے اغماض کرتے ہین۔ آپکے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع ہے دائرہ علم مین علوم و فنون کا ذخیرہ بیشمار ہے آپ کو متعدد علوم خاص علم تصوف و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہمات اہل علوم سے مجالست فرماتے ہین۔ آپکی مجلس مین اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک صاحب علم و فن سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہین۔ مثلاً طبیب سے اسباب و مرض و شاعر سے قافیہ و ردیف و عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ مین اور صوفی باصفا سے تصوف و تعرف مین گفتگو کرتے ہین۔ فقرائے کملا خواہ اہل اسلام سے ہون خواہ اہل اصنام سے ہون ہر ایک فریق کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن سلوک و خدمت مین دریغ نہین کرتے۔ بعض کوتاہ بین متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہین میرے نزدیک آپکی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصبانہ تا بان پر

خاک ڈالنا ہے۔ فقیر مولف جو کچھہ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً مشاہدہ سے کام لیتا ہے ثانیاً قرائن حالات سے معانی کیطرف سبقت کرتا ہون جو کچھہ خیال ناقص مین صورت متخیلہ کو ظاہری صور متشکلہ سے مقابل کرکے میزان عقل مین خوب تولتا ہون جب دونون مین مطابقت پاتا ہون تب زبان قلم سے بیان کردیتا ہون اسیطرح مین نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکھون سے دیکھے اور کانون سے سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلام بلاغت التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدۂ دل وگوش باطن سے خوب دیکھا و سنا۔ مجھے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب وصلح کل مذہب ہین۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق و خوشامد پر محمول کرینگے اور مجھکو نشانہ ملامت بنائینگے۔ یہہ نہین کرینگے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج کے کلام اور اُن کے عادات کو منصفانہ دیکھین اگر عقل و شعور سے کام لین تو مجھپر کبھی اعتراض نہین کرینگے۔ اور نہ مجھکو حقارت سے دیکھینگے۔ مین سچ کہتا ہون مین تملق و خوشامد سے کوسون دور رہتا ہون۔ گوشہ گمنامی مین بیٹھہ کے دکن کے بزرگان سلف کو زندہ کرتا رہتا ہون۔ بزرگان کرام و امرائے باخیر کے حالات دیکھہ کے تازہ دل ہوتا ہون اور اُن کے باقیات صالحات کو اسبات کی ترغیب دیتا ہون کہ بزرگان متقدمین کی پیروی کرین اور اُن کے اخلاق و عادات کو اختیار کرین اگرچہ فقیر مولف نے آپکا تفصیلی حال بابتہ انتظام ملک جلد چہارم محبوب التجمن تذکرۂ امرا و وزرائے دکن مین شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے۔ لیکن یہان بھی انتظام ملک کی بابت قدرے ازکثیر گزارش کرتا ہون۔ **ھُوھٰذَہ**

آپ حسن تدبیر ورائے صائب سے موصوف ہین۔ ملکی انتظام مین ہوشیار و تجربہ کار ہین

چست و چالاک و کارگزار ہین سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے
اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین موروثی خدمت پیشکاری پر مشاہرہ چہہ ہزار روپیہ سکہ محبوب شاہی
ممتاز ہوئے - اور وزارت فوج کی خدمت سے بہی معزز ہوئے - اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین
بتقریب جشن سالگرہ مبارک جاہان راجہ و مہاراجہ بہادر - ہفت ہزاری منصب پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار - و چہہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے - اور آپکو جاگیرات
مین دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار ملا - اور نانا کے تمام جاگیرات پر وراثتہً قابض
و متصرف ہوئے - نواب سروقارالامرا مرحوم مدارالمہام کے رخصت کے وقت منصرمانہ
آپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تہا - چونکہ آپ کی ذات بابرکات مین مالک کی
اطاعت و تابعداری فطرۃً متمکن ہے کبہی طاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہین کہا
آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیحضرت قدرقدرت خلداللہ ملکہ کے دل مبارک پر
موثر مثل نقش کالحجر ہوئی - جب سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین وقارالامرا بہادر مرحوم نے رخصت
لی اعلیحضرت نے آپکو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین بموجب حکم مندرجہ
ذیل منصرم مدارالمہام فرمایا - پہر آپ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب الحکم اعلیحضرت مستقل وزیر
ہوئے - آپ منصرمی کے زمانہ مین وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے
ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین - آپنے بموجب
حکم اعلیحضرت تابعداری و فرمانبرداری مین سرموفرق نہین کیا - آپ کو مالک کی اطاعت
و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی - اور آپکے حسن انتظام
کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے - اللہم زد فزد

نقل احکام سرکار عالی نظام خلداللہ ملکہ

چونکہ نواب ثمار الامرا بہادر نے چہہ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ کی درخواست کی ہے اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بعطائے رخصت ششماہہ بلا تنخواہ سبکدوش کئے گئے۔ انکی جگہ پر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر بالفعل بماہوار موجودہ استحقاقاً تا حکم ثانی پیشکار و منصرم مدار المہام مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ مہاراجہ بہادر پندرہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت میں حضرت اقدس و اعلی کی فرمانبرداری و اطاعت میں ذرہ برابر فرق نہیں کیا۔ اور دادگستری و رعایا پروری میں مستعد و سرگرم ہے۔ وقتاً فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی میں دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے آپ کی عرق ریزی و دلسوزی درجہ مقبولیت کو پہنچی یعنے آپ ۲۶ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری میں حسب فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ عہدہ وزارت پر مستقل ہو گئے۔ چنانچہ اب تک مدار المہامی کی خدمت پر مقرر ہیں۔ مہمات مدار المہامی کو نہایت دیانت و امانت کے ساتھہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اعلیحضرت قدر قدرت اسی فرمان استقلال میں فرماتے ہیں۔ ؟ مجھے کامل اطمینان ہو گیا ہے کہ آیندہ بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کرکے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد بناتے رہیں گے لہذا میں آپ کو میری ریاست کے عہدہ مدار المہامی پر باضابطہ طور سے مستقل کیا چاہتا ہوں اور بالکل یقین کے ساتھہ امید کرتا ہوں کہ آپ اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتھہ میری ریاست و رعایا کی ترقی و بہبودی کے کاموں میں مصروف رہکر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہیں گے انتہی خلاصہ احکامات اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی۔

پھر اعلیحضرت نے آپکو بروز عید الضحی سنہ ۱۳۲ ہجری مین یمین السلطنتہ خطاب سرفراز فرمایا
آپ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے ساتھہ خادمانہ نیازمندی و وفاداری حاصل ہے
آپ ہمیشہ دیانت وامانت کیساتھہ خدمت مدار المہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و رعایا کی آبادی
وبہبودی کا خیال رکھنا مدنظر رکھتے ہین. علم دوست و ہنرپرور اور غریب پرست
وداد گر ہین ۔ اخلاق و سیر مین برامکہ سے کم نہین ہین ۔ آبا و اجداد کے طریقہ پر قدم بقدم
چلتے ہین ۔ آپ مین اکثر صفات مہاراجہ چندو لعل بہادر کے پائے جاتے ہین ۔ آپکو
دیکھنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہین ۔ کیون نہون اسی درخت کے پودے
ہین اور اسی چراغ کی روشنی ہین ۔ شاعری مین اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہین
لیکن آپکے پاس شعرائے مشاہیر کا مجمع نہین ہے ۔ مہاراجہ کے دربار مین اکثر شعرائے
نامور مصاحبین کے زمرہ مین داخل تھے مہاراجہ بہادر متوفی کی زرپاشی بیحد و بیشمار تھی
فی زماننا اس زرریزی کا عشر عشیر بھی نہین ہے ۔ جو کچھہ ہے غنیمت ہے ۔ اب مین
یہان آپکے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہون

من اشعارہ الهندی

عرش عظیم پر کہ تہ آسمان نہ تہا
معراج مین حضور ہوے جبکہ بار یاب
احمد کے در پہ اس لئے مین جبہہ سا رہا
معراج مین حضور جو مدعو خدا کے تہے
حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑہی ہے سب

یارب ترے حبیب کا جلوہ کہان نہ تہا
بس آپ تہے اکیلے کوئی اور وان نہ تہا
سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تہا
خلوت تہی کوئی اور وہان میہمان نہ تہا
اسلام کا جہان مین پہلے نشان نہ تہا

سازگار اپنا زمانا ہو گیا ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا

دفن یثرب مین ہوا لاشہ مرا اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا

بت پرستی اب کہان باقی رہی اُسکو چھوڑے اک زمانا ہو گیا

کفر چھوڑا پی کے مے توحید کی رنگ شاد اب عاشقانہ ہو گیا

ولہ

جنکو کہتے ہین محمد وہ ہین اپنے سلطان جسکو کہتے ہین مدینہ وہ ہے کشور اپنا

کیون نہین روضۂ اقدس کی زیارت ہوتی کیون بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا

نعت گوئی کا شرف ہمکو خدا نے بخشا اوج پر بخت ہے یاور ہے مقدر اپنا

ولہ

آپ ہی کے نام ہین شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفیٰ

کچھ تو ہمارے جدائی کو تسلی چاہیے خواب ہی مین لیجیے آکر خبر یا مصطفیٰ

یا نبی صل علیٰ صل علیٰ صلِ علیٰ ورد میرا ہے یہی آٹھون پہر یا مصطفیٰ

شاد ہے اک عمر سے امیدوار پابوس حال پر اُسکے ہو رحمت کی نظر یا مصطفیٰ

ولہ

مین دور ہون مدینے سے فریاد یا نصیب اب تک حضور مین نہ ہوئی یاد یا نصیب

تو اور مدینے جائے رہے طالع بلند مقبول شاد تیری ہو فریاد یا نصیب

ولہ

میرے والی مرے مولا مرے سلطان عرب میرے محبوب خدا پیارے نبی جان عرب

لاکھون مبعوث پیمبر ہوے اس عالم مین کون حضرت سا ہوا شان عجم جان عرب

بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری اور قائل ہین فصاحت کے فصیحان عرب

ہندی رومی مکی مدنی سب ہے شاد جان و دل سے ہین مطیع شہ ذیشان عرب

سوئے طیبہ مجھے بلوائین آپ یا کبھی خواب ہی مین آئین آپ

ارنی کہنے کی طاقت نہ رہی اب تو خادم کو نہ ترسائین آپ

وله

کیا کرے لیکے جو ہو عاشق حضرت جنت
واعظا تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت

کیا کرین لیکے مکان گر نہ ملے ہمکو مکین
کہ نہین طالب ہو الٰی کو یہ دولت جنت

جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت اے دل
اسی طاعت کے عوض ہو گی عنایت جنت

بیٹھکر تنہا ذکر و گوشے مین اللہ اللہ
مل ہی جائیگی تمہین روز قیامت جنت

وله

یا نبی بیچین ہون پھر زیارت الغیاث
مہر اوج معرفت ماہ رسالت الغیاث

آپ ہی کا ہے وسیلہ عاصیون کیواسطے
الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث

ق

کہتے ہین اکثر مسلمان مجھکو کافر یا نبیؐ
مجھپہ تہمت دھرتے ہین اہل شریعت الغیاث

میرا مسلک اور ہے اور انکا مذہب اور ہے
کیا یہہ جانین گے بھلا رمز طریقت الغیاث

وله

کیا تم سے کہون راز کہ کیا تہا شب معراج
تہا عرش پہ وحدت کا تماشا شب معراج

کہتے ہین احد کسکو کسے کہتے ہین احمدؐ
عالم پہ ہوا حل یہ معما شب معراج

خود ذات ہی تہی احمد و محمود و محمدؐ
آئینہ عرفان مین جو دیکہا شب معراج

اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرائض
یہ دونون کئے دونون ہوے یکجا شب معراج

ارواح کا اجماع تہا افلاک پہ اس شب
وحدت مین تہا کثرت کا تماشا شب معراج

عاشق مجھے احمد کا نہین کہتے مسلمان
دے آکے گواہی تو خدارا شب معراج

وله

بطحی کو جائیگے لئے ہے تیری کیا صلاح
اے بیقرار دل تو خدارا بتا صلاح

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست
واعظ سے جاکے کیا مین بھلا پوچھتا صلاح

سوئے مدینہ کہینچ رہا ہے یہ جذب شوق
ایدل بتا تو کوئی بہی بہر خدا صلاح

پیر مغان سے چلکے کرو تنا د مشورہ
مجھکو یقین ہے کہ وہ دیگا بجا صلاح

وله

اللہ کا دربار ہے دربار محمدؐ
اعلی سے بہی اعلی ہے یہ سرکار محمدؐ

ہین پہول اسی باغ کے سب کافر و مومن — یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد
جو بندے ہین خاص وہی جانتے ہین کچہہ — ہر کوئی نہین جانتا اسرار محمد

وله

رضائے خدا ہے رضائے محمد — ثنائے خدا ہے ثنائے محمد
کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلبر — صدائے خدا ہے صدائے محمد
وجود ایک ثابت ہوا جب تو پہر کیا — لقائے خدا ہے لقائے محمد

وله

یا محمد ہے غم الفت لذیذ — تیرے سودائی کو ہے وحشت لذیذ
دیکھنے والے جو ہین صورت تری — انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ
چاہنے والون کو تیرے یا حبیب — ہو نہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ

وله

افسوس یہ فقیر ہو شاہ زمن سے دور — بلبل پہ ہے ستم کہ رہے وہ چمن سے دور
عاشق ہے شمع روئے محمد کا دل مرا — پروانہ ہوکے حیف رہے انجمن سے دور
جب مین نے کہدیا کہ تمہارا غلام ہون — ہوجاؤنگا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور
پہونچون گا جب مدینے تو مصرع پڑہونگا یہ — نزدیک ہون وطن سے مگر ہون دکن سے دور

وله

نبوت کو ہے جیسے حضرت پہ ناز — تجہے آپکی ہے محبت پہ ناز
تجہے چارہ سازی پہ ہے چارہ ساز — مرے دلکو ہے درد الفت پہ ناز

وله

جز عشق اور کیا ہے دل مبتلا کے پاس — رہتی ہے اپنی جان رسول خدا کے پاس
کہتا ہے بار بار یہی مجہہ سے شوق دید — اٹہو چلو مدینے کو اب مصطفے کے پاس
عقدہ نہین کہلا شب معراج کا ہمین — فرمایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس

وله

دلدادہ ہون مین مجہکو ہے دلدار کی تلاش — مشتاق کو ہے احمد مختار کی تلاش
پایا ہے جسکو مین نے اسے جانتا ہون شاد — تہی اک زمانہ سے اسی سرکار کی تلاش

مرے نالے مین ہو یارب اثر خاص
جہان پہونچے وہین بستر جما یا
خیالِ طیبہ مین خود رفتہ ہونا
نہ کیون ہون ذکر مین مصروف طائر

دلکو ہے روئے پیمبر سے غرض
دولتِ عشقِ نبی درکار ہے
دل کو اپنے یادِ حضرت سے ہے کام

ہجر مین رکھتا ہے دل رونہان سے ارتباط
گلشن طیبہ سے میری روح یون مانوس ہے
یادِ احمد کیون نہ آئے میرے دلمین بار بار

پند تیری سنون مین کیا واعظ
ذکرِ حور و قصور تا بکجا
ہے جو مطلوب منزل مقصود
کیا کرے لیکے تیری جنت کو
قصدِ طوفِ مزارِ اقدس ہے

شوقِ پابوس یہ کہتا ہے کہ چل یثرب کو
آپ نے سکو بلایا نہ کیا یاد مجھے
بیجلے تجھے مرے اعمالِ سونار مجھے
نعت کے باغ لگاتا مین ہزارون اے شاد

وله
کہ رکھین شاہِ دین مجھپر نظر خاص
فقیرون کا نہین ہے کوئی گھر خاص
یہ ہے عشاقِ احمد کا سفر خاص
کہ سب وقتون مین ہے وقتِ سحر خاص

وله
آئینے کو ہے سکندر سے غرض
مال سے کیا کام کیا زر سے غرض
لب کو اپنے ذکرِ سرور سے غرض

وله
آنکھ رونے سے زبان آہ و فغان سے ارتباط
جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط
جو مکین ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط

وله
ہے محبت مری غذا واعظ
وصفِ محبوب کچھ سنا واعظ
ہے مدینہ کا راستا واعظ
درِ محبوب کا گدا واعظ
اسمین ہے رائے تیری کیا واعظ

وله
کیا کرون بس نہین چلتا کہ ہوئی قسمت مانع
ہوگی اسمین کوئی اللہ کی حکمت مانع
ہوگئی دوڑکے اللہ کی رحمت مانع
مجکو ہوتی نہ اگر تنگئی فرصت مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا داغ ۔ ہیں سمجھا ہے چراغ مدعا داغ

خیال روئے احمد کا ہے یہ فیض ۔ چمک کر مہر انور بنگیا داغ

یہ بو دینے لگا عشق نبی کی ۔ رہے یارب سدا پھولا پھلا داغ

جب آیا ہمکو طیبہ کا چمن یاد ۔ ملا اسے ثنا و دلکو اک نیا داغ

ولہ

ہے آپکی جو گرمئی بازار ہر طرف ۔ یوسف سے پھرتے ہیں خریدار ہر طرف

کوچہ نبی کا یاد جو آتا ہے بار بار ۔ پیش نظر ہے خلد کا گلزار ہر طرف

قیدی تو بیشمار ہیں زنجیر ایک ہے ۔ زلف رسول کے ہیں گرفتار ہر طرف

دیوانہ وار پھرتے ہیں عشاق رات دن ۔ پھر تلاش احمد مختار ہر طرف

ولہ

کبھی نالاں ہے کبھی اشکبار ہے عاشق ۔ تمہارے واسطے کیا بیقرار ہے عاشق

صبا یہ اس شہ خوبی سے عرض کر دینا ۔ نگاہ لطف کا امیدوار ہے عاشق

خدا کرے کہ ہو میری طلب مدینے سے ۔ اسی خیال میں لیل و نہار ہے عاشق

وہ شہسوار عرب ہیں وہ تاجدار عجم ۔ خدنگ ناز کا جنکے شکار ہے عاشق

ولہ

رنج و غم و درد و الم دلپہ اٹھائیں کبتک ۔ ہجر میں آپکے ہم شور مچائیں کبتک

دیکھئے وہ مجھے شکل اپنی دکھائیں کبتک ۔ میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنائیں کبتک

اے فلک روکے نہ تو کوچۂ احمد سے ہمیں ۔ طالب یار ہیں جنت میں نجائیں کبتک

ولہ

دیتا جو روز اک مجھے پروردگار دل ۔ کرتا خوشی سے میں شہ دیں پر نثار دل

اے شہسوار عرصۂ طیبہ ترے سوا ۔ کسکے خدنگ ناز کا ہوتا شکار دل

پروا نہیں اگر نہیں کوئی شریک حال ۔ ہیں غمگسار دل ہوں مرا غمگسار دل

ملتی مجھے جو دولت دیدار خواب میں ۔ ہوتا نہ اسطرح سے مرا بیقرار دل

فرقت کے صدمے ہند مین کبتک اُٹھائین ہم ۔۔۔ جی مین ٹھنی ہے یہ کہ مدینے کو جائین ہم

اپنی نظر مین جو ہے تعین ہے شان ہے ۔۔۔ کسطرح ایسے زر کو ظاہر مین لائین ہم

کحل البصر ہے خاک مدینے کی اے صبا ۔۔۔ لادے ذرا کہ آنکھون مین اُسکو لگائین ہم

ہو بخت سازگار تو پھر دیکھیے گا لطف ۔۔۔ چلکر مدینے حال سب اپنا سنائین ہم

ولہ

یا محمد کی ہم اُس در پہ صدا دیتے ہین ۔۔۔ حاضری اپنی اُنھین روز سنا دیتے ہین

ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور مین کوئی ۔۔۔ دو جہان سے وہ غنی اسکو بنا دیتے ہین

دستگیری وہ کیا کرتے ہین مجھ بیکس کی ۔۔۔ میری کشتی کو وہی پار لگا دیتے ہین

بخشواتے ہین گنہگار کو اللہ سے وہ ۔۔۔ شان یون اپنی کریمی کی دکھا دیتے ہین

ولہ

جسکو ہم سب شہ مکی مدنی کہتے ہین ۔۔۔ اہل جنت اُسے پھر چمنی کہتے ہین

اسکے دھوکے مین نہ آنا نہ لگانا دل کو ۔۔۔ اہل دانش اسے دنیائے دنی کہتے ہین

شاہ کو طنز سے کہتے ہین مسلمان کا فر ۔۔۔ اسے بہتان اسے طعنہ زنی کہتے ہین

ولہ

پیمبرون مین کوئی ایسا آفتاب نہین ۔۔۔ حضور احمد مختار کا جواب نہین

نبی کے عشق مین جسنے کہ موت پائی ہو ۔۔۔ لحد مین اُسکے لئے عیش ہے عذاب نہین

ولہ

ہاتھ آجائے جو محشر مین تمہارا دامن ۔۔۔ مجھ گنہگار کو ہو جائے سہارا دامن

بھر دیا دامن امید کو میرے شاد ۔۔۔ روبرو آپ کے جسوقت پسارا دامن

ولہ

پیش جب پھر شفاعت کرین احمد مجھکو ۔۔۔ میرا اللہ کریگا نہ کبھی رد مجھکو

مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا ۔۔۔ بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا ہے مقصد مجھکو

ثروت و جاہ و مراتب کی کسے خواہش ہے ۔۔۔ یہی کافی ہے کہ ہے الفت احمد مجھکو

خادم غوث بھی ہون اور غلام خواجہ ۔۔۔ میرے مولا نے دیا رتبہ بیحد مجھکو

ولہ

تری ذات ایک ہے یا خدا تری شان جلّ جلالہ
نہیں تجھسا ہے کوئی دوسرا تری شان جلّ جلالہ

تو کریم بھی تو رحیم بھی تو عزیز ہے تو معز بھی
ترے نام پر دل و جان فدا تری شان جلّ جلالہ

ولہ

اس دل میں ہے مدت سے تمنائے مدینہ
یارب کبھی مجھکو بھی نظر آئے مدینہ

زاہد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک
ہمکو بھی حسرت ہے کہ ملجائے مدینہ

پتھر پڑیں اس دل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر
جس دل میں نہو شوق و تمنائے مدینہ

کسطرح سے سرسبز نہو مزرع امید
دیکھوں جو کبھی گنبذ خضرائے مدینہ

ولہ

اپنی خودی کو کھو کے اسے پایا آپ میں
یہ سیر کی ہے آ کے عدم سے وجود کی

صل علیٰ نہ کیوں کہیں احمد کے نام پر
پڑھنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درود کی

ولہ

احمد کے سوا عشق کسی کا نکرینگے
ہم عاشق صادق ہیں تو ایسا نکرینگے

دیتا ہے مزہ عشق محمد میں تڑپنا
اس درد کا زنہار مداوا نہ کرینگے

مومن نہیں کہتے نہ کہیں لوگ ہمیں شاد
کافر بھی کہے کوئی تو پروا نکرینگے

ولہ

مدینہ بھی خداوندا عجب پر نور بستی ہے
جہاں ہر وقت و ہر دم تری رحمت برستی ہے

ترے رتبہ میں کسکو دخل ہے کیا کوئی دم مارے
جو محبوب خدا کا رتبہ پائے کسکی ہستی ہے

ولہ

تاج لولاک ہے شایان رسول عربی
پر تو شان خدا شان رسول عربی

انبیا جتنے ہیں آپ انکے بھی شافع ہونگے
سب کے سب بانٹیں گے احسان رسول عربی

باغ احمد کے ہیں دو پھول حسین اور حسن
یہی دو ہیں گل و ریحان رسول عربی

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

خداوندِ عالم ہے جسطرح واحد
حبیب خدا بھی تو یکتا ہوا ہے

فقط نعت گوئی سے اے شاد تجھکو
یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید - مولوی غلام امام

شہید تخلص - غلام امام نام - آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہین آپ کے والد ماجد مشاہیر مشائخ سے تہے - آپکا وطن اصلی قصبۂ امیٹھی ضلع لکھنو ہے - آپ سن شعور کے ابتدا مین کسب علوم کیطرف متوجہ ہوئے - کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی مولف منتہی الکلام کی خدمت مین تحصیل کین - اور زبان فارسی مین بہی استعداد کامل پیدا کی - شعرگوئی مین ابتداءً مرزا قتیل و مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے آغا سید اسمعیل مازندرانی سے فن شاعری مین تعلیم کامل پائی - آپکی طبیعت برق رخشان تہی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا ناطق مکرانی کے ہم طرح و ہمسر تہے - ہر مشاعرہ مین سخنوران معاصر سے میدان سبقت مین بڑہجاتے تہے - آپ مداح حضرت رسالتمآب و حاجی بیت اللہ و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہے - اکثر آپکے قصائد و غزلیات نعت و حمد مین مشہور و معروف ہین - اور رسائل میلاد شریف بہی متداول ہین آپکے قصائد نعتیہ مضامین شیرین و معانی رنگین مین ڈوبے ہوئے ہوتے ہین ہرایک شعر سے خوبی و خوش اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہرایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ این آپکا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی اسکے سننے سے وجد و حال مین نیم بسمل کیطرح پہڑکتے ہین اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہین - کلام پرتاثیر شیفتگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہرایک عالم بیخودی مین بے تابانہ وا محمدا وا محمدا چلاتا ہے - مجلس میلاد مین آپکے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین دل سے بیدل و خودی سے بیخود ہوجاتے ہین - آپ الہ آباد مین عہدہ پیشکاری صدر نظامت پر

مامور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے رہے
حکام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپکی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ
حالت ملازمت مین بھی اکثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس مین عمدہ عمدہ
کھانے اور اقسام کے حلوے مہیا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و غربا و احبا کو مدعو فرماتے
تھے۔ اور مجلس مین خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش ندائی سے پڑھتے تھے۔ آپکے
پڑھنے سے مجلس مین حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محی الدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے
رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھکر آپکے دیدار کے مشتاق ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ زرراہ
بھیجکے شہر حیدرآباد دکن مین بلائے۔ آپ حسب طلب نواب ممدوح نوکری ترک کرکے
شہر مین آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ سرکار عالی نظام سے چارسو تیس روپیہ ماہانہ بلا شرط
خدمت مقرر ہوا۔ شہر مین نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب آپ
دکن سے حرمین شریفین گئے۔ اسوقت راجہ گردھاری پرشاد باقی نے زاد و راحلہ اپنے
جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سر سالار جنگ مرحوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت
کی آپ حرمین مین پہنچ گئے۔ وہان مجالس میلاد متعدد مراتب مکہ و مدینہ مین منعقد
فرمائے۔ لکھنو و آگرہ و مرادآباد و رامپور و الہ آباد و حیدرآباد وغیرہ مین آپ کے مریدین
تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم و نواب کلب علیخان والی رامپور
و سعید عالم خان رئیس سورت آپکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر ہمپشہ ہجری
مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے رسائل و دیوان
نعتیہ متداول و معروف ہین۔ مینے انہین رسائل و دیوان سے چند اشعار تبرکاً ہدیہ

ناظرین کرتا ہون ھو ھذہ

بخشد سخن بکام معانی بیان ما — گویا زبان تو بود اندر دهان ما

بسکه از نقش دوئی گشته تهی سینهٔ ما — عکس ما نیز نگنجد در آئینهٔ ما

چون بوی گل بدوش کسی نیست بار ما — بر دامن صبا نه نشیند غبار ما

وله

نباشد از نزاکت تاب احسان طبع عالی را — حباب از آب پر یا پر نسازد جام خالی را

در آغوش تصور میکشم ساقی ترا هر دم — فروزان می کنم زین شمع فانوس خیالی را

وله

غیرت عاشقی ببین رشک نگر خدائی را — سایه نیافریده اند آن قد دلربائی را

خسته دلان تو هر طرف منتظر ند صف بصف — رخصت یک نظاره ده نرگس سرمه سائی را

وله

آن شوخ ستمگار ره بما هست و بما نیست — چون عکس که ز آئینه جدا هست و جدا نیست

گر زنده کند گاه کشد خسته دلان را — طرز نگهش حکم قضا هست و قضا نیست

وله

دل را بیک کرشمهٔ دلکش گرفت و رفت — سرگرم عشوه آمد و آتش گرفت و رفت

شمیم زلف تو در آستین صبا دزدید — تبسم دهنت غنچه در قبا دزدید

چو نافه بود نهان بوی زلف بعد بدلم — نسیم صبح نمیدانم از کجا دزدید

حنا بران کف پا بستهٔ بخون جگر — شهید دست تو مضمون پیش پا دزدید

وله

هرا نگوشته ابرو سلام کرد و نکرد — وزان دو چشم سخنگو کلام کرد و نکرد

هرا نگوشتهٔ چشمی ز ناز دید و ندید — به نیم جرعه سیه مست جام کرد و نکرد

وله

سر درش و بدم دل خود را بسوی من ندید — بسکه مصروفش بشغل بوسه چیدن یافتم

وقت پیری شد لقای آن بت سرکش نصیب — چون کمان پابوسی تیر از خمیدن یافتم

جان وقف سر راه کسی کردم و رفتم — همپای بانگ جرسی کردم و رفتم

میرفت سحر قافلۂ بوئے بہاران
گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپندے
صد شکر کہ صید ملک الموت نگشتم
ہر جا کہ ازان لعل شکر خا سخنے رفت

من نیز چو شبنم ہوسے کردم و رفتم
خوش ہمرہے ہم نفسے کردم و رفتم
جا نزا ہدف تیر کسے کردم و رفتم
پرواز بہ بال مگسے کردم و رفتم

شہید ۔ میر حمد علیخان دہلوی

شہید تخلص ۔ میر حمد علیخان نام ۔ آپ سید جعفر علیخان بہادر کے فرزند دلبند ہین ۔ آپ کے والد ماجد کے جد بزرگوار سید نوازش علیخان کا حسبی سلسلہ نواب سربلند خان بہادر دلاور جنگ مبارز الدولہ مبارز الملک صوبہ دار گجرات سے منتہی ہوتا ہے محمد شاہی امرا ہین تھے ۔ جاگیر و انعام سے سربلند ۔ میر حمد علیخان کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی ۔ اور دہلی کی سرزمین مین تربیت و تعلیم پائی ۔ علوم عربیہ مین فراغت حاصل کر کے فن شاعری و انشا پردازی کیطرف متوجہ ہوئے ۔ چند ہی مدت مین کامل ہو گئے ۔ آپکو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تہا ۔ علاوہ علوم عربیہ و شاعری و رمل و عملیات مین بہی مہارت کاملہ رکہتے تھے ۔ فارسی مین ناظم و ناثر تھے ۔ آپکی نثر منشیانہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیرین و رنگین ہوتی تہی ۔ نقادان سخن کو آپکے کلام بلاغت انجام سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تہا ۔ اور آپ فارسی و اردو زبان مین بہی کلام موزون فرماتے تھے ۔ آپکے اشعار نہایت ہی سنجیدہ و برجستہ ہوتے ہین ہر ایک کا مضمون نازک خیالی و شیرین مقالی سے مملو ہوتا ہے کوئی شعر نزاکت و لطافت سے خالی نہین ۔ آپکے جملات و فقرات گویا شکر پارے ہین

ناظرین وسامعین کو دیکھنے و سننے سے حلاوت تازہ ولذت بے اندازہ ہست ہوتی ہے
آپ وطن مین امثال واقران مین لائق وفائق مانے جاتے تھے۔ آپ بکشش آب وخورش
ہند سے حیدرآباد دکن مین آئے اسوقت نواب سکندر جاہ بہادر کا آخر عہد تھا۔ بارگاہ سکندر جاہی
مین باریاب ہوکے اہل مناسب کے سلسلہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوگئے غفران منزل
نواب ناصر الدولہ بہادر کی خدمت مین متعین ہوئے۔ جب ۱۲۴۴ ہجری مین سکندر جاہ
بہادر بہشت برین روانہ ہوئے۔ اور نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو
نواب ناصر الدولہ بہادر نے آپکو خلعت خطاب میر الشعرا و اضافہ منصب سے سرفراز کیا
آپ تا زندگی عہدہ منصب داری پر معزز ومکرم رہے آخر آپ نے ۱۲۹۲ ہجری مین اس
دار فنا سے عالم بقا کیطرف رحلت کی۔ آپ خوش اخلاق وبزرگان سلف کی طرح وضع داری
وخاکساری کے پابند تھے۔

من اشعارہ الفارسی

ساقیا معجزۂ حضرت موسی داری
ساغر بادہ بکف چون ید بیضا داری

ایدل اندیشۂ آن زلف چلیپا داری
در سر خویش ندانم کہ چہ سودا داری

ایدل از داغ چو طاؤس تماشا داری
نہ سراغ نہ اندیشۂ صحرا داری

نعل وہیچ است زکفش تو ہلال انجم
آسمان دگری زیر کف پا داری

غمزہ وعشوہ وانداز وادا وآئے
چشم بد دور کہ در خود ہمہ یکجا داری

دل من شاد کہ چون تو گل رعنا دارم
وقت تو خوش کہ چو من بلبل شیدا داری

تا زلب حرف زنی مردہا صد سالۂ زید
کن مرا زندہ کہ اعجاز مسیحا داری

بسراغ کمرش نیست نشانت بدل
گوشہ گیری بجہان شہرت عنقا داری

لب اظہار تو چون غنچہ نہ از ہم وا شد
اے دل غمزدہ آخر چہ تمنا داری

نظر آنجا کہ فتد باز نگردد ور چشم
ہمچو آئینہ چہ دلچسپ سراپا داری

کم ز فردائے قیامت نبود فردا ہیت
کہ بفردا متعلق پس فردا داری

دل صد پارہ ام البتہ گلو گیر تو شد
نہ حمایل بگلو از گل حمرا داری

بخیہ کردی دل مجروح مرا از مژگان
ہنرت بہ کہ بجز سوزن عیسا داری

روئے نور وشن و آویزہ دُر در گوشت
جلوہ حسن مہ و عقد ثریا داری

اے شہید از مئے عشق است ترا بیہوشی
نہ غم دین و نہ اندیشہ دنیا داری

من اشعارہ الہندی

مانگ کا خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا
دن دئے ظلمات کا موجود رستا ہو گیا

کیا کمال نسان ہین تہا عشق کی تاثیر سے
سجدہ گاہ ہوشیان مٹی کا پتلا ہو گیا

ولہ

گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب
درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب

مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب
ہمارے درد کو عیسیٰ دوا سے کیا مطلب

ولہ

وصل ہے زلف و رخ یار مین اب
ربط ہے کافر و دیندار مین اب

ولہ

جو تیر لگتی ہے صاحب تمہارے آہین
تو باقی کچھ نہین رہتا ہے جان جا نہین

تو کس لئے مرے درپے ہوا ہے ایصیاد
حصول کیا تجہے اک مشت پر کے پا نہین

ولہ

پان کہا کر ہونٹھ دکہلانے لگے
ہین شہید اور رنگ تم لانے لگے

نہ فکر زر کی نہ پروائے مال و جاہ رہی
فقط نظارۂ یوسف لقا کی چاہ رہی

سیاہ بختی مجنون خوش آئی لیلی کو
بنا کے آپ بہی اک خیمہ سیاہ رہی

شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے
جو ایسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبداللہ خان صاحب

شہیر تخلص - محمد عبداللہ خان صاحب نام - آپ رحیم اللہ خان کے خلف الصدق
ہیں - آپ کے بزرگ خوانین بہکر سے ہیں ملازمت کی وجہ سے ناگور میں آئے - اور وہاں
سکونت پذیر ہوئے - آپکے والد یا جد کی ولادت ناگور میں واقع ہوئی تھی اسوجہ سے
ناگوری کہلاتے ہیں - ناگور سے برار میں آئے - اور برار میں متوطن ہوئے - اور اسی
ملک میں قضاۃ کے خاندان کی لڑکی سے شادی کرلی - آپکی ولادت برار میں واقع ہوئی
اور نشو نما بھی اسی ملک کی آب ہوا میں ہوئی - عالم شباب کے قریب آپنے مولانا مولوی
عبداللہ صاحب بلہراونی کی خدمت میں تعلیم پائی - کتب درسیہ متعارفہ انھیں سے
اور دیگر استادوں سے پڑہیں صاحب فضل و کمال ہوے انشا پردازی میں بے نظیر
نظم و نثر میں آفتاب منیر ہوئے - طبیعت میں جولانی اور دماغ میں نازک خیالی خداداد
تہی - دل میں بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ میں ذکاوت و فطانت
برق افگن تہی - زور طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکہا اقران و امثال
سے کئی قدم آگے بڑہ گئے - اور سبقت میں بازی لیگئے - جو کچہہ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں
کلام سے شستگی و پختگی نمایاں نازک خیالی و شگفتہ بیانی عیاں ہے - آپ دونوں زبان
یعنی فارسی و اردو میں کہتے تہے ہر ایک زبان میں کلام بامحاورہ ہوتا تہا - آپکا ہر ایک
شعر لطافت و نزاکت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - فصاحت و بلاغت میں تولا ہوا
ہوتا ہے آپکے کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے
فصاحت و بلاغت میں تولا ہوا ہوتا ہے آپکی کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے

اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے۔ آپ علم طب مین مہارت کامل رکھتے تھے۔ آپ کی تشخیص نہایت درست تھی۔ مریض کی بیماری مین خوب غور و فکر کرتے تھے اور تمام حالات جزئیات سے واقف ہوکے سونچ سمجھکر نسخہ تجویز کرتے تھے۔ ادویہ کے اوزان مزاج کے موافق لکھتے تھے۔ آپکا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تھا۔ جو بیمار آپکی ہدایت کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنون مین شفا پاتا تھا۔ آپ ور اطبا کیطرح بغیر سونچے سمجھے نسخہ نہین لکھتے۔ نہ کسیکو دوا دیتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ آپکے پاس اکثر مریض ایسے آئے ہین جنکو ڈاکٹرون اور اطبا نے ناامیدی کا جواب دیا۔ آپنے نبض و قارورہ ملاحظہ کرکے نسخہ دیا۔ عنایات الہی سے تیسرے دن ہی صحت کے آثار معلوم ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ مین صحت کامل پاجاتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ آپکے ہاتھہ مین شفا ہے۔ یہہ قبولیت عامہ خداداد تھی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ ملکی انتظام مین عقل کل تھے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ مین تھے اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے کبھی آپکے کام پر حرف گیرون کو حرف گیری کا موقع نہین ملا۔ ہمیشہ پاک صاف رہے کسی سے کوئی تعلق نہین فرمایا۔ پیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار جاموڈ کے خدمتمین ملازم تھے اور انکی خدمت مین مدت تک رہے۔ آپ سنی اور جاگیردار صاحب امامیہ تھے۔ معاملہ ضدین تھا۔ مگر آپکی لیاقت و قابلیت اس درجہ کی تھی کہ نواب صاحب آپکو عزیزون سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ نواب کی رحلت کے بعد چند مدت انگریزی عہد مین برار مین عدالت منصفی مین میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخاست ہونیکے بعد انگریزی ملازمت مین داخل ہوئے۔ چند مدت تک داروغگی کی خدمت پر مامور رہے

پہر داروغگی سے علیحدہ ہوکر نواب کے داماد میر مہدیعلیخان کی خدمت مین بسر کرتے رہے
تمام نواب کی جاگیرات آپکی اختیار مین تہین۔ سفید و سیاہ کے آپ مالک تہے مہدیعلیخان
مرحوم کے بعد انکی اولاد کے نزدیک بہی رہے۔ اُن کے فرزندون نے آپکی کچہہ قدر نہین
کی اور نہ آپکے کام کی داد دی۔ آپ استعفا دیکر الگ ہوئے۔ نواب مختار الملک اول
کا زمانہ تہا آپنے نواب سے منصب کی درخواست کی۔ نوابصاحب نے قدردانی سے
۶۰ روپیے ماہوار مقرر کردئے۔ آپکی گذر اوقات کا مدار اُسی تنخواہ پر تہا۔

اوائل مین آپکے خیالات فلاسفانہ تہے۔ صوفیانہ طریق کے جویا تہے۔ صلح کل کے پیرو تہے
کیا ہندو کیا مسلمان سب سے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تہے۔ آپ سے سب خوش تہے
آپکا کوئی شاکی نہین تہا۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے معتقد ہی۔ اطیعو اللہ
واطیعو الرسول کے مقتدی۔ آپ متشرع متدین متقی و پرہیزگار تہے۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ
دل صوم صلوۃ کے پابند۔ قال اللہ و قال الرسول کے کاربند۔ رات دن عبادت الٰہی مین
مصروف تلاوۃ قرآن و وظائف و اذکار مین مشغول رہتے تہے۔

خوش مزاج۔ وخوش خلق ہر ایک سے نہایت کسر نفسی سے ملتے تہے۔ نیک سیرت پاکیزہ
صورت تہے۔ حلیم الطبع و سلیم الوضع استقلالی و وضع داری مین بے بدل زمانہ بدلجائے
مگر وہ اپنی وضع سے نہین بدلین گے۔ ہزار آفتین و گردشین سر پر آجائین وہ استقلال سے
ذرا نہین ہٹین گے۔ آپ متوکل و قانع تہے۔ کسی سے خواہان نہین ہوئے۔ کیا امیر کیا فقیر
آپکو کسی سے پروا نہین تہی۔ عزلت گزین تہے۔ گہر سے باہر نہین جاتے تہے۔ فقیر مؤلف
کے اُستاد ہین اوائل مین کتب فارسیہ و ابتدائی عربیہ آپ سے پڑہین اور مجکو آپ ہی کی فیض
صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بمبئی گیا اور

اور تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوا ایک مدت مین تکمیل کتب سے مشرف ہوا۔ مین آپکی توجہ
و عنایت کا مشکور ہون۔ آپ حیدرآباد دکن محلہ مستعد پورہ مین سکونت پذیر تھے

آپکی رحلت کی کیفیت

آپکا خاتمہ بخیر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بہشت برین مین
داخل ہوئے ہون گے۔ آپکو تین روز تک سکرات کی شدت رہی۔ تیسرے دن اعزہ و اقارب
آپکے گرد جمع تھے۔ آپنے حاضرین سے پوچھا اسوقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے
جواب دیا کہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ زمین پر گرین حاضرین
نے آپکو تھاما۔ اور عرض کیا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہون
بعد ازان آپ فرش پر بیٹھ گئے۔ تکیہ پر تیمم کیا بسمت قبلہ متوجہ ہوکے تکبیر تحریمہ شروع کی
سورۂ فاتحہ و ضم سورہ سے فارغ ہوکے رکوع کرکے سجدہ مین سر زمین پر رکھا۔ فوراً
حالت سجدہ مین آپکی روح نے جسم عنصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ حاضرین نے آہ و زاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس و حسرت ظاہر کیا
بعد ازان تجہیز و تکفین کرکے آپکو گھر کی گلبند کے قریب دیول پیٹھ مین دفن کیا۔ یہہ واقعہ
ربیع الاول ۱۳۱۹ھ ہجری مین واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریباً اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپکی باقیات الصالحات سے تین دختر نیک اختر
مین تینون کی شادیان آپکی زندگی مین ہوگئی تھین۔ سرکار عالی نظام کے امتیازی
منصبدارون کے صیغہ مین ملازم تھے۔ ساٹھ روپئے وظیفہ پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبہ
کوشش کر رہے تھے کہ مرحوم کی تنخواہ اون کے نام پر منتقل ہوجائے اب تک فیصلہ نہین ہوا ہے
دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا اُنکو کامیاب کرے۔ آپکا ذاتی مکان مستعد پورہ مین ہے۔

آپکے جسقدر اشعار میرے پاس تھے۔ وہ تمام موسی ندی کی طغیانی مین تلف و برباد ہوگئے۔ اسوجہ سے صرف حال پر اکتفا کیا گیا اگر ملجائینگے تو آیندہ ضمیمہ مین لکھونگا۔

شفیق۔ لچھمی نرائن اورنگ آبادی

شفیق تخلص۔ قوم کہتری کپور سے ہے۔ اورنگ آبادی المولد آپکے جد بزرگوار بہوانیداس عالمگیری لشکر کے ہمراہ لاہور سے دکن مین آئے۔ اور اورنگ آباد مین متوطن ہوئے۔ نوکر پیشہ تھے۔ زندگی بصیغہ نوکری بسر کرتے تھے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ اُنکا متوسط فرزند رائے منسا رام تہا۔ جب منسا رام دس برس کا ہوا جد مذکور فوت ہوا یتیم مذکور لالہ جسونت رائے ہم قوم کے سایۂ عنایت مین رہا لالہ کی سرپرستی مین تعلیم و تربیت پائی۔ نواب آصف جاہ غفران پناہ کے زمانہ مین چہہ صوبجات دکن کا پیشکار رہا۔ چالیس برس تک خدمت مفوضہ پر مامور رہا۔ امانت و دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب آزاد نے نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم سے سفارش کرکے منصب سے سرفراز کرایا۔ اور دکن کے بخشی الممالک کی پیشکاری پر بہی مامور۔ منسا رام دونون خدمتون کو عمدہ طرح سے ادا کرتا تہا۔ محنتی و جفاکش تہا۔ مالک کی تابعداری مین سرمو فرق نہین کرتا تہا۔ دربار آصفی نام کا ایک رسالہ مختصر لکہا ہے۔ اسمین مغفرت مآب آصفجاہ اول کی تعریف اور اُن کے عہد کے قوانین لکہے۔ رسالہ مذکور مطبوع ہو چکا ہے۔ اور ایک دکن کا گوشوارہ بہی لکہا ہے۔ بیس دوم صفر سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین شفیق صاحب ترجمہ کی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابتداء تمیز سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجہ سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاہ سے واقف نواب

صمصام الدولہ کے زمانہ مین منصب خطاب و ولی چند سے سرفراز ہوا۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و صحبت رکھتے تھے۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان مین لکھتا ہے ؎

لامکان است مقام آزاد	فوق عرش است خرام آزاد
سبحہ گردان ز کواکب ہر شب	فلک رہبر است بنام آزاد
خرمن ہستی اعدا سوزد	برق رخشان حسام آزاد
در گلستان جہان ہر گل و خار	مورد رحمت عالم آزاد
جدا و ساقی کوثر باشد	آب خضر است بجام آزاد
گل شنود گوش ہمہ تن بچمن	کہ برد باد پیام آزاد
پیش آئینہ ضمیر آن طوطی	میکند وصف کلام آزاد
اے خداوند جہان باد مدام	ساغر عیش بکام آزاد
صاحب ہر دو جہانست شفیق	ہر کہ گردید غلام آزاد

ابتدا مین شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا۔ اور کلام مین تخلص صاحب کرتا تھا۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین شفیق تخلص عطا فرمایا اور آپنے فرمایا کہ میر محمد مسیح صاحب تخلص فارسی مین ایک شاعر گذرا ہے۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونون زبان مین کہتا ہے۔ زبان ریختہ مین تخلص صاحب بحال رکھا۔ اور فارسی مین شفیق۔ تاریخ مرحمت تخلص ؎

حضرت فیض بخش آزاد	کرد ندم را تخلص انعام
گفتم تاریخ این عنایت	امداد شفیق شد مرا نام

شفیق صاحب ترجمہ آزاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری و سخن سنجی و تاریخ نویسی و تالیف مین فرد کامل تہا۔ اُسکے نتائج طبع نہایت صاف و شستہ و شفاف و برجستہ ہوتے ہین پرگو ہے آپکا دیوان فارسی و اردو ضخیم ہے۔ ابہی تک مطبوع نہین ہوئے ہین کل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار مین گوشہ گمنامی مین پڑے ہین۔ فقیر نے اکثر تذکرون مین اُن کے اشعار چیدہ چیدہ دیکہے ہین۔ انہین منتخبہ سے انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون آپ کی تالیفات سے۔ مآثر آصفی۔ و مآثر حیدری۔ و تذکرہ گل رعنا۔ و تذکرہ شام غریبان و بساط الغنائم۔ و مرآت الہند۔ و نخلستان۔ و تذکرہ گرو بابا نانک۔ و چمنستان شعرا وغیرہا ہین۔ تذکرہ نویسی مین میر غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچہہ لکہتا ہے نہایت تحقیق کے ساتہہ لکہتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکہتا ہے تو پورا پورا اسکا مالہ و ماعلیہ صاف صاف بیان کردیتا ہے۔ شفیق کو یہہ لیاقت آزاد کی توجہ و عنایت کی بدولت حاصل ہوئی تہی۔ دکن مین اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب تالیف ہین لیکن شفیق ارشد تلامذہ سے ہے۔

من اشعارہ الفارسی

مصرع ابروئے او بسم اللہ عنوان ما
بسکہ از گفتار ما ریزند یاران رنگہا

ولہ

مصحف رخسارہ او دین ما ایمان ما
گردہ صورت گران شد صفحہ دیوان ما

بردل ما التفاتی ہست چشم یار را
چشم او بر ما نگاہے گرندارد غیبت است

الغنی بسیار با مینا بود میخوار را
می شود پرہیز لازم مردم بیمار را

گر خود آرائی ہوس داری شنو عرض شفیق
تعالی اللہ چہ دولت شد میسر ناگہان امشب

اندکے تحریف باید چہرہ گلنار را
کہ آمد بر سر بالین من آن جان جان امشب

ہم آغوش شد بجانان طالع بیدار نازم
غنچہ ہا بشگفت و طفل گلعذارم برگشت

گریہ می آید مرا بر حال خود در فصل گل
ہر کسے را میرسد نوبت بدور آسیا

چہ ستمہا بدل از چشم سیہ مست تو رفت
شکست توبہ ما را بہار شد باعث

خدا گواہ کہ می را بلب نیالودم

مگر در خواب نوشین است چشم آسمان امشب
صد گریبان پارہ شد دامن ہموارم بر
گشت آب فنام در جو نگارم برگشت

برمراد خاطر من روزگارم برگشت
شیشۂ تحفۂ افسوس کہ از دست تو رفت

ہزار بار نوائے ہزار شد باعث
برائے مستی من چشم یار شد باعث

شعلہ - میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص - میر کاظم علیخان نام - آپ میر احمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند رشید ہیں - آپکے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرہ سے تھے - چنانچہ مولف فقیر نے خاندانی شرافت حسبی و نسبی کا ذکر شہید کے ترجمہ میں پورا بیان کردیا ہے - اب یہان اعادہ کی ضرورت نہین - صاحب ترجمہ کا ذاتی حال لکھتا ہون - آپکی ولادت ۱۸ تاریخ شہر رجب ۱۲۵۳ھ ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی نشو و نما بھی یہان کی آب و ہوا مین ہوئی - مدرسۂ دار العلوم مین پانچ چھہ سال تک تعلیم پائی - کتب درسیہ متداولہ فارسی عربی سے فراغت حاصل کی - امتحان دیکر مدرسہ سے لیاقت نامہ و سند کامل ہمدست کی - علاوہ فارسی عربی بقدر ضرورت انگریزی بھی پڑھ لی - آپکی طبیعت فطرتًا شعلۂ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تھی - تحریر و تقریر کے دریا مین موجزن ہورہی تھی - ایسی حالت مین موروثی شعر و شاعری کیطرف مائل ہوئی - ذاتی استعداد

ولیاقت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے۔ اور والد ما جد سے اصلاح لینے لگے۔ والد کی
اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑہنے لگی۔ چند ہی ایام کی مشق و اصلاح مین کلام
سنجیدہ و پسندیدہ ہوگیا۔ پس آپ شعرا کے مشاعرے مین جانے لگے۔ معاصرین کے
ہمطرح وہم سنگ ہوئے۔ آپکا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے۔ اور صنایع و بدایع
لفظی و معنوی مین ڈوبا ہوا۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کلام موزون فرماتے ہین
ہر ایک زبان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل تھے۔ کلام سے اہل زبان کی شان
دکھلائی دیتی ہے۔ آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درس و تدریس سے بھی مستفید
فرماتے تھے۔ اکثر طلبہ و نوآموز شعرا آپکی خدمت مین استفادہ کرتے تھے۔ آپ اساتذہ
جہاندیدہ مین شمار کئے جاتے تھے۔ آپ عدالتی امور مین بھی نہایت ہی لائق و فائق
تھے۔ متعدد محکمون مین حکام بالادست کی زیر دستی مین کام کرتے رہے۔ حکام نے
وقتاً فوقتاً آپکے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مولوی نصر اللہ خان
خورجوی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن مین آپکی کارگزاری و تجربہ کاری
و ہوشیاری کی بہت تعریف لکھی ہے۔ مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت
و دیانت کے ساتھہ ادا کرتے رہے۔ نیک محضر و خداترس تھے۔ وضعداری و ملنساری
کے پابند تھے۔ طلبہ کے ساتھہ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تھے۔ فقیر مولف کو آپ سے
شناسائی تھی۔ بعض محافل مین کبھی کبھی باہم ملاقات ہو جاتی تھی۔ آخر آپ نے
بتاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخری ۱۳۰۸ہجری مین اس دار فانی سے بعالم جاودانی
رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے باقیات صالحات سے دو خلف
الصدق مین ایک حکیم سید نوازش علی صاحب متخلص بہ لمعہ دوسرے حکیم سید نادر علیصاحب

المتخلص بہ رعد ہیں۔ ماشاء اللہ دونوں ہی مصداق الولد سر لابیہ لائق و فائق
ناظم و ناثر ہیں اللہم سلمہما اللہ بالخیر و العافیہ۔ اب میں شعلہ صاحب مرحوم کے
چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔

من اشعارہ الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل وطن ما
خرم چو بہشت است بہار چمن ما

خون در دل یاقوت بود از لب لعلش
زانست کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما

بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بکشا
بزن مستانہ سا[illegible] شیشہ ہا بکشا

نہان تا کے بماند شمع اندر پردۂ فانوس
نقاب از چہرہ ات اے شعلہ رو بہر خدا بکشا

آنکہ بخشید بتو حسن خود آرائی را
او عطا کرد بمن صبر و شکیبائی را

اسم حق ورد کن اے دل کہ ہمہ ذکر کنند
صبحگاہان ہمہ گر طائر صحرائی را

سید ہاشمی و منبع جود و کرمی
نبی مکی و امی و شفیع الامی

نظر لطف شہا بر من مسکین فرمائے
کہ منم ذرۂ بیتاب تو مہر کرمی

چند اشان براقت کہ زنہ چرخ گذشت
مرحبا شاہسوار عربی و عجمی

سائلے از حرم پاک تو محروم نگشت
بارک اللہ چہ کریمی و چہ عالی ہممی

زان سبب آمدہ در شان تو لولاک لما
کہ تو ہر جملہ رسل اکرمی و محترمی

ہست از پرتو انوار تو عالم روشن
آفتاب رسالت معنی لوح و قلمی

چند اشان رفیعت کہ رسیدی تا عرش
شب معراج ز اعجاز زیادہ تو کمی

سرورا درد دلے دارم و بس مجروم
دارو ئے درد عطا کن کہ تو باب حکمی

کن عطا خادمت جاروبی آن روضۂ پاک
یا حبیب الصمدی انت لی النعمی

گر وصل بھی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا
دامن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا

دامن کش قاتل گر خون شہید ہوتا
یون قتل پہ آمادہ ظالم نہوا ہوتا

وہ شوق شہادت ہے سو بار اگر مرتا
قاتل ہی کے جانب کو لاشہ بھی پھرا ہوتا

کیون رشتہ محبت کا توڑا ہی عبث ظالم
یون قتل کیا ہوتا کچھہ تسمہ لگا ہوتا

پائی نہ شہادت جب دعوی ہے دیت کا کب
گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا

اے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا
بہہ مشت غبار اپنا ہر گز نہ اُڑا ہوتا

گر قلقل مینا کو مجکو نہ سنایا تھا
تربت پہ مری ظالم اک قل تو پڑا ہوتا

اس شکل بدلنے پر عشق کے آجاتی
تصویر مین بھی رخ سے گر رنگ اُڑا ہوتا

سننے کو نہ سنتے وہ کہنا تھا ہمین لازم
آنے کو نہ آتے وہ شکوہ تو کیا ہوتا

اُس شعلہ بہو کہ کی شکوہ جو کہلین رقیبین
سوزہ کو دخان کی دم اشتعلہ کیا ہوتا

شہیدی - مرزا شہید قمی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - آپکا وطن اصلی شہر قم ہے - جامع علوم وفنون تھا - فن شاعری مین استاد کامل - میدان سخن سنجی مین اقران و امثال پر سبقت کرتا تھا - اپنے مقابلہ مین کسی شاعر کو ہم سنگ ہم پلہ نہین سمجھتا تھا - اپنی شاعری و شگفتگی سے کلام پر نازان رہتا تھا - سلطان یعقوب والی تبریز کا مقرب مصاحب تھا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعرا خطاب سے مخاطب تھا - معاصرین اُسکے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کو دیکھہ کے رشک و حسد کرتے تھے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اُسکو کچھہ ضرر

نہین پہنچا سکتے تہے ہمیشہ جابوجور بنتے تہے - بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین
کے وجہ سے وہان قیام دشوار ہوگیا بامر لاچاری ہند کا سفر اختیار کیا - تبریز سے
اولاً گجرات مین آیا - چندروز وہان قیام کرکے اسمعیل عادل شاہ کے عہد مین شہر بیجاپور مین
پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر و مدارات کی اور مقربین کے زمرہ مین شریک فرمایا
تا بزندگی بیجاپور مین عیش و آرام کے ساتھہ بسر کرتا رہا - تقریباً صد سالہ عمر ہوکے
فوت ہوا - فرشتہ و گل عرائب کے مولف تمنا کے قول سے ۹۳۶ھ ہجری مین فوت ہوئے
بیجاپور کی زمین مین مدفون ہوا - محمد عارف بقائی نے لکہا کہ اسکی وفات ۹۳۵ھ ہجری مین
واقع ہوئی - اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ اسکا مدفن سرکہیچ گجرات ہے - فقیر مولف
کے نزدیک فرشتہ و گل عرائب کا قول وسنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے - اس لئے کہ
دونون مولف دکنی الاصل تہے - انکا لکہنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار
سماعت پر ہے - والعلم عنداللہ بحقیقۃ الحال - شہیدی صاحب دیوان تہا - اسکا دیوان
ضخیم ہے کئے ہزار ابیات پر شامل ہے فقیر مولف کے مطالعہ مین گذرا ہے - کلام پختہ و برجستہ
ہے - نزاکت و لطافت سے بہرا ہوا ہے - ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے - ان مین
صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند اشعار گذارش کرتا ہون -

من اشعارہ الفارسی

بلطف میکدہ ہا روز بے نوائی ما
سفال چرخ بود کاسہ گدائی ما

چو تاج بر سر ما کو سبوئے بادہ ببین
کسے کہ طعنہ زند بر برہنہ پائی ما

فتادہ سر خم زدست بادہ فروش
شکست شیشہ تقوی و پارسائی ما

بیک قدح کہ کشیدیم صبح مخموری
ہم اندرون و برون شستنے صفائی ما

بآب تلخ چو ما آشنا مباد کسی — که رو بقعر فنا دارد آشنائی ما

نهفته بزم غم ما ز چشم تیره دلان — توان مشاهده کردن بروشنائی ما

شهیدی ز نظر فروشش دور مرو — که او ز قید خودی میدهد رهائی ما

وله

زاشک لاله گون تا چند در خون افکنم خود را — نمیدانم که چون زین ورطه بیرون کنم خود را

خیال چشم جادویش چنانم ساخت دیوانه — که خواهم از سر کوی بهامون افکنم خود را

اگر بر تربت مجنون مرا روزی گذار افتد — درم پیراهن و بر خاک مجنون افکنم خود را

وله

خوشش آن سوار کز و شد بلند پستی ما — بتازیانه افشاند گرد هستی ما

ز دست چرخ رهایم به ساغر خورشید — بود بدولت عشق این دراز دستی ما

تهی نگشت دمی کاسه سر از می عشق — ز سر چگونه رود مستی الستی ما

چنان ز شوق تو سرمست و بیهش حالم — که محتسب بغلط می فتد ز مستی ما

یکی مشاهده کن ای شهیدی آن بت را — بشوی صفحه انکار بت پرستی ما

وله

هیچ سر لایق نباشد بند فتراک ترا — چون کسی آلوده سازد دامن پاک ترا

باغبانا غم مخور و ز خشکسال آزاد باش — می پرستان پرورند از چشم نمناک ترا

یار اگر یابد شهیدی بر سر خاکت قدم — گو منه شمع و چراغی مجلس خاک ترا

وله

بیا ای عشق و آتش زن دل افسرده ما را — بنور خویش روشن کن چراغ مرده ما را

ملولیم از کدورتهای مخموری بیا ساقی — بجامی تازه گردان چهره پژمرده ما را

وله

رفتم بگشت باغ از آن نازنین جدا — افتاد گل بخنده جدا یاسمین جدا

بی لعل یار تیره شد چشم روشنم — مانند خاتمی که بود از نگین جدا

تیغ فراق بند ز بندم جدا کند — از یار خود مباد کسی اینچنین جدا

پامال رخش کن سرم از خاک بر مدار — می ترسم ای سوار که گردی ز زین جدا
منشین جدا ز یار شهیدی چو عاشقی — صد پاره شو به تیغ وی انگه نشین جدا

وله

داغ بتان چو لاله بود در سرشت ما — تا بت پرست و روسیهی سرنوشت ما
ترسم که زیب تربت ارباب دین کنند — خشت منقشی که فتد از کنشت ما
تسخیر نشاط از دل ما سیر کی شود — زینسان که پایمال غمت گشت کشت ما
عالم گرفت شور شهیدی و کو نمکین — چون هست بی غم نمکینان سرشت ما

وله

رسیدم اینک آن جا که روزی دیده ام او را — درین منزل بسی برگرد سرگردیده ام او را
مرا با و شهود هر دم بیازی گر چه گوییدم — که اکنون رفت ازین هر کجا پرسیدم او را

وله

بر لب آمد جان من ز مهجوری من بیمار را — خون چکان رخساره بنما تشنه دیدار را
صورتی چون روی تو در کارگاه حسن نیست — ای پری چند انکه می بینیم روی کار را

وله

از تو من رو روی دل از تیغ غمت چاک آنجا — بی تو من خون خورم اینجا دل غمناک را
جای پاکان بود آن کوی از آن میدارم — چشم پاک و دل چاک و نظر پاک آنجا

وله

تا گنه کار روز یاری بسیاری ما — خلق محشر همه حیران سیه کاری ما
گر چه از جرم گناهیم گرانبار آنجا — کوه بر باد رود چیست گرانباری ما
نا امید از کرم دوست شهیدی نشوی — بشکفاند گل امید جگرخواری ما

وله

عکس رخش در جام می دیدم کشیدم جام را — خوردم بروی دوست می از می گرفتم کام را
صد عیب اگر می را بود بس باشد این یک هنر — کو میدهد رنگ گر رخساره گلفام را

وله

هر چند نتوانی چو گل پوشی رخ گلرنگ را — مکشا بروی هر کسی آن چشم شوخ و شنگ را
از غمزه میریزی و ز خنده لب را میگزی — در یکزمان کس هیچ کند هم صلح را هم جنگ را

دامن پاکت ز می گشتست نمناک از کجا ‌‌ ‌ در گریبان تو افتادست این چاک از کجا

خاک بر سر کرده سر جا داد خواهی هر گرم ‌ ‌ میبرم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا

وله

در چمن آن دست نازک سوی شاخ گل مبر ‌ ‌ ترسم آزاری رسد نازک ز گل چیدن ترا

ریختی خون شهیدی چند هر دم میکشی ‌ ‌ عاقبت خواهد زخونی پای لغزیدن ترا

وله

عزت عشق چون بود خواری خوش است هم ‌ ‌ بر ره سلطنت نگر بندگی ایاز را

ناز ترا بجان خرند ای پری بهمه کس چو افکنی ‌ ‌ سر بنهد بند شاه من بر همه صید باز را

وله

نهادم سر براه عشق و کردم قطع منزلها ‌ ‌ ز سر بگذشتم آسان ساختم بر خویش مشکلها

سر دگر خوشه خوشه شعلهٔ آتش برون آید ‌ ‌ بخاک کوی خوبان بسکه شد دانهٔ دلها

وله

چشمت به تیر غمزه دل و جان من نواخت ‌ ‌ خوش باد وقت مردم مسکین نواز را

خوشخو مشو که بیشتر از خوی نیک بود ‌ ‌ چندین قبول خاطر محمود ایاز را

برهمن که سجدهٔ صنمی میکنم مخند ‌ ‌ آگه نه حقیقت عشق مجاز را

در باخت هرچه داشت شهید از پی عشق ‌ ‌ سر باید درد و داغ تو بس پاکباز را

وله

بشام عید کنم ساغر مشرب طلب ‌ ‌ طلب کنند همه مه من آفتاب طلب

هلال عید کنم گنج نامه که با آن ‌ ‌ کنند گنج می از عالم خراب طلب

وله

کمتر از پروانه نتوان بود در جان باختن ‌ ‌ گر بهوای آتشین رخساره خود باک سوخت

فارغست از دوزخ و گرمای روز رستخیز ‌ ‌ سهرباهی هر که در غمخانهٔ افلاک سوخت

صحرا خوش است و باغ خوش است و چمن خوش ‌ ‌ جامی بسینه چاک خورده ام وقت من خوش است

بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند ‌ ‌ دشنام ناخوش است ولی از آن دهن خوش است

وله

ز خواب ناز چو آن شوخ نازنین برخاست ‌ ‌ علم کشید بلا فتنه از زمین برخاست

زبزم لاله رخان چند غرق خون خیزم
نشست هر که با این قوم همچنین برخاست

وله

پی برده ام که منزل جانان من کجاست
آرامگاه سرو خرامان من کجاست

ناخوانده در رود همه جا همچو آفتاب
خودرای و سرکش است نظربان من کجاست

وله

جواب طعنهٔ نااهل چیست خاموشی
فرمان بیهوده کردن دراز کار غنی نیست

میان خلق شهیدی چه میکنی خانه
ترا مقام به از گوشهٔ مزار غنی نیست

وله

ای محتسب مکن بمن درد خوار بحث
غوغا میار بر سر ما و گذار بحث

پروای بحث دینی و عقبی نباشدم
آنجا که حیرت است نباید بکار بحث

وله

گر بوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرنج
معذور دار عاشق و بستم ز من مرنج

رنجه ز بار پیرهن ای تازه گل مشو
پوشند غیر چون تنت از پیرهن مرنج

وله

کلید میکده را یافتم بوقت صباح
برآمد از دل من بیخبر که یا فتاح

قدم نهادم و میخانه را گشادم در
درآمد از پی من هزار اهل صلاح

وله

من دوزخی ز سوز جگر تو بهشتی
مشکل نهم بروی تو مالم زیاده رخ

از خون دیده روی شهیدی منقش است
نادر بمانده از رخت ای ترک ساده رخ

وله

خرم کسی که در چمن لاله میرود
می دیگری گرفت ز دنباله میرود

از مدرسه بمیکده یکشب که میروم
در کار می وظیفه یکساله میرود

وله

مغان که میکده را دستوی تا نمی بیند
کشیده سرمه بگو از حیا نمی بیند

بسر خروی بیگانگان نظر دارد
سیاه روی یک آشنا نمی بیند

وله

ندارم کس که پیش یار حال زار من گوید
غم تنهائی و درد دل افگار من گوید

بتلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو
که بی رنجاندن خاطر بشیرین کار من گوید

میروی ای شاه خوبان جانب شهر دگر
نیست بازیگه هر در عشق بازی باختن

زغم گداخت تنم جان زغم نرسته هنوز
بر آستان تو عمرم بنامرادی رفت

خوش آن زمان که مرا همنشین تو باشی و بس
چنانکه هست بر افلاک آفتاب یکی

سجاده ریا که بود بار اهل هوش
پیمانه که ماند شب از وجه خرقه ام

ببال مرغ بستم نامه هر دادم سوی یاره
میسر گر شود بوسم کف پای گل اندامی

کی از سفال سگانت بما دهند آبی
غزل سرائی خاصم قبول خاصانت

خوش آنکه من بسفال سگت رسیدم خون
برفت مرغ دل و باز پس نمی آید

تا شنیدند از عشقش در زبان این و آن
شد شهیدی سربلند از دولت نظم بلند

سفر گزیدم و کردم بهر که بود وداع
هوای خدمت او گر ندارم از سر شوق

جور دربانش بلا و طعنه دشمن بلا

وله

مسکنی خوارزم را بی جرم زندان بر فقیر
کار سربازان میدان بلا آسان بگیر

وله

خدنگ آه کشتم بی جهت جسته هنوز
در مراد بروی شکسته هنوز

وله

رقیب بی فتنه بکار است همین تو باشی و بس
بر اوج حسن بروی زمین تو باشی و بس

وله

دلال معصیت نیم انداختم ز دوش
بهر خمار صبح سپردم بمی فروش

وله

گران بار است می ترسم که بگشاید بمنقارش
بعالم دیده می ترسم ز مژه درپا رود خارش

وله

عوام را نبود بهره ز فیض خواص
خوش است نظم شهیدی که نیست خاص الخاص

وله

بمن شراب نفرستی برون ز خانه عوض
درین خرابه از و ماند آشیانه عوض

وله

خرقی از من هر سر چون حلقه ناخورده خط
پست کی گردد اگر گویند کسی نظم وسط

وله

شدم مقید طوق رکاب شاه شجاع
چو کرد یاد چرا راه میروم بسماع

وله

میرسد بر من بلا بی اختیار از هر طرف

بی بلا هرگز نیم گر از بلائے نیکوان
گفتنی که بهترست ترا مرگ یا فراق
شد روشنم که داغ جدائی چه بوده است
عاشق روئے شدم همچو زدم ساغر بسنگ
این غزل مطرب بهر مجلس که مستانه خواند
عجب دارم ز استغنائے این ترک
ز غیرت خون آن ساغر خورم من
بی تو هر شب خون دل ز چشم خونبار آورم
گر بگویم درد خود با کوه بے آن سنگدل
چو ابر من بهوائے تو از جهان رفتم
منم شهیدی و باشم علم بروز جزا
آزردهٔ ز طعنهٔ مردم برائے من
دامن بکش ز صحبت بیگانگان عشق
وحشی غزال من بکسے آشنا مشو
بگسل ز ما بغیر مشو رام شرم دار
آراسته ز خانه بیا زار در میا
تا چند بر شهیدی مسکین جفا کنی
غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو
پاکان کشند بادهٔ حسنت بجام جم

وله
در کشم دامن رساند روز از هر طرف
کارم اگر بمرگ فتد به که با فراق
تا جان من بسوخت جدا دل جدا فراق

وله
چهرهٔ زرد از عشق نیکو تر که از می لاله رنگ
شد شهیدی سنگ روی دل سیه آید بچنگ

وله
که می آید چنین هیچ است در دل
که عکس آن ز خشش پیداست در دل

وله
گه بزانو سر نهم گه بدیوار آورم
کوه را از درد دل با خود از شب تار آورم

وله
گلے نچیدم و گریان ز گلستان رفتم
ز چشم خلق چه نقصان اگر نهان رفتم

وله
خوبی تو بلائے تو هم شد چه جای من
تا آشنا کجا تو کجا آشنائے من

وله
ترسم که صید کس شوی از من جدا مشو
یکبارگی با هل وفا بے وفا مشو
بالا بلند من همه کس را بلا مشو
یکبره ترحمے همه جور و جفا مشو

وله
طوفان حسن همه عالم خراب تو
آلوده را خبر نبود از شراب تو

بپرسی ز من که بیدل و شیدا چرا شدی / اغیار حاضرند چه گویم جواب تو

گر در دل تو عشق شهیدی اثر نکرد / وقت نظاره چیست همه اضطراب تو

وله

تنی داریم در بار شکسته / دلی در زیر دیوار شکسته

زبار دل شهیدی او فتاده / رسن بگسسته و داری شکسته

وله

تا بکی باشم بداغ انتظاری سوخته / مانده چون خاکستری بر رهگذاری سوخته

اهل ناموس از کجا و بهره عشق از کجا / عشق هر جا خرمن بی اعتباری سوخته

وله

مرا بغیر دیار حبیب ماوا نه / غریب جائی و آنجا غریب را خانه

براه کعبه وصلت نقطع یک منزل / ز پا فتادم و منزل هنوز پیدا نه

وله

منم رسوائی شهری گشته دست از آبرو شسته / تهی از خرقه رنگ توبه و تقوی فرو شسته

گرفته گوشهٔ مستی و مستغرق دریا کسی گشته / بپای خم فتاده دست از جام و سبو شسته

وله

نگوئی از غرور حسن با من یک سخن روزی / بروز بد گرفتارم بپرس احوال من روزی

چو افتد در غریبی نامرادی از دیار من / نگو نشناسم او را چون نبودم در وطن روزی

بکام دل همه جا باده بی حجاب خوری / چه وقت تست که با هر کسی شراب خوری

خمار شرب مبادا که درد سر بدهت / ازین شراب که در عالم شباب خوری

گذر بیاری من آمده خبر نداشتی / جانب افتاده گاهی گذر نداشتی

خوش آن ساعت که میرم بر بالین من باشی / زبانم رفته از کار و تو با من در سخن باشی

نگیری پای تابوت مرا خود در نجاتی / که من باشم گران ز درد تو نازک بدن باشی

مرا در بزم خود ره دادی و بازم بدر کردی / بهر یک جام می صد کاسه خونم در جگر کردی

براهم هر قدم صد خار غم ای گل خو نشاندی / چرا از ره مرا بردی با خود هم سفر کردی

شایان - محمد اسلم خان

شایان تخلص - محمد اسلم خان نام - آپ علی محمد خان ناطق کے فرزند ہین آپکی
ولادت بلدہ محمد پور عرف ارکاٹ مین ہوئی - نشو و نما کے بعد شغل و شعور کے زمانہ مین
کتب درسیہ فارسیہ اپنے والد ماجد مرحوم سے تمام کین - فارغ التحصیل ہوکے مدراس مین
وارد ہوئے - مولوی سید شاہ عبد اللہ اور مہربان فخری مولوی محمد باقر آگاہ کی خدمت
مین کتب عربیہ ابتدا سے انتہا تک ختم کین - عربی مین بھی کامل ہوئے - نواب امیر الامرا
بہادر کے میر منشی ہوئے - فارسی مین عبارت چست و درست با محاورہ مثل اہل زبان
لکھتے تھے - تحریر مین ظہوری طغرا کا طرز اختیار فرماتے تھے - آپکا ہر ایک فقرہ
برجستہ و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و بائستہ ہوتا تھا - امیر الامرا آپکی عبارت
شیرین کو دیکھکے بہت محظوظ ہوتے تھے - اور آپکی لیاقت کی تعریف فرماتے تھے
آپ نوابصاحب کی زندگی تک میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے - نواب کی
رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دار الضرب کی امینی
و جاگیرات نیاز حرمین شریفین کی تحصیلداری پر مامور ہوتے رہے - ہر ایک خدمت
مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے رہے - حکام بالا دست آپکے
کام سے بہت خوش ہوتے تھے - آپ حکام کی تابعداری سے سرمو فرق نہین کرتے تھے
آپ موزون الطبع تھے - شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرتے تھے - جو کچھ موزون
فرماتے تھے خوب مرغوب ہوتا تھا - صاحب التالیف و التصنیف بھی تھے - متعدد رسائل
لکھے ہین - مسائل التعلیم شرح منہج التقویم و شرح فارسی منہاج و مثنوی گداز دل

و مثنوی ظفرنامه و وقایع حیدری و عین المصادر و گلدستہ مناقب وغیرہا - اور آپکا دیوان غزلیات و قصائد پر شامل ہے - آخر آپ سنہ ۱۲۳۴ ہجری مین واصل حق ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

آفتابیست کہ از شام قیامت پیداست — یعنی آن عارض تابان بخم گیسو ہا

ولہ

نو بہار گلشن عشق تو تا افروخت شمع — سوخت یکجا بلبل و یکسو پر پروانہا

ولہ

خط موج ست انگشت تحیر بر لب ساغر — ندانم گردش چشم کہ حیران میکند دل را

چشم او از بسکہ داد مستی می وادہ ا — جام محو بیخودی و شیشہ مینا کردہ است

خندہ برق جنون دیدن پنہان کسے — فتنہ و ام پری سایہ مژگان کسے

اشک دریا دل شایان سر طوفان دارد — نکند چشم ترش منت دامان کسے

شائق - غلام محی الدین

شائق تخلص - غلام محی الدین نام - شائق علیخان خطاب ہے - آپ شاہ احمد ابو تراب قادری کے فرزند ہین - آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب مولوی محمد حسین شہید المعروف بامام صاحب بدرس سے منتہی ہوتا ہے - آپکے خاندان مین اکثر بزرگان روشن ضمیر گذرے ہین - آپکا اصلی وطن بیدر ہے - آپکے جد و پدر کا مولد قصبہ اودگیر ہے آپکا بھی مسقط الراس قصبہ مذکور ہے - آپکی ولادت سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین واقع ہوئی ایام طفلگی مین والد ماجد کے ہمراہ کالستری مین آئے اور وہان سکونت اختیار کرکے منزل یہان پہنچے - علمائے عصر کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ ختم کرکے فضیلت کی سند

حاصل کی۔ اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ و مولوی سید خیر الدین فائق سے
ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین مرزا علی بخت اظفری و میر شاہ حسین حقیقت سے
مشق کرتے تھے۔ آپکا کلام سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا ہے۔ معاصرین پر بڑھ گئے۔ اور آپ
انشا پردازی مین ظہوری و طغرا کے ہم سنگ تھے بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے۔ ایکدن دو ساعت
مین قصائد موزون کردیتے تھے۔ چنانچہ حسب الحکم نواب والا جاہ تیرہ روز مین (۳۷)
غزل نعت مین موزون کردئے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپکے کلام کی داد
دی بیحد تعریف و تحسین کی۔ آپکو اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت تھی
طریقت مین ثابت قدم و راسخ دم تھے۔ سنہ ۱۲۳۳ ہجری مین بتقریب شادی اودگیر گئے
شادی سے فارغ ہو کے مدراس مین واپس آئے۔ اسوقت نواب کا آخر عہد تھا تا بزندگی
نواب کے ملازمین مین رہے۔ انعام و خطاب مذکورہ سے سرفراز ہوئے۔ حسب الحکم نواب
مدرسہ فارسی سرکاری مین ملازم ہوئے۔ شعر و شاعری مین مستغرق رہتے تھے
آپکی تصنیف سے ایک دیوان مسمی مرج البحرین و روضہ قدسیان و مثنوی رشک بہشت
وغیرہ ہین۔ فارسی و اردو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے۔ کلام درست و صاف
ہوتا ہے حشو و زوائد سے پاک۔ آخر آپکی رحلت سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین واقع ہوئی۔
آپکے بھائی واقف نے رحلت کی تاریخ کہی ھو ھذہ

بیدل عصر حضرت شائق — قدس اللہ سرہ السامی
کام دل جست چون بقرب الہ — کہ جہانست جائے ناکامی

ہاتفم سال رحلتش فرمود
رفتہ ہیہات ہمدم جامی
۴۹ ۱۲

حسن کلامہ

بوسہ قند لب یار بسی بیحساب
صفائے جوہر دانم ز چشم تر شود پیدا
عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند
حالعم برگشتہ از سودائے زلف پرست
شاہا گرفت ملک عدم ہم نہ بوئے عشق
مگر ز خاک نشان سواری جوید
ز سودا چون بہار آتش دل پر داغ خود برم
در حجاب زلف کن نظارہ روی یار را
نمیدانم کہ می شعلہ رو در سینہ جا دارد

ولہ

میدہد ذوق دگر چون شکر و شیر مرا
برین دعوی ز بلبل روشن از گل شود پیدا
گل گریبان چاک را از دولائے عندلیب
سطرہائے راستہ بد چون کجی در سطر
ہر نو نہال می نگرم خاک بر سر است
و گرنہ چیست مین کندن فرس بادہ و
بگفتا کس نمیگیرد متاع داغدار را بجا
صبح امید از سواد این شب یلدا طلب
کہ می جوشد شرار از چشم گریانی کہ من دارم

شمع انجمن کے مولف نے لکھا کہ آپکا حسبی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز سے منتہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نسبی سلسلہ [illegible] سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطنا گوپاموی۔ آپکا حسبی سلسلہ قاضی مبارک شارح سلم العلوم سے منتہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ مین مہارت کامل رکھتا تھا ادیب فاضل تھا۔ انشا پردازی سخن سازی مین خوشنود کا شاگرد تھا۔ ہندوستان کی سیاحت کرتا ہوا مدراس مین وارد ہوا۔ ضلع کنشور مین افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مدت تک افتا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام دیتا رہا۔ خوش اخلاق و ذوی المروت تھا
سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا۔ شعرائے
عصر آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافاً داد دیتے تھے۔ تذکرۃ [illegible]
نتائج الافکار کے دوستوں سے تھا۔ خاموصوف نے آپکی رحلت کے بعد ایک
مرثیہ آپکے رنج میں لکھا ہے تذکرہ میں مذکور ہے۔ آخر عمر میں آپکو عارضہ لاحق
ہوا۔ مرض روز بڑھتا گیا ہرچند کہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن مفید نہیں ہوتا تھا۔ معالجہ
کے لئے حیدرآباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدرآباد کے قریب پہنچے تھے سنہ ۱۲[illegible] ہجری میں
فوت ہوئے۔ آپ کو تجہیز و تکفین کر کے شہر میں لائے محبوب علی شاہ [illegible] شاہ
کے تکیہ میں دفن کئے۔ ھوھذہ

سر در بر من آر کہ نازی جہ ازین نیست — گو یم سخن بوسہ کہ ازبت بہ ازین نیست
کارم آخر شد و نگشتی آگہ — شیشہ ام شکست و مگو من توصدا نرسید

شفیع میر محمد شفیع

شفیع تخلص۔ میر محمد شفیع نام۔ آپ میر عسکری باقری ستر آبادی کے فرزند
ہیں گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپکے اجداد و سلف سے میر حسن باقری ستر آباد سے
سلطان عبداللہ قطب شاہ والی تلنگانہ کے عہد میں وارد دکن ہوئے قطب شاہ کے دربار میں
باریاب ہوئے۔ قطب شاہ نے بلحاظ سیادت و نجابت تعظیم و تکریم کی۔ اول ہی ملاقات
میں انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر مرہی گنٹہ علاقہ حیدرآباد میں بطور
التمغا مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکھتا ہے کہ اب تک جاگیران کی اولاد پر جاری ہے

انتہی کلامہ۔ شفیع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا مین تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور انکا مستقر تجارت مچھلی بندر تھا۔ چند مدت کے بعد ضلع نیلور کے محکمہ مین منشی گری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شفیع کی ولادت ۱۲۳۸ھ ہجری مین ضلع مذکور مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت مین کتب متداولہ فارسی عربی ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے ہے۔ جب آپ مدراس مین آئے میرزا عبد الباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی خدمت مین تحقیق محاورات و اصطلاحات فارسی و اصلاح سخن مین مصروف رہے۔ پھر چند روز سیر و سیاحت مین گزارے آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ مین خدمت سررشتہ داری پر مقرر ہو تا بزندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپکا سنہ وفات ستیاب نہین ہوا۔ آپ علاوہ زبان فارسی عربی تلنگی و ہندی مین بھی مہارت کامل رکھتے تھے شعر گوئی و سخن فہمی مین مستعد تھے۔ آپکا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہین دیکھا گیا۔ نہ کسی صاحب تذکرہ نے لکھا شاید گوشہ گمنامی مین ہون گے۔ واللہ اعلم بالصواب من اشعارہ

خال بر عین صنم بس بہر اندازست	ایضاً	الف کردست نگر حسن الف قامت را
تا ئید خال رخش سر بلندم	،،	اعانت زا ختر نباشد نباشد
مردمک ست تہی شد ز در لعل ہمرنگ	،،	لعل خندان بدرے گوہر دندان بدرے
نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست	،،	حاش للہ روم جانب بستان کسے
ساقی ز فیض جام جہانی شدہ است مست	،،	تا نیز آید نسیم خبر دار اند کے

تمام شد حصۂ اول محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن

تاریخ طبع زاد مولانا جامع الفضل والکمال مولوی عبدالجلیل صاحب المتخلص بہ نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی از بہر سخن سنجان نہاد
از برائے سال تالیف و شیوع

یادگارے ہمچو محبوب زمن
تذکرہ گفتم از روئے دکن
۱۳۲۹ ہجری

مولوی صوفی ملکاپوری
تذکرہ بنوشت بہر شاعران
کلک نعمانی رقم زد سال آن

از کمال جامعیت علم و فن
جامع انحاء تحقیق سخن
خوب رو محبت محبوب زمن
۱۳۲۹ ہجری

تذکرہ سے آغاز تالیف کا اور دکن کے تعمیہ سے اتمام تالیف اشاعت کا سنہ نکلتا ہے

اعلان

چونکہ اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے بغیر اجازت راقم
کوئی صاحب قصد طبع نفرمائیں بعوض نفع نقصان اٹھائینگے
ہان جسقدر نسخے مطلوب ہون راقم سے طلب فرمائیں۔

نوٹ

جس کتاب پر مولف کی مہر یا دستخط نہو وہ مال مسروقہ سمجھا جاوے

المشتہر

محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی صدر مدرس
فارسی عربی مدرسہ اعزہ